آتش و آہن
اسلم راہی ایم اے

درمیانی جاڑوں کا شفاف دن تھا۔

ایک تجارتی کارواں صحرائے گوبی کو عبور کرنے کے بعد قراقرم کی وادی میں داخل ہوا۔ اس وقت تیز اور حیران و سرگرداں ہواؤں کے جھکّڑ وقت کی بھٹکتی اور نوحہ گر ارواح کی کی طرح صحرائے گوبی کی ریت پر کندہ وقت کی تحریروں کو معدوم کر رہے تھے۔ آسمان پر اکا دُکا بادل صحرائے گوبی کے اوپر سے دھوپ کی طرح گزر رہے تھے۔ صحرا کے اندر املی کے درخت تیز ہواؤں کے باعث چیخ چلّا رہے تھے اور بلند، اونچے اور ہموار ریت کے ٹیلوں کی تخریب کاری ہو رہی تھی۔

وہ تجارتی کارواں صحرائے گوبی کو پار کرنے کے بعد جھیل بیکال کے کنارے آ رکا۔ سامان سے لدے ہوئے اونٹ جھیل کے کنارے بٹھا دیے گئے۔ خچروں سے سامان اتار کر زمین پر رکھ دیا گیا اور پھر ان خچروں کو سواری کے گھوڑوں کے ساتھ چرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا گیا۔ صحرائے گوبی اور جھیل بیکال کے درمیانی حصے میں خیمے اور پھونس کی جھونپڑیاں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ جھیل بیکال کے اطراف میں اونچی اونچی گھاس تھی اور شمالی ٹنڈرا کے برف زاروں کی طرف سے ہجرت کرنے والے پرندے جھیل کے کنارے اس گھاس کے اندر آ کر اُتر رہے تھے۔

اس تجارتی کارواں کے لوگوں نے جھیل کے کنارے اپنا تجارتی سامان پھیلانا شروع کر دیا تھا۔ اس تجارتی سامان میں بخارا اور کابل کے قالین تھے۔ عورتوں کے ملبوسات سے بھرے صندوق، ریشمی کپڑے، منقش چادریں اور سونے کے زیورات، خیمے کی دیواروں کے ساتھ ٹانگے جانے والے ہتھیار، چھوٹے ترکی نیمچے، نیزے، ہاتھی دانت اور بانس کے بنے ہوئے ترکش، مختلف قسم کے تیر، دباغت کیے ہوئے چمڑے کی مدوّر ڈھالیں جن پر روغن کیا گیا تھا، آبدار تلواریں، بہترین زنجیر دار زرہیں، سفید کپڑے، سرخ چمڑے، عنبر اور اس کے علاوہ فیروزے اور لعل بھی یہ لوگ اپنے ساتھ لائے تھے۔

ابھی یہ تجارتی سامان ایک جگہ رکھا ہی جا رہا تھا کہ مدوّر یورتوں (خیموں) اور پھوس کی جھونپڑیوں کی طرف سے چند منگول وہاں آئے اور انھوں نے اس تجارتی کارواں کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے بلند آواز میں پوچھا:

"یہ تجارتی کارواں کس کا ہے اور کون اس کارواں کا سردار ہے؟"

کارواں کے ایک جوان نے جو عرب تھا، مخاطب کرنے والے منگول سے کہا: "یہ تجارتی کارواں عربوں کا ہے اور قرطبیس بن تمر اس کا سردار ہے۔"

اس منگول نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"واہ! یہ کارواں اگر قرطبیس بن تمر کا ہے تو وہ تو ہمارے سردار کا پرانا جاننے والا ہے۔ پر وہ اس وقت ہے کہاں؟ ہمارا سردار یسوکائی اس سے ملنے آ رہا ہے۔"

قبل اس کے کہ وہ عرب جوان جواب میں کچھ کہتا، ایک طرف سے چالیس برس کے قریب کا ایک عرب نمودار ہوا۔ اس کے ساتھ ایک جوان بھی تھا جو شاید اس کا محافظ تھا۔ منگولوں نے شاید اس عرب کو پہچان لیا تھا۔ اسی لیے ایک منگول نے بلند آواز میں کہا:

"ادھر دیکھو وہ قرطبیس بن تمر آتا ہے ـــ وہ قرطبیس بن تمر، جو ہمارے سردار کا پرانا جاننے والا ہے۔"

ایک منگول نے قرطبیس بن تمر کو مخاطب کر کے کہا:

"اے قرطبیس بن تمر! ہمیں تمہارے تجارتی کارواں کے فروکش ہونے کی خبر ہو گئی ہے اور

اب ہمارا سردار یسوکائی[1] تم سے ملنے آ رہا ہے۔"

قرطبیس بن تمر نے قریب آ کر کہا ـــ "میں فراخدلی سے تمہارے سردار یسوکائی کا اپنے اس کارواں میں استقبال کروں گا۔"

ایک منگول جوان وہاں سے واپس بھاگتا ہوا بولا:

"سردار یسوکائی اپنے گھر والوں کے ساتھ ادھر ہی آ رہا ہے۔ میں جا کر اسے خبر کرتا ہوں کہ یہاں جھیل بیکال[2] کے کنارے پڑاؤ کرنے والا تجارتی کارواں عرب سردار قرطبیس بن تمر کا ہے۔"

وہ جوان وہاں سے بھاگتا ہوا چلا گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد منگولوں کا سردار یسوکائی وہاں نمودار ہوا۔ اس کے ساتھ اس کے اہلِ خانہ بھی تھے۔

یسوکائی اس تجارتی کارواں کے سردار قرطبیس بن تمر سے گلے ملا۔ پھر اس نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے قرطبیس! گو میرے ایک جوان نے ادھر آتے ہوئے راستے میں مجھے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ یہ تجارتی کارواں قرطبیس بن تمر کا ہے۔ پر اے عرب سردار، قسم مجھے کوانتی[3] کی، مجھے پہلے ہی امید تھی کہ پچھلے برسوں کی طرح اس سال بھی عین جاڑے کے جوبن میں تم ہی ان گمنام شمالی علاقوں کی طرف آنے کی جرأت کرو گے۔ میں نے اس سے قبل کبھی تمہیں اپنے گھر کے افراد سے نہیں ملایا اور تم مہمان خانے میں یورت میں ٹھہر کر چلے جایا کرتے تھے۔ اس بار میں اپنے سارے اہلِ خانہ سے تمہارا تعارف کراتا ہوں۔"

---

1. منگولوں کا یہ سردار یسوکائی چنگیز خاں کا باپ تھا۔
2. یہ دنیا کی سب سے گہری جھیل ہے کہ شمال کے اکثر دریا اس میں اور دریائے آمو میں آ کر گرتے ہیں۔
3. شمال کے برف زاروں کا ایک دیوتا۔

پھر یسوکائی نے اپنے قریب کھڑی ایک عورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"قرطبیس بن تمر! ادھر دیکھو۔ یہ میری بیوی ہے۔ اس کا نام اولون[1] ہے۔ میری اور بھی کئی بیویاں ہیں پر زیادہ تر یہی میرے ساتھ رہتی ہے کیونکہ یہ حسین اور دانش مند ہے اور میرے ساتھ یہ جو چار لڑکے کھڑے ہیں یہ میرے بیٹے ہیں"۔

پھر یسوکائی نے ایک لڑکے کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"یہ تموچن[2] ہے۔ یہ قسار[3] ہے۔ یہ تموجہ اور ملکوتی[4] ہے۔ تموچن، قسار اور تموجہ سگے بھائی ہیں اور میری اس بیوی اولون کے بطن سے ہیں اور ملکوتی میری ایک دوسری بیوی کے بطن سے ہے۔ ملکوتی کا ایک بڑا بھائی[5] بھی تھا جو کچھ عرصہ ہوا مر گیا ہے"۔

عرب سردار قرطبیس بن تمر نے ان لڑکوں کی طرف غور سے دیکھا۔ وہ سب اپنے ماں باپ کی طرح بھیڑ کی کھالوں کے لبادوں میں ملبوس تھے۔ دباغت کیے ہوئے چمڑے کے شلوکوں کے علاوہ وہ اپنے سینوں پر بھیانک نقش و نگار والے سینہ پوش پہنے ہوئے تھے۔

قرطبیس نے آگے بڑھ کر ان سب سے مصافحہ کیا۔

پھر قبل اس کے کہ قرطبیس بن تمر کچھ کہتا، منگولوں کے سردار یسوکائی کی نگاہ قرطبیس کے پہلو میں کھڑے اس کے ذاتی محافظ پر پڑی۔ اس جوان کی طرف دیکھتے ہوئے منگول سردار یسوکائی نے کہا:

---

[1] اولون انتہائی خوبصورت عورت تھی اور یسوکائی اسے پڑوس کے ایک قبیلے سے عین اس کی شادی کے روز اٹھا لایا تھا۔

[2] اس کی پیدائش کے وقت یسوکائی نے ایک ایسے قبیلے کے خلاف یلغار کی تھی جس کا نام تموچن تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے بیٹے کا نام بھی تموچن رکھ دیا۔

[3] چنگیز خاں کا چھوٹا بھائی۔ یہ تیر چلانے کا فن تموچن سے بھی زیادہ جانتا تھا پر تموچن سے ڈرتا تھا۔

[4] ملکوتی کا تموچن سے اندھا پیار تھا۔

[5] ملکوتی کے بڑے بھائی کو تموچن نے ایک مچھلی کے جھگڑے پر مار دیا تھا لیکن ملکوتی کو تموچن سے ایسا پیار تھا کہ اس نے تموچن سے اس کا انتقام نہ لیا۔

"یہ کیسا چٹانوں جیسا کڑیل، غولِ بیابانی جیسا کوہ پیکر اور وحشت کے وحشیوں جیسا بھیانک جوان ہے۔ کیا یہ تمہارا کوئی رشتہ دار ہے۔ پر پہلے تو یہ کبھی تمہارے ساتھ نہ ہوا کرتا تھا"۔

قرطبیس بن تمر نے کہا:

"اے منگولوں کے عظیم سردار! یہ جوان ترک ہے۔ اس کا نام منطاش ہے پچھلے چند ماہ سے یہ میرے محافظ کے طور پر میرے ساتھ ہے"۔ اے سردار! یہ ایسا جوان ہے جو چاہے تو چٹانوں کو الٹ دے۔ پانیوں کے تموج کو ٹھہرا دے۔ یہ طوفانوں کو کاٹنے اور وقت کی اٹھتی اندھی ظالم آندھیوں کا رخ موڑ دینے والا جوان ہے — میں نے بڑے بڑے جنگجو اور دیوہیکل جوانوں سے اس کا مقابلہ کرایا ہے پر حیرت ہے کہ کوئی بھی اس کے سامنے زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکا۔ اس نے ہر ایک کو اپنے سامنے وقت کے ظالم دھارے اور لافانی شعلے کی طرح زیر کر کے رکھ دیا۔ یقیناً یہ منطاش ایسا جوان ہے جو پتھروں کو کچل کر بھربھری ریت میں تبدیل کر کے رکھ دے"۔

مغل سردار یسوکائی نے چند ثانیوں تک دلچسپی سے منطاش کی طرف دیکھا پھر وہ دوبارہ قرطبیس بن تمر سے کہنے لگا:

"اے قرطبیس! تو نے اس جوان کی اچھے اور نایاب الفاظ میں تعریف کر کے میرے شعور میں اٹھنے والے ایک جذبے کو اور زیادہ بھڑکا کر رکھ دیا ہے۔ دیکھو! میرے پاس بھی ایک ایسا جوان ہے جو منگولوں کے اندر سب سے زیادہ بہادر، طاقتور اور جفاکش ہے۔ اس کا نام میولی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ منطاش اور میولی کا مقابلہ کراؤں۔ پھر دیکھوں کہ ان دونوں میں سے کون طاقتور ہے۔ تم جانتے ہی ہو کہ میں عمدہ گھوڑوں اور بہادر جوانوں کی قدر کرتا ہوں۔ اے عرب سردار! کیا تم میری اس تجویز سے اتفاق کرتے ہو — اور ہاں! یہ تو بتاؤ کیا تمہاری طرح یہ جوان بھی مسلمان ہے؟"

قرطبیس بن تمر نے بسوکاٹی کی طرف دیکھا اور کہا :

"اے منگولوں کے سردار! میں یہ تو بتا دوں کہ منطاشش نام کا یہ جوان پکّا اور سچّا مسلمان ہے لیکن جہاں تک مقابلے کا سوال ہے تو اس کا جواب یہ خود دے گا کیونکہ میں نے کبھی اسے اپنا ملازم نہیں جانا۔ میری چونکہ کوئی اولاد نہیں ہے لہٰذا میں نے اسے ایک بیٹے کی طرح ہی چاہا ہے۔ تمہارے طاقتور منگول جوان میولی سے مقابلہ کرنا یا نہ کرنا اس کی اپنی مرضی پہ منحصر ہے اور اس کے لیے یہ خود ہی جواب دے گا۔"

بسوکاٹی نے جب سوالیہ انداز میں منطاشش کی طرف دیکھتے ہوئے اس سے کچھ پوچھنا چاہا تو منطاشش نے پہلے ہی کہہ دیا :

"اے منگولوں کے سردار! میں تمہارے میولی سے ضرور مقابلہ کروں گا اور میرے اللہ نے چاہا تو میں اسے ضرور زیر کر لوں گا۔"

بسوکاٹی نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا :

"تو پھر تم دونوں ابھی میرے ساتھ چلو۔ میں اپنے قبیلے کے سارے لوگوں کو جمع کرتا ہوں اور ان کے سامنے یہ مقابلہ ہوگا۔ میرے قبیلے والے یقیناً اس مقابلے کو دیکھ کر خوش اور محظوظ ہوں گے اور ہاں ـــــ اپنے تجارتی کارواں والوں کو بھی ساتھ لے چلو۔ تمہارے ساتھ تجارتی اموال کا لین دین بعد میں ہو جائے گا۔"

اس بار منطاشش کے بجائے قرطبیس بن تمر نے بولتے ہوئے کہا :

اے سردار! تم چلو اور مقابلے کی تیاری کراؤ۔ میں اس تجارتی سامان پہ پہلے کچھ جوانوں کو نگران مقرر کرتا ہوں۔ پھر میں منطاشش اور اپنے کارواں کو لے کر آتا ہوں۔"

بسوکاٹی نے کہا : "میں جا رہا ہوں۔ پر تم لوگ جلدی وہاں پہنچنا۔ میں جا کر سارے انتظامات مکمل کراتا ہوں اور ساتھ ہی بڑی بے چینی کے ساتھ تم لوگوں کا انتظار بھی کروں گا۔"

اس کے ساتھ ہی بسوکاٹی اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔

بسوکاٹی کے جانے کے بعد قرطبیس بن تمر نے منطاشش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا :

"منطاشش! منطاشش!! تم جانتے ہو میں نے تمہیں بیٹے کی طرح جانا ہے۔ دیکھو یہاں کے حالات سے تمہیں آگاہ کرنا میرا فرض ہے تاکہ تم ہر طرف کی خبر رکھ کر یہاں چوکنّے ہو کر رہو ـــــ سنو میرے عزیز! صحرائے گوبی کے اس علاقے میں زندگی کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ یہ وحشت و بربریت اور ستم آرائیوں کی زمین ہے۔ دیکھو۔ اس سرزمین کو جس کے شمال میں ٹنڈرا کی برفانی دلدلیں، جنوب میں تبت کے برفانی پہاڑ مشرق میں چین کی سلطنت کے دریاؤں کی وادیاں اور مغرب میں کوہستانِ یورال ہے۔ اس خطے کو لوگ دشتِ ایشیا[1] کہہ کر پکارتے ہیں۔ یہاں اس دشت میں قدرتی طور پر خاکستری رنگ کی اجلی اور نازک نازک خاردار جھاڑیاں جو صرف اونٹ کی خوراک ہو سکتی ہیں اور کچھ نہیں ہوتا۔ ان گنت اقوام نے اس خطہ کی تکلیف دہ زندگی سے نکل کر اور ایک دوسرے کو مارتے بھگاتے ہوئے مہذب دنیا کا رخ کر کے اسے اپنے سامنے نہس نہس کر کے رکھ دیا۔ آریہ، حتی، کاسپین، خزر، فرانک، المان، ٹیوٹن، ہن، گاتھ، ونڈال، سیتھین اور ترکوں نے اسی دشتِ ایشیا سے نکل کر دوسری سمتوں کا رخ کیا۔ ورنہ اس سے قبل مہذب دنیا کے لوگ اس دشت کی اقوام سے واقف نہ تھے۔ حضرت عیسیٰؑ سے ہزار برس قبل گو ران سے آگاہ ہوئے۔ پہلے یونانیوں نے انہیں جانا اور انہیں ہائی پر بورین[2] کہہ کر پکارا۔ اس دشت میں مختلف قبائل آباد ہیں

---

۱ اس علاقے کو وسطِ ایشیا اور ایشیا اعلیٰ کہہ کر بھی پکارا گیا ہے اس لیے کہ اس کا زیادہ تر حصہ بلند سطح مرتفع پر مشتمل ہے جس کے درمیان بلند و بالا پہاڑ واقع ہیں۔

۲ ہائی پر بورین کا مطلب ایسے لوگ، جو شمالی ہوا کے اس پار رہتے ہوں۔ قدیم چینیوں نے اس علاقے کے باشندوں کو شیاطین کہہ کر پکارا تھا۔

مصنّف :

برسرِ پیکار رہتے ہیں۔ جو جیتتے ہیں زندہ رہتے ہیں اور جو ہار جاتے ہیں غلام بن جاتے ہیں یا مٹ جاتے ہیں۔ یہی اس دشت کا قانون ہے۔ ان لڑائیوں سے کہیں زیادہ مہیب وہ لڑائی ہے جو یہاں کے انسان زندہ رہنے کی خاطر اس علاقے میں فطرت کی کٹھنائیوں کے خلاف لڑتے ہیں۔ اسے تم تنازع للبقا کہہ کر پکار سکتے ہو — !

منطاش! منطاش!! میں اس دشت کے وحشی قبائل سے متعلق تمہیں وہ پوری تفاصیل، جو میں جانتا ہوں اس لیے بتانا چاہتا ہوں کہ اب تمہارا ان سے تعلق رہے گا اور تمہیں ان سے متعلق پوری آگاہی ہونی چاہیے۔ ان لوگوں کو یقین ہے وہ بڑی طاقت جو تمام منحوس قوتوں پہ حاوی ہے وہ نیلے آسمان پر رہتی ہے۔ اس ماورائی طاقت کو یہ لوگ مونگ کے تینگری کہہ کر پکارتے ہیں یعنی یہ آسمان ہی کو خدا جانتے ہیں اور اس آسمان کو خوش کرنے کے لیے یہ انسانی قیدیوں اور سفید گھوڑوں کی بلند مقامات پر قربانی دیتے ہیں اور اس نیلے آسمان اور سفید گھوڑوں کی نسبت سے یہ لوگ صرف نیلے اور سفید رنگوں ہی کو پسند کرتے ہیں۔ سیاہ[1] رنگ کو یہ لوگ منحوس خیال کرتے ہیں۔

یہ بھولے بسرے لوگ اور ویرانہ نورد قبائل ابھی تک شکار کر کے اپنا پیٹ بھرتے ہیں اور کھالوں سے اپنا تن ڈھانپتے ہیں۔ بڑی بڑی مچھلیاں جھیل بیکال سے پکڑ کر کھاتے ہیں اور ان مچھلیوں کی کھالوں سے برف زاروں کے اندر خود کو محفوظ رکھتے ہیں — شمالی آہو، بھیڑیں اور جنگلی گھوڑے پالتے ہیں اور ان کا گوشت کھاتے ہیں۔ دودھ اور چاول کی شراب بنا کر پیتے ہیں۔ جانوروں کی اون سے کپڑا بُنتے ہیں

---

[1] منگول تین چیزوں سے خوفزدہ ہوتے تھے۔ ایک رات، دوسرے ماجیر یا کی کالی چٹانیں اور تیسرے زمین کی گہرائیاں۔ ان سب کا رنگ چونکہ سیاہ ہے لہٰذا وہ سیاہ رنگ سے نفرت کرتے تھے اور اسے اپنے لیے منحوس سمجھتے تھے۔ (ہیرلڈ لیم)

اور اسی سے خیمے بنا کر ان میں پناہ لیتے ہیں۔ شمال کی مہلک برفانی ہواؤں کی مار سے بچنے کے لیے یہ لوگ اپنے جسم پر روغن اور چربی کی مالش کرتے ہیں۔

تم نے دیکھا ان سب کی ساخت بھی تقریباً ایک جیسی ہے۔ بدن چھریرے، جلد سخت، جلد پہ بال کم، گالوں کی ہڈیاں ابھری ہوئی اور ہوا، دھوپ، دھول اور سورج کی چمک سے بچنے کے لیے آنکھیں ان کی تنگ ہیں۔ ٹانگیں چھوٹی اور گھوڑے کی مسلسل سواری کی وجہ سے کسی قدر خمیدہ اور کاندھے انتہائی طاقتور ہوتے ہیں اور سردی اور پیاس کے مقابلے کے لیے انھوں نے اپنے اندر ایک ناقابلِ یقین قوتِ برداشت پیدا کر رکھی ہے۔"

قرطبیس بن ثمر ذرا رکا۔ پھر اس نے سمجھانے والے انداز میں کہا:

"اس دشت کے لوگوں سے متعلق میں نے تمہیں وہ سب کچھ بتا دیا ہے جو میں جانتا ہوں۔ یہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی اگر تم یسوکائی کے اس میولی نام کے جوان سے مقابلہ کرنا چاہتے ہو تو پھر چلو۔ چلیں۔"

منطاش نے چھاتی تانتے ہوئے کہا:

"اے ابنِ ثمر! تم مطمئن رہو۔ میں میولی سے ضرور مقابلہ کروں گا۔ اگر وہ پتھر یا لوہے کا بنا ہوا انسان نہیں ہے تو میں ضرور اسے زیر کر کے رکھ دوں گا اے ابنِ ثمر! تم میرے حالات سے بھی واقف ہو۔ میں ترک ہوں۔ ترک اور منگول مختلف نہیں ہیں۔ میں نے ان سے بھی زیادہ سخت اور تکلیف دہ حالات میں زندگی گزاری ہے۔ یہ صرف گھوڑے دوڑانا جانتے ہیں اور میں گھوڑوں کو دوڑانے کے علاوہ ضرورت کے وقت انہیں تیغ دینے کا فن بھی خوب جانتا ہوں آؤ ان کی طرف چلیں اور میولی سے مقابلہ کریں۔"

قرطبیس بن ثمر نے دعائیہ انداز میں کہا:

"اے منطاش! میری دعا ہے کہ تو میولی کو زیر کرے اور اس کے مقابلے میں تجھے کامیابی نصیب ہو۔ اگر تو نے میولی کو زیر کر لیا اور اسے ہرا دیا تو مجھے امید

ہے کہ منگولوں کا سردار بسوکائی تیرے اور میرے دونوں کے لیے کوئی اہم اعلان کرے گا اور مجھے قوی یقین ہے کہ تم میولی پہ غالب رہو گے۔ اچھا! تم ذرا یہیں رکو۔ میں کچھ جوانوں کو سامان کی نگرانی پر مقرر کرتا ہوں۔ اس کے بعد منگولوں کے خیموں کی طرف چلتے ہیں"۔

قرطبیس بن تمر نے جلدی جلدی چند جوان وہاں مقرر کیے۔ پھر وہ منطاش اور اپنے کاروا کے لوگوں کو لے کر منگولوں کے ان خیموں کی طرف چل دیا جو وہاں سے قریب ہی تھے۔

جب وہ منگولوں کے خیموں کے پاس آئے تو انھوں نے دیکھا کہ ایک کھلے میدان کے اندر گول دائرے کی صورت میں ان گنت منگول وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں بوڑھے، بچے، جوا عورتیں اور لڑکیاں سب شامل تھے۔ ان کے اندر ایک طرف ان کا سردار بسوکائی بھی اپنی بیویوں بیٹوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔

قرطبیس بن تمر کے کہنے پر اس کے کاروان کے لوگ بھی منگولوں کے ساتھ اس دائرے سے مل بیٹھ گئے جبکہ خود قرطبیس بن تمر اپنے ساتھ منطاش کو لے کر بسوکائی کے پاس آیا اور کہا:

"اے بسوکائی! میں اپنے وعدے کے مطابق منطاش کو اپنے ساتھ لایا ہوں کہ یہ تمہارے جوان میولی سے مقابلہ کرے"۔

بسوکائی نے اپنے قریب ہی قرطبیس بن تمر کو بیٹھنے کے لیے جگہ دی۔ پھر وہ اٹھا۔ پہلے اس بڑی گرمجوشی سے منطاش سے ہاتھ ملایا۔ پھر بائیں طرف قریب ہی ایک جوان کی طرف اشارہ کر ہوئے اس نے کہا:

"اے منطاش! اس جوان کی طرف دیکھو۔ یہ میولی ہے جس کے ساتھ ابھی تمہارا مقابلہ ہوگا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی بیٹھی ہوئی ہے"۔

پھر بسوکائی نے ہاتھ کے اشارے سے میولی کو اپنی طرف بلایا۔ وہ جب اٹھ کر وہاں آیا تو بسوکا نے بڑی شفقت سے میولی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

"اے میولی! یہ جوان وہی ہے جس کے ساتھ ابھی تمہارا مقابلہ ہوگا۔ اس کا نام منطاش ہے اور یہ ترک ہے"۔

میولی نے آگے بڑھ کر منطاش سے ہاتھ ملایا اور منطاش کے ہاتھوں کی مضبوط گرفت اور کھردرے پن سے اندازہ لگاتے ہوئے اس نے بسوکائی سے کہا:

"اے آقا! اس کے ساتھ مقابلہ خوب رہے گا۔ اس کے ہاتھ میرے جیسے ہیں اور گرفت بھی خاصی مضبوط ہے"۔

بسوکائی نے اس بار ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: "تم دونوں کس نوع کا مقابلہ کرنا چاہو گے۔ ہتھیاروں سے مسلح ہو کر یا یوں ہی نہتے رہ کر اپنی اپنی قوت کا مظاہرہ کر کے ایک دوسرے کو زیر کرنے کی کوشش کرو گے؟"

منطاش نے فوراً کہا:

"مقابلہ کرنے کا جو طریقہ میولی پسند کرے مجھے منظور ہے"۔

میولی نے بھی منطاش کے خاموش ہونے پر کہا:

"اے آقا! ہتھیاروں کے استعمال سے ہم دونوں کا کیا اندازہ ہوگا۔ میں نہتا رہ کر ہی مقابلہ کرنا پسند کروں گا۔ اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ ہم دونوں میں سے کون طاقتور اور بالادست ہے"۔

بسوکائی نے اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہا:

"اگر یہ بات ہے تو پھر تم دونوں میدان میں اتر کر مقابلہ شروع کر دو دیر کاہے کی۔ لوگ تم دونوں کا مقابلہ دیکھنے کو بے چین ہو رہے ہیں"۔

بسوکائی کے کہنے پر منطاش اور میولی میدان میں اتر گئے۔

میدان کے وسط میں جا کر دونوں ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے۔ پھر ایک دوسرے پر وار کرنے کے لیے پر تولنے لگے۔ اردگرد بیٹھے لوگ خاموش اور ہمہ تن گوش ہو کر ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس موقع پر بسوکائی بلند آواز میں ان دونوں سے بولا:

"اب تم مقابلہ شروع کرو۔ پر کوئی بھی دوسرے کی جان کے درپے نہ ہو"۔

اچانک میولی بپھرے ہوئے ریچھ کی طرح آگے بڑھ کر حملہ آور ہوا اور پوری قوت سے

اپنا ایک بھرپور مکّا اس نے منطاش کے شانے پہ مارا۔ اپنے کندھے پر یہ بھرپور ضرب کھانے کے بعد منطاشں کی حالت نیلے سمندر کے جاہ و جلال، سونیلی ماؤں کی سفاکی اور صحرا کے تپتے ہوئے تن جیسی ہو گئی۔ ایسا لگتا تھا اس کی روح میں تلاطم، باطن میں سوز اور سوچوں میں ایک آگ بھڑک اٹھی ہو۔ ایسا محسوس ہونے لگا گویا وہ کانٹوں کی کہانی، چبھن کا افسانہ اور گزرے لمحوں کی بھوک کی کڑواہٹ جیسا کوئی قدم اٹھانے لگا ہو —— اتنی دیر تک میولی نے دوسرا مکّا منطاشں کے شانے پہ مارنا چاہا۔ پر منطاشں اندھی کالی راتوں کی طرح بھیر گیا تھا۔ اس کے سرد کیلے ہونٹوں پر تپش بڑھنے لگی تھی۔ جیسے ٹھنڈے گہرے نیلم تالاب میں آگ برسنے لگی ہو۔

منطاشں نے میولی کے وار کو اپنے بائیں بازو پر روک لیا اور دائیں ہاتھ سے ایک پُرجوش ضرب اس نے میولی کے شانے پر لگائی۔ میولی کا وہ شانہ جُھک سا گیا اور اسے یوں لگا گویا کسی خونخوار درندے نے اسے اپنا بھاری بھرکم پنجہ مارا ہو۔

منطاشں نے لگاتار دو اور سخت ضربیں میولی کے دوسرے کندھے پر لگائیں۔ میولی ان ضربوں سے خم کھا گیا۔ پھر منطاشں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر زور سے اپنی طرف کھینچا۔ ساتھ ہی اپنی کہنی کی ایک سخت ضرب بھی میولی کی چھاتی پر لگا دی۔ میولی کا بالائی حصہ زمین کی طرف جھک کر رہ گیا۔ تبھی اچانک منطاشں نے اچکنے کے انداز میں میولی کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر فضا میں بلند کر دیا اور پھر اسے زور سے زمین پہ پٹخ دیا۔ میولی زمین پہ چت اور بے سدھ پڑا رہ گیا۔

منطاش نے آگے بڑھ کر میولی کی چھاتی پہ اپنا پاؤں رکھ دیا۔

میولی نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ وہ خاموش اور ساکن تھا۔ اس گہری گھٹن کی مانند جو بارش سے قبل فضاؤں کے اندر چھا جاتی ہے۔

منگولوں کا سردار لیسوکائی لپک کر میدان کے اندر داخل ہوا اور منطاشں کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے جاتے ہوئے کہا:

”اے جوان! تُو نے یہ مقابلہ جیت لیا ہے!“

اتنے میں دو اور جوان میدان میں داخل ہوئے اور میولی کو سہارا دے کر میدان سے باہر لے گئے۔

یسوکائی دوبارہ اپنی نشست پر جا کر بیٹھ گیا اور منطاشں کو اپنے ساتھ بٹھاتے ہوئے اس نے کہا:

”اے ترکوں کے عظیم جوان! تُو واقعی ایسا ہے کہ دریاؤں کا رُخ بدل دے۔ چٹانوں کو اُلٹ دے۔ تُو اپنے سامنے جس جوان کو چاہے حرفِ غلط جان کر مٹا دے کہ تیرے اعمال جادو اور تیری آرزوئیں مضمحل نہیں ہیں۔ تیرے افعال طوفانی ہیں۔ قسم بوگدو کی! جھیل بیکال سے لے کر مشرق میں منچوریا تک اور مغرب میں دریائے یورال تک میں نے تم جیسا کوئی طوفانی شعلوں جیسا جوان نہیں دیکھا کہ تم نے منگولوں کے سب سے طاقتور جوان کو لمحوں کے اندر اپنے سامنے شکست خوردہ کر کے رکھ دیا ہے۔“

پھر یسوکائی نے اپنی پشت پر کھڑی حسین لڑکیوں کی طرف اشارہ کیا۔ ان میں سے دو بھاگتی ہوئی ایک قریبی خیمے میں گئیں اور وہاں سے دو بڑے بڑے طشت اٹھائے منطاشں اور یسوکائی کے سامنے آ کھڑی ہوئیں۔

منطاشں نے دیکھا وہ دونوں حسین لڑکیاں جو طشت اٹھائے ہوئے تھیں ان میں سے ایک میں دودھ اور چاول کی شراب کے علاوہ لبالب بھرے ہوئے جھاگ دار دودھ کے پیالے تھے اور دوسرے طشت میں سفید سمور کا قیمتی لباس، ہرن کے چمڑے کے جوتے اور ایک چرمی سینہ پوش تھا جس کی دوسری تہ کے اندر اُون بھری ہوئی تھی تاکہ پہننے والے کو سردی کی جان لیوا کاٹ سے محفوظ رکھے۔

یسوکائی نے پھر منطاشں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

”اے جوانِ بے مثل! یہ ساری چیزیں میولی پر فتح حاصل کرنے پر تمہارے لیے تحفہ ہیں۔ انہیں میری طرف سے قبول کر لو۔“

منطاشں نے وہ چیزیں لے لیں۔

پھر ان دو خوبرو لڑکیوں میں سے ایک نے بسوکائی کو اور دوسری نے منطاش کو گھوڑی کے دودھ اور چاول کی شراب کے جام پیش کیے۔ منطاش نے اس لڑکی کو مخاطب کر کے کہا:

"میں مسلمان ہوں۔ شراب نہیں پیتا۔ اگر یہ جھاگ جھاگ سادہ دودھ گھوڑی کا ہے تو اسے بھی لے جاؤ۔ میں نہ پیوں گا۔"

اس لڑکی نے اپنی شہد بکھیرتی مترنم آواز میں کہا:

"یہ دودھ گھوڑی کا نہیں۔ رینڈیر اور یاک کا ہے۔"

منطاش نے کہا:

"تو پھر لاؤ۔ میں پی لوں گا۔"

اس لڑکی نے اسے دودھ کا پیالہ پیش کیا اور وہ پی گیا۔

جب وہ لڑکیاں برتن اٹھا کر لے گئیں تو بسوکائی نے منطاش سے کہا:

"اے شیر دل جوان! تو سوچتا ہو گا میں نے تیرا مقابلہ میولی سے کیوں کرایا۔ اور اس میں کیا بھید اور منفعت ہے۔ دیکھ! ہمارے شمال میں ایک انتہائی جنگجو قبیلہ تاینجوت[1] آباد ہے۔ یہ قبیلہ نسلاً[2] ہم مغلوں کا دشمن ہے لیکن آجکل اس قبیلے کے تعلقات ہمارے ساتھ اچھے ہیں۔ یہ قبیلہ جس کا میں نے ذکر کیا ہے یہ بھی بورجین[3] قبیلہ ہے۔"

"دیکھ منطاش! اس تاینجوت قبیلے کے سردار کا نام ترغاتائی[4] ہے یہ شخص

---

1. تاینجوت انتہائی جنگجو تھے اور شمالی گوبی میں اپنے آپ کو سب سے طاقتور خیال کرتے تھے۔
2. ہیرلڈ لیم نے انہیں مغلوں کا ہم نسل ہی لکھا ہے۔
3. ان تمام قبائل کو بورجین کہا جاتا تھا جن کی آنکھیں بھوری ہوتی تھیں۔
4. ہیرلڈ لیم نے تاینجوت قبیلے کے اس سردار کا نام ترغاتائی ہی لکھا ہے۔

: مصنّف

خود بھی مبالغے کی حد تک بہادر اور جفاکش ہے۔ اس کی اولاد صرف ایک بیٹی ہی ہے اور اس کا نام جوبانی ہے۔ سن اے منطاش! یہ جوبانی ابھی پندرہ سولہ برس کی ہے۔ پر یہ جوبانی نام کی لڑکی حسین ہے چاندنی رچے آبشاروں اور کوری آنکھوں کے خواب کی طرح۔ وہ پُرکشش ہے باغوں کے برگ و گل اور تاکستانوں کے ثمرات کی طرح — آہ! یہ جوبانی اس علاقے کے جوانوں کے لیے دل کی تابندگی اور جان کی رخشندگی ہے کہ ہر کوئی اس کے حسن اور جسمانی ساخت کی بنا پر دیوانگی کی حد تک اسے پسند کرتا ہے لیکن کوئی بھی ابھی تک اسے حاصل نہیں کر سکا بلکہ بہت سے جوان اسے حاصل کرنے کی کوشش میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ میرے اپنے قبیلے کے کچھ جوانوں نے بھی اسے حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ میولی ہمارے قبیلے کا سب سے طاقتور زور آور اور بے باک جوان سمجھا جاتا تھا لیکن میولی بھی جوبانی کو حاصل کرنے میں ناکام رہا۔"

"میری یہ خواہش ہے کہ حسین و پُرکشش جوبانی میرے قبیلے کے کسی جوان کی بیوی بنے۔ اس طرح دُور و نزدیک تک ہمارے قبیلے کی طاقت و عظمت کی دھاک بیٹھ جائے گی اور دوسرے قبائل ہم پر فخر کریں گے۔"

منطاش نے غور سے مغلوں کے سردار بسوکائی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا:

"کیا یہ لڑکی جس کا نام آپ نے جوبانی بتایا ہے کسی اندھے کنوئیں میں بند ہے جو ہر کوئی اسے وہاں سے نکالنے میں ناکام رہتا ہے یا یہ کہ وہ خود ایسی طاقتور اور بہادر ہے کہ اسے چاہنے والے جوانوں کا اس سے مقابلہ کرایا جاتا ہے اور وہ انہیں ہرا دیتی ہے۔"

بسوکائی نے کہا:

"یہ دونوں باتیں نہیں ہیں۔ جوبانی تو ایک نازک اندام اور حسین لڑکی ہے اصل معاملہ یہ ہے کہ جوبانی کے باپ اور تاینجوت قبیلے کے سردار ترغاتائی نے

نیلے رنگ کا ایک ریچھ پال رکھا ہے۔ یہ ریچھ بہت بڑی جسامت کا اور بے حد طاقت ور ہے۔ ترغاناتی کا اعلان ہے کہ جو بھی جوان اس نیلے ریچھ سے مقابلہ کر کے اسے زیر کرے گا وہ اپنی بیٹی جوبانی کی شادی اس سے کر دے گا۔ پچھلے دو سال سے اس نے یہ اعلان کر رکھا ہے پر ابھی تک نہ کوئی اس ریچھ کو زیر کر سکا اور نہ جوبانی کسی کی ہو سکی —— ترغاناتی کا یہ بھی اعلان ہے کہ جو بھی جوان جوبانی کو جیتے گا وہ اسی قبیلے میں رہے گا اور ترغاناتی کے بعد وہی تایجوت قبیلے کا سردار ہوگا۔"

"شاید تمہیں معلوم ہوگا کہ جس طرح ترک بھیڑیے[1] کو اپنا جدِ امجد خیال کرتے ہیں اسی طرح ہم لوگ نیلے[2] ریچھ کو مقدس اور محترم خیال کرتے ہیں —— اب جبکہ کوئی بھی اس نیلے ریچھ کو زیر کر کے جوبانی کو نہیں جیت سکا تو لوگوں میں یہ افواہیں پھیل گئی ہیں کہ وہ نیلا ریچھ کوئی روح ہے جسے زیر نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ریچھ اس وقت بچہ تھا جب ترغاناتی نے اسے جنگل سے پکڑا اور اپنے گھر میں اس کی ایسی خدمت کی کہ اب وہ ایک خونخوار ریچھ بن گیا ہے۔ میری خواہش ہے کہ تم اس نیلے ریچھ سے مقابلہ کرو۔ میولی سے تمہارا مقابلہ میں نے اسی غرض کے لیے رکھا تھا کہ میں تمہاری قوت کا اندازہ لگا سکوں۔ اور میرا اندازہ یہ ہے کہ تم اس ریچھ کو زیر کر سکتے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس نیلے ریچھ کو زیر کر کے جوبانی کو اپنی بیوی بنا لو اور وہیں جوبانی کے قبیلے میں ہی قبیلے کا نائب سردار بن کر رہو جبکہ ترغاناتی کے بعد تم اس قبیلے کے

---

[1] ترک اپنے خیمے کے سامنے جو علم نصب کرتے تھے اس پہ بھیڑیے کے سر کا طلائی نشان ہوتا تھا اور ان کے نگہبان بھیڑیے کہلاتے تھے۔

[2] یہ قدیم قبائل ایک ایسی روح کو مانتے تھے جو نیلے ریچھ کی صورت میں ظاہر ہوتی تھی۔ لہٰذا یہ لوگ نیلے ریچھ کو محترم خیال کرنے لگے۔

مطلق العنان سردار بن جاؤ گے۔ کہو۔ کیا تم اس کے لیے اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہو —— ؟"

منطاشش نے گردن جھکا کر کچھ سوچا۔ پھر اس نے کہا:

"اگر یہ آپ کی خواہش ہے کہ میں یہ مقابلہ کروں تو پھر میں اس مقدس نیلے ریچھ سے ضرور مقابلہ کروں گا اور اسے اپنے سامنے زیر کر دوں گا۔ اور ترغاناتی کی بیٹی جوبانی کو اپنی بیوی بناؤں گا۔"

بسوکائی نے منطاش کی پیٹھ پہ ہاتھ مارتے ہوئے کہا:

"واہ تُو نے کیسا عمدہ اور مناسب فیصلہ کیا ہے کہ تُو نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔"

بسوکائی نے اس بار اپنے قریب بیٹھے ہوئے اپنے بڑے بیٹے تموجن کو مخاطب کر کے کہا:

"تموجن! —— تموجن!! دیکھ تُو اپنے کچھ جوانوں کو اسی وقت تایجوت قبیلے کی طرف بھیجو، جو اس کے سردار ترغاناتی کو میرا یہ پیغام سنائیں کہ میرے قبیلے کا ایک جوان کہ نام جس کا منطاشش ہے اور جسے میں اپنا بیٹا بنا چکا ہوں وہ جوبانی کو حاصل کرنے کے لیے نیلے ریچھ سے مقابلہ کرے گا۔ دیکھ تموجن! اگر منطاشش نے یہ مقابلہ جیت لیا تو پھر ان برف زاروں کے اندر ہمارے قبیلے کا وقار بہت بڑھ جائے گا —— دیکھ۔ انہیں بتانا کہ ہم آنے والی رات کے پچھلے پہر میں یہاں سے کوچ کریں گے اور یہ مقابلہ کل دوپہر کے وقت ہوگا۔"

تموجن جب وہاں سے چلا گیا تو بسوکائی نے منطاش سے کہا:

"اب تم میرے ساتھ میرے خیمے میں چلو۔ وہاں آرام کرو کہ کل مطمئن ہو کر تم اس نیلے ریچھ سے مقابلہ کر سکو۔"

پھر بسوکائی اٹھ کھڑا ہوا اور منطاشش کو لے کر اپنے خیمے کی طرف چل دیا۔

آنے والی رات کے پچھلے پہر میں بسوکائی منطاشش اور اپنے قبیلے کے ان گنت لوگوں

کے ساتھ تاہجوت قبیلے کی طرف روانہ ہوگیا۔

منگولوں کا سردار بیسوکائی جب اپنے لوگوں کے ساتھ تاہجوت قبیلے میں پہنچا تو وہاں مقابلے کی تیاریاں مکمل تھیں۔ تاہجوت قبیلے کی مرکزی بستی جس کے اندران کا سردار رہتا تھا اس بستی سے باہر ایک کھلے میدان میں ایک وسیع پنڈال بنا ہوا تھا۔ بے شمار لوگ اس پنڈال کے اندر جمع تھے اور پنڈال کے ایک طرف ایک غیر معمولی جسامت کا دیو ہیکل نیلا ریچھ بندھا ہوا تھا۔

بیسوکائی کے پہنچنے کے تھوڑی ہی دیر بعد تاہجوت قبیلے کا سردار ترغاتائی اپنی حسین اور پرکشش بیٹی جوبانی کے ساتھ اپنے خیمے سے نکل کر پنڈال کی طرف آیا۔ ان کے ساتھ ان کے محافظ بھی تھے۔ پنڈال کے ایک طرف جو مٹی کی بلند جگہ بنی ہوئی تھی اس پر ترغاتائی آکر بیٹھ گیا اور منگولوں کے سردار بیسوکائی کو بھی اس نے اپنے ساتھ بٹھایا۔ بیسوکائی نے منطاش کو بھی اس بلند جگہ پر اپنے ساتھ بٹھایا۔ پھر ترغاتائی نے بیسوکائی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا —— "اے منگولوں کے عظیم سردار! کون اس نیلے ریچھ سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے اور میری بیٹی جوبانی کا خواہشمند ہے"۔

بیسوکائی نے ہاتھ کے اشارے سے منطاش کو سامنے آکر کھڑا ہونے کو کہا۔ جب منطاش اٹھ کر بیسوکائی، ترغاتائی اور جوبانی کے سامنے کھڑا ہوگیا تو بیسوکائی نے کہا:

"یہ ہے وہ جوان! جو اس نیلے ریچھ سے مقابلہ کر کے جوبانی کو حاصل کرے گا۔ اس کا نام منطاش ہے اور یہ ذات کا ترک ہے اور مسلمان ہے۔ میں اسے اپنا بیٹا بنا چکا ہوں"۔

ترغاتائی نے اٹھ کر منطاش سے مصافحہ کیا اور نرمی سے کہا:

"میں اس پنڈال کے اندر تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ میرے ساتھ یہ میری بیٹی جوبانی بیٹھی ہے جس کے لیے تم کو اس نیلے ریچھ سے مقابلہ کرنا ہوگا"۔

منطاش نے غور سے جوبانی کی طرف دیکھا۔

وہ دانعی حرمت کی تنویہ جیسی حسین اور دعاؤں کی تاثیر جیسی پرکشش تھی۔ اس کی ...ر گلابی آنکھوں کے اندر سندر، کومل اور رسیلی خواہشوں کا رقص تھا۔ وہ خوابوں کی سبکسار ...ب جیسی خوبصورت تھی۔ اس کے چہرے کی بناوٹ اور اس کے جسمانی نقوش حسنِ عمل، ...عورِ ذات، مرکزِ جان اور راہِ حیات جیسے دلفریب تھے۔ اس بلند جگہ پر اپنے باپ کے ساتھ ...بیٹھی وہ تجلی کا سیلاب اور دریچوں سے چھن کر آنے والی کرن لگ رہی تھی۔

پھر منطاش نے جوبانی سے نظریں ہٹائیں اور پوچھا:

"یہ مقابلہ کب شروع ہوگا؟"

ترغاتائی نے کہا:

"تم بے تاب نہ ہو۔ یہ مقابلہ ابھی شروع ہوگا"۔

اس کے ساتھ ہی ترغاتائی نے اپنے محافظوں کو حکم دیا کہ ریچھ کو پنڈال کے اندر لایا جائے باہر بندھے ہوئے ریچھ کو کھول کر جب وہ لوگ میدان میں لے آئے تو منطاش نے پیٹھ پر ...ندھی ہوئی ڈھال اور ترکش اور کمر پر بندھی ہوئی تلوار کی پیٹی کھول کر بیسوکائی کے پاس رکھ دی۔ ...ر جب وہ ریچھ کی طرف بڑھنے لگا تو ترغاتائی نے کہا:

"اے نووارد نوجوان! تو ریچھ سے مقابلے کے دوران اپنی ڈھال اپنے پاس رکھ سکتا ہے کیونکہ پہلے جتنے بھی جوانوں نے اس ریچھ سے مقابلہ کیا انہیں یہ سہولت دی گئی تھی اور اس سے سب نے فائدہ اٹھایا۔ پر افسوس! ان میں سے کوئی بھی اس ریچھ کو نیچا دکھانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اب دیکھتے ہیں تو اس مقابلے میں کیسا نکلتا ہے"۔

منطاش نے کہا:

"نہیں! میں ڈھال استعمال نہ کروں گا۔ نہتا ہی مقابلہ کروں گا"۔

پھر وہ میدان کے وسطی حصے کی طرف بڑھا۔

اس موقع پر ترغاتائی نے بیسوکائی سے کہا:

"یہ جوان اُن جوانوں سے کافی حد تک مختلف ہے جنہوں نے اس سے

پہلے اس ریچھ سے مقابلہ کیا۔ ریچھ کے مقابلے میں ان سب نے بخوشی اپنی اپنی ڈھال استعمال کی لیکن یہ پہلا جوان ہے جو اس رعایت سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا۔"

ترغاناتی جب خاموش ہوا تو اس کی بیٹی جوبانی نے کہا:

"اے میرے باپ! میرا دل کہتا ہے کہ یہ اجنبی جوان جس کا نام منطاش ہے اور جو مسلمان ہے اس مقابلے کو جیت لے گا۔ میں نے اس کے ہاتھوں کو غور سے دیکھا ہے۔ اس کے ہاتھ ریچھ کے پنجوں سے زیادہ مضبوط اور بڑے ہیں اور اس کے چہرے پر میں نے چٹانوں کو الٹ دینے والا عزم دیکھا ہے۔ مجھے لگتا ہے میری خاطر نیلے ریچھ کے ساتھ یہ آخری مقابلہ ہوگا۔"

لیسوکاتی نے جوبانی سے کہا:

"اے بیٹی! تو نے میرے دل کی بات کہی۔ میرا بھی یہی اندازہ ہے کہ منطاش یہ مقابلہ جیت لے گا۔ میں دیکھتا ہوں اس میں وہ تمام صفات ہیں جو ایسے جوان میں ہونی چاہئیں جو تمہارا شوہر بن سکے۔"

جوبانی اور لیسوکاتی کی گفتگو کے جواب میں ترغاناتی بھی کچھ کہنا چاہتا تھا پر ہی رہا کیونکہ منطاش میدان کے وسط میں ریچھ کے پاس پہنچ چکا تھا لہٰذا نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کر کے مقابلہ شروع کرنے کا حکم دے دیا۔

ترغاناتی کے محافظوں نے ریچھ کو کھول کر آزاد کر دیا اور پھر جلدی جلدی میدا باہر نکل گئے۔

منطاش کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ نیلا ریچھ بری طرح غرانے لگا اور اپنے منہ جھاگ چھوڑنے لگا تھا۔

منطاش نے آسمان کی طرف دیکھا اور دعائیہ انداز میں کہا:

اے اللہ!

تیرا جلال کو بہ کو

تیرا جمال ہر سُو

ہر سکوت میں تیری حمد پنہاں

ہر کام میں تیری مشیّت نہاں

میں تیرا عاجز بندہ ہوں ——— تو مجھے ہمت عطا کر کہ میں سرخرو ہو کر اس میدان سے نکلوں!"

پھر منطاش کسی انمول مردِ جری کی طرح ریچھ کی طرف بڑھا اور بے خوف و خطر اس نیلے ریچھ سے بر سرِ پیکار ہو گیا۔

ریچھ نے قریب آ کر منطاش کو اپنا بھاری بھرکم اور وزنی پنجہ مارنا چاہا۔ اب وہ اپنے پچھلے دونوں پاؤں پر کھڑا تھا اور اگلے دونوں پنجے منطاش کو مارنے کے لیے اس نے ہوا میں بلند کر رکھے تھے۔ ریچھ نے پہلے اپنا دایاں پنجہ اسے مارنا چاہا۔ منطاش نے اس کا دایاں بازو اپنے پنجے کی مضبوط گرفت میں لے لیا اور اس موقع پر ریچھ نے چونکہ بری طرح اپنا منہ کھول رکھا تھا لہٰذا اپنے دوسرے ہاتھ سے ریچھ کا دوسرا پنجہ پکڑ کر منطاش نے اس کے منہ میں دے دیا۔ منطاش کی اس حرکت پر ریچھ اور زیادہ سیخ پا ہو گیا اور بری طرح غرانے اور واویلا کرنے لگا۔

اچانک ریچھ کا ایک بازو چھوڑ کر منطاش نے اپنا دایاں ہاتھ خالی کیا۔ پھر اس نے لگاتار زوردار اور سخت گھونسے ریچھ کے نتھنوں کے نازک حصوں پر دے مارے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے پاؤں کی سخت ضربیں ریچھ کے پیٹ کے زیریں اور نازک حصے پر لگانی شروع کر دیں۔ اس وقت وہ خونخوار ریچھ منطاش کے سامنے دبا دبا سا نظر آنے لگا تھا ——— دفعتاً منطاش نے ریچھ کا دوسرا بازو بھی چھوڑ دیا اور بڑی سرعت سے اس کی پشت پر آیا۔ پھر ایک نہایت غصیلی اور زوردار بلند نعرہ بلند کرتے ہوئے اس نے اپنے دائیں ہاتھ کا پُرقوت گھونسہ ریچھ کے سر پر دے مارا۔

سر پر منطاش کی اس آہنی ضرب کے پڑنے سے ریچھ بلبلا اٹھا۔

پھر ایک تواتر اور تسلسل کے ساتھ منطاش نے ریچھ کے سر پر ہتھوڑوں کی طرح مکّے

برسانے شروع کر دیے۔ یہاں تک کہ ریچھ کے ناک اور کانوں سے خون بہ نکلا۔ اس نقاہت طاری ہوتی چلی گئی ——

اور پھر ——

وہ چکرا کر زمین پہ آ رہا۔

ریچھ کے گرتے ہی ترغاتائی بھاگتا ہوا میدان میں داخل ہوا۔ وہ جھک کر ریچھ کا جائزہ لگا —— پھر وہ اٹھا اور منطاشس کو گلے لگاتے ہوئے اس نے کہا:

"اے شیر دل اجنبی! یہ ریچھ مر چکا ہے۔ تو نے کیا خوب معرکہ مارا ہے بڑے بڑے سورما اس کے آگے نہ ٹھہر سکے اور کئی اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے پر تو نے اس ریچھ پر اپنے ہاتھ سے چند ہی ضربیں لگا کر اسے بے جان کر دیا ہے —— دیکھ! تو میری بیٹی کا حقدار ہے —— اب تو میرے ساتھ آ!"

ترغاتائی، منطاشس کا ہاتھ پکڑ کر اس بلند جگہ پر لایا جہاں اس کی بیٹی جوبانی اور منگولوں کا سردار یسوکائی بیٹھا ہوا تھا۔ ترغاتائی نے اس موقع پر یسوکائی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے منگولوں کے سردار! یہ جوان بھی تو خوب لایا۔ اس نے اپنی طوفانی ضربوں سے ریچھ کو بے جان کر دیا ہے۔ اب یہ میری بیٹی کا حق دار ہے۔"

پھر ترغاتائی نے منطاشس سے کہا:

"اے بے مثل نوجوان! کہ تیرا نام منطاشس ہے۔ اب تو آگے بڑھ اور میری بیٹی کا ہاتھ تھام لے کہ اب یہ تیری بیوی ہے۔ اب تو اس کا آقا ہے اور یہ تیری باندی بن کر رہے گی۔"

اتنی دیر تک عرب تاجر قرطیس بن تمر بھی وہاں منطاشس کے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔ اس موقع پہ جب ترغاتائی نے منطاشس سے کہا کہ —— "میری بیٹی کا ہاتھ تھام لے، اب یہ تیری بیوی ہے" —— تو جوبانی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے چہرے پہ حیا کی سرخی جل اٹھی تھی۔ رخساروں پر شفق کے رنگ

بکھرنے لگے تھے۔ جوبانی کی روح میں، دل میں، سانسوں میں، بے خود کر دینے والے ستارہ ساز جذبے وحشیوں کی طرح رقص کناں ہو گئے تھے۔

منطاشس نے سردار ترغاتائی کو جواب دیتے ہوئے کہا:

"اے سردار! میں نے اس نیلے ریچھ سے مقابلہ آپ کی بیٹی کو جیتنے کے لیے نہ کیا تھا نہ ہی میرا یہ مدعا تھا کہ میں ریچھ کو زیر کر کے جوبانی کو حاصل کروں۔ منگولوں کے سردار یسوکائی نے یہ کہہ کر میرے جذبوں کو مشتعل کر دیا تھا کہ آج تک کوئی جوان اس ریچھ کو زیر نہیں کر سکا۔ سو میں صرف اس ریچھ کو زیر کرنے کے جذبے سے اس مقابلے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ اس جیت پر اگر آپ جوبانی مجھے انعام میں دینا چاہتے ہیں تو اس کے لیے میری چند شرائط ہیں۔"

منطاشس کی گفتگو سن کر جوبانی کی حالت فلاکت کے خرابوں، شکن شکن خیالات اور لہو لہو تمنا دن جیسی ہو گئی تھی۔ وہ جیٹھ کی چلچلاتی دھوپ جیسی اداس اور سرد آہوں کے گرم اشکوں جیسی افسردہ ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے سے یوں لگتا تھا جیسے ساون رت کی کالی گھنگھور گھٹائیں اچانک پانی سے تہی دست ہو کر بے مایہ دکھ ہو گئی ہوں۔

اس بار منگولوں کے سردار یسوکائی نے پوچھا:

"اے منطاشس! اے مرد جری! تو نے اس نیلے ریچھ کو زیر کر کے یقیناً ان سرزمینوں کے اندر شجاعت کا ایک نیا باب اور قوی عزم صمیم کی ابتدا کی ہے۔ پر اے ستارہ ساز جوان! صحرائے گوبی اور اس کے اطراف کے جوان تو جوبانی کی صرف ایک جھلک دیکھنے کو ترستے ہیں۔ ہر کوئی کسی بھی قیمت پر اسے حاصل کرنے کا خواہش مند ہے، پر تو اس کے ساتھ شادی پر اپنی طرف سے شرائط پیش کرنا چاہتا ہے۔ ذرا کہو تو کیا شرائط ہیں تمہاری —— ہو سکتا ہے جوبانی ان شرائط کو تسلیم کر کے اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دے دے۔"

منطاش نے کہا:

"آپ لوگوں کو خبر ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ لہٰذا اس شادی کے لیے جوبانی کو اسلام قبول کرنا ہوگا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ یہ شادی میری اسلامی روایات کے مطابق ہوگی۔"

ساتھ ہی منطاشش نے اپنے قریب کھڑے قرطیس بن تمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"اور ہم دونوں کا نکاح یہ قرطیس بن تمر پڑھائے گا۔"

جوبانی جو ابھی تک دل کے صحرا میں شور کرتے سوکھے پتے کی طرح ہو رہی تھی، منطاشش کی اس گفتگو پر اس کی سوچوں کے منجدھار تمام ہو گئے۔ وہ ٹھنڈے گہرے نیلم تالاب جیسی پُرسکون ہو گئی۔ ایسا لگتا تھا منطاشش کی باتوں سے جوبانی کی ساری بصارتیں اور ساری سماعتیں لوٹ آئی ہیں اور وہ پریم کی ان گنت راتوں میں کھو گئی ہو۔

منطاشش اپنی شرائط پیش کرنے کے بعد جب خاموش ہوا تو جوبانی نے اپنے پورے وجدان اور چاہتوں کے پورے جمال کے ساتھ اس کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے پہلی بار براہِ راست اسے مخاطب کر کے کہا:

"مجھے آپ کی یہ اور ان کے علاوہ بھی اگر کوئی شرائط ہوں تو منظور ہیں۔ میں ہجرت کر جانے والے پرندوں کی طرح نہیں بلکہ کوہستانوں کی عظمت کی طرح آپ کا ساتھ دوں گی۔"

اس موقع پر جوبانی کا باپ اور تایچوت کا سردار نرغاتائی آگے بڑھا اور جوبانی کا ہاتھ پکڑ کر اس نے منطاشش کے ہاتھ میں دے دیا اور وہیں سب کی موجودگی میں عرب تاجر قرطیس بن تمر نے منطاشش اور جوبانی کا نکاح پڑھا دیا۔

جب یہ سب کچھ ہو چکا تو منگولوں کے سردار یسوکائی نے منطاش سے ہاتھ ملایا اور کہا:

"اے عزیزہ! میں اب جاتا ہوں۔ مجھے اپنی ذات پر فخر ہے کہ میں نے اس نیلے ریچھ کے مقابلے کے لیے تم جیسے زورآور اور جوان کا انتخاب کیا۔ مجھے اپنے انتخاب پر بھی ناز ہے۔ اب جبکہ میں تمہیں اپنا بیٹا کہہ چکا ہوں اس لحاظ سے جوبانی اب میری بیٹی ہے۔ میں تم دونوں سے ملنے اب وقتاً فوقتاً آتا رہوں گا۔ تمہیں تو یہیں جوبانی کے پاس ہی رہنا ہے اور اب تم تایچوت قبیلے کے نائب سردار بھی ہو۔ میں اب جاتا ہوں اور تمہاری خاطر ادھر آتا رہوں گا۔"

پھر یسوکائی نے قرطیس بن تمر کو مخاطب کر کے کہا:

"تم بھی اب بھول جاؤ کہ منطاشش تمہارا محافظ تھا۔ تم آؤ میرے ساتھ چلو اور جو مالِ تجارت تم لے کر آئے ہو وہ سارے کا سارا میں تم سے اپنے منگولوں کے لیے خرید لوں گا۔"

یسوکائی اپنے منگولوں اور عرب تاجر کے ساتھ وہاں سے اپنے قبیلے کی طرف کوچ کر گیا جبکہ جوبانی منطاشش کا ہاتھ تھام کر اپنے خیمے کی طرف چل دی جو اس کی خوابگاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

راستے میں یسوکائی کا بیٹا تموجن اپنے گھوڑے کو بھگا کر یسوکائی کے پاس لایا اور کہا:

"اے میرے باپ! یہ جو معاملہ آپ نے کرایا ہے مجھے معلوم نہیں آپ کے دل میں اس کی کیا وجہ ہے لیکن میں نے اسے پسند نہیں کیا۔ آپ نے منگولوں پر ترکوں کو ترجیح دے دی ہے۔ منگولوں اور تایچوتوں کے علاوہ ان شمالی سرد زمینوں کے کسی بھی قبیلے کے جوان نے نیلے ریچھ کو زیر کر کے جوبانی کو حاصل نہ کیا۔ پر اس منطاشش نے جو ذات کا ترک ہے، لمحوں کے اندر ریچھ کو پچھاڑ کے رکھ دیا۔ کیا یہ ترکوں کی منگولوں پر فوقیت نہیں ہے۔ تایچوت کے لوگ یہی خیال کریں گے کہ منگول خود تو جوبانی کو حاصل نہ کر سکے پر اس کام کے لیے ایک ترک کو میدان میں لائے جو کامیاب رہا۔ اس طرح ہم نے خود اپنے ہاتھوں سے منگولوں

پر ترکوں کو سرفراز کیا ہے"۔

یسوکائی نے چند ثانیوں تک غور سے اپنے بیٹے تموجن کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے کہا:

"اے تموجن! تو نادان اور احمق ہے۔ اوّل تو ترک اور منگول میں کوئی فرق نہیں ہے اور پھر یہ بات بھی اپنے ذہن میں ڈال کر رکھنا کہ یہ کام میں نے کسی مقصد کے بغیر نہیں کیا۔ اے تموجن! تو جانتا ہے کہ برسہا برس سے منگولوں اور تائیجوتوں کے درمیان عداوت اور چپقلش چلی آ رہی ہے۔ ان دنوں گو تائیجوت ہم سے دبے ہوئے ہیں اور ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر رہے لیکن تمہیں یاد ہو گا اور تم نے اپنی ماں اور مجھ سے سُن رکھا ہو گا کہ ماضی میں تائیجوت کئی بار منگولوں کو نقصان پہنچا چکے ہیں اور بعض مواقع ایسے بھی آئے کہ منگولوں کا وجود ہی خطرے میں پڑ گیا تھا۔ میں نے منطاش کو دیکھتے ہی بھانپ لیا تھا کہ وہ ایک زور آور اور جنگجو انسان ہے۔ میں اس سے بہت کچھ کام لوں گا۔ وہ تائیجوتوں کے اندر میرے آدمی کی حیثیت سے کام کرے گا اور مجھے تائیجوتوں کے ہر اس ارادے سے آگاہ کرتا رہے گا جو وہ ہمارے خلاف عمل میں لانے کی کوشش کریں گے"۔

تموجن نے اب گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا:

"کیا منطاش ایسا کرنے پر رضامند ہو جائے گا؟"

یسوکائی نے کہا:

"تو دیکھتا رہ! وہ ایسا کرنے پر رضامند ہو جائے گا اور میرا کہا نہ ٹالے گا"۔

تموجن نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے میرے باپ! اگر ایسا ہوا تو پھر منطاش ہمارے لیے انتہائی قیمتی ثابت ہو گا اور اگر اس نے ایسا کر دکھایا تو میں اسے اپنا بڑا بھائی جان کر اس کی عزت اور خدمت کروں گا"۔

تموجن کے اس جواب پر یسوکائی خاموش رہا۔

پھر وہ تیزی سے اپنے گھوڑوں کو اپنے مسکن کی طرف دوڑاتے رہے۔

اپنے مسکن میں پہنچ کر یسوکائی نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ عرب تاجر قرطیس بن تمر سے سارا تجارتی سامان خرید لیا اور قرطیس بن تمر اسی روز وہاں سے اپنے کارواں سمیت جنوبی سرزمینوں کی طرف کوچ کر گیا۔

اس کے بعد جب وہ دونوں باپ بیٹا اپنے یورت (خیمہ) کے پاس آئے تو ان کے انتظار میں تموجن کی ماں اولون اور اس کے بہن بھائی خیمے سے باہر کھڑے تھے۔ قبل اس کے کہ کوئی بات کرتا ایک طرف سے میولی بھاگتا ہوا آیا اور یسوکائی کے قریب آ کر کہا:

"اے سردار! گو میں کل مقابلے میں ہار گیا تھا لیکن آج میں سرفراز ہوا ہوں اور وہ اس طرح کہ میرے ہاں لڑکا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام مقولی رکھا ہے اور اس کی میں ایسی تربیت کروں گا کہ بڑے بڑے طاقت ور، زور آور اور بے مثل تیغ زن بھی اس کا سامنا کرتے ہوئے خوفزدہ ہو جایا کریں گے"۔

یسوکائی نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"میں تمہیں بیٹے کی پیدائش پر مبارک باد دیتا ہوں۔ اس خوشی میں تجھے میں اس سامان میں سے ایک بڑا حصہ دوں گا جو میں نے آج ہی عرب تاجر سے خریدا ہے"۔

یسوکائی خاموش ہوا تو اس کی بیوی نے پوچھا:

"جس کام کے لیے گئے تھے اس کا کیا ہوا؟ —— کیا اس ترک منطاش کا مقابلہ تائیجوتوں کے نیلے ریچھ سے ہوا۔ اگر ہوا تو اس کا کیا نتیجہ نکلا؟"

یسوکائی نے ایک تفاخر سے کہا:

"میری سوچیں اور میرے اندازے غلط ثابت نہیں ہو سکتے۔ وہاں تائیجوت قبیلے کے اندر منطاش نے میرا دل خوش کر دیا۔ منطاش نے لمحوں کے اندر اس نیلے ریچھ کو اپنے سامنے زیر کر لیا اور وہیں مقابلے کے پنڈال میں ہی عرب تاجر قرطیس بن تمر نے اس کا نکاح تائیجوتوں کے سردار ترغاتائی کی بیٹی جوبانی سے کرا دیا۔ منطاش اس وقت تائیجوتوں کے اندر رہے اور جوبانی اب اس کی بیوی ہے —— اولون! تو جانتی ہے

میں نے اسے اپنا بیٹا کہا ہے اور اب تیرے بیٹے تموچن نے بھی اسے اپنا بڑا بھائی تسلیم کر لیا ہے۔ مستقبل قریب میں تو دیکھے گی کہ یہی منطاش ہمارے کام آئے گا۔"

منطاش کی اس قدر تعریف سن کر میولی رشک اور حسد سے جلتا ہوا چپ چاپ وہاں سے چلا گیا۔

اولون نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا:

"کاش! میں بھی اس مقابلے کے وقت وہاں ہوتی اور دیکھتی کہ اس جوان نے کیسے نیلے ریچھ کو زیر کر لیا اور جوبانی جیسی حسین لڑکی کو حاصل کیا۔ اب تو میں یہ خواہش کرنے لگی ہوں کہ کاش! میرے بیٹوں میں سے بھی کوئی اس ترک منطاش جیسا ثابت ہو۔"

یسوکائی نے گہری مسکراہٹ سے کہا:

"تو نے یہ بات ایک گہری اور لمبی آہ بھر کر کیوں کہی۔ اب جبکہ میں منطاش کو اپنا بیٹا اور تموچن نے اسے اپنا بڑا بھائی تسلیم کر لیا ہے تو تم بھی منطاش کو اپنا ہی بیٹا جانو۔ میں اس کی نسبت سے اپنی ذات پر فخر کرنے لگا ہوں۔"

اولون نے اس بار مطمئن انداز میں کہا:

"یقیناً ـــــ میں منطاش کو اپنا بیٹا ہی جانوں گی۔ پر تم لوگ منطاش اور جوبانی کو اپنے ساتھ یہاں تو لاتے۔"

یسوکائی نے کہا:

"نہیں۔ اسے یہاں لانے کی ضرورت نہ تھی۔ اس طرح تو میرا سارا بنا بنایا کام ہی بگڑ جاتا۔ وہ وہیں رہے گا اور وہاں رہ کر تایچوتوں کے خلاف ہمارے لیے کام کرے گا۔ اگر اسے یہاں لایا جاتا تو تایچوت اس کی طرف سے مشکوک ہو جاتے۔ اس پر بھروسہ نہ کرتے اور ہمارے لیے منطاش وہ کچھ نہ کر سکتا جس کی ہم اس سے امید کرتے ہیں۔ میں نے منطاش سے ایسی امیدیں وابستہ کی ہیں جو اس سے پہلے کوئی بھی پوری نہ کر سکا۔"

یسوکائی ذرا رکا پھر اس نے تموچن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"تموچن! تموچن ـــــ!! میں اگر قبل از وقت ہی مر جاؤں تو میرے بعد تو منطاش کا خیال رکھنا۔ وہ تایچوتوں سے تیری حفاظت کرے گا اور تیری عزت اور تیرے وقار کا باعث بنے گا۔"

تموچن نے گردن جھکاتے ہوئے کہا:

"اے میرے باپ! میں ایسا ہی کروں گا جیسی امیدیں آپ مجھ سے وابستہ کر رہے ہیں۔"

پھر وہ سب مطمئن سے اپنے یورت میں داخل ہو گئے۔

اس واقعہ کو دو سال گزر گئے۔

ایک روز یسوکائی اور تموچن اپنے یورت کے ایک حصے میں بیٹھے تھے اور ایک ستار نواز کہ جس کا نام ارغون تھا، دونوں باپ بیٹے کے سامنے ستار بجا رہا تھا اچانک ارغون نے ستار بجانا بند کر دیا کیونکہ یورت میں دو آدمی داخل ہوئے تھے۔ ایک میولی تھا اور دوسرا کوئی اور مغل جوان تھا۔ یسوکائی کی طرف دیکھ کر اس مغل جوان نے کہا:

"اے سردار! میں آپ کے لیے دو اچھی خبریں لایا ہوں۔ پہلی یہ کہ ترک جوان منطاش جسے آپ نے اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا اور جس نے نیلے ریچھ کو چت کر کے تایچوت قبیلے کے سردار کی بیٹی جوبانی سے شادی کر لی تھی، اس کے ہاں لڑکا ہوا ہے میں اسے دیکھ کر آیا ہوں۔ یہ نومولود لڑکا جسمانی ساخت میں اپنے باپ جیسا اور اپنی ماں کی طرح حسین ہے۔ اس بچے کے نانا یعنی تایچوت قبیلے کے سردار ترغاتائی نے اس کا نام یسوتائی[1] رکھا ہے۔ اے سردار! اس بچے کا نام تمہارے نام سے ملتا جلتا رکھا

[1] یہ وہی یسوتائی تھا جسے بعد کے دور میں تموچن جب چنگیز خان بن گیا تو اکثر کہا کرتا تھا کہ یسوتائی جیسا کوئی بہادر اور نڈر جوان نہیں ہے۔ ؛ ہیرلڈ لیم

گیا ہے اس لیے کہ تم نے ہی جوبانی کے لیے منطاش کو تلاش کیا تھا اور پھر تم نے منطاشش کو اپنا بیٹا بھی کہا تھا لہٰذا وہ لوگ تمہیں منطاش اور جوبانی کے اس بچے کا دادا سمجھتے ہیں"۔

مغل سردار یسوکائی خوشی میں اپنی جگہ پر جھومتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور کہا:

"ہاں۔ میں اس بچے کا دادا ہوں۔ بوگدو کی قسم! میں خوش قسمت ہوں۔ یہ بچہ بڑا ہو گیا تو میں اس کی پرورش خود کروں گا"۔

پھر یسوکائی دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور اس جوان کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا:

"پر تو نے تو مجھے دو اچھی خبریں سنانے کو کہا تھا۔ وہ دوسری خبر بھی تو کہہ وہ کیا ہے؟"

اس جوان نے جواب دیا:

"اے سردار! ہمارے شمال مغرب میں بسنے والے تین قبائل کو چھوڑ کر چوتھے قبیلے کے پاس کوئی نیا اور گمنام و خانہ بدوش قبیلہ اترا ہے۔ اس قبیلے کے سردار کا نام منلیک[1] ہے۔ منلیک کے سات بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ ان سات بیٹوں میں سے ایک کا نام تب تنگری[2] ہے۔ وہ جادوگر اور سری علوم کا ماہر ہے۔ میں اسے بھی دیکھ کر آ رہا ہوں۔ اس کے متعلق لوگوں کا خیال ہے کہ تب تنگری کی روح جب چاہے جسم کو چھوڑ کر عالم ارواح میں داخل ہو سکتی ہے اور یہ کہ اسے مستقبل کی باتیں جاننے کا ملکہ بھی ہے۔ بہت عرصہ بعد کوئی ایسا جادوگر اور ماہر ان سرزمینوں کی طرف نمودار ہوا ہے"۔

---

۱ ہیرلڈ لیم نے اس کا نام منلیک ہی تحریر کیا ہے اور اس کے ۷ بیٹوں اد کا بھی ذکر کیا ہے۔

۲ تب تنگری کے اس نام کا ذکر ہیرلڈ لیم نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "چ میں بھی کیا ہے۔

یسوکائی نے اور زیادہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے میرے قبیلے کے محترم ترین مخبر! تو نے دوسری خبر بھی کیا خوب سنائی ہے۔ میں اور تموجن ابھی اور اسی وقت یہاں سے روانہ ہوں گے۔ یسوتائی کی پیدائش کی خوشی میں ہم منطاشش اور جوبانی کے لیے تحائف لے کر جائیں گے اور پھر وہاں سے واپسی پہ اجنبی جادوگر تب تنگری جس کا تم نے ذکر کیا ہے، اس سے بھی مل کر آئیں گے۔ میں کوشش کروں گا کہ اس اجنبی قبیلے کو میں اپنی سرزمینوں پر آباد ہونے کے لیے آمادہ کر لوں۔ اس طرح ہم تب تنگری کے علوم سے بھی مستفید ہو سکیں گے"۔

یسوکائی ذرا رکا۔ پھر وہ زور زور سے اپنی بیوی کو پکارنے لگا:

"اولون! اولون ــــ!! بھاگ کر اس طرف آؤ"۔

تھوڑی ہی دیر بعد اولون اور یسوکائی کے بیٹے اور بیٹیاں بھاگتے ہوئے خیمے کے اس حصے میں داخل ہوئے۔ یسوکائی نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اولون! اولون سنو! میں دادا اور تو دادی ہو گئی ہے۔ میں اور تموجن ابھی اور اسی وقت یہاں سے تائیجوت قبیلے کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ وہاں منطاش اور جوبانی کے ہاں لڑکا ہوا ہے اور میرے نام کی نسبت سے اس نومولود کا نام یسوتائی رکھا گیا ہے۔ اولون! اولون! تو ایسا کر کہ میرے اور تموجن کے گھوڑوں کی خرجینوں میں کپڑے اور دیگر تحائف ڈال دے جو ہم منطاش اور جوبانی کو جا کر دیں گے"۔

ساتھ ہی یسوکائی نے اپنے دوسرے بیٹوں تموجو، قسار اور بلکوتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"میرے بچو! تم تینوں میرے اور تموجن کے گھوڑوں پر زینیں ڈال کر تیار کر دو تاکہ تمہاری ماں ان کی خرجینوں میں وہ تحائف بھر دے جو ہم وہاں دیں گے اور پھر ہم یہاں سے کوچ کریں"۔

تموجو، قسار اور بلکوتی فوراً خیمے کے اس حصے سے باہر چلے گئے اور یسوکائی کو اولون نے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"کیا میں بھی تم دونوں کے ساتھ نہ چلوں کہ میں منطاش، جوبانی اور ان کے بیٹے کو دیکھوں"۔

یسوکائی نے کہا:

"میں اور تموجن تمہیں ضرور ساتھ لے کر جاتے لیکن ہم دونوں نے تائیجوت کے علاوہ اس علاقے میں آنے والے ایک اور نئے قبیلے کی طرف بھی جانا ہے۔ اس قبیلے میں ایک جادوگر ہے جو مستقبل کے احوال بتاتا ہے۔ میں اور تموجن اس سے ملیں گے اس لیے ان حالات میں تمہارا ساتھ جانا نادرست ہے۔ ہاں چند دن بعد ہم پھر منطاش اور جوبانی کے پاس جائیں گے۔ اس موقع پر تم بھی ساتھ چلنا بلکہ ہم ان دونوں کو اور ان کے بچے کو کچھ دنوں کے لیے یہاں اپنے قبیلے اور اپنے یورت میں لے آئیں گے تاکہ وہ کچھ دن ہمارے پاس بھی رہ لیں۔ اس طرح تم جی بھر کر ان تینوں کی خدمت کر لینا"۔

اولون مطمئن سی ہو کر باہر نکل گئی اور تھوڑی دیر بعد یسوکائی اور تموجن تائیجوت قبیلے کی طرف کوچ کر گئے۔

○

منطاش اور جوبانی اپنے یورت کے ایک کمرے میں اپنے نومولود بچے یسوتائی کے پاس بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے کہ ادھیڑ سی عمر کی ایک عورت اندر آئی اور ان دونوں کو مخاطب کر کے بولی:

"منگولوں کا سردار یسوکائی اور اس کا بیٹا تموجن تم لوگوں سے ملنے کے لیے آئے ہیں اور اس وقت باہر اپنے گھوڑوں کے پاس کھڑے ہیں"۔

منطاش فوراً اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور جوبانی سے مخاطب ہوتے ہوئے اس نے کہا —— "تم بیٹھو! میں ان دونوں باپ بیٹے کو اندر لاتا ہوں۔ انہیں یقیناً یسوتائی کی پیدائش کی خبر ہوئی ہے تبھی وہ ملنے کو آئے ہیں"۔

پھر منطاش تیز تیز قدم اٹھاتا باہر نکل گیا۔

منطاش نے دیکھا یسوکائی اور تموجن خیمے سے باہر کھڑے تھے اور ان دونوں کے گھوڑوں کو تائیجوت

جوانوں نے ایک طرف باندھ کر چارہ ڈال دیا تھا جبکہ تائیجوت قبیلے کا سردار اور جوبانی کا باپ ترغاتائی ان کے ساتھ کھڑا محوِ گفتگو تھا۔ منطاش بھاگ کر آگے بڑھا اور ان دونوں باپ بیٹے سے بغل گیر ہو کر بڑی گرمجوشی سے ملا۔ پھر وہ دونوں کو ساتھ لے کر اندر آیا۔ ترغاتائی بھی ان کے ساتھ ہی تھا۔ جب وہ جوبانی کے پاس آئے تو وہ ان کو دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ یسوکائی نے آگے بڑھ کر شفقت سے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا۔ تموجن نے وہ چرمی خرجین جو اس نے اپنے کندھے پہ اٹھا رکھی تھی، جوبانی کے سامنے رکھ دی اور کہا:

"اے میری بہن! میں منطاش کا بھائی ہوں۔ اس خرجین میں وہ کپڑے اور دیگر تحائف ہیں جو میری ماں نے تم لوگوں کے لیے بھیجے ہیں"۔

پھر تموجن نے جوبانی کے پہلو میں لیٹے ہوئے بچے کو چوما اور کہا:

اے یسوتائی! میں تیرا چچا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ تو جلد بڑا ہو جائے۔ پھر میں تجھے گھڑ سواری اور جنگ کے دوسرے فنون سکھاؤں۔ میں خوش قسمت ہوں کہ میں اپنی جوانی کے اوائل ہی میں چچا بن گیا ہوں"۔

منطاش، جوبانی، یسوکائی اور ترغاتائی تموجن کی بچے کے ساتھ اس گفتگو پہ ہنس رہے تھے۔

تموجن جب خاموش ہوا تو یسوکائی نے جوبانی اور منطاش کو مخاطب کر کے کہا:

اے میرے بچو! میری بیوی اولون بھی میرے ساتھ آنا چاہتی تھی پر میں نے ہی منع کر دیا کیونکہ یہاں سے واپسی پہ ہمیں ایک اور قبیلے سے بھی ہو کر جانا ہے لہٰذا میں اور تموجن اسے اپنے ساتھ نہیں لائے۔ وہ منطاش کو چونکہ اپنا بیٹا سمجھتی ہے اس لیے اس تصور سے ہی وہ خوش ہے کہ وہ دادی ہو گئی ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ تم دونوں کبھی اپنے بچے کو لے کر اس کے پاس آؤ۔ کیا تم تینوں وہاں چل کر چند دن اس کے پاس رہو گے؟"

جوبانی نے کہا:

"ہم ضرور وہاں چلیں گے"۔

اتنے میں ترغاتائی کا ایک خادم اندر آیا اور اس نے یسوکائی اور تموجن کو گھوڑی کے دودھ

کو سڑا کر بنائی ہوئی شراب بلیش کی جو وہ دونوں بڑی رغبت سے پی گئے۔

پھر یسوکائی نے ترغاتائی سے پوچھا:

"اے ترغاتائی! تمہیں تو کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ یہ دونوں میاں بیوی اپنے بچے کے ساتھ میرے قبیلے میں جائیں۔ قسم بوگدو کی! میری بیوی اولون انہیں دیکھنے کی بہت خواہش مند ہے"۔

ترغاتائی نے کہا:

"مجھے کیا اعتراض ہوگا بلکہ منطاش کی وجہ سے تو میرا اور تمہارا قبیلہ اس حد تک ایک دوسرے کے قریب ہوئے ہیں"۔

یسوکائی نے پھر منطاش اور جوبانی سے کہا:

"میں تم دونوں کا ممنون ہوں کہ تم نے اپنے بچے کا نام میرے نام کی نسبت سے یسوتائی رکھا ہے۔ اب یہ میرا پوتا اور میرے بیٹے تموچن کا بھتیجا ہے۔ میں اس کا ایسے ہی خیال رکھوں گا جیسے تموچن کا رکھتا ہوں اور میرے بعد تموچن اس کا ایسے ہی خیال رکھے گا جیسے یہ میرا رکھتا ہے"۔

اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہا:

"اب میں اور تموچن چلتے ہیں کہ ہم دونوں نے ایک ضروری کام سے ایک دوسرے قبیلے میں بھی جانا ہے۔ چند دن بعد ہم تم تینوں کو لینے آئیں گے"۔

منطاش اور جوبانی نے یسوکائی اور تموچن کو کچھ دیر اور رکنے کو کہا لیکن وہ دونوں باپ بیٹا پھر آنے کا کہہ کر یورت کے اس حصے سے باہر نکل گئے

○

سہ پہر کے قریب یسوکائی اور تموچن اس اجنبی قبیلے میں داخل ہوئے جس کا ذکر ایک مخبر نے ان سے کیا تھا۔

انہوں نے دیکھا کوہستانوں کے دامن میں دور دور تک اونٹ، بیل اور ریڈیر کے چمڑے سے بنے

ہوئے خیمے نصب تھے۔ یسوکائی اور تموچن ایک خیمے کے پاس کھڑے ایک جوان کے پاس آئے اور اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے یسوکائی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"میں منگولوں کا سردار یسوکائی ہوں اور یہ میرا بیٹا تموچن ہے۔ میں تمہارے قبیلے کے سردار منلیک سے ملنا چاہتا ہوں۔ کیا تم اس کے خیمے تک میری رہنمائی کرو گے!"

اس جوان نے جواب دیا:

"میں منگولوں کے سردار کو سلام کرتا ہوں۔ میں ضرور اپنے سردار منلیک تک آپ دونوں کی رہنمائی کروں گا"۔

پھر وہ جوان حرکت میں آیا۔ آگے بڑھ کر اس نے یسوکائی کے گھوڑے کی باگ پکڑی اور ایک طرف چل دیا۔

چمڑے کے ایک بہت بڑے اور دوہرے خیمے کے پاس وہ جوان رک گیا۔ پھر اس نے یسوکائی سے کہا:

"بس یہی ہمارے سردار منلیک کا خیمہ ہے۔ آپ تھوڑی دیر یہاں رکیں۔ میں سردار کو آپ کے آنے کی اطلاع کرتا ہوں"۔

یسوکائی اور تموچن اپنے گھوڑوں سے اتر کھڑے ہوئے اور وہ جوان اس خیمے میں داخل ہو گیا۔ چند ہی ثانیوں کے بعد ڈھلتی ہوئی عمر کا ایک شخص خیمے سے نکلا۔ اس کے ساتھ سات جوان بھی تھے۔ وہ سب آگے بڑھ کر یسوکائی اور تموچن سے ملے۔ پھر ڈھلتی عمر کے اس شخص نے یسوکائی کی طرف دیکھتے ہوئے بلند آواز سے کہا:

"میں اس قبیلے کا سردار منلیک ہوں اور یہ ساتوں میرے بیٹے ہیں۔ میں تم دونوں کو اپنے قبیلے کے اندر خوش آمدید کہتا ہوں"۔

وہ جوان واپس چلا گیا جو یسوکائی اور تموچن کو وہاں لایا تھا۔

اس دوران منلیک کا ایک بیٹا آگے بڑھا اور اس نے یسوکائی اور تموچن کے گھوڑوں کو خیمے کے قریب ہی بنائے گئے ایک چھپر کے اندر باندھ دیا۔ پھر وہ سب ان دونوں کو لے کر اپنے

دسیع دعریض خیمے میں داخل ہوئے۔

خیمے کے جس کمرے میں یسوکائی اور تموچن کو لایا گیا تھا وہ ایک بہت بڑا کمرہ تھا جس کے ایک کونے میں کچی مٹی سے بنا ہوا ایک آتشدان تھا جس کے اندر آگ روشن تھی اور کچی مٹی ہی کی ایک چمنی خوب بلند کر کے بنائی گئی تھی تاکہ آتشدان کا دھواں کمرے میں پھیلنے کے بجائے باہر نکل جائے۔ ایک طرح سے کمرے کا وہ آتشدان والا سارا حصہ کچی مٹی کا بنایا گیا تھا۔ آتشدان میں چونکہ آگ جل رہی تھی اس لیے کمرہ خوب گرم ہو رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد خیمے کے اس کمرے میں ایک لڑکی داخل ہوئی جو یسوکائی اور تموچن کے لیے دودھ کے پیالے لے کر آئی تھی۔ وہ لڑکی حسین و جمیل اور پرکشش تھی اور ان دونوں کو دودھ کے پیالے تھما کر وہ ایک طرف ہو کر اپنے باپ منلیک کے پاس بیٹھ گئی۔ اس موقع پر تموچن نے اپنے باپ یسوکائی کی طرف کنکھیوں سے دیکھا۔ پھر اس نے رازداری میں کہا:

"اے میرے باپ! میں نے اس لڑکی کو پسند کر لیا ہے۔ کیا میں اسے اپنی بیوی بنا سکتا ہوں؟"

یسوکائی نے کہا:

"میں خوش ہوا ہوں کہ تو نے کسی لڑکی کو پسند کر لیا ہے۔ پر یہ لڑکی ابھی صحیح طرح سے اور بھرپور جوان نہیں ہوئی۔ ابھی یہ کمسنی کی سرحدوں پر کھڑی ہے۔ شاید اس کا باپ ابھی اسے بیاہ دینے پر رضامند نہ ہو۔ ہاں اگر یہ شادی ایک سال بعد ہو تو خوب رہے۔ تموچن! تموچن!! تم فکرمند نہ ہو۔ میں مناسب موقع جان کر منلیک سے اس کے متعلق بات کروں گا۔"

یسوکائی اور تموچن نے یہ گفتگو رازداری کے ساتھ کی تھی لیکن منلیک، اس کے بیٹوں اور خود اس کی لڑکی نے اس گفتگو کو سن لیا تھا۔ پھر منلیک نے اس لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"یہ میری بیٹی ہے۔ اس کا نام بورتائی ہے۔ میں تم دونوں باپ بیٹے کی ساری گفتگو سن چکا ہوں۔ میں اس امر کو اپنے لیے خوشی اور نیک بختی کا باعث جانوں گا

اگر میری بیٹی بورتائی منگولوں کے سردار کی بہو اور اس کے بیٹے تموچن کی بیوی بنے۔"

اس موقع پر بورتائی نے غور سے تموچن کی طرف دیکھا۔

تموچن دراز قد تھا اور شانے ہموار تھے۔ اس کی جلد گندم گوں سفیدی مائل تھی۔ ڈھلی ہوئی پیشانی کے نیچے اس کی آنکھیں ایک دوسرے سے دور تھیں لیکن ترچھی نہ تھیں۔ اس کی آنکھوں کے رنگ نیلے بھورے تھے اور ان کا حاشیہ سیاہ تھا۔ لمبے سرخی مائل بال چوٹیوں میں گندھے ہوئے اس کی پیٹھ پر پڑے تھے۔

بورتائی نے چونک کر تموچن کی طرف دیکھنا بند کر دیا کیونکہ خیمے کے اس کمرے میں اس کے باپ منلیک کی بلند آواز پھر سنائی دی۔ اس نے کہا:

"میں تموچن کے ساتھ بورتائی کے رشتے کو منظور کرتا ہوں۔ آج کے دن کو میں اپنے لیے اچھا اور نیک شگون جانوں گا۔"

منلیک کے اس فیصلے پر تموچن کے چہرے پر خوشیاں ہی خوشیاں بکھر گئی تھیں۔ یسوکائی نے اپنی خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے منلیک! میرے جی کو تم نے یہ فیصلہ کر کے خوش کر دیا ہے۔ پر سن رکھو! اب بورتائی تمہارے پاس میری امانت ہے اور ایک سال بعد میں اسے بیاہ کر لے جاؤں گا۔"

بورتائی شرم و حیا کے باعث اپنے باپ کے پیچھے چھپی جا رہی تھی۔

منلیک نے پھر یسوکائی سے کہا:

"اے منگولوں کے عظیم سردار! بورتائی اب تموچن کی ہے۔ تم جب چاہو اسے بیاہ کر اپنے ہاں لے جاؤ۔"

یسوکائی نے کہا:

"اب میں اصل معاملے کی طرف آتا ہوں جس کے لیے میں یہاں آیا ہوں۔ یہ بورتائی کی شادی کا معاملہ تو بیچ میں سے از خود نکل آیا ورنہ میں اس مقصد کے لیے نہ آیا تھا وہ تو بورتائی تمہارے سامنے آئی، تموچن نے اسے دیکھا اور پسند کر لیا اور اس طرح

یہ معاملہ طے ہوگیا —— پر میں تو ایک اور ہی کام کے لیے آیا تھا۔ میں نے سنا ہے تمہارا ایک بیٹا ہے جس کا نام تب تنگری ہے۔ میرے ایک مخبر نے یہ اطلاع دی تھی کہ تب تنگری جادوگر ہے۔ قدیم سیاہ علوم کا ماہر ہے اور اس کی روح جب چاہے عالمِ ارواح میں داخل ہو جاتی ہے اور یہ کہ وہ آن جانے اور آن دیکھے دنوں کے حالات و واقعات بتاتا ہے۔ میری چونکہ تائیجوت قبائل سے قدیم عداوت اور چپقلش چلی آرہی ہے اس لیے میں اپنے اور تموچن کے لیے یہ جاننا چاہوں گا کہ تائیجوت کے ساتھ آنے والے دنوں میں ہمارا کیا معاملہ رہے گا۔"

منلیک نے اپنے بیٹوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"یہ میرا بیٹا تب تنگری ہے۔ تم نے اس کے متعلق جو سنا ٹھیک ہی سنا ہے یہ ابھی تمہیں اور تموچن کو آئندہ حالات سے آگاہ کرے گا۔"

اپنے باپ منلیک کا اشارہ پا کر تب تنگری اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر بورتائی کو مخاطب کر کے اس نے کہا:

"اے میری بہن! میرا سامان تو لے کر آنا۔"

بورتائی اٹھ کر باہر نکل گئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹی تو وہ پانی سے بھرا ہوا مٹی کا ایک بڑا برتن اٹھائے ہوئے تھی اور اس کے بازو سے ایک تھیلی سی لٹک رہی تھی۔

بورتائی نے پانی سے بھرا ہوا برتن تب تنگری کے سامنے رکھ دیا۔ پھر اس نے بورتائی سے تھیلی لے کر اس کا منہ کھولا اور اسے فرش پر الٹ دیا۔ اس تھیلی کے اندر سے کھجور کی گٹھلیاں اور انسانی ہڈیوں کے ہموار اور درست کیے ہوئے گول ٹکڑے برآمد ہوئے تھے اور ہڈیوں کے ان ٹکڑوں پر مختلف تحریریں ثبت تھیں۔

تب تنگری پہلے کھجوریں پانی میں ایک ایک کر کے پھینکتا رہا اور پانی کے اندر اٹھنے والی چھوٹی چھوٹی ننھی منی لہروں سے کچھ اندازہ لگاتا رہا۔ جب وہ ساری کھجوروں کی گٹھلیاں پانی میں پھینک چکا تب اس نے انسانی ہڈیوں کے ٹکڑے زمین

پر پھینک پھینک کر کچھ اندازہ لگانا شروع کیا۔ جب وہ ہڈیوں کے سارے ٹکڑے بھی پھینکے جا چکے تو تب تنگری چند ثانیوں تک اپنی گردن جھکا کے کچھ سوچتا رہا۔

پھر اس نے یسوکائی کو مخاطب کر کے کہا:

"اے منگولوں کے عظیم سردار! میرا حساب کہتا ہے کہ تُو اپنی زندگی کے دن پورے کر چکا ہے۔ جہاں تک تیرے بیٹے تموچن کا سوال ہے تو تیرے بعد شروع میں اس کی حالت پراسرار و بے نام خوابوں جیسی ہوگی۔ اسے آگ کی لپٹوں کے گورکھ دھندوں اور ہوش خیز حادثات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان گنت طوفان اور آندھیاں اس کے خلاف اٹھیں گی۔ کذب کی ریگ، عداوت کی چنگاریاں اور نیٹے قہر کی بارشیں اس کے تعاقب میں ہوں گی۔ لوگ اسے آنکھوں سے اندھا اور کانوں سے بہرہ کرنے کی کوشش کریں گے پر وہ سب ناکام رہیں گے۔ اس کے دشمن تیز جنوبی ہواؤں کی طرح اس پر اپنی عداوت کے کوڑے برسائیں گے۔ اس کے جسم کی ہریالی اور روح کی خوشحالی کو پامال کرنے کی کوشش کریں گے لیکن تموچن اپنے سارے دشمنوں کے مقابلے میں کامیاب ثابت ہوگا اور ایک روز یہ الساباو قادرین کر بلند ہوگا کہ اپنے شوقِ رزم آرائی میں اپنے بڑے بڑے دشمنوں کو چھوٹی آس کی طرح حقیر اور ذلیل بنا کر رکھ دے گا اور کامیاب و سرخرو بن کر رہے گا۔"

یسوکائی نے اطمینان اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے تب تنگری! جو کچھ تُو نے میرے متعلق کہا وہ میرے لیے اب قابلِ برداشت ہے کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں اور اپنی زندگی بہتر طور پر گزار چکا ہوں لیکن تموچن کے حالات بتا کر تم نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ میری خواہش اور آرزو ہے کہ میرے بعد میرا بیٹا آسمان کے ستاروں کی طرح بلند ہو کر شمال کی ان سرزمینوں کے اندر نمودار ہو۔ میں تموچن کو اپنے دشمنوں کے لیے ایک غصیلی روح اور موت کی قہرمانیت کی صورت میں دیکھنا چاہتا ہوں اور اپنے دوستوں کے لیے میں چاہتا ہوں کہ یہ برف کے گالے جیسا نرم ہو کر رہے۔"

پھر لیسوکائی نے منلیک کو مخاطب کر کے کہا:

"اے منلیک! میں اب جاتا ہوں۔ میں آیا تو تمہارے بیٹے تب تنگری کی طرف ہی تھا کہ اس سے اپنے اور اپنے بیٹے کے احوال جان سکوں۔ پر یہاں آ کر میرے بیٹے تموچن نے تمہاری بیٹی بورتائی کو پسند کر لیا اور پھر تم نے دونوں کو ایک دوسرے سے منسوب کر دیا۔ اس طرح میں آیا تو ایک کام کے لیے تھا پر میرے ایک کے بجائے دو کام بیک وقت ہو گئے۔ اب ہم دونوں چلتے ہیں۔ ہمارے بعد بورتائی کا خیال رکھنا کہ اب تمہارے پاس یہ میری امانت ہے"۔

منلیک نے کہا:

"اے منگولوں کے سردار! کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ تم اکیلے چلے جاؤ اور تموچن ہیں ہمارے پاس رہے۔ اب یہ میرا بھی بیٹا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تموچن اور بورتائی کچھ دن یہاں اکٹھے رہیں۔ ایک دوسرے کو سمجھ سکیں اور اکٹھے زندگی بسر کرنے کا لائحہ عمل بنا سکیں"۔

لیسوکائی نے اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اس میں میرا اطمینان ہوگا اگر میرا بیٹا یہاں چند روز بورتائی کے پاس رہے۔
میں اب جاتا ہوں۔ تموچن یہیں رہے گا"

اس کے بعد لیسوکائی نے سب سے مصافحہ کیا اور وہاں سے رخصت ہو گیا۔

O

تموچن کو سردار منلیک کے ہاں بورتائی کے پاس رہتے ہوئے ابھی دو ہی دن ہوئے تھے کہ ایک مغل قاصد گھوڑا دوڑاتا ہوا اور گھنٹیاں بجاتا ہوا منلیک کے خیمے کے پاس آیا اور اس نے تموچن سے ملنے کی خواہش کی۔

جب اس مغل قاصد کو اندر لے جایا گیا تو اس وقت تموچن، بورتائی اور اس کے باپ اور بھائیوں کے ساتھ بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔

جب وہ قاصد اس کے سامنے آیا تو تموچن نے پوچھا:

"تم کس لیے یہاں آئے ہو؟ کیا مجھے بلانے آئے ہو اور میرے باپ نے تمہیں اس طرف بھیجا ہے؟"

اس منگول قاصد نے چند ثانیوں تک انتہائی مایوسی اور بے بسی کے عالم میں اپنی گردن کو جھکائے رکھا پھر اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا:

"آہ! سردار لیسوکائی اب اس حالت میں نہیں کہ کسی کو کہیں روانہ کرے۔ یہاں سے جانے کے بعد اس نے راستے میں اپنے ایک جاننے والے کے ہاں رات بسر کی اور دوسرے روز جب اس نے وہاں سے اپنے گھر کی طرف کوچ کیا تو راستے میں کسی نے اس پر حملہ آور ہو کر اسے قتل کر دیا"۔

تموچن چونک کر اٹھ کھڑا ہوا اور ایک عالم بدحواسی میں اس نے اس مغل قاصد کو مخاطب کر کے کہا:

"ہائے بدقسمتی! تم کیسی بری خبر لے کر آئے ہو۔ میرا باپ قتل کر دیا گیا ہے اور میں یہاں بیٹھا ہوں"۔

اس کے ساتھ ہی تموچن باہر کو بھاگا۔ قاصد بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ پھر تموچن اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور بورتائی کے ہاں سے وہ اپنے گھر کی طرف کوچ کر گیا۔

تموچن اپنا گھوڑا دوڑاتا جب اپنے یورت کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ خیمے سے باہر اس کی ماں اولون اور اس کے بہن بھائی کھڑے تھے اور ان کے ساتھ منلاتش اس کی بیوی جو بانی اور ان دونو کا بیٹا لیسوتائی بھی تھا۔

تموچن گھوڑے سے چھلانگ لگا کر بڑی تیزی سے ان کی طرف بھاگا۔ پہلے اس کی ماں اسے اپنے ساتھ لپٹا کر خوب روئی۔ پھر وہ سنبھلی اور تموچن سے بولی:

"تیرے باپ کی لاش اس حالت میں نہ تھی کہ رکھی جاتی لہٰذا اسے دفن کر دیا گیا۔
آہ! تیرے باپ کی موت کے بعد اور تیری غیر حاضری میں قبیلے کے سربرآوردہ لوگوں نے بہت سے معاملات پہ بحث کی اور ان معاملات پہ منگولوں کے آئندہ سردار کے

متعلق بھی گفتگو ہوئی پر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا"۔

"دیکھ میرے بیٹے! تیرے باپ کی موت کے بعد دونہاؤ منگول اپنے اس مسکن کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر چلے گئے ہیں۔ وہ یہ خطرہ محسوس کر رہے تھے کہ تیرے باپ بیسوکائی کے بعد منگولوں کے دشمن ہم پر ٹوٹ پڑیں گے اور ماضی کا ہر بدلہ ہم سے لیں گے لہٰذا وہ اس خدشے اور ڈر کے تحت یہ مقام چھوڑ گئے ہیں ——

وہ کہتے تھے بیسوکائی کی موت کے باعث گھرا پانی بہ گیا ہے۔ ایک کڑیل پتھر ٹوٹ گیا ہے۔ اب ایک بیوہ عورت اور اس کے بچوں سے ہمیں کیا سروکار۔ میں نے انہیں روکنے کی بہت کوشش کی پر وہ نہ مانے۔ وہ دوسرے آقاؤں اور پاسبانو کی تلاش میں نکل گئے ہیں۔ وہ کہتے تھے انہیں ناتجربہ کار تموجن سے اپنے گھرانوں اور اپنے گلوں کی حفاظت کی کوئی توقع نہیں ہے۔ کاش! میں انہیں روک سکتی کاش! میں منگولوں کو یوں منتشر نہ ہونے دیتی"!

تموجن نے اپنی ماں کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا۔

اس کی گردن جھکی رہی اور وہ خاموش رہا۔

جب اولون خاموش ہوئی تو وہ پیچھے ہٹا اور منطاش سے بغل گیر ہو کر ملا۔ پھر سب یورت میں داخل ہوئے اور اولون نے تموجن کو اس نشست پر بٹھایا جو گھوڑے کی سفید کھال سے بنائی گئی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ اب بیسوکائی کی جگہ تموجن کو منگولوں کا سردار بنا دیا گیا ہے پھر اولون نے تموجن کو مخاطب کر کے بڑی نرمی اور شفقت سے کہا:

اُے میرے بیٹے! اب تو منگولوں کا سردار ہے۔ تمہارے بدن کی تہیں ادھیڑ دینے کی خاطر تمہارے خلاف کئی بغاوتیں اور معرکے ہوں گے۔ ان سب میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا۔ اپنے اعمال کو طوفانی اور افعال کو متحرک بنا کر رکھنا — لوگوں کی سماعت و بصارت پر پابندی عائد نہ کرنا۔ اگر ایسا کرو گے تو تم اپنی ذات میں سوکھے پتوں کے ڈھیر کی طرح ہو جاؤ گے جو صرف آگ لگائے جانے کا منتظر ہوتا ہے۔ اپنے لوگوں کا تخت اور تقدیر بن کر رہنا۔ اوپر جاودانی نیلا آسمان

ہے اور نیچے زمین پر تم منگولوں کا نگہبان و پرسانِ حال بن کر رہنا۔ اس طرح وہ بھی جو روٹھ کر چلے گئے ہیں لوٹ آئیں گے اور تمہیں اپنا سردار اور حاکم تسلیم کر لیں گے اور تو ان پر اور ان کے دلوں پر حکومت کرنے کے قابل ہو جائے گا"۔

اولون جب خاموش ہوئی تو منطاش نے آگے بڑھ کر کہا:

"مجھے تمہارے باپ کے مارے جانے کا دکھ ہے کہ وہ میرا محسن تھا میں اب جاتا ہوں کہ میں تمہارے ہی لیے یہاں رکا ہوا تھا"۔

اس کے ساتھ ہی منطاش نے تموجن اور اس کے بھائیوں سے مصافحہ کیا اور اپنی بیوی اور بچے بیسونائی کے ساتھ یورت سے نکل گیا۔

○

منگولوں کے سردار اور تموچن کے باپ یسوکائی کی موت کے بعد جب منگول تموچن کی سرداری میں اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتے ہوئے ادھر ادھر بکھرنے لگے تو تاییجوت قبائل کا سردار ترغاتائی حرکت میں آیا۔ اس نے ان بھاگنے والے منگولوں کو اپنے ساتھ ملانا اور اپنی سرزمینوں کے اندر آباد کرنا شروع کر دیا۔ تاییجوت اور منگولوں کے درمیان چونکہ قدیم دشمنی چلی آتی تھی لہذا ترغاتائی نے یسوکائی کی موت کو اپنے حق میں جانا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ منگولوں پر ایک زبردست حملہ کرے گا اور انہیں شکست دے کر اپنا زیرنگیں کر لے گا اور یہی اس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی اور اس کے لیے اس نے زور و شور سے تیاریاں شروع کر دیں۔ وہ اپنے لشکر اور عسکری قوت میں اضافہ کرنے لگا تاکہ منگولوں پر آخری ضرب لگا سکے، اور ترغاتائی کے ان ارادوں سے بے تموچن اپنے قبائل کے بچے کھچے لوگوں کے لیے روزی فراہم کرنے کی جستجو اور کوششوں میں لگا ہوا تھا۔

سہ پہر کے قریب ایک روز جبکہ تموچن اپنے یورت میں اپنی ماں اور بہن بھائیوں کے ساتھ گھریلو معاملات پر گفت گو کر رہا تھا، ایک سوار اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا اس کے یورت کے پاس آ رکا۔ اس کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز نے تموچن کو چونکا دیا اور وہ اپنی ماں اور بہن بھائیوں

کے ساتھ یورت سے باہر آ کھڑا ہوا۔

وہ سوار گھوڑے سے اتر کر تموچن کی طرف بڑھا۔ تموچن بھی اپنے ذہن میں ایک جستجو لیے اس جوان کی طرف بڑھا۔

تموچن نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پہل کی :

"اے اجنبی جوان! تو کون ہے؟ کن سرزمینوں سے آیا ہے اور میرے یورت کی طرف آنے کا مقصد کیا ہے؟"

آنے والے نے آگے بڑھ کر پہلے تموچن سے مصافحہ کیا پھر کہا :

"میرا نام بولائی ہے۔ میرا تعلق تاییجوت قبائل سے ہے۔ میں منطاش اور جوبانی کا خادم ہوں۔ جس وقت ان دونوں کی شادی ہوئی تھی، سردار ترغاتائی نے اسی دن سے مجھے ان کی خدمت پر مامور کر دیا تھا۔ میں نے اپنے آقا منطاش کی تبلیغ پر اسلام بھی قبول کر لیا تھا اور اب میں ایک کٹر مسلمان ہوں —— یہ باتیں میں نے اس لیے کہی ہیں کہ جو اہم بات میں آپ سے کہنے والا ہوں اس کا آپ اعتبار کر لیں اور یہ بات کہنے کے لیے مجھے منطاش نے ہی آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔"

تموچن نے جواب میں کہا :

"اگر تم اس قدر تعلیل و تفصیل سے نہ بھی کہتے اور صرف اس قدر ہی کہہ دیا ہوتا کہ تمہیں منطاش نے میری طرف روانہ کیا ہے تو میں ہر صورت میں اعتبار کرتا کیونکہ منطاش کو میں اپنا بڑا بھائی سمجھتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ وہ جو کچھ بھی کرے گا، اس میں بہرحال میری خیر خواہی ہو گی —— اب کہو۔ منطاش نے تمہیں کیا کہنے کے لیے میری طرف روانہ کیا ہے؟"

بولائی ذرا سنبھلا پھر اس نے کہا :

"جو پیغام منطاش کی طرف سے میں لے کر آیا ہوں وہ یہ ہے کہ ایک دو روز تک جوبانی کا باپ اور تاییجوت قبیلے کا سردار ترغاتائی تم لوگوں پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ تم جانتے ہو خان! ترغاتائی منگولوں سے پرانی دشمنی رکھتا ہے اور تمہارے باپ کی موت

بعد وہ ماضی کے سارے حسابات چکانا چاہتا ہے اس لیے کہ ماضی میں وہ اکثر منگولوں سے نقصان ہی اٹھاتا رہا ہے۔ وہ منگولوں کو اپنے سامنے زیر کر کے منگولوں اور تائیجوت دونوں کا سردار اعلیٰ بننا چاہتا ہے۔ ترغاتائی یہ حملہ شکار کا بہانہ کر کے کرے گا۔ وہ ظاہر تو یہ کرے گا کہ شکار کھیلنے نکلا ہے لیکن وہ جنگلی جانوروں کے بجائے منگولوں کا شکار کرے گا۔ وہ منگولوں میں سے کسی سے کچھ نہ کہے گا صرف اے تموچن! تمہیں آ پکڑے گا اور تمہیں یا تو قتل کر دے گا یا اپنا غلام بنا کر اپنے پاس رکھے گا۔ اس طرح وہ منگولوں میں دہشت پھیلا کر ان کا سردار بن جائے گا ——

اے تموچن! تمہارے لیے منطاش کا مشورہ ہے کہ تم کچھ دنوں کے لیے کہیں ادھر ادھر روپوش ہو جاؤ اور جب حالات تمہارے حق میں بہتر ہو جائیں گے تو منطاش تمہیں اس کی اطلاع کر دے گا۔ اس کا مشورہ ہے کہ تم شمالی گھاٹیوں کی طرف نکل جاؤ اور جب حالات درست ہو گئے تو منطاش انہی گھاٹیوں کے اندر تمہیں تلاش کر کے واپس لے آئے گا۔"

تموچن نے کہا:

"میں منطاش کا ممنون ہوں کہ اس نے بروقت اس معاملہ کی مجھے اطلاع کر دی ہے تم اندر میرے یورت میں آؤ کہ میں تمہاری خدمت و خاطر کا انتظام کر سکوں۔"

بولائی نے کہا:

"میں اب واپس جاؤں گا۔ رکوں گا نہیں۔ جو پیغام لے کر آیا تھا۔ پہنچا چکا۔ یہاں زیادہ دیر رکنے کی صورت میں مجھ پر شک کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح سارا کھیل بگڑ کر رہ جائے گا لہٰذا میں جاتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی بولائی پلٹ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔

تموچن نے اپنی ماں اولون کو تو اپنے یورت میں ہی رہنے دیا پر اپنے بہن بھائیوں کو لے کر وہ اسی روز منطاش کی ہدایات کے مطابق شمالی گھاٹیوں کی طرف نکل گیا۔

ان گھاٹیوں کے اندر تناور درخت تھے جو وہاں چھپنے اور دشمن سے بچنے کا بہترین ذریعہ تھے۔ تموچن اور اس کے بھائی بہن انہی گھاٹیوں کے اندر جا کر چھپ گئے اور جہاں وہ چھپے ہوئے تھے اس کے آس پاس گزرنے والے سارے راستوں پر انھوں نے درخت کاٹ کر ڈال دیے تھے تاکہ راستے مسدود رہیں۔

دوسرے روز تائیجوت کا سردار ترغاتائی بظاہر شکار کے بہانے اپنے لشکریوں کو لے کر نکلا۔ اور اسی بہانے اس نے منگولوں پر حملہ کر دیا اور جب اسے خبر ہوئی کہ تموچن بھاگ چکا ہے اور اس کے یورت میں اس کی ماں اولون کے علاوہ اور کوئی نہیں تو اس نے اولون سے تو کوئی تعرض نہ کیا پر اس نے اپنے کھوجیوں کی مدد سے تموچن کی تلاش شروع کر دی۔ آخر ترغاتائی بھی اپنے لشکریوں کے ساتھ ان گھاٹیوں میں جا داخل ہوا جن کے اندر تموچن اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ چھپا ہوا تھا۔

تموچن کو جب پتہ چلا کہ اس کا دشمن ترغاتائی اس کا تعاقب کرتا ہوا ان گھاٹیوں میں داخل ہو گیا ہے تو اس نے ایک فیصلہ کیا۔

اس نے اپنے چھوٹے بھائی تموجو اور تلکوقی کو بہنوں کے ساتھ ایک غار میں چھپا دیا۔ تیسرا بھائی قسار جو کمان چلانے میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا، غار سے ہٹ کر ایک جگہ پر چھپ گیا جبکہ خود تموچن اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا ایک پہاڑ پر چڑھ گیا جہاں اسے امید تھی کہ چھپنے کی جگہ مل جائے گی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ اس کے دوسرے بہن بھائی بھی مارے جائیں۔

پہاڑ کی اس چوٹی پر وہ کئی روز تک تعاقب کرنے والوں سے چھپا رہا، یہاں تک کہ اس کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ رہا۔ بھوک سے تنگ آ کر اس نے کوشش کی کہ گھاٹیوں کے اندر گھات لگائے تائیجوت کے جوانوں کے درمیان سے گھوڑا نکال لے جائے اور کسی دوسری محفوظ جگہ منتقل ہو جائے لیکن بدقسمتی سے وہ دیکھ لیا گیا اور پکڑا گیا۔

تموچن کو رسیوں میں جکڑ کر جب ترغاتائی کے سامنے پیش کیا گیا تو ترغاتائی نے اسے انتہائی حقارت سے دیکھا۔ پھر بھرپور غصے کا اظہار کرتے ہوئے اس نے کہا:

"تم مجھ سے بچ کر کہیں نکل بھاگ سکتے تھے۔ اپنے باپ کی موت کے بعد تم اس قابل نہیں ہو کہ منگولوں کے سردار بنو۔ اب تائیجوت اور منگولوں کا میں واحد سردار ہوں۔"

تموچن نے اس موقع پر ترغاتائی کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے جستجو بانہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ شاید اس کی نظریں اپنے مہربان منطاش کو تلاش کر رہی تھیں لیکن ترغاتائی کے اردگرد جو لوگ کھڑے تھے ان میں منطاش نہ تھا۔

تموچن کے چہرے پر مایوسی اور مردنی سی چھا گئی۔

اس وقت جب کہ تموچن اندیکھے خدشات میں کھویا ہوا تھا۔ ترغاتائی کی غضبناک اور کھولتی ہوئی آواز سنائی دی۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا:

"اسے کنگ پہنا دو۔"

ترغاتائی کے جوان فوراً حرکت میں آئے اور تموچن کو انہوں نے کنگ پہنا دیا۔

یہ کنگ ایک طرح کا چوبی چکر تھا جو خاصا وزنی ہوتا تھا۔ اسے گردن کے گرد ڈال دیا جاتا تھا اور اس کے ساتھ شانوں اور کلائیوں کو جکڑ دیا جاتا تھا۔ انسان اس سے بے بس ہو کر رہ جاتا تھا۔

تموچن کو یہ کنگ پہنانے کے بعد ترغاتائی اپنے لشکریوں کے ساتھ واپس روانہ ہو گیا۔ شاید اسے صرف تموچن کی ہی تلاش تھی کیونکہ اس نے اس کے بہن بھائیوں سے کوئی تعرض نہ کیا تھا۔

تموچن کو لے کر ترغاتائی جب اپنے قبیلے میں داخل ہوا تو شام ہو چکی تھی۔ ترغاتائی نے فیصلہ کیا کہ تموچن کو اگلے روز کوئی سزا دے گا لہٰذا اس نے تموچن کو ایک خیمے میں ڈال دیا اور خیمے کے باہر ایک محافظ مقرر کر دیا گیا تاکہ تموچن بھاگنے نہ پائے۔

ترغاتائی مطمئن تھا کیونکہ تموچن کنگ میں جکڑا ہوا تھا اور اپنی رہائی کے لیے کوئی کاروا کر سکتا تھا۔

جب رات گہری ہو گئی اور خیمہ گاہ میں اندھیرا چھا گیا تو تموچن کے ذہن میں وہاں سے بھاگ نکلنے اور اپنی جان بچانے کی ایک ترکیب آئی۔

اس نے لکڑی کے کنگ سے خیمے کا پردہ تھوڑا اٹھا کر باہر دیکھا۔ اس کی نگرانی پر مقرر پہرے دار رات کے وقت خیمے سے باہر جلتی آگ کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر وہاں کھڑے ہو کر اپنے

آپ کو گرم کیا۔ پھر وہ خیمے کے گرد ٹہلنے لگا۔

جب وہ پردے کے پاس سے گزرا، تموچن طوفانی انداز میں باہر نکلا اور اپنے گلے میں لٹکتا ہوا کنگ پہرے دار کے سر پر دے مارا۔ پہریدار نے ایک ہولناک اور کرب انگیز چیخ بلند کی۔ پھر وہ زمین پہ گرا اور ختم ہو گیا۔

اپنی جان بچانے کی خاطر تموچن اندھا دھند بھاگ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ندی کے کنارے کنارے جنوب کی طرف بھاگ رہا تھا۔

مرنے والے پہریدار کی چیخ پر تائیچوت بیدار ہو گئے تھے اور مرے ہوئے پہریدار اور خالی خیمے کو دیکھ کر وہ تموچن کے تعاقب میں دوڑ پڑے تھے۔

ندی کنارے بھاگتے تموچن نے جب محسوس کیا کہ تعاقب کرنے والے اس کے قریب آ گئے ہیں تو وہ ندی کے کنارے گھاس کے ایک جھنڈ میں پہنچ کر ندی میں اتر گیا۔ اس نے اپنا جسم اور لکڑی کا کنگ پانی کے اندر چھپا لیا اور صرف سانس لینے کو اس نے اپنا سر پانی سے باہر رکھا۔

تھوڑی دیر بعد تعاقب کرنے والے وہاں پہنچ گئے اور ندی کے کنارے کنارے اس کے پاس سے گزرنے لگے۔ کسی کی نگاہ تموچن پر نہ پڑی۔ اس نے اپنی سانس بھی روک لی تھی۔

چاند اب مشرق سے طلوع ہو چکا تھا اور ہر شئے روشن ہو رہی تھی۔

اچانک تموچن چونک پڑا۔

اس نے محسوس کیا کہ کنارے پہ کوئی اس کے قریب رک گیا ہے۔ اس نے دزدیدہ نگاہوں سے ادھر دیکھا تو وہاں منطاش کھڑا تھا۔

منطاش نے بھی تموچن کو پانی کے اندر دیکھ لیا تھا۔ ان خطرناک لمحات کے اندر منطاش نے بیدار مغزی کا ثبوت دیا اور اپنے پیچھے آنے والے تائیچوت سپاہیوں کو مخاطب کر کے اس نے تحکمانہ انداز میں کہا:

"تم لوگ ذرا کنارے سے ہٹ کر دیکھو۔ مجھے اسی جگہ کوئی کھٹکا سا محسوس ہوا ہے۔"

منطاش نے فوراً اپنی تلوار سے کچھ گھاس کاٹی اور تموچن کے سر پر ڈال دی جو پانی سے باہر دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے بعد جب کنارے سے ہٹ کر تلاش کرنے والے ناکام لوٹ آئے

منطاش ان کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

تموچن بے حس و حرکت وہیں پڑا رہا۔ حالانکہ برف جیسا سرد پانی سرا میں اس کے لی
اذیت دہ ثابت ہو رہا تھا۔ کافی دیر بعد جب اس کا تعاقب کرنے والے واپس چلے گئے تو وہ
باہر آ گیا۔

لکڑی کا کنگ ابھی تک اس کے گلے میں تھا اور وہ نڈھال ہو رہا تھا۔ کنارے سے
تھوڑی دیر تک وہ ایک جگہ لیٹ رہا۔ جب اس کے حواس درست ہوئے تو اس نے ایک انتہا
فیصلہ کیا۔

وہ جانتا تھا کہ لکڑی کا بھاری کنگ اٹھائے وہ پیدل اپنے قبیلے میں نہ پہنچ سکتا تھا لہٰ
اور تایچوت قبیلے کی طرف چل پڑا۔

رات گہری اور سنسان تھی۔ ہر طرف ویرانی اور سکوت تھا۔ تیز برفانی ہوائیں ہر
سیخ کرتی جا رہی تھیں۔ ایسے میں تموچن تایچوت قبائل کے اندر منطاش کے خیمے میں داخل
اس نے دیکھا منطاش جاگ رہا تھا۔ اس کی بیوی جوبانی بھی جاگ رہی تھی۔ دونوں اکٹھے
اور ان کے سامنے آتش دان میں آگ جل رہی تھی۔

منطاش کی گود میں اس کا بیٹا بیسوتائی بیٹھا جاگ رہا تھا اور جوبانی کی گود میں ایک ننھ
سو رہی تھی۔

تموچن کو دیکھتے ہی منطاش چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ تیزی سے وہ آگے بڑھا اور تموچ
پکڑ کر آتش دان میں جلتی ہوئی آگ کے پاس لا کر بٹھاتے ہوئے کہا:

"تم نے یہاں آ کر شدید غلطی کی ہے تموچن! اگر تم تھوڑی دیر اور نہ آتے تو میں
تمہاری طرف جا چکا ہوتا۔ میں تمہیں سواری کے لیے کوئی گھوڑا پہنچانا چاہتا تھا
تاکہ تم بآسانی یہاں سے واپس جا سکو۔ تم نے محافظ کو مار کر بھاگنے میں بھی غلطی کی کیونک
میں خود تمہاری رہائی کا سامان کر رہا تھا"۔

تموچن نے انتہائی بے بسی سے کہا:

"میں تمہارا ممنون ہوں منطاش کہ تم میرے متعلق ایسی سوچیں رکھتے ہو"۔

پھر اس نے گلے میں لٹکتے چوبی کنگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"مجھے اس کنگ نے مجبور اور بے بس کر رکھا ہے۔ کسی طرح اس سے میری
جان چھڑا دو۔ میں یہ سوچ کر اس طرف آیا تھا کہ جوبانی بہن سو رہی ہو گی اور تم
جاگتے ہو گے لہٰذا میں تم سے مدد کی درخواست کروں گا لیکن اب میں جوبانی بہن
کی موجودگی میں محسوس کر رہا ہوں کہ میں نے یہاں آ کر غلطی کی ہے"۔

منطاش نے جوبانی کی حقیقت واضح کرتے ہوئے کہا:

"تموچن! تم فکرمند نہ ہو۔ تمہیں جوبانی سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جوبانی پہلے
میری بیوی ہے اور بعد میں ترغاتائی کی بیٹی اور تایچوت قبیلے کی فرد۔ اور پھر اب
یہ مسلمان ہے لہٰذا تایچوت سے اس کا کوئی بھی تعلق برائے نام ہی ہے۔ اگر تم
میری غیر موجودگی میں بھی آتے تو جوبانی تمہاری ضرور مدد کرتی"۔

جوبانی نے خود بھی بولتے ہوئے کہا:

"ہاں۔ میں ضرور ایسا کرتی۔ جیسا میرے شوہر منطاش کہہ رہے ہیں۔ تموچن!
میرے بھائی! حیرت ہے۔ تم مجھے بہن بھی کہتے ہو اور مجھ پر اعتماد اور بھروسہ بھی نہیں
ہے ــــ"

تموچن نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا:

"بس اب میرے خدشات جاتے رہے ہیں میری بہن! مجھے اور ملامت نہ دہ
نہ کرو"۔

جوبانی کچھ کہنا چاہتی تھی پر خاموش رہی کیونکہ منطاش نے آگے بڑھ کر تموچن کو
کنگ سے آزاد کرنا شروع کر دیا تھا۔

کنگ علیحدہ کر کے منطاش نے اس کے ٹکڑے کیے اور آتش دان میں ڈال دیے
پھر اس نے تموچن کو آگ کے پاس بٹھایا اور اس کے سامنے کھانا رکھا۔ تموچن نے

پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔

جوبانی نے گود میں سوئی ہوئی بچی کو آگ کے پاس لٹا دیا اور کھانے کے خالی برتن اٹھا کر ایک طرف رکھ دیے۔

تموچن نے اس بار بچی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"میں تو سمجھتا تھا کہ میں صرف یسوتائی کا چچا ہوں لیکن اب مجھے خبر ہوئی کہ میں ایک بھتیجی کا بھی چچا ہوں"۔

منطاش نے مسکراتے ہوئے کہا:

"یہ میری بیٹی ابھی چند یوم ہی کی ہے۔ ابھی ہم لوگوں نے اس کا نام بھی نہیں رکھا"۔

یورت کے اندر چند ثانیوں تک خاموشی طاری رہی۔ پھر منطاش نے تموچن کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:

"تائیجوت سے بچنے کے لیے اب تمہارے پاس کیا لائحہ عمل ہے؟"

تموچن نے اپنی گردن سیدھی کی اور کہا:

"مجھ سے ہمدردی رکھنے والی دو قوتیں ایسی ہیں جن سے مدد حاصل کر کے میں تائیجوت قبیلے کو اپنے سامنے زیر کر سکتا ہوں پر میں ایسا پسند نہ کروں گا۔ میں خود اپنے ان حالات پر قابو پاؤں گا۔ پہلی قوت جس سے میں مدد حاصل کر سکتا ہوں وہ ایک وحشی قبیلہ ہے جس کے سردار منلیک کی بیٹی بورتائی سے میری منگنی ہو چکی ہے۔ میں منلیک سے مدد حاصل کر کے تائیجوت کو زیر کر سکتا ہوں۔

دوسری قوت جس سے میں تائیجوت کے خلاف مدد حاصل کر سکتا ہوں۔ وہ ہمارے جنوب مغرب میں بسنے والے قرابت ترکوں کا سردار طغرل ہے۔ وہ بڑا طاقت ور اور ذی اثر سردار ہے۔ طغرل نے میرے باپ یسوکائی کے ساتھ رفاقت کی سوگند کھا کر جام پیا تھا اور اس سوگند کے پیمان سے طغرل اور میرا باپ یسوکائی ایک دوسرے کے بھائی بن گئے تھے اور اس ناطے سے مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ میں ضرورت کے

وقت اپنے اس منہ بولے چچا کے پاس جاؤں اور اس سے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد حاصل کروں۔ پر میں ایسا بھی نہ کروں گا"

تموچن کہتے کہتے خاموش ہو گیا کیونکہ خیمے کے باہر ذرا فاصلے پر کھٹکا ہوا تھا۔ منطاش چونک کر اٹھ کھڑا ہوا اور تموچن کا بازو پکڑ کر اس نے سرگوشی میں کہا:

"میرے ساتھ آؤ۔ ایسا لگتا ہے۔ باہر منڈلاتے ہوئے خطرات اس طرف آ رہے ہیں"

وہ تموچن کو اپنے خیمے کے پچھواڑے میں لے گیا۔

وہاں اُون سے بھرا ہوا ایک چھکڑا کھڑا تھا۔ منطاش نے کہا:

"اس اون کے اندر گھس کر لیٹ جاؤ۔ جب خطرہ ٹل گیا تو میں تمہیں نکال لوں گا"۔

تموچن اون میں گھس کر لیٹ گیا۔

وہ کوئی آرام دہ جگہ تو نہ تھی تاہم اون کی وجہ سے وہاں وہ سردی سے ضرور بچ سکتا تھا۔ منطاش دوبارہ اپنے یورت کے اس کمرے میں آیا اور سرگوشی میں اس نے جوبانی سے کہا:

"جوبانی! فوراً لیٹ جاؤ تاکہ رات کے اس پہر میں ہمارے جاگنے کے باعث کوئی ہم پر شک نہ کرے"۔

جوبانی فوراً اپنی بچی کے ساتھ لیٹ گئی۔

منطاش بھی آتش دان کے قریب لیٹ گیا اور اس نے اپنے بیٹے یسوتائی کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

تھوڑی دیر بعد جب یورت کے اندر کھٹکا ہوا تو منطاش یوں چونک کر اٹھ بیٹھا جیسے گہری نیند سے جاگا ہو۔ تاہم جوبانی اور دونوں بچے اسی طرح سوتے رہے۔

منطاش نے دیکھا چند مسلح جوان یورت میں [illegible] چکے تھے۔ اس نے تحکمانہ انداز اور کھردرے لہجے میں پوچھا:

"تم لوگ کون ہو اور کیوں رات کے اس پہر میرے یورت میں داخل ہوئے ہو"۔

یورت میں داخل ہونے والے مسلح تائیجوتوں میں سے ایک نے معذرت طلب

کرتے انداز میں جواب دیا:

"ہم آپ ہی کی سلامتی کی خاطر آپ کے یورت میں داخل ہوئے ہیں۔ سردار ترغا کو شک ہو گیا ہے کہ منگول جوان جو قیدی بنا کر خیمے میں رکھا گیا تھا، پہرے دار کو مار کر کہیں بھاگ نہیں گیا بلکہ ہمارے خیموں کے اندر ہی کہیں چھپ گیا ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ اس کے گلے میں چوبی کنگ ہے۔ سردار ترغا تائی نے منگولوں کی طرف جانے والی ندی کے کنارے مسلح جوان کھڑے کر دیے ہیں تاکہ وہ منگول جوان اگر موقع پا کر بھاگنے کی کوشش کرے تو پکڑا جائے اور ہمیں سردار نے آپ سب کی سلامتی کی خاطر آپ کے یورت کی طرف بھیجا ہے تاکہ ہم یورت کی تلاشی لیں اور آپ کی حفاظت کو یقینی بنائیں کہ کہیں منگول جوان تموچن آپ کے خیمے کے داخل ہو کر آپ اور آپ کے بیوی بچوں کو نقصان نہ پہنچائے۔"

منطاش جواب میں بالکل خاموش رہا۔

ان مسلح جوانوں نے یورت کو دیکھا پھر پشت کی طرف سے باہر نکلے۔ ان میں کچھ نے احتیاط کی خاطر اپنے نیزے اون سے بھرے اس چھکڑے میں مارے میں تموچن چھپا ہوا تھا۔

اس کے بعد وہ وہاں سے چلے گئے۔

ان کے جاتے ہی جوبانی اٹھ کر بیٹھ گئی اور منطاش کی طرف دیکھتے ہوئے بولی

"ہماری حفاظت کا تو صرف بہانہ تھا ورنہ میرے باپ نے یہ جوان ہمارے یورت کی تلاشی لینے کو بھیجے ہیں۔ اسے شک ہوا ہو گا کہ تموچن نے ضرور آپ کے پاس لی ہو گی۔ میں اپنے باپ کو خوب جانتی ہوں۔ وہ بڑا منتقم مزاج اور شکی انسان آپ اس کی طرف سے انتہائی محتاط رہیں ورنہ وہ مجھے، آپ اور ہمارے بچوں کو بھی ــــ"

منطاش نے آگے بڑھ کر فوراً جوبانی کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا اور کہا:

"خاموش رہو جوبانی! اس وقت ایسی گفتگو نہ کرو جس سے ہمارے لیے خ اٹھ کھڑے ہوں۔"

جوبانی خوفزدہ سی ہو کر خاموش ہو گئی۔

ننھا یسونتائی آنکھیں کھولے بڑے انہماک سے اپنے ماں باپ کی طرف دیکھ رہا تھا اور ان گفتگو سن رہا تھا۔

منطاش نے اس بار انتہائی مدھم سرگوشی میں جوبانی سے کہا:

"آؤ تھوڑی دیر کے لیے لیٹ جائیں۔ پر سونا نہیں۔ جب دیکھیں گے کہ لوگ سو گئے ہیں اور قبیلے کے یورتوں کے اندر تموچن کی تلاش کا سلسلہ بند ہو گیا ہے تو ہم تموچن کو یہاں سے نکال دیں گے۔"

جوبانی نے سر ہلا کر اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

پھر دونوں میاں بیوی آتش دان کے پاس لیٹ گئے۔ اس تنور نما آتش دان کی وجہ سے ت کا وہ حصہ خوب گرم ہو رہا تھا۔

صبح طلوع ہونے سے تھوڑی دیر پہلے تک منطاش اور جوبانی لیٹ کر جاگتے رہے اور ماحول کے ہرنے کا انتظار کرتے رہے۔ جب انھوں نے اندازہ لگا لیا کہ اب لوگ سو گئے ہیں اور یورتوں کے موچن کی تلاش کا سلسلہ بند ہو گیا ہے تو منطاش اٹھ کر خیمے کی پشت کی طرف گیا۔ جوبانی بھی اٹھ ی اور خیمے کے سامنے والے حصے میں پردے کی اوٹ میں کھڑی ہو کر باہر کا جائزہ لینے لگی۔

منطاش چھکڑے کے پاس آیا اور اون ہٹا کر تموچن کو وہاں سے نکالنا چاہتا تھا کہ رک گیا۔ وہاں ے ہٹ کر وہ گارے اور سرکنڈوں کے بنائے اپنے اصطبل میں داخل ہوا اور سرخ رنگ کی ایک گھوڑی زین ڈالی۔ پھر وہ اپنے یورت سے کھانے کی اشیاء نکال کر زین سے لٹکتی خرجینوں میں بھرنے ا۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ پھر چھکڑے کے پاس آیا اور وہاں کھڑے ہو کر اس نے سرگوشی کے راز میں کہا:

"تموچن! میرے عزیز! میرے بھائی! باہر آ جاؤ۔ میں منطاش ہوں۔ خطرات اب ٹل گئے ہیں لہٰذا تم جان بچا کر یہاں سے نکلنے والی بات کرو۔"

تموچن فوراً اون سے نکل کر چھکڑے سے نیچے اتر گیا۔

منطاش نے دیکھا وہ کچھ لنگڑا رہا تھا لہٰذا اس نے فوراً پوچھ لیا:

"یہ تم لنگڑا کر کیوں چل رہے ہو؟"

تموچن نے کہا:

"جب رات کے وقت مسلّح محافظ میری تلاش میں تمہارے یورت میں داخل ہوئے تھے اور تم نے مجھے یہاں اون کے اندر چھپا دیا تھا تو تمہارے خیمے کی پشت کی طرف سے باہر نکلتے ہوئے وہ اس چھکڑے کے پاس آئے تھے اور احتیاطاً میری تلاش میں ان میں سے کچھ نے اس اون کے اندر نیزے دے مارے تھے۔ ان میں سے ایک نیزے کی انّی میری ٹانگ کو خراشتی ہوئی نکل گئی۔ وہ تو اچھا ہوا کہ زخم گہرا نہیں آیا۔ میں نے اُس وقت اپنا منہ بند کر لیا تھا اور کوئی آواز نہ پیدا ہونے دی تھی لہٰذا وہ لوگ مطمئن ہو کر چلے گئے۔"

منطاش نے کہا:

"لاؤ میں تمہاری مرہم پٹی کر دوں"۔

منطاش کے کندھوں پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے تموچن نے کہا:

"اس کی ضرورت نہیں۔ ان کے جانے کے بعد میں نے زخم صاف کر کے اس پہ پٹی باندھ دی تھی اور پھر یہ زخم میرے لیے تکلیف کا باعث بھی نہیں ہے۔ ہاں — چھکڑے کے اندر کچھ اون خون آلود ضرور ہو گئی ہے۔ وہ وہاں سے ہٹا دینا تاکہ کسی کو کوئی شک نہ گزرے۔"

منطاش نے کہا:

"تم فکر نہ کرو۔ صبح ہوتے ہی میں وہ خون آلود اُون یہاں سے ہٹا کر آتش دان میں ڈال دوں گا"۔

اتنی دیر میں جو بانی بھی وہاں آگئی اور اس نے کہا:

"اس وقت چاروں طرف سکون اور خاموشی ہے۔ لوگ گہری نیند سو چکے ہیں — تموچن! میرے بھائی! تم یہاں سے نکل بھاگو۔ یہ بہترین موقع ہے۔ اگر یہ ہاتھ سے جاتا رہا تو پھر تمہارے لیے خطرات ہی خطرات اٹھ کھڑے ہوں گے"۔

جو بانی کے خاموش ہونے پر منطاش نے کہا:

"تموچن! میرے بھائی!! میں نے اپنی ایک سرخ رنگ کی تیز رفتار گھوڑی تمہارے لیے تیار کی ہے۔ اس پر میں نے زین کس دی ہے اور زین کے ساتھ بندھی چار بڑی بڑی خرجینوں کے اندر میں نے کھانے کی اشیاء بھر دی ہیں۔ یہ خوراک اس قدر ہے کہ تمہارے گھر بھر کے افراد کے لیے کئی روز تک کام دے سکتی ہے۔ تم میرے ساتھ اصطبل میں آؤ اور یہاں سے کوچ کر جاؤ"۔

منطاش اسے لے کر اصطبل میں آیا۔ جو بانی بھی ان کے ساتھ تھی۔ وہاں منطاش نے اپنی سرخ گھوڑی کھولی اور اس کی لگام تموچن کو تھماتے ہوئے اس نے کہا:

"یہ گھوڑی سنبھالو اور یہاں سے نکل جاؤ۔ یہ گھوڑی ایسی تیز رفتار ہے کہ تائیجوت کا کوئی آدمی اس کی گرد کو بھی نہ پا سکے گا"۔

تموچن نے گھوڑی کی لگام تھام لی اور پیار سے اس کی گردن پہ ہاتھ پھیرنے لگا۔

منطاش نے پھر کہا:

"اور سنو تموچن! یہاں سے نکلنے کے بعد ندی کنارے والا راستہ اختیار نہ کرنا۔ اس طرف راستے پر ترغاتائی نے اپنے محافظ بٹھا رکھے ہیں۔ تم بے راہ ویرانوں سے ہو کر اپنی منزل کی طرف نکل جانا — اور سنو! اپنی ماں اور بھائیوں سے میرا سلام کہنا۔ میری ہمدردیاں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گی۔ اب تم یہاں سے کوچ کر جاؤ"۔

تموچن گھوڑی پر سوار ہوا اور اسے ایڑ لگا دی۔

منطاش اور جو بانی اپنے یورت کی طرف چلے گئے۔

دوسرے روز صبح ہی صبح تموچن اس جگہ پہنچا جہاں کبھی ان کی خیمہ گاہ تھی۔ اس نے دیکھا کہ خیمہ گاہ کو تو تائیجوت لوٹ کر لے گئے تھے اور اب وہاں خاک اڑ رہی تھی۔ تاہم لٹے پٹے منگول ابھی تک وہاں اپنے خیموں کے اندر پڑے تھے۔ جب تموچن ان خیموں کے اندر پہنچا اور اس نے منگولوں

کو اپنے تائیچوت کے ہاتھوں گرفتار ہونے اور پھر وہاں سے فرار ہونے کی داستان سنائی تو وہ اس سے بے حد متاثر ہوئے۔

پھر تموچن کی بہادری اور شجاعت کی داستانیں ایک خیمے سے دوسرے خیمے میں منتقل ہونے لگیں۔ اس کی ماں پہلے ہی وہاں تھی۔ اس کے بہن بھائی بھی وہاں آ گئے اور وہ سب منگول جو اسے سردار ماننے کو تیار نہ تھے اور اسے چھوڑ کر چلے گئے تھے، سب واپس آ گئے۔

اب اس کی آبائی سرزمین میں خوب رونق ہو گئی تھی اور ہزاروں جنگجو منگول اس کے گرد جمع ہو گئے تھے جنہوں نے تموچن کو اپنا سردار اور سالارِ اعلیٰ تسلیم کر لیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے چند ہی دنوں میں ایک انقلاب آ گیا اور تموچن کی عسکری قوت میں بے حد اضافہ ہو گیا۔

دوسری طرف ——

تائیچوت کے سردار ترغاتائی کو ان حالات کی خبر ہوئی تو وہ وقتی طور پر خاموش ہو گیا تاہم وہ اندر ہی اندر اپنی عسکری قوت بڑھانے میں لگا رہا تاکہ تموچن کو ایک روز اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو سکے۔

جب حالات درست ہوئے تو اولون نے تموچن کی شادی کا فیصلہ کر لیا لہٰذا بورتائی کے باپ منلیک سے بات چیت کرنے کے بعد شادی کی تاریخ طے ہو گئی۔

مقررہ تاریخ کو منگول بھیڑیوں کی کھالوں میں ملبوس، دباغت کیے ہوئے چمڑے کے شلوکے، چھاتیوں پر بھیانک نقش و نگار کے چرمی سینہ پوش پہنے تموچن کو بیاہنے کے لیے روانہ ہوئے۔ انہوں نے اپنی زینوں کی دیچیوں پر پانی کے مشکیزے اور کاندھوں پر نیزے لٹکا رکھے تھے۔ چہروں کی ابھری ہوئی ہڈیوں پر سردی اور برفانی ہواؤں کی کاٹ سے بچنے کے لیے چربی مل رکھی تھی اور اس چربی پر گرد اور خاک کی تہ جم گئی تھی۔

اس حالت میں وہ تموچن کو بیاہنے گئے۔

بورتائی کے باپ نے دو دن ان لوگوں کو اپنے پاس ٹھہرا کر ان کی ضیافت کی۔ اس نے منگولوں کے لیے بھیڑیں اور اچھی نسل کے دنبے کٹوائے۔ انہیں دودھ اور چاولوں کی شراب پیش کی۔ ان ہنگاموں میں تموچن اور بورتائی کی شادی ہو گئی۔ اس موقع پر ہرنوں کے چمڑے کے بے ڈھنگے

جوتے پہنے ہوئے منگول خوشی سے خوب ناچے۔

آخر بورتائی کو رخصت ہونے کے لیے تیار کیا گیا۔

رخصتی کے وقت وہ سفید سمور کا لمبا لبادہ پہنے ہوئے تھی۔ اس کی چوٹیاں چاندی کے سکوں اور ننھی ننھی مورتیوں سے سجائی گئی تھیں۔ اس کے سر پر صنوبر کی چھال کی مخروطی کلاہ تھی جس پر قیمتی ریشم منڈھا ہوا تھا۔ اس حالت میں وہ تموچن کے ساتھ اپنے باپ کے گھر سے منگولوں میں آ گئی۔

وقت اب پرسکون ہو کر گزرنے لگا۔

منگول دن بھر تموچن کی رہنمائی میں جنگ کی تربیت حاصل کرتے یا اپنے قبیلے کو گوشت مہیا کرنے کے لیے ہرنوں، رینڈیئر اور جنگلی بکریوں کا شکار کرتے اور ان کی عورتیں اپنے خیموں کے اندر اور باہر مردوں کی غیر موجودگی میں جانوروں کا دودھ دوہتیں۔ اپنے ریوڑوں کو پانی پلاتیں۔ خیموں کے لیے نمدے تیار کرتیں۔ ریشوں کی تانت سے وہ کپڑا بنانے کے علاوہ اپنے مردوں کے جوتے اور موزے بھی تیار کرتی تھیں لیکن امن کا یہ دور کوئی زیادہ طویل ثابت نہ ہوا اور منگولوں کے خلاف ایک نیا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔

ہوا یوں کہ تموچن کی ماں اولون جو ٹنڈرا کے میدانوں میں بسنے والے مکریت نام کے قبائل سے تعلق رکھتی تھی، اسے تموچن کا باپ یسوکائی اس وقت اٹھا لایا تھا جب اولون شادی کے بعد اپنے شوہر کے گھر جا رہی تھی۔ یسوکائی حملہ آور ہوا اور اولون کو زبردستی اٹھا لایا تھا اور اس سے بیاہ کر لیا تھا۔ اس لیے کہ اولون بے پناہ خوبصورت تھی۔

اسی مکریت قبیلے نے اپنا انتقام لینے کے لیے منگولوں پر حملہ کر دیا۔

مکریت، منگولوں سے زیادہ طاقتور اور جنگجو تھے۔ یہ ٹنڈرا کے قدیم ترین باشندے تھے یہ یخ بستہ سفید دنیا کے لوگ تھے جہاں انسان بے پہیوں کی گاڑی پر سفر کرتے ہیں جن میں کتے اور رینڈیئر جتے ہوتے ہیں۔

مکریت قبائل نے منگولوں پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ منگولوں پر ایک افراتفری کا عالم برپا ہو گیا۔

اسی افراتفری کے عالم میں وہ منگولوں کے خیموں کو لوٹنے کے علاوہ تموچن کی بیوی حسین بورتائی کو بھی اٹھا کر لے گئے

ان حادثوں کا تموچن کو سخت صدمہ ہوا لیکن اس نے مکریتوں کا تعاقب نہیں کیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ مکریت اس سے زیادہ طاقتور ہیں اور اگر اس نے ان کا تعاقب کیا تو مکریت کلی طور پر منگولوں کا خاتمہ کر دیں گے لہٰذا تموچن قسمت کا شاکر بن کر خاموش ہو رہا۔

اس حادثے پر کئی دن گزر گئے۔

ایک روز جبکہ زوردار برفباری ہو رہی تھی، منطاش تموچن کے یورت میں داخل ہوا۔

تموچن اس وقت اپنے بھائی تموجہ، قسار اور بلکوتی کے ساتھ آتشدان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

منطاش کو دیکھ کر وہ چاروں اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب نے آگے بڑھ کر منطاش سے گرمجوشی کے ساتھ مصافحہ کیا اور اس کا انتہائی خوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ پھر تموچن نے منطاش کا ہاتھ تھاما اور اس جگہ پہ بٹھایا جہاں وہ خود بیٹھا ہوا تھا۔

منطاش نے آگ پہ ہاتھ پھیلا کر گرم کرتے ہوئے کہا:

"مجھے تمہاری ماں اولون کے قتل ہونے کی خبر مل گئی تھی۔ اس کے مارے جانے کا مجھے سخت صدمہ ہے۔ پھر مجھے یہ خبر بھی ہو گئی تھی کہ تم پہ حملہ آور ہونے والے وحشی مکریت اپنے ساتھ بورتائی کو بھی اٹھا کر لے گئے ہیں۔ آہ! ـــــ یہ کیا ہو گیا۔ کاش اس موقع پہ میں یہاں موجود ہوتا اور تمہاری کوئی مدد کر سکتا۔"

تموچن نے کہا:

"میری ماں کے مرنے اور بورتائی کے اغوا ہو جانے کے بعد ہمارا یہ یورت ویران ویران سا ہو گیا ہے۔ میری بہنیں رونق رہتی ہیں اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں چند روز تک ان کی شادیاں کر دوں گا تاکہ وہ اپنے اپنے گھروں میں خوش اور پُرسکون رہیں۔ پر اے عزیز بھائی! تم نے یہ تو کہا ہی نہیں کہ تم آج اس برفباری میں اس طرف کیسے آ نکلے؟"

منطاش نے کہا:

"میں نے تایچوتوں کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا ہے اور اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لے کر ان کے ہاں سے نکل بھاگا ہوں۔ دراصل گزشتہ رات میں نے تایچوتوں کے ایک

ایسے نائب سردار کو قتل کر دیا تھا جو ہر وقت سردار ترغتائی کو منگولوں کے خلاف جنگ کرنے پہ اکساتا رہتا تھا۔ گو رات کے وقت میں نے اسے قتل کر کے زمین کے اندر دبا دیا تھا پھر بھی میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ وہاں سے اس لیے نکل بھاگا ہوں کہ بہرحال ایک روز اس کے قتل کا شک مجھ پہ ہی کیا جائے گا کیونکہ میرے اور اس کے درمیان ہمیشہ تلخ کلامی اور لڑائی جھگڑے کی گفتگو ہوا کرتی تھی۔"

تموچن نے اس بار تشویش کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا:

"لیکن اے میرے عزیز بھائی! آپ میری بہن جوبانی، یسوتائی اور بچی کو کہاں چھوڑ آئے ہیں؟"

منطاش نے کہا:

"میں انہیں یہاں سے قریب ہی ایک کوہستانی غار کے اندر چھوڑ آیا ہوں۔ میرا ارادہ تھا کہ میں پہلے تم سے ملوں گا اور اگر تم نے مجھے منگولوں کے اندر اپنے پاس رہنے کی اجازت دی تو پھر میں جوبانی اور بچوں کو یہاں لے آؤں گا ورنہ بصورتِ دیگر میں اسی عرب تاجر قرطلیس بن تمر کی ملازمت اختیار کر لوں گا جس کے ساتھ میں ان سرزمینوں کی طرف آیا تھا اور یہیں کا ہو کر رہ گیا۔ غار میں جوبانی اور بچوں کی حفاظت کے لیے میں بولائی نام کے اس جوان کو چھوڑ آیا ہوں جو ایک بار تمہارے پاس میرا پیغام بھی لایا تھا۔ وہ مسلمان، قابلِ اعتبار اور میرے بھروسے کا آدمی ہے۔"

تموچن نے کہا:

"اے میرے بھائی! تم نے یہ کیا ظلم کیا کہ تم میری بہن جوبانی اور بچوں کو غار میں چھوڑ آئے ہو اور خود یہ جاننے کے لیے آئے ہو کہ تم منگولوں کے اندر رہ سکتے ہو یا نہیں۔ اے میرے بھائی! تم میرے ایسے محسن ہو جس کے لیے میں اپنی جان تک قربان کر سکتا ہوں۔ جس طرح میں خود منگولوں کے اندر رہنے کا حق رکھتا ہوں ایسا ہی حق تمہارا بھی ہے۔ جوبانی بہن اور بچوں کو وہاں غار میں چھوڑ کر میرے بھائی تم نے مجھ پہ ظلم کیا ہے۔ ابھی اٹھ کر میرے ساتھ چلو تاکہ ہم ان سب کو جا کر یہاں لائیں۔"

منظاش خاموشی کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا اور تموچن کے ساتھ ہو لیا۔

برف باری میں اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے جب وہ دونوں کوہستانی سلسلے کی ایک غار کے پاس پہنچے تو دونوں دنگ رہ گئے۔ وہاں غار کے دہانے پر بولائی خون میں لت پت پڑا تھا۔

منظاش اور تموچن دونوں گھوڑوں پر سے کود کر اترے اور اس کی طرف بڑھے۔ بولائی بری طرح زخمی تھا اور بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ تموچن نے جلدی جلدی اپنے گھوڑے کی خرجین سے مرہم پٹی کا سامان نکالا اور بولائی کے زخم صاف کر کے ان کی مرہم پٹی کر دی۔

منظاش بھاگتا ہوا غار میں داخل ہوا۔ غار خالی پڑی تھی۔ جوبانی، یسوتائی اور بچی میں سے کوئی وہاں نہ تھا۔ فکرمندی میں بھاگتا ہوا منظاش پھر باہر آیا اور بولائی کو ہوش میں لانے کے جتن کرنے لگا۔

کافی دیر کے بعد بولائی ہوش میں آیا تو منظاش نے انتہائی بے چینی میں اس سے پوچھا:

"بولائی! میرے بھائی! تمہیں کس نے زخمی کیا ہے؟ جوبانی، یسوتائی اور بچی کہاں غائب ہیں؟"

بولائی نے بڑی مشکل سے اپنی سانسیں درست کرتے ہوئے جواب دیا:

"اے میرے آقا! آپ کے جانے کے بعد ہم اسی غار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یسوتائی غار سے باہر نکلا۔ اس کا ارادہ تھا کہ لکڑیاں اور گھاس اکٹھی کر کے آگ روشن کرتے ہیں تاکہ غار گرم ہو جائے اور سردی کم لگے۔ میں نے اسے روکا بھی کہ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں لیکن وہ بھاگتا ہوا باہر نکل گیا۔ میں بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ میں چاہتا تھا کہ غار کے باہر سے خشک درخت کاٹ کر لاؤں اور بچوں کے لیے آگ روشن کروں۔ میں نے اپنے گھوڑے کی زین سے بندھا ہوا کلہاڑا کھولا اور چاہتا تھا کہ غار سے باہر نکلوں کہ غار میں چار مسلح جوان داخل ہوئے۔ وہ جوبانی کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے۔ میں نے جب مزاحمت کی تو وہ مجھے اپنے راستے سے ہٹا کر جوبانی اور بچی کو زبردستی اپنے ساتھ لے گئے۔ مجھے وہ زخمی کرنے کے بعد مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے ہیں پر میری قسمت میں ابھی کچھ سانسیں تھیں جو میں بچ گیا ہوں۔"

منظاش نے پریشانی اور بدحواسی میں پوچھا:

"جوبانی اور میری بچی کو لے جانے والے کون تھے؟ کیا وہ نایمجوت تھے؟"

بولائی نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا:

"نہیں۔ وہ نایمجوت نہ تھے۔ کوئی اور تھے اور تعداد میں چار تھے۔"

منظاش نے پھر پوچھا:

"اور میرا بیٹا یسوتائی کدھر گیا۔ کیا وہ لوگ اسے بھی پکڑ کر لے گئے؟"

بولائی نے کہا:

"نہیں۔ وہ اسے اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔ وہ تو آگ جلانے کے لیے —"

بولائی ابھی اس قدر ہی کہنے پایا تھا کہ ایک قریبی پتھر کی اوٹ سے ننھا یسوتائی نمودار ہوا اور بھاگ کر ابی! ابی!! پکارتا ہوا منظاش کی رانوں سے لپٹ گیا۔

منظاش نے اسے بازوؤں میں اوپر اٹھا لیا۔ پہلے اسے خوب پیار کیا پھر شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے پوچھا:

"یسوتائی! میرے بیٹے!! تم کہاں رہ گئے تھے؟"

یسوتائی سہمی سہمی آواز میں کہہ رہا تھا:

"میں غار کے اندر ٹھنڈ محسوس کر رہا تھا لہٰذا باہر نکلا کہ کسی درخت کے نیچے سے یا کسی آڑھ سے خشک گھاس پھونس لا کر آگ روشن کروں۔ میں ایک چٹان کی اوٹ میں گیا ہی تھا کہ چار سوار اس طرف آئے۔ میں چٹان کے پیچھے چھپ کر انہیں دیکھتا رہا۔ وہ کوئی اجنبی تھے۔ آہ! انھوں نے چچا بولائی کو زخمی کر دیا اور میری ماں اور بہن کو اٹھا کر لے گئے۔ جس وقت وہ ماں کو زبردستی اٹھا کر لے جا رہے تھے تو میری ماں منتیں کر رہی تھی کہ مجھے چھوڑ دو۔ مجھ پر اس قدر ظلم نہ کرو۔ پر ان ظالموں نے میری ماں کو نہ چھوڑا۔ اس کا منہ باندھ کر اور اسے رسیوں میں جکڑ کر وہ اپنے ساتھ لے گئے۔ وہ کون تھے خبر نہیں؟ کاش! میں اس حالت میں ہوتا کہ ان سے اپنی ماں کا بدلہ لے سکتا۔"

منظاش نے تموچن سے کہا:

"تموچن! میرے بھائی!! تم بولائی اور یسوتائی کو اپنے یورت میں لے جاؤ۔ میں اپنی بیوی اور بیٹی کی تلاش میں نکلتا ہوں"۔

قبل اس کے کہ تموچن جواب میں کچھ کہتا، منطاش اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور وہاں سے کوچ کر گیا۔

تموچن نے غار کے اندر کھڑے بولائی کے گھوڑے کو نکالا۔ اس کی باگ اپنے زین سے باندھی۔ پھر بولائی کو اٹھا کر اس نے اپنے گھوڑے کی زین پر رکھا اور خود بھی سوار ہو کر اس نے سہارا دے کر بولائی کو سنبھال لیا۔ گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے اس نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور یسوتائی کو اٹھا کر اپنے پیچھے بٹھا لیا۔

تموچن جب اپنے یورت میں داخل ہوا تو زخمی بولائی کو دیکھ کر اس کے بھائی پریشان ہو گئے تموچن نے انہیں سارے واقعات سنا ڈالے۔ قسار اور بلکوتی دونوں بولائی کی دیکھ بھال کرنے لگے جبکہ تموجہ اچھی اچھی چیزیں نکال کر یسوتائی کو کھلانے لگا۔

اسی وقت میولی یورت کے اندر داخل ہوا۔ وہی میولی جو مقابلے میں منطاش سے ہار گیا تھا میولی کے ساتھ اس کا بیٹا مقولی بھی تھا اس کے علاوہ اس کے ساتھ لیو چیتسائی بھی تھا۔

یہ شخص جس کا نام لیو چیتسائی تھا، منگولوں کے اندر بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور اس کی عزت افزائی کی دو وجوہات تھیں :

اوّل تو یہ کہ وہ علم نجوم کا ماہر تھا اور منگولوں کو اپنے حساب کے ذریعے آئندہ کے حالات بتاتا دوم یہ کہ کمال درجے کا جنگی فنون کا ماہر تھا اور منگول سرداروں کو جنگی فنون کی تربیت دیتا تھا اس کے علاوہ یہ ایک عمدہ کھوجی بھی تھا اور یہ فن بھی وہ منگولوں کو سکھاتا تھا۔

تموچن کا بھی یہ استاد تھا اور اسے فنونِ حرب و ضرب اسی نے سکھائے تھے۔ تموچن کا باپ یسوکائی لیو چیتسائی کی بڑی عزت کیا کرتا تھا۔

تموچن نے انہیں بیٹھنے کو کہا۔

جب لیو چیتسائی، میولی اور مقولی بیٹھ گئے تو میولی چند ثانیوں تک بڑے غور اور انہماک سے منطاش کے بیٹے یسوتائی کی طرف دیکھتا رہا جسے تموجہ بڑے پیار اور شفقت سے مختلف چیزیں کھلا پلا

رہا تھا۔ پھر اس نے تموچن کی طرف دیکھا اور پوچھا :

"اے منگولوں کے سردار! یہ لڑکا کون ہے جو اس وقت آپ کے یورت میں ہے اور جسے تموجہ بڑے پیار سے کھلا پلا رہا ہے"!

تموچن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا :

"ذرا اس کی طرف غور سے دیکھو اور اسے پہچاننے کی کوشش کرو"۔

میولی نے اس بار حیرت و تعجب سے کہا :

"نیلا جاودانی آسمان جھوٹ نہ بلوائے یہ مجھے منطاش کا بیٹا یسوتائی لگتا ہے کہ اس کی شکل منطاش سے ملتی جلتی ہے"۔

تموچن نے کہا :

"تمہارا اندازہ درست ہے میولی! یہ یسوتائی ہی ہے اور اب یہ اسی یورت میں رہا کرے گا"۔

میولی نے پھر پوچھا :

"کیا اس کے ماں باپ بھی یہاں آ گئے ہیں یا آپ اس اکیلے کو تائیجوت قبیلے سے لائے ہیں"؟

جواب میں تموچن نے انہیں منطاش کو پیش آنے والے حالات کہہ سنائے۔

میولی اور لیو چیتسائی چند ثانیوں تک منطاش کے حالات سن کر گردنیں اٹھائے تاسف کے اظہار میں بیٹھے رہے۔ پھر میولی نے دوبارہ گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے تموچن سے کہا :

"اے سردار! میں آج سے اپنے بیٹے مقولی کو لیو چیتسائی کے حوالے کر رہا ہوں تاکہ یہ مقولی کو حرب و ضرب کے فنون سے خوب آراستہ کر دے"!

میولی جب خاموش ہوا تو تموچن نے لیو چیتسائی کو مخاطب کر کے کہا :

"اے لیو چیتسائی! آج سے میں منطاش کے بیٹے یسوتائی کو بھی تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اس کی بھی جنگی فنون میں تربیت کرو۔ اسے ہر وہ فن سکھاؤ جو تمہارے پاس

ہے لیکن اسے سکھانے وقت یہ نظریہ اپنے سامنے رکھنا کہ یہ صرف منطاشش کا بیٹا ہی نہیں تموچن کا بھتیجا بھی ہے۔ آج تو یسونتائی آرام کرے گا ہاں کل سے تم اس کی تربیت شروع کر دو۔"

ذرا رک کر تموچن پھر بولا:

"جب میولی کا بیٹا مقولی اور یہ یسونتائی جوان ہوں گے تو پھر میں دیکھوں گا کون ان دونوں میں سے طاقتور اور سازِ حرب و ضرب میں ماہر ہے اور تم دونوں جانتے ہی ہو کہ میں جنگجو اور بہادروں کی قدر اپنی جان سے بھی بڑھ کر کرتا ہوں"۔

میولی نے کہا:

"اے سردار! گو منطاش مجھ پہ غالب رہا ہے پر میرا دل کہتا ہے کہ میرا بیٹا مقولی جوان ہو کر یقیناً یسونتائی پر غالب رہے گا"۔

اس موقع پہ ننھے یسونتائی نے گھور کر میولی کی طرف دیکھا تاہم اس نے زبان سے کچھ نہ کہا۔

تموچن کو یسونتائی کی یہ معصوم ادا بھلی لگی اور اس نے کھل کر ہنستے ہوئے میولی سے کہا:

"ابھی سے کچھ کہنا قبل از وقت ہے۔ یہ آنے والا دور ہی فیصلہ کرے گا کہ کون کس سے بڑھ کر ہے"۔

اس کے ساتھ ہی میولی، اس کا بیٹا مقولی اور یبوچینسائی اٹھ کھڑے ہوئے اور تموچن کے یورت سے باہر نکل گئے۔

تھوڑی دور جا کر میولی نے اپنی کمر سے بندھی ہوئی نقدی کی ایک تھیلی کھول کر یبوچینسائی کی کمر سے باندھ دی پھر اس سے کہا:

"یبوچینسائی! تم مقولی اور یسونتائی کی ضرور ایک جیسی جنگی تربیت کرنا۔ بس ذرا یہ خیال رکھنا کہ اس دوران اکثر و بیشتر یسونتائی کے سامنے میرے بیٹے مقولی کی بہادری، تیز دستی، جرأتمندی اور وحشت و بربریت کی تعریف کرتے رہنا تاکہ

یسونتائی پر اس کا ایسا نفسیاتی اثر پڑے کہ وہ ساری عمر مقولی کا سامنا اور مقابلہ کرنے سے ڈرتا اور ہچکچاتا رہے"۔

جواب میں یبوچینسائی نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ پھر وہ اپنے اپنے خیموں کی طرف چل دیے۔

دوسرے روز یسونتائی اور مقولی کی جنگی تربیت شروع ہو گئی۔

◎

کئی ماہ کی ناکام کوشش کے بعد ایک روز منطاش، تموچن کے یورت میں واپس آیا۔ وہ شکستہ پا ہیدان کی طرح اور اس نیکی و انصاف کے متلاشی مسافر جیسا پریشان حال تھا۔ اس کا چہرہ پُر از شکن تھا اور وہ برسوں کا مریض و بیمار لگ رہا تھا۔

جس وقت وہ تموچن کے یورت سے باہر اپنے گھوڑے سے اترا تو تموچن نے شاید اسے دیکھ لیا تھا، اس لیے وہ بھاگتا ہوا باہر آ گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے تموجہ، قسار اور ملکوقی بھی باہر آ گئے۔ تموچن کے اشارے پر ملکوقی نے آگے بڑھ کر منطاش سے اس کے گھوڑے کی باگ لے لی اور اسے اصطبل کی طرف لے گیا۔ منطاش کا بازو پکڑ کر تموچن اسے یورت میں لایا اور ایک اچھی اور نمایاں جگہ پر اسے بٹھایا۔ خود وہ اور اس کے بھائی تموجہ اور قسار اس کے سامنے بیٹھ گئے۔

یورت کے اس کمرے میں چند ثانیوں تک گہری خاموشی رہی۔ اس دوران ملکوقی بھی منطاش کا گھوڑا اصطبل میں باندھ کر واپس آ کر ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

آخر تموچن نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے پوچھا:

"کیا میری بہن جوبانی اور بچی کا کوئی سراغ ملا؟"

منطاش نے دکھ اور بیزاری سے کہا:

"میں ان دونوں کو تلاش کرنے میں ناکام رہا ہوں تموچن! میں نے کئی ماہ تک لگاتار کوشش کی ہے لیکن کچھ پتہ نہیں چلا کہ کون ان دونوں کو لے گیا ہے۔ میں تازہ دم ہو کر اور سامانِ رسد ساتھ لے کر پھر ان کی تلاش... نکلوں گا۔ جب تک وہ دونوں

مجھے ملتی نہیں تب تک میں ان دونوں کو تلاش کرتا رہوں گا۔ چاہے اس تلاش میں میں بوڑھا ہی کیوں نہ ہو جاؤں۔"

منطاش کی اس گفتگو کے جواب میں تموچن نے دکھ سے کہا:

"کاش میرے بھائی! تم اپنی بیوی اور بچوں کو اس غار میں چھوڑنے کے بجائے یہاں لے آئے ہوتے تو آج ان تکلیف دہ حالات کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔"

منطاش چند ثانیے ادھر اُدھر دیکھتا رہا۔ پھر اس نے پوچھا:

"بولاتی کہاں ہے۔ میرا خیال ہے وہ اپنے زخموں سے جانبر ہو گیا ہو گا اور میرا بیٹا یسوتائی کہاں ہے؟"

تموچن نے جواب دیتے ہوئے کہا:

"بولاتی چند روز بعد بالکل ٹھیک ہو گیا تھا۔ یسوتائی کو جس روز میں یہاں لایا تھا، اس سے دوسرے روز ہی میں نے اسے ایک ایسے منگول سے عسکری تربیت حاصل کرنے پر لگا دیا تھا جو اپنے فن میں ماہر اور یکتا ہے۔ اس منگول کا نام بیوچیتسائی ہے اور وہ بیک وقت نجومی اور جنگی فنون کا استاد ہونے کے علاوہ ایک عمدہ انسان بھی ہے۔ یسوتائی پچھلے کئی ماہ سے جنگی تربیت حاصل کر رہا ہے۔ میولی کا بیٹا مقولی بھی اس کے ساتھ زیرِ تربیت ہے اور دونوں میں ایک طرح سے مقابلہ بھی ہے کہ ایک دوسرے سے بڑھ کر تربیت حاصل کریں ـــــ اور تمہاری غیر حاضری میں بولاتی کو یسوتائی سے ایسا پیار ہو گیا ہے کہ وہ ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اب جبکہ یسوتائی عسکری تربیت کے لیے گیا ہوا ہے تو بولاتی بھی اس کے ساتھ گیا ہے۔ وہ دونوں تھوڑی دیر تک لوٹیں گے۔ منطاش! اے میرے عزیز!! تمہیں یہ جان کر حیرت ہو گی کہ یسوتائی نے گھڑسواری سیکھ لی ہے۔"

اس بار منطاش نے غور سے تموچن کی طرف دیکھتے ہوئے یہ پوچھا:

"تموچن! تمہاری بیوی بوزنائی کا کیا ہوا۔ کیا تم نے اسے واپس لانے کا کوئی سامان کیا جبکہ اسے یہاں سے گئے ایک سال ہونے کو ہے۔"

تموچن نے کہا:

"میرے بھائی! مجھے تمہارا ہی انتظار تھا اور میں اس سلسلے میں تم سے مشورے کے بعد تمہارے تعاون سے کوئی قدم اٹھانا چاہتا تھا۔ تم جانتے ہو اسے ٹنڈرا کے مکریت قبیلے والے اٹھا کر لے گئے ہیں اور یہ انھوں نے میری ماں کا انتقام لیا ہے کیونکہ میری ماں کا تعلق بھی مکریت قبیلے سے تھا اور میرا باپ اسے زبردستی اٹھا لایا تھا۔ تم جانتے ہو مکریت انتہائی طاقتور قبیلہ ہے اور میں اپنے قبیلے کی موجودہ قوت کو استعمال کر کے مکریت قبیلے کے خلاف کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

منطاش نے کہا:

"اگر ایسا ہے تو دو اور قوتیں بھی ہیں جن سے اس کام کے لیے مدد لی جا سکتی ہے ایک تمہارا سسر منلیک، جو ایک طاقتور قبیلے کا سردار ہے اور دوسرا کرایت ترکوں کا سردار طغرل۔ اور یہ طغرل میرا خوب جاننے والا ہے کہ میرا اپنا تعلق بھی کرایت ترکوں ہی سے ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ میں ان کے بیچ میں سے نکل گیا کیونکہ میں نے اسلام قبول کر لیا اور کرایت ترک نصرانی ہیں لہٰذا ان کے درمیان میرے لیے کوئی جگہ نہ تھی لیکن خود سردار طغرل نہ مسلمان ہے نہ عیسائی بلکہ ایک قدیم اوہام پرست انسان ہے اور میری عزت کرنے والا ہے۔ اس کے علاوہ تموچن! وہ تمہارا بھی خوب جاننے والا ہے کیونکہ تمہارا باپ اور طغرل آپس میں بھائی بنے تھے۔ اسی لحاظ سے طغرل تمہارا چچا ہے۔"

تموچن نے کہا:

"میں تمہارے خیالات کی تائید کرتا ہوں منطاش! چند روز تک میں اور تم دونوں طغرل کے پاس مدد کی درخواست لے کر جائیں گے۔ امید ہے وہ ہمیں مایوس نہیں کرے گا۔ میں اپنے سسر سے مدد نہیں لینا چاہتا۔ اس طرح میں ساری عمر کے لیے اس کا دبیل ہو کر رہ جاؤں گا اور سنو منطاش! میں نے تمہاری غیر موجودگی میں اپنی بہنوں کی شادیاں بھی کر دی ہیں۔ اب وہ اپنے اپنے گھروں میں خوش ہیں۔"

منطاش جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ یورت میں یسوتائی اور بولائی داخل ہوئے۔ اپنے باپ کو دیکھتے ہی یسوتائی بھاگا اور اپنی پوری قوت کے ساتھ منطاش سے لپٹ گیا۔ یسوتائی کو اپنے پہلو میں بٹھانے کے بعد منطاش اٹھ کر بولائی سے بغل گیر ہوا۔ اس موقع پر منطاش، بولائی سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ پر اس سے قبل ہی یسوتائی نے منطاش سے پوچھ لیا:

"اے میرے باپ! آپ میری ماں اور بہن کی تلاش میں گئے تھے۔ آپ اتنا طویل عرصہ باہر رہے کہ میں آپ سے متعلق بہت پریشان ہو گیا تھا، کیا آپ کو میری ماں اور بہن کا سراغ نہیں ملا جو وہ دونوں یہاں آپ کے ساتھ نہیں ہیں"۔

یسوتائی کی گفتگو پر منطاش پریشان سا ہو گیا۔ اس کی گردن جھک گئی۔ پھر کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اس نے کہا:

"اے میرے بیٹے! میں نے ان دونوں کو بہت تلاش کیا۔ انہیں ڈھونڈنے کی خاطر میں جگہ جگہ مارا مارا پھرا۔ پر کہیں بھی مجھے ان کا سراغ نہ ملا۔ کاش! میں انہیں تلاش کر سکتا"۔

اس موقع پر تموجن نے دانشمندی سے کام لیا۔ اس نے فوراً تموجہ کے کان میں کہا:

"منطاش اور یسوتائی پریشان ہو گئے ہیں۔ تم کھانا لگواؤ۔ اس طرح ان کی اس پریشانی اور سوچوں میں کمی آ جائے گی"۔

تموجہ فوراً یورت کے دوسرے حصے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد یورت میں کھانا لگا دیا گیا اور وہ سب کھانے میں مشغول ہو گئے۔

○

منطاش اور تموجن ایک روز کرایت ترکوں کے سردار طغرل کی حویلی کے دیوان خانے میں بیٹھے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ایک دراز قد، سفید رنگ اور خوش وضع مگر ڈھلی ہوئی عمر کا ترک دیوان خانے میں داخل ہوا۔ یہ کرایت ترکوں کا سردار طغرل تھا۔

وہ اندر آ کر منطاش اور تموجن دونوں کو گلے لگا کر ملا۔ پھر وہ ان کے سامنے بیٹھ گیا اور منطاش کو مخاطب کر کے بولا:

"تم دونوں کی آمد کی اطلاع کرنے والے میرے آدمی نے جب مجھے بتایا کہ یسوگائی کے بیٹے تموجن کے ساتھ ہمارے قبیلے کا جوان منطاش بھی آیا ہے تو پہلے میں حیران ہوا کہ تموجن کے ساتھ منطاش کیسے؟ پھر میں سمجھ گیا کہ منطاش نے چونکہ عرب تاجر قرطبیس بن تمر کی ملازمت اختیار کر لی تھی اور وہ چونکہ تجارت کی غرض سے گوبی کی طرف جاتا تھا لہذا منطاش اور تموجن کی دوستی ہو گئی ہو گی ——— میرے یہ خیالات تو منطاش سے متعلق تھے۔ اب تموجن! تم سنو کہ مجھے تمہارے باپ کے قتل کے علاوہ تمہاری بیوی کے اغوا کی اطلاع بھی ہو گئی تھی۔ مجھے سخت صدمہ ہوا تمہارے باپ کی موت کا سن کر

تمہاری بیوی کے سلسلے میں یقیناً مجھے تمہارا انتظار تھا کہ شاید تم میرے پاس مدد کے لیے آؤ کیونکہ بیسوکائی میرا بھائی بنا تھا۔ اس ناطے سے میں تمہارا چچا ہوا اور چچا سے بڑھ کر ان حالات میں اور کس سے مدد کی امید کی جا سکتی ہے"۔

جواب میں تموچن نے کہا:

"میں یقیناً آپ کے پاس وحشی مکریتوں کے خلاف مدد کی درخواست لے کر آیا ہوں جو میری بیوی کو اٹھا کر لے گئے تھے۔ گو اس کے لیے مجھے بہت پہلے آنا چاہیے تھا کیونکہ اس حادثے کو ایک سال ہو گیا ہے لیکن یہاں آنے کے لیے میں منطاش کا انتظار کرتا رہا"۔

پھر تموچن نے منطاش سے ملاقات، جوبانی سے شادی، اپنے ماں باپ کی موت، اپنی شادی اور بیوی کے اغوا کے علاوہ منطاش کی بیوی کے کھو جانے کے واقعات بھی تفصیل سے سنا ڈالے۔

کرایت ترکوں کا سردار طغرل چند ثانیوں تک اپنی گردن کو جھکائے رہا۔ پھر اس نے کہا:

"تم دونوں مل کر یہ کھوج بھی لگانے کی کوشش کرو کہ منطاش کی بیوی اور بچی کو کون لے گیا تاکہ اس کے خلاف بھی ہم حرکت میں آ سکیں ___ اور اے تموچن! جہاں تک مکریتوں کا تعلق ہے میں ان کے خلاف تمہاری مدد کروں گا۔ مکریتوں کو ہم اپنے سامنے یوں ہانک دیں گے جس طرح ریوڑوں کے چرواہے انہیں ہانکتے ہیں۔ ان کی ہڈیوں میں ہم تیروں کی نوکیں چبھو کر انہیں وحشی بھیڑیوں اور کرگسوں کی خوراک بنا دیں گے۔ ہمارے سامنے ان مکریتوں کی حالت خشک پتوں کے اس ڈھیر جیسی ہو گی جسے آگ لگا دینے کا وقت آ گیا ہو۔ ہم ان کے دل توڑ دیں گے۔ ان کی آنکھیں اشک بار کر دیں گے اور ان کے ذہنوں میں عفریتوں کے اندیشے بھر دیں گے"۔

تموچن نے ممنونیت سے طغرل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"جاوداں نیلے آسمان کی قسم! مجھے آپ سے ایسی ہی امید تھی۔ پر میری ایک اور

خواہش بھی ہے اور وہ یہ کہ آپ کی طرف سے ملنے والی مدد کے ساتھ ہم آج ہی یہاں سے کوچ کر جائیں اور دو ایک روز تک ہم مکریتوں پر جا ضرب لگائیں"۔

طغرل نے کہا:

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ تم لوگ آج ہی یہاں سے کوچ کر جاؤ لیکن میری ایک نصیحت یاد رکھنا جو جنگجو ترک میں تمہیں مدد کے لیے دوں گا انہیں منطاش کے تحت رکھنا۔ ایک تو یہ ان کا ہم قوم ہے اور ان کے اندر ہردلعزیز بھی رہا ہے۔ دوسرے یہ ان سے کام لینا خوب جانتا ہے۔ میرے کرایت ترک جانتے ہیں کہ منطاش بہادر، دلیر اور ضرورت کے وقت صحیح فیصلہ کرنے والا ہے لہٰذا اس کے تحت کام کرتے ہوئے وہ مکریتوں کے خلاف جان کی بازی تک لگا دیں گے۔ ہاں تم اپنے منگول لشکر کو اپنے تحت رکھنا کہ ان کی طبیعت سے تم خوب واقف ہو"۔

تموچن نے مسکراتے ہوئے کہا:

"آپ یہ مشورہ نہ دیتے تب بھی میں ایسا ہی کرتا بلکہ میں تو یہ تک آپ سے کہوں گا کہ ترکوں اور منگولوں کے اس متحدہ لشکر کا سالار منطاش ہی ہو گا۔ میری حیثیت ایک نائب کی سی ہو گی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں کب کا مکریتوں پر حملہ آور ہو چکا ہوتا جبکہ ایک سال کا عرصہ ہو گیا ہے وہ میری بیوی کو اٹھا کر لے گئے تھے۔ تو اس ایک سال کے عرصے میں نہ تو میں آپ کی طرف آیا اور نہ ہی میں نے مکریتوں پر حملہ کیا۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ منطاش اپنی بیوی اور بچی کی تلاش میں باہر تھا اور اس کی غیر موجودگی میں کوئی بھی قدم میں اکیلا اٹھانا نہ چاہتا تھا۔ میں جانتا ہوں منطاش اپنے دشمن کی صفیں الٹنے، ظلمتوں کو زنجیریں پہنانے اور بے گناہ مظلوموں کے آنسوؤں کا حساب لینے کا فن خوب جانتا ہے اور پھر اس کے خیالات درست و صالح ہیں۔ اس کے کردار اور گفتار میں نیکی اور سچائی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ میرے لیے بہترین حیلہ گر اور چارہ ساز ہے"۔

طغرل نے مسکراتے ہوئے کہا:

"تموچن! میرے بیٹے! منطاش سے متعلق تمہارے خیالات صاف اور واضح ہیں میرا دل کہتا ہے تم دونوں ضرور کامیاب رہو گے۔"

تموچن کچھ کہنا چاہتا تھا پر کھانا آ گیا۔

تینوں نے مل کر پہلے کھانا کھایا۔ اس کے بعد منطاش اور تموچن وہاں سے ایک لشکر کے ساتھ صحرائے گوبی کی طرف کوچ کر گئے۔

○

دو دن میں منطاش اور تموچن نے اپنی جنگی تیاریاں مکمل کر لیں۔ اس کے بعد انھوں نے کے میدانوں میں مقیم وحشی مکریت قبیلے کا رخ کیا جو تموچن کی بیوی بورتائی کو اٹھا کر لے گئے تھے۔ منطاش اور تموچن اپنے عساکر کے ساتھ رات کے وقت سفر کرتے اور دن کے وقت ادھر ادھر کوہستانی غاروں اور گھاٹیوں کے اندر چھپ رہتے۔ انھوں نے اپنے عساکر کی ہی ایسی بنا رکھی تھی کہ لگتا تھا وہ کوئی تجارتی کارواں ہے۔

وہ ایک چاندنی رات تھی جب منطاش اور تموچن اپنے لشکر کے ساتھ مکریت قبیلے کے خ کے پاس پہنچے۔

آسمان صاف تھا۔ چاند اور ستارے اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہے تھے۔ منطاش تموچن نے جس جگہ اپنے عساکر کو روکا تھا اب اس سے آگے دور دور تک مکریتوں کے یور پھیلے ہوئے تھے۔ یخ بستہ تیز ہوائیں چٹانوں سے ٹکرا کر شور مچاتی ہوئی ماحول کو پراسرا ہولناک بنا رہی تھیں۔

منطاش نے تموچن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"تموچن! میرے بھائی!! تم منگولوں کے ساتھ مشرق اور جنوبی سمتوں سے حملہ آور ہو میں اپنے ترکوں کے ساتھ مغرب اور جنوبی اطراف سے حملہ آور ہوں گا۔ اس طرح جنوبی سمت میں ہم دونوں کے لشکروں کا ایک دوسرے سے تعلق رہے گا اور ضرورت کے وقت اس سمت سے پیغام رسانی کا کام بھی لیا جا سکے گا۔"

تموچن نے منطاش کی اس تجویز کو سراہا۔ اس کے بعد تموچن منگولوں کو لے کر مشرق کی طرف اور منطاش ترکوں کے ساتھ مغرب کی طرف چلا گیا۔ تموچن کے ساتھ اس کے نائب کی حیثیت سے قسار تھا اور منطاش کے ساتھ اس کے نائب کی حیثیت سے ملکوقی تھا جبکہ تموجہ کو مسکن کی حفاظت کے لیے پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا۔

پھر منطاش ترکوں کے ساتھ مکریتوں پر جنوب مغرب سے اور تموچن منگولوں کے ساتھ جنوب مشرق سے حملہ آور ہوا۔ مکریتوں کے بھاگنے کے لیے شمالی سمت خالی چھوڑ دی گئی تھی۔

جنوب مغرب کی طرف سے منطاش کرابت ترکوں کے ساتھ باغی خواہشوں، وحشی جذبوں، بنجر باتوں اور کڑوے بولوں کی طرح حملہ آور ہوا۔ اپنے لشکر کے ساتھ ایک طوفانی شعلے اور کسی خانہ بدوش شکاری کی طرح مکریتوں کے خیموں میں گھس گیا۔ اپنے باد و رعد کے بڑے طوفان جیسے حملوں میں اس نے مکریتوں کے اندر شبہات کے سایوں، ناامیدی کے سورج اور بدبختیوں کی شام کی طرح پھیلنا شروع کر دیا تھا۔ اس کا وجدان مکریتوں کے ابصار و حواس پر غالب آ رہا تھا اور اس کے ساتھی ترک اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دینے والے جذبوں کے ساتھ اپنے سامنے آنے والے مکریتوں کی خواہشوں کے سارے رنگ کچے اور ان کی کامیابیوں کے سارے حروف کو جھوٹا کرنے لگے تھے۔

دوسری طرف تموچن بھی منگولوں کے ساتھ درگاہوں کی شام جیسی کاٹتی خاموشی، اشکوں کے ریلے اور آہ و کرب کے طوفان کی طرح مکریتوں کے یورتوں میں گھس گیا تھا۔ تموچن کے ہاتھ میں جلتی مشعل تھی۔ وہ مکریتوں کے خیموں کو آگ لگاتا جا رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ پکارتا بھی جا رہا تھا:

"بورتائی! بورتائی!! تم کہاں ہو؟"

اس دوطرفہ حملے سے مکریتوں کی حالت وحشت میں لپٹی صبح، نحوست میں ڈوبی شام اور ڈستی ویرانیوں جیسی ہو گئی تھی۔

منطاش اور تموچن بھوک، زہریلی تاریکیوں، جسم جلاتے شعلوں اور بے مرہم زخموں کی

ٹبس بن کر مکریتوں کے اندر آگے بڑھتے رہے۔

مکریتوں کی حالت ان دونوں نے مل کر عبرت خیز کر دی تھی۔ ان کی خاک و خون میں لتھڑی بے گور و کفن لاشیں جگہ جگہ بکھری پڑی تھیں۔ مکریت زیادہ دیر تک عذاب کے ان ہیولوں اور تباہی کے اس منجدھار کو برداشت نہ کر سکے اور شمال کی طرف بھاگ نکلے۔

مکریتوں کے درہم برہم خیموں کے بیچوں بیچ گزرتے ہوئے تموجن اپنی بیوی بورتائی کو پکارتا جا رہا تھا کہ ایک طرف سے بورتائی بھاگتی ہوئی آئی اور تموجن کی ٹانگ سے لپٹ گئی۔ اپنے ہاتھ میں پکڑی مشعل کی روشنی میں تموجن نے دیکھا کہ بورتائی اپنی گود میں ایک خوبصورت بچے کو اٹھائے ہوئے تھی۔

بچے کو دیکھ کر تموجن دنگ سا رہ گیا۔

اس کے چہرے پر ملول اور پریشان سے جذبے بکھر گئے۔ اس موقع پر بورتائی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے غمگین سی آواز میں کہا:

"میں نہیں جانتی میرا یہ بچہ تم سے ہے یا اس سے جو مجھے یہاں اٹھا لایا تھا اور ایک بیوی کی طرح اس نے مجھے اپنے پاس رکھا۔ بہرحال یہ میرا بچہ ہے اور مجھے عزیز ہے۔"

اس موقع پر تموجن نے فراخدلی کا مظاہرہ کیا۔ اس کے چہرے سے ملول و پریشان جذبے بہاتے رہے اور بورتائی کا ہاتھ پیار سے اپنے ہاتھ میں لے کر اس نے کہا:

"بورتائی! تو میری بیوی ہے۔ یہ بچہ اگر تیرا ہے تو میرا بھی بیٹا ہے۔"

بورتائی خوش ہو گئی۔

تموجن نے سہارا دے کر دونوں ماں بیٹے کو اپنے پیچھے گھوڑے پر بٹھا لیا۔

پھر وہ چلا چلا کر منگولوں اور ترکوں سے کہنے لگا:

"مجھے جس کی تلاش تھی وہ مجھے مل گئی ہے۔ مجھے میری بورتائی مل گئی ہے۔"

منگول اس کے اردگرد جمع ہو کر خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ اتنے میں ایک طرف سے منطاش اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ تموجن نے اس کی طرف اشارہ کر کے بورتائی سے کہا:

"یہ منطاش ہے۔ میرا بڑا بھائی۔ آج اگر یہ نہ ہوتا تو میں تمہیں حاصل نہ کر سکتا۔"

اس کے ساتھ ہی تموجن نے بورتائی کو منطاش کے حالات تیزی اور اختصار کے ساتھ سنا ڈالے۔

بورتائی نے بڑی ممنونیت سے منطاش کی طرف دیکھا اور اس کا شکریہ ادا کیا۔

اس کے بعد انہوں نے مکریتوں کے بڑاؤ سے ہر کام کی چیز جانوروں پہ لادی اور وہاں سے کوچ کر گئے۔

تموجن کی یہ مہم نپٹانے کے بعد منطاش پھر اپنی بیوی اور بیٹی کی تلاش میں نکل گیا۔ اس کی غیر موجودگی میں بورتائی، منطاش کے بیٹے بیسوتائی کے ساتھ اپنے بیٹے جوجی جیسا ہی حسنِ سلوک روا رکھنے لگی۔ اس کے علاوہ تموجن بھی بیسوتائی کا بڑا خیال رکھتا تھا اور بولائی تو ہر وقت بیسوتائی کے ساتھ ہی رہتا تھا۔

○

کئی ماہ تک اپنی بیوی اور بیٹی کی تلاش ناکام کرنے کے بعد منطاش ایک روز جب منگولوں کے مسکن میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ منگول اپنے خیمے اور یورت اکھاڑ کر چھکڑوں میں لاد رہے تھے۔

وہ ایک جستجو اور پریشانی کی حالت میں جب اس جگہ آیا جہاں تموجن کا یورت ہوا کرتا تھا تو اس نے دیکھا کہ تموجن کا سامان بھی چھکڑے میں لادا جا چکا تھا اور وہاں بورتائی کے پاس اس کا بیٹا بیسوتائی کھڑا تھا اور بورتائی نے پیار سے اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔

ان کے قریب آ کر جب منطاش گھوڑے سے اترا تو بیسوتائی اپنا ہاتھ بورتائی سے چھڑا کر منطاش کی طرف بھاگا اور اس سے لپٹ گیا۔

منطاش ابھی بیسوتائی کو پیار ہی کر رہا تھا کہ بولائی، تموجن، قسبار اور بلکوتی آگے بڑھے اور اسے گلے لگا کر ملے۔

اتنی دیر میں ایک چھکڑے کی اوٹ سے تموچن نمودار ہوا۔ تیزی سے وہ آگے بڑھ منطاش کو گلے لگانے کے بعد اس نے کہا:

"منطاش! میرے بھائی!! تم عین وقت پر آئے ہو۔ ہم یہاں سے کوچ کر رہے ہیں۔ تمہاری غیر موجودگی میں دو اہم فیصلے میں نے کیے ہیں۔ ایک تو میں نے اپنے سارے بھائیوں کی شادیاں کرا دی ہیں اور دوسرے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ضرورت کے وقت ہم عارضی طور پر بہتر چراگاہوں کی تلاش میں نکلا کریں گے۔ گو یہ مسکن ہمارا دائمی ہے پر وقتی طور پر ہم اچھی چراگاہیں تلاش کر لیا کریں گے ان دنوں ہمارے اس علاقے میں گرمی کچھ زیادہ پڑی ہے لہذا گھاس زیادہ تر جھلس اور سوکھ کر رہ گئی ہے اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم شمالی جانب سرما کی چراگاہوں کی طرف سفر کریں گے تا کہ ہمارے جانوروں کو پیٹ بھر کر غذا ملے اور وہ توانا رہیں۔ اب میرے پاس تیرہ ہزار مسلح جنگجو ہو گئے ہیں اور میں بہتر طور پر منگولوں کی ہر صورت میں حفاظت کر سکتا ہوں۔"

منطاش نے مسکراتے ہوئے کہا:

"میں تمہارے ان خیالات کی مکمل طور پر تائید کرتا ہوں۔ بوقتِ ضرورت بہتر چراگاہوں کی تلاش میں ضرور نکلنا چاہیے۔"

تموجہ آگے بڑھا اور اس نے منطاش کے گھوڑے کو ایک چھکڑے کے ساتھ باندھ دیا۔

جب سارا سامان ایسے چھکڑوں کے اندر لاد دیا گیا جن کے اندر خیمے[1] نصب تھے تو عورتوں اور بچوں کو اور بوڑھوں کو بھی ان کے اندر بٹھا دیا گیا اور یوں منگول وہاں سے شمال کی طرف کوچ کر گئے۔

○

[1] ان چھکڑوں کو منگول کبت کہتے تھے۔

اپنے کھڑکھڑاتے چھکڑوں کے ساتھ منگول شمال کی طرف سفر کر رہے تھے کہ تموچن کے ایک جاسوس نے یہ خبر دی کہ تائیجوت قبیلے کا سردار ترغاتائی تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ منگولوں پر حملہ آور ہونے کے لیے آندھی اور طوفان کی طرح بڑھتا چلا آ رہا ہے۔

دراصل ترغاتائی اپنی تیاریاں مکمل کر چکا تھا اور وہ منگولوں پر حملہ آور ہونے کے لیے کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھا اور اس سے اچھا کوئی اور موقع اسے نہ مل سکتا تھا کہ جب منگول گرما سے سرما کی چراگاہوں کی طرف سفر کر رہے ہوں تو ترغاتائی ان پر حملہ آور ہو کر ان سے بدترین تقدیر جیسا سلوک کر کے ان پر اپنی برتری اور فوقیت ثابت کر دے۔

اس موقع پر تموچن نے منطاش کی طرف دیکھا اور کہا:

"اے میرے بھائی! یہ میری خوش بختی ہے کہ مصیبت کے اس موقع پر تم میرے ساتھ ہو۔ اب بتاؤ۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ترغاتائی تیس ہزار کا لشکرِ جرار لے کر آ رہا ہے جبکہ ہمارے پاس صرف تیرہ ہزار جنگجو ہیں۔ یہ جنگ ہمارے اور ترغاتائی کے درمیان یقیناً فیصلہ کن ہو گی۔"

اپنے گھوڑے پر سوار منطاش چند ثانیوں تک گردن جھکائے سوچتا رہا۔ اس کے پیچھے بیٹھا اس کا بیٹا یسوتائی اور اس کے اطراف میں کھڑے تموچن، ملکوتی، تموجہ، قسار اور بولاتی غور سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر منطاش نے کہا:

"اے تموچن! ہمارے سامنے اس وقت تین راستے ہیں۔ اول یہ کہ ہم اسوقت اس متوقع جنگ سے پہلو تہی کرتے ہوئے فرار ہو جائیں۔ ایسی صورت میں دشمن ہمارا تعاقب کرے گا اور ہمیں اپنی عورتوں، بچوں حتیٰ کہ اپنی ہر چیز سے ہاتھ دھونا پڑیں گے ___ دوئم یہ کہ ہم آگے بڑھ کر ترغاتائی کے لشکر کا مقابلہ کریں لیکن یہ صورت بھی ہمارے لیے قابل قبول نہیں کیونکہ اس حالت میں ترغاتائی ہمیں گھیر لے گا کیونکہ اس کے لشکر کی تعداد زیادہ ہے اور اس طرح وہ ہمیں گھیر کر کاٹ ڈالے گا۔ باقیوں کو منتشر کر کے رکھ دے گا ___ تیسری صورت یہ ہے کہ جہاں اس وقت ہم کھڑے ہیں اسی وادی کے اندر ہم تائیجوتوں سے ٹکرائیں اور

یہ تیسری صورت ہی ہمارے لیے بہتر اور سُود مند ہوگی اور اسی پہ عمل کر کے ہم تاہجوتوں کو شکست سے دوچار کر سکتے ہیں لیکن اس کے لیے ہمیں اپنی بہترین جنگی مہارت اور عسکری تجربے کا مظاہرہ کرنا ہوگا ورنہ تاہجوت اس وادی میں بھی ہمیں گھیر کر ختم کر دیں گے"۔

تموچن نے پُر امید نگاہوں سے منطاش کی طرف دیکھا اور کہا:

"میری خانہ بدوش زندگی کے اندر یہ پہلا نازک اور انتہائی ہولناک لمحہ آرہا ہے کہ میرے قبیلے کے نیست و نابود ہونے کا خدشہ اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ پر اے میرے عزیز بھائی! ان وادیوں کے اندر تو تاہجوتوں سے کس طرح سے نمٹنا چاہتا ہے؟"

منطاش نے تنبیہ کرنے کے انداز میں کہا:

"دیکھو تموچن! وقت کم ہے اور ہم نے بہت کچھ کرنا ہے۔ حملہ آوروں کی تعداد تیس ہزار ہے اور ہمارے پاس کل تیرہ ہزار جنگجو ــــــ دیکھو! ہم اس وادی کے اندر ہی دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ جہاں اس وقت ہم کھڑے ہیں ہم یہاں سے دائیں طرف ہٹ جائیں گے تاکہ وہ سامنے والا بلند کوہستانی سلسلہ جنگ کے دوران ہماری پشت پر رہے۔ اس کوہستانی سلسلے کو عبور کرنا مشکل ہے لہٰذا اپنی پشت کی طرف سے ہمیں کوئی خطرہ نہ ہوگا ــــــ اس طرح ہماری پشت تو محفوظ ہوگئی۔ اب اپنے لشکر کے دائیں اور بائیں پہلوؤں کی طرف آؤ جس قدر ہمارے پاس چھکڑے ہیں انہیں مستطیل شکل میں اپنے لشکر کے دائیں اور بائیں کھڑا کر دیا جائے گا۔ اپنا سارا سامان چھکڑوں سے بنی اس مستطیل کے اندر رکھ دیا جائے گا اور یہ سامان وہاں محفوظ رہے گا۔ سارے منگول بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو ان چھکڑوں کے اندر بٹھا دیا جائے گا اور ان کے پاس تیروں کے ڈھیر لگا دیے جائیں گے۔ جب تاہجوت ہم پہ حملہ آور ہوں گے تو ہماری پشت پہ بلند اور ناقابلِ عبور پہاڑ ہوگا اور جب وہ دائیں اور بائیں سے ہم پہ حملہ آور ہونے کی

کوشش کریں گے تو ہمارے بوڑھے، بچے اور عورتیں ان پہ تیروں کی بارش کر دیں گے۔ یہ لوگ اپنے چھکڑوں میں محفوظ ہوں گے کیونکہ دشمن کا کوئی تیر ان تک نہ پہنچے گا کہ یہ اپنے چھکڑوں کی آڑ میں ہوں گے جبکہ ان کے تیر دشمن کا جگر چھلنی کر کے رکھ دیں گے"۔

تموچن کے چہرے پر خوشی اور اطمینان کے جذبے بکھر گئے۔ اپنے گھوڑے کو اس نے آگے بڑھایا۔ پھر منطاش کی طرف جھک کر اس نے اس کی پیشانی چوم لی اور کہا "اے میرے بھائی: تاہجوتوں سے اس وادی کے اندر مقابلہ کرنے کا اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا"۔

منطاش نے مسکراتے ہوئے کہا:

"تموچن! میری بات ابھی جاری ہے۔ میں نے سلسلۂ کلام ختم نہیں کیا۔ یہ سارے انتظامات مکمل کرنے کے بعد میں پانچ ہزار منگولوں کو لے کر کوہستانوں کے اندر چھپ کر بیٹھ جاؤں گا اور جب جنگ اپنے زوروں پہ ہوگی اس وقت میں دشمن کی پشت سے اس پہ حملہ کر دوں گا۔ جس وقت میں حملہ آور ہوں تم اور تمہارے ساتھی خوشی میں زور زور سے چلّا کر کہنا کہ ہماری کمک آگئی ہے۔ اس کا تاہجوتوں پہ بُرا اثر ہوگا اور ہم لمحوں کے اندر ان کی ساری صفوں کی تنظیم بگاڑ کر رکھ دیں گے"۔

تموچن خوشی میں چلّا پڑا:

"میرے بھائی! تمہاری یہ تجویز بھی بے مثل ہے۔ اس طرح ہم تاہجوتوں کے پاؤں تلے سے زمین نکال کر رکھ دیں گے"۔

اس کے بعد دونوں حرکت میں آئے۔ اپنے لشکر کو وہ اس بلند کوہستانی سلسلے کے پاس لے گئے۔ وہاں لشکر کو ترتیب دینے کے بعد ان کے دائیں بائیں مستطیل شکل میں چھکڑے کھڑے کر دیے گئے۔ اور اس مستطیل کے اندر اپنا سارا سامان محفوظ کرنے کے بعد بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو چھکڑوں کے اندر گھات میں بٹھا دیا گیا اور ان کے پاس تیروں کے ڈھیر لگا دیے گئے۔ پھر منطاش پانچ ہزار منگولوں کو لے کر کوہستانوں کے اندر روپوش ہو گئے۔

تائیچوتوں کا سردار ترغاتائی جب اپنے تیس ہزار کے لشکر کو لے کر اس وادی میں داخل ہوا تو یہ انکشاف اس کے لیے باعثِ اطمینان تھا کہ اس کے مقابلے میں صرف آٹھ دس ہزار منگول تموچن کی کمانداری میں ہیں۔

حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اس نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا:

ایک حصے کو منگولوں کے دائیں پہلو پر؛

دوسرے حصے کو بائیں پہلو پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا؛

اور ——

تیسرے حصے کو وہ خود آگے لے کر آگے بڑھا تاکہ سامنے کی طرف سے منگولوں پر طوفانی حملہ کر کے انہیں اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دے۔

لیکن اس تین طرفہ حملہ کے نتائج ترغاتائی کی امیدوں اور ارادوں کے کہیں خلاف ثابت ہوئے۔

اس کے لشکر کے دو حصے جب تموچن کے لشکر کے دائیں، بائیں پہلو پر حملہ آور ہونے کو آگے بڑھے تو چھکڑوں کے اندر گھات میں بیٹھے منگول بوڑھوں، بچوں اور عورتوں نے ان پر ایسی تیز اور موسلادھار تیروں کی بارش کی کہ آگے بڑھتے تائیچوتوں کو انھوں نے زخم زخم کر کے رکھ دیا۔ اس تیز اور مسلسل تیر اندازی کے سامنے تائیچوتوں نے اپنے آپ کو یوں محسوس کیا جیسے یک وقت کئی طوفان اور آندھیاں اٹھ کھڑے ہوں اور انھوں نے تائیچوتوں کو ریت کے گھروندوں کی مانند اڑانا شروع کر دیا ہو۔

بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کی اس ہولناک تیر اندازی نے تائیچوتوں کے رگ و ریشہ میں خون سے تر خوف و دہشت بھر کر رکھ دی تھی۔

ترغاتائی نے جب دیکھا کہ دائیں بائیں سے بڑھنے والے اس کے لشکریوں کو منگولوں نے وقت کی بدترین شکستوں میں الجھا کر رکھ دیا ہے تو اس نے فوراً اپنے لشکر کے ان دونوں حصوں کو واپس بلا لیا —— اور اب وہ اپنے تیس ہزار کے متحدہ لشکر کے ساتھ منگولوں پر سامنے کی طرف سے حملہ آور ہوا۔

اب تائیچوتوں نے منگولوں پر اس ارادے اور جذبے سے زوردار حملے شروع کر دیے کہ منگولوں پر جلد قابو پا کر ان کا قصہ تمام کر دیں۔

جنگ جس وقت اپنے عروج اور شباب پر تھی اور منگول تیس ہزار تائیچوتوں کے سامنے اپنی بدترین حالت میں تھے کہ اچانک کوہستانوں کے اندر سے مشیتِ ایزدی اور قضائے الٰہی بن کر منطاش نمودار ہوا —— اور ترغاتائی کے لشکر پر پشت کی طرف سے اس نے حملہ کر دیا۔

اس موقع پر منگول لشکری زور زور سے پکارنے لگے:

"ہماری کمک آ گئی"۔

"ہماری کمک آ گئی"۔

منگولوں کے اس شور اور زوردار آوازوں سے یوں لگتا تھا جیسے زمین ہل جائے گی اور کہسار ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

منطاش نے تائیچوتوں پر پشت سے حملہ آور ہو کر ایک طوفان اور شکستگی و بربادی کھڑی کر دی تھی۔ وہ ماہی گیروں کے ترسول کی طرح تائیچوتوں کے اندر گھستا چلا گیا اور سیلابی ریلے کے شور کی طرح وہ لحظہ بہ لحظہ بے انت طوفان کی شکل اختیار کرتا جا رہا تھا۔ اپنے موت کی اترائی جیسے حملوں سے اس نے تائیچوتوں پر ماندگی و کسل، خرابی و ویرانی اور شکستگی و بربادی طاری کرنی شروع کر دی تھی۔

تموچن پر اب تائیچوتوں کا زور کم ہو گیا تھا لہٰذا اس نے بھی آگے بڑھتے ہوئے زوردار حملے شروع کر دیے۔

اس وادی کے اندر منطاش اور تموچن نے مل کر تائیچوتوں کی حالت اعمال نامۂ گناہ گار جیسی ہولناک کر کے رکھ دی تھی۔ تائیچوتوں کی جوش مارتی دیگ کو انھوں نے ٹھنڈا کر دیا تھا اور اب ان کے دل پر اجاڑ نظاروں کی ویرانی، غمِ دہر کی شکستگی اور دلخراش مناظر کی تباہ کاری ہونے لگی تھی۔

لحظہ بہ لحظہ تموچن اور منطاش ساحر و جذاب بن کر پھیلتے رہے اور ان کے سامنے تائیچوت حوصلوں کی کمی اور ہمت کے قحط کا شکار ہو کر اپنی جانیں بچانے کی خاطر ادھر ادھر سمٹتے رہے۔

اس حالت میں ایک طرح سے تائیجوتوں کا قتلِ عام شروع ہو گیا تھا۔ تائیجوت اب تیزی سے فنا پذیری کی طرف بڑھنے لگے تھے اور ان کی صفیں بند ہونے لگی تھیں۔

آخری کوشش کے طور پر ترغاتائی نے اپنے دائیں اور بائیں پہلو کی طرف کچھ تازہ دم سپاہی اپنے آگے اور پشت کی طرف بڑھائے۔ یہ لوگ لوہے کی وزنی کانٹے دار زرہیں اور آہنی منقش خود، جن پر گھوڑے کے بالوں کے طرّے لگے ہوئے تھے، آراستہ تھے۔ ان کے گھوڑے بھی ساز پوش تھے۔ ان کی گردنوں، سینوں اور ٹانگوں پر چمڑا منڈھا تھا اور یہ لشکری چھوٹی چھوٹی گول گول ڈھالیں اور نیزے لیے ہوئے تھے۔ ان نیزوں کی انی سے ذرا نیچے گھوڑے کے بالوں کے گچھے بندھے ہوئے تھے۔

ان کے مقابلے میں منطاش اور تموچن کے سپاہی دباغت کیا ہوا چمڑا پہنے تھے۔ وہ تلوار اور ڈھال کے علاوہ برچھیوں اور کمانوں سے بھی مسلح تھے۔ ترغاتائی کے یہ تازہ دم لشکری اپنے لشکر کے آگے اور پیچھے تموچن اور منطاش کی طرف بڑھے تو ان دونوں کے زور دار حملوں کا مقابلہ یہ تازہ دم لشکری بھی نہ کر سکے اور پسپا ہو کر لشکر کے درمیانی حصے کی طرف بھاگے۔ اب میدانِ جنگ کے اندر تائیجوتوں کی بے بسی پوری طرح واضح ہو گئی تھی لہٰذا دو طرفہ تیز حملوں سے منطاش اور تموچن نے ان کا قتلِ عام شروع کر دیا تھا۔ منگول اپنے نو یاک دموں والے جھنڈے بلند کرتے ہوئے تائیجوتوں کو تہ تیغ کرنے لگے۔ اس ہولناک جنگ میں تائیجوتوں کا صفایا کر دیا گیا۔

ان کا سردار ترغاتائی بھی مارا گیا۔

تائیجوتوں کے ستّر سردار اس ہولناک جنگ میں اسیر ہو کر جب تموچن کے سامنے آئے تو تموچن نے اسی وادی کے اندر ان سرداروں کو بڑی بڑی کڑاہیوں میں زندہ اُبلوا دیا۔

اس طرح تائیجوتوں پر مکمل فتح پانے کے بعد منگول پھر منطاش اور تموچن کی سرکردگی میں سرمائی چراگاہوں کی طرف بڑھنے لگے۔

وقت گزرتا رہا۔

منگولوں کے اندر رہتے رہتے منطاش اپنی بیوی اور بچی کو تلاش کرتا رہا لیکن اسے کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اس دوران منطاش کا بیٹا یسوتائی جوان ہو گیا اور جوان بھی وہ خوب ہوا تھا۔ اس کا بدن کوہستانوں جیسا مضبوط اور بازو فولادی تھے۔ اس کی طاقت بھوکی، زہریلی تاریکیوں، عذاب رتوں اور تموجِ اجل جیسی تھی۔ اس کی جوان عقابی نگاہوں میں بنجر حروف کو گویائی اور دکھ کی گرم ہواؤں کو ٹال دینے والی گرمی تھی۔

نے اسے تیغ زنی اور دیگر جنگی فنون کی تربیت دے کر آگ کا سمندر، اجالوں کا سرور، بصارتوں کا نکھار اور آتشِ صحرا بنا دیا تھا۔ مجموعی طور پر وقت کے ظالم دھاروں کے اندر یسوتائی بڑا ہو کر جوانی اور قوت کا سیلاب بن گیا تھا۔ دوسری طرف میولی کا بیٹا مقولی بھی یسوتائی جیسا جوان اور توانا ثابت ہوا تھا۔

جس جگہ کبھی منگولوں کے خیمے نصب ہوا کرتے تھے وہاں اب پتھروں سے بنائی گئی عمارتوں کا ایک شہر آباد ہو گیا تھا اور منگولوں نے اس شہر کا نام قراقورم رکھا تھا۔ قراقورم شہر میں دوسرے ممالک سے آنے والے سفیروں کا ایک محلہ تھا اور اس کے قریب پجاریوں کی ایک بستی تھی۔ شہر کے ایک کونے میں پتھروں سے بنائی گئی ایک مسجد تھی جس کے اندر قراقورم میں رہنے والے مسلمان اور جنوب کی طرف سے آنے والے عرب اور ترک مسلمان تاجر نماز پڑھتے تھے۔ اس مسجد کی بغل میں بدھ مت والوں کا مندر اور نسطوری عیسائیوں کے لکڑی کے چھوٹے چھوٹے بنے ہوئے گرجے تھے۔ ان گرجوں کا ایک فربہ اندام پادری تھا جس کا نام کاربینی تھا۔

تموچن نے آہستہ آہستہ اپنا حلقۂ حکومت وسیع کر لیا تھا۔ اس کے سسر منلیک کا وحشی قبیلہ بھی اس کے ساتھ آملا تھا جس سے اس کی قوت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اب منلیک اپنے سات بیٹوں کے ساتھ قراقورم شہر ہی میں رہنے لگا تھا۔ شمال کے ... قبیلے کو تموچن نے پہلے ہی زیر کر لیا تھا اور اب اس نے اپنے اطراف کے اور بہت سے قبائل پر بھی حملہ کر کے ان پہ فتح حاصل کر لی تھی اور انہیں اپنی حکومت میں شامل کر لیا تھا۔ ان میں زیادہ مشہور قبائل نائیان، الغوران، اور ایوس تھے۔

الوس قبیلے سے تموچن کے ہاتھ ایک ایسا جوان لگا جو انتہا کا بہادر اور عمدہ تیغ زن تھا۔ اس کا نام سوبدائی تھا۔

تموچن نے سوبدائی کو اپنے لشکر کے ایک حصے کا سالار بنا دیا اور اس پہ اعتبار کرنے لگا۔ میولی کے بیٹے مقولی کو بھی لشکر کے ایک حصے کا سالار بنا دیا گیا تھا اس لیے کہ وہ بھی بڑا سرگرم اور شجاع جوان تھا۔ ہاں یسوتائی کو ابھی تک کوئی عہدہ نہ دیا گیا تھا اور وہ ابھی تک تموچن کے ساتھ ہی رہتا تھا اور تموچن اسے اپنے بیٹوں سے بڑھ کر پیار کرتا تھا۔

تموچن ایک روز اپنے مہمان خانے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ بولائی، جو اب عمر رسیدہ ہو چکا تھا، اندر داخل ہوا۔

وہ تموچن کے سامنے بیٹھ گیا اور اسے مخاطب کر کے کہا:

"سردار! آج میں تم سے ایک شکوہ کرنے آیا ہوں"۔

تموچن نے کہا:

"اگر تمہیں میری ذات سے کوئی تکلیف پہنچی ہے تو ضرور کہو"۔

بولائی نے کہا:

"میں دیکھتا ہوں تم نے غیروں کو اپنا سالار بنا دیا لیکن یسوتائی کے لیے کچھ نہ کیا۔ مقولی کو تم نے سالار بنا دیا۔ ایک غیر قبیلے الوس کے فرد سوبدائی کو اپنا جرنیل بنا دیا لیکن یسوتائی کے متعلق تم نے کچھ نہ سوچا۔ کیا وہ جنگی تدبر، طاقت اور جنگی فنون میں کسی سے کم ہے؟"

تموچن چند ثانیوں تک بولائی کو مسکرا کر دیکھتا رہا پھر بولا:

"اے بولائی! تم نے یسوتائی کا کس قدر غلط اور گمراہ کن اندازہ لگایا ہے۔ سنو بولائی! یسوتائی سے زیادہ کوئی جری اور طاقتور نہیں ہے جیسی انوکھی خوبیاں اس میں ہیں[1]

---

[1] یسوتائی سے متعلق چنگیز خاں کے یہ الفاظ ہیرلڈ لیم نے اپنی کتاب "چنگیز خاں" میں بھی نقل کیے ہیں۔

اور کسی میں نہیں۔ گزشتہ مہموں کے اندر میں نے اندازہ لگایا ہے کہ لمبی لمبی مسافتوں کو طے کرنے کے بعد جب سارے لشکری تھک کر چور ہو جاتے ہیں، یسوتائی پر تھکان کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور نہ وہ بھوک اور پیاس محسوس کرتا ہے۔ اس کی انہی خوبیوں کی بنا پر میں نے اسے اپنے محافظ دستوں کا سالار مقرر کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ وہ جنگ کے دوران لشکر کے ان حصوں کی مدد کیا کرے گا جو لشکر کا کمزور پہلو ثابت ہوں گے۔ اب بولو تم میرے فیصلے سے مطمئن ہو بولائی؟"

بولائی نے مطمئن انداز میں کہا:

"ہاں سردار! اب میں یسوتائی کی طرف سے مطمئن ہوں اور تمہارا شکر گزار ہوں کہ..."

بولائی خاموش ہو گیا کیونکہ مہمان خانے میں میولی اور اس کے پیچھے پیچھے تموچن کے چاروں بیٹے جوچی، چغتائی، اوغدائی اور تولائی داخل ہوئے تھے۔ ان سب کے لباس اور وضع قطع سے صاف ظاہر تھا کہ وہ گھڑ سواری کر کے لوٹ رہے ہیں۔ تموچن کے چاروں بیٹے اس کے پہلو میں بیٹھ گئے جبکہ میولی نے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا:

"اے سردار! میں آپ کے پاس ایک ایسی خواہش لے کر آیا ہوں جس کے متعلق میرا خیال ہے کہ اس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے"۔

تموچن نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا:

"کہو میولی! تمہاری کون سی ایسی خواہش ہے جو تم میرے پاس لے کر آئے ہو اور جس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے؟"

میولی نے کہا:

"اے سردار! میں چاہتا ہوں جس طرح میرا اور منطاش کا مقابلہ ہوا تھا۔ ایسے ہی اب میرے بیٹے مقولی اور منطاش کے بیٹے یسوتائی کے درمیان مقابلہ ہونا چاہیے تاکہ فیصلہ ہو کہ ان دونوں میں کون طاقتور ہے اور جنگی فنون میں ارفع ہے"۔

تموچن چند ثانیوں تک خاموش سا بیٹھا رہا۔ اس کے چہرے پر خفگی اور ناپسندیدگی کے بل سے پڑ گئے تھے۔ پھر اس نے تنبیہ آمیز لہجے میں میولی سے کہا:

"اے میولی! ان دونوں کے بارے میں آئندہ سوچتے ہوئے بھی محتاط رہنا۔ یسونائی اور مقولی دونوں ایسے جوان ہیں جو پہاڑوں کو پیس دیں اور طوفانوں کو کاٹ ڈالیں۔ وہ دونوں جوانی و قوت کا سیلاب، وقت کا ظالم دھارا اور طاقت کا تیز الاؤ ہیں۔ وہ دونوں میرا اجالا وحوالہ ہی نہیں بلکہ سرد آہوں اور گرم اشکوں کے مقابلے میں میرے لیے اَن دیکھی پُرسکون صبحوں کا پیغام ہیں۔ وہ دونوں دوساگر ہیں۔ انہیں اپنی آزادی سے اپنی اپنی سمت بہنے دو۔ میں نہیں چاہتا ان دونوں میں سے کوئی ایک میری نگاہوں سے دوسرے کی نسبت گر جائے۔ جب ان دونوں کا مقابلہ ہو گا تو جو ہارے گا وہ میری نگاہوں سے گر جائے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی میری نگاہوں سے گرے۔ خواہ وہ یسونائی ہو یا مقولی۔ میں دونوں کو ستارہ ساز جوان، سرفروش سربلند، موجوں کا تلاطم، نور کی برسات دیکھنا چاہتا ہوں۔ وہ دونوں میری سانسوں کی مناجات اور میرا تقدس و حرمت ہیں۔ آئندہ کبھی بھی ان دونوں کے درمیان مقابلے کی بات نہ کرنا"۔

میولی نے منت کرنے کے انداز میں کہا:

"میں اپنے بیٹے مقولی کی قوت کے باعث اپنی ذات کا وہ داغ دھونا چاہتا ہوں جو منطاش نے مجھے ہرا کر میرے دل پہ لگایا تھا۔ اے سردار! میں سمجھتا ہوں کہ یسونائی میرے بیٹے مقولی سے ڈرتا ہے۔ وہ مقولی سے مقابلہ کرنے پر خوفزدہ ہے اور اس کا سامنا کرتے ہوئے ہچکچاتا ہے"۔

تموجن نے کہا:

"اے میولی! میں نہیں جانتا ایسا کیوں ہے؟ لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ شیر بھینسوں کے گروہ پر حملہ آور ہوتے ہوئے ہچکچاتا ضرور ہے لیکن جب وہ ایسا کرنے کا مصمم ارادہ کر لیتا ہے تو ہر ہچکچاہٹ کو اتار پھینکتا ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ کہیں یسونائی بھی اس بات کو سچ ثابت نہ کر دے اور پھر کیا یہ کم ہے کہ میں نے مقولی کو اپنے لشکر کے جون غار (لشکر کا دایاں حصہ) کا سالار بنا دیا ہے۔ سوبدائی کو بارون غار (لشکر کا

بایاں حصہ) کا سالار اور یسونائی کو میں نے اپنے ساتھ قل (قلب لشکر) میں اپنے ساتھ رکھا ہے۔ وہ ایک طرح سے میرے محافظ دستوں کا سالار ہونے کے علاوہ قل کا نائب سالار ہوا کرے گا۔ میں کبھی اگر اپنے لشکر میں نہ ہوا تو میری غیر موجودگی میں یسونائی ہی امیرِ لشکر ہوا کرے گا اور تمہارا بیٹا مقولی اور سوبدائی اس کے ماتحت کام کیا کریں گے"۔

"میولی! کیا تم نہیں چاہتے کہ یہ راز راز ہی رہے کہ یسونائی اور مقولی میں سے کون طاقتور ہے۔ اگر یسونائی نے مقولی کو زیر کر لیا تو تمہیں کس قدر مایوسی ہو گی ——— اور سنو! تمہیں خبر ہو گی کہ میں یسونائی سے کیسی شفقت اور محبت رکھتا ہوں لیکن شاید تمہیں یہ سن کر اور حیرت ہو کہ میرا چھوٹا بھائی تموجو مجھ سے بھی زیادہ یسونائی سے محبت رکھتا ہے۔ اس نے اسے اپنا بیٹا بنا رکھا ہے اور منطاش کی غیر موجودگی میں ایک باپ ہی کی طرح وہ اس کا خیال رکھتا ہے۔ یسونائی اور مقولی کے مقابلے کا ذکر کہیں اس سے نہ کر دینا ورنہ وہ بھڑک اٹھے گا اور یہ مقابلہ کرا کے رہے گا کیونکہ وہ یسونائی کے خلاف کوئی بات سننا پسند نہیں کرتا ———"

تموجن کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

کیونکہ ایک منگول بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا اور اس نے تموجن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے سردار! آپ کے بھائی منطاش کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ اس کی لاش باہر پڑی ہے۔ آپ کا بھائی تموجو اور یسونائی لاش کے پاس ہیں"۔

بولائی بدحواس ہو کر فوراً اٹھا اور باہر کو بھاگا۔ میولی بھی اٹھ کر باہر نکل گیا۔ تموجن نے آنے والے منگول کو غصے اور غضب کی حالت میں دیکھتے ہوئے کہا:

"یہ تم کیا بک رہے ہو؟"

آنے والے منگول جوان نے کہا:

"میں ٹھیک کہتا ہوں سردار! منطاش زخمی حالت میں یہاں پہنچا تھا اور یہاں آتے

آتے ہی اس نے دم توڑ دیا۔ مجھ پہ اعتبار کرو سردار ورنہ خود باہر نکل کر دیکھ لیں۔ اس کی لاش اس مکان سے باہر پڑی ہے جس میں یسوتائی اور بولائی رہتے ہیں۔"

تموچن نے دکھ سے کہا:

"آہ منطاش! تو اپنی بیوی اور بیٹی کی تلاش میں گیا ہوا تھا۔ اسے کس نے قتل کر دیا۔ ہائے حیف! اب تو اس کی بیٹی بھی خوب بڑی ہو گئی ہوگی۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ منطاش نے ابھی تک اپنی بچی کا نام بھی نہ رکھا تھا کہ وہ اس سے بچھڑ گئی۔"

پھر تموچن تقریباً بھاگتا ہوا مہمان خانے سے باہر نکل گیا۔

تموچن جب اس جگہ پہنچا جہاں یسوتائی کے مکان کے پاس منطاش کی لاش پڑی تھی اس نے دیکھا لاش کے ارد گرد یسوتائی، بولائی، تموجو، ملکوتی، قسار اور میولی اور اس کا بیٹا اور دوسرے بہت سے لوگ جمع تھے۔

یسوتائی لاش کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس بچارے کے ہونٹ خاموش تھے لیکن اس کی سنسان رہٹ کی طرح پانی پانی ہو کر بھیگی ہوئی تھیں۔

تموچن، تموجو کے پاس آیا اور ہاتھ کے اشارے سے اس نے پوچھا:

"یہ سب کیسے ہوا؟"

تموجو نے جواب دیا:

"تھوڑی دیر ہوئی منطاش اپنے گھوڑے پر سوار یہاں آیا۔ یہ بری طرح سے زخمی تھا۔ اپنے گھر کے پاس آ کر یہ اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ میں اور یسوتائی نے اسے سنبھالا لیکن اس نے ہمارے ہاتھوں میں ہی جان دے دی۔ تموچن! میرے بھائی! منطاش پر کسی نے حملہ کر کے اسے بری طرح زخمی کر دیا تھا۔ میں حیران اور سراسیمہ ہوں کہ وہ اس قدر زخمی حالت میں یہاں پہنچنے میں کیسے کامیاب ہو گیا۔ مرنے سے صرف چند لمحے پہلے یسوتائی کی گود میں اس نے کچھ پراسرار الفاظ کہے تھے۔ یسوتائی کہہ رہا تھا وہ ان الفاظ کے سہارے نہ صرف اپنے باپ کے قاتلوں کو بلکہ ان لوگوں کو بھی تلاش کرے گا جو اس کی ماں اور بہن کو اٹھا کر لے گئے تھے۔"

تموچن نے بے تابی کے عالم میں کہا:

"مرنے سے پہلے منطاش نے کیا کہا تھا؟"

تموجو نے فکر گیر آواز میں کہا:

"مرنے سے پہلے اس نے بے جوڑ سے تین جملے کہے تھے۔ اس نے پہلا جملہ جو کہا تھا وہ یہ تھا "دریائے کیرولان، دریائے اونان اور دریائے امور کا سنگم" —— اس کا دوسرا جملہ تھا "کوہستانِ خنجان" —— اور تیسرا جملہ تھا "کٹا ہوا پاؤں"۔ اس کے بعد اس نے صرف حرف "س" ادا کیا تھا کہ وہ ختم ہو گیا۔"

تموچن سر جھکائے کچھ دیر سوچتا رہا پھر وہ منطاش کی لاش کی طرف بڑھا۔

اس موقع پر وہ یسوتائی سے کچھ کہنا چاہتا تھا پر رک گیا کیونکہ یسوتائی مرے ہوئے منطاش کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا:

"اے میرے باپ! جس کی کھوج میں تو نے ایک مسافر کی طرح اپنا آپ گنوا دیا اب میں ان کے پیچھے نکلوں گا اور اپنی کھوئی ہوئی انا کو تلاش کروں گا۔ میں رات کی کوکھ سے صبح کی ننھی کرن نکالوں گا۔ میں ان لوگوں کے لیے اندھے ظلم کی آگ، موت کے ان دیکھے لمحوں کا پیغام، ہجر کی اندھی رات اور دکھ کا ایک کھولتا ہوا گرم طوفان بن جاؤں گا۔"

یسوتائی ذرا رک گیا، ایسے انداز میں گویا اس کی روح میں ننھے آبی کنکر پھنس گئے ہوں۔ پھر وہ دوبارہ پتھروں میں گھاؤ بنانے والی پانی کی آواز جیسے انداز میں دوبارہ کہنے لگا:

"اے میرے باپ! میں ان لوگوں کے لیے پاگل موسم، وحشی عمر، طویل گرما کی دوپہر اور عذاب کا ایک الاؤ بن کر ان کی روحوں کو بگولوں جیسا بے کل اور ان کی ذات کو سراب جیسا بے جسم بنا کر ان کے ہر اعتماد کی زنجیر کو کاٹ کر رکھ دوں گا۔ کاش! تو زندہ ہوتا میرے ان الفاظ کو سن سکتا اور میرے کاموں کو دیکھ سکتا۔"

"اے میرے باپ! تو میری بصارتوں کا سرور، میری لطافتوں کی دھنک تھا۔ تیرے بعد میرے لیے سندر روپوں، سہاگن بیلوں، پیلی کلیوں اور کندن ثمرات میں کوئی دلچسپی

نہ رہے گی۔ آہ میرے باپ!! اب جبکہ تو موت کی ابدی نیند سو چکا ہے کن حروف کی نذر پیش کروں۔ کاش! تیرے سائے کی ٹھنڈک مجھ سے جدا نہ ہو تیرے بعد دل کی صداؤں کی بازگشت ہیں، اڑتی اڑتی خواہشوں میں کوئی جستجو اور کشش نہ رہے گی۔ تیرے بعد اس شہر کی پہنائیں میرے لیے ویران و ویران اور یہ گھر بیٹھتے ہوئے محلوں کی طرح سونے کھنڈر دکھائی دیں گے۔ آہ میرے باپ یہ بے وقت جدائی میری معصوم تمناؤں کے گھروندے مسمار کر دے گی اور میرے پرانے زخموں کو بری طرح کرید کر رکھ دے گی۔ اے میرے باپ! کچھ بھی ہو میں تیرے دشمنوں کے خونِ دل میں قلم ڈبو کر اپنے روشن مستقبل کی تحریریں رقم کروں گا۔ پر ہائے! حیف!! اس وقت اے میرے باپ! تو میرے ان کارناموں کو دیکھنے والا نہ ہو گا۔"

یسونائی خاموش ہو گیا۔

پھر دکھ اور غم میں اس کی گردن اپنے باپ کی لاش پہ جھک گئی تھی۔

تموچن آگے بڑھا اور یسونائی کو بازو سے پکڑ کر اوپر اٹھایا۔ پھر وہ اسے اپنے ساتھ لپٹا کر تسلی دینے لگا۔ پھر منطاش کو کوہستان برفان کالدون[1] پر دفن کر دیا گیا۔ یسونائی اور بولائی دیر تک وہاں قبر پر بیٹھ کر دعا مانگتے رہے پھر ان دونوں نے مل کر بنفشے اور جنگلی قسم کے ڈھیروں پھول جمع کیے اور سارے پھول منطاش کی قبر پر ڈال کر اپنے گھر کو لوٹ گئے۔

○

تموچن کے سسر منلیک کا بیٹا تب تنگری جو پراسرار علوم کا ماہر تھا اور جو روحوں کو اپنے قبضے میں رکھنے کا دعویدار تھا، بنیادی طور پہ ایک فتنہ پرور اور شرارتی انسان تھا۔ اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ

[1] اسی پہاڑ پہ چنگیز خان کو بھی دفن کیا گیا تھا۔

تموچن کی نگاہوں میں اس کے بھائیوں کو گرا دے گا اور خود تموچن کے ہاتھوں ہی ان کا خاتمہ کرا کے اپنے لیے اس قدر اہمیت حاصل کر لے گا کہ تموچن کے بعد وہ خود منگولوں کا حکمران بن جائے گا۔ اس کے ان ارادوں میں اس کے بھائی اور باپ بھی شامل تھے۔

تب تنگری ایک دیو قامت انسان تھا اور اس کے متعلق خیال کیا جاتا تھا کہ طاقت میں کوئی اس سے بڑھ کر نہیں ہے۔

اب تب تنگری نے اپنے ارادوں کو خطرناک حد تک آگے بڑھانے کا فیصلہ کر لیا تھا حالانکہ اس کی بہن اور تموچن کی بیوی بورتائی، تب تنگری اور اس کی سوچوں کے خلاف تھی۔ وہ تب تنگری کے سامنے بول نہیں سکتی تھی اس لیے کہ وہ اس سے ڈرتی تھی۔

ایک روز تب تنگری نے تموچن کے بھائی قسار کو پکڑ لیا اور اسے گھونسوں اور لاٹھیوں سے بری طرح مارا۔ پھر جب قسار نے تب تنگری کے اس رویے کی تموچن سے شکایت کی تو تموچن نے کہا "اے قسار! تم تو دعویٰ کرتے ہو کہ طاقت اور ہوشیاری میں کوئی تمہارے برابر نہیں پھر تم نے اس [illegible] سے کیسے مار کھا لی؟"

اس پہ قسار کو غصہ آ گیا اور وہ تموچن سے دور شہر قراقرم کے ایک دوسرے محلے میں جا کر رہنے لگا۔

اس پر تب تنگری کو قسار کے خلاف ایک بڑا قدم اٹھانے کا موقع مل گیا۔ وہ تموچن کے پاس گیا اور اس سے کہا:

"اے تموچن! میری روح نے دوسرے عالم میں یہ الفاظ سنے ہیں اور یہ حقیقت مجھے خود آسمان نے بتائی ہے کہ تموچن اپنے لوگوں پر کچھ دن حکومت کرے گا لیکن پھر قسار حکومت کرے گا۔ اگر تو قسار کا خاتمہ نہ کرے گا تو تیری حکومت زیادہ دن نہ چلے گی۔"

تب تنگری کی یہ باتیں تموچن پر اثر کر گئیں لہٰذا وہ جنگجوؤں کے ایک دستے کے ساتھ روانہ ہوا تاکہ قسار کو گرفتار کر کے سزا دے۔

اس بات کی اطلاع تموچن کی ماں اولون کو بھی ہو گئی لہٰذا وہ بھی اس طرف بھاگی جہاں قسـ
رہا تھا۔

جب وہ اس گھر میں داخل ہوئی تو تموچن کے سپاہیوں نے اس کے مکان کو گھیر رکھا تھا اور اندر تموچن کمرے کے وسط میں کھڑا تھا اور اس کے سامنے قسار دوزانو پڑا تھا۔

تموچن نے اس سے اس کی ٹوپی اور پیٹی چھین لی تھی اور اسے زنجیروں میں جکڑ لیا اور قسار پر اس وقت موت کے رنگ غالب تھے۔ اولون بھی ارادے کی بڑی پکی عورت تھی۔ باپ آگے بڑھ کر قسار کی زنجیریں کھول دیں۔ پھر وہ بپھرے ہوئے انداز میں تموچن کی اور پھر ... طرف ... اپنا سینہ کھول کر اس نے گرجدار غصیلی آواز میں کہا:

"تموچن! تم دونوں بھائیوں نے ان چھاتیوں کا دودھ پیا ہے ... تموچن! ... ہوں گے لیکن یہ خوبی صرف قسار ہی کو عطا ہوئی ... تیرے پاس بہت سے ہنر ہوں گے ... ہے کہ وہ اس کمال اور طاقت سے تیر چلاتا ہے کہ خطا نہ ہونے پائے۔ جب بھی ... انہوں نے تیرے خلاف بغاوت کی اسی قسار نے انہیں اپنے تیروں سے مار گرایا ... اور آج تو اپنے اسی بھائی کو گرا دینا چاہتا ہے جس کی قربانیاں تیرے لیے ان گنت ہیں"۔

تموچن اپنی جگہ پر کھڑا خاموشی سے اپنی ماں کی باتیں سنتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی ماں کا غصہ کچھ کم ہو گیا ہے تو اس نے معذرت آمیز انداز میں اپنی ماں سے کہا:

"جس وقت میں یہ حرکت کرنے اس طرف آیا تھا اس وقت میں تب تنگری کی باتوں سے خوفزدہ تھا لیکن جو کچھ میں نے کیا ہے اس پر اب میں شرمندہ ہوں"۔

یہ بات آئی گئی ہو گئی۔

لیکن تب تنگری گھر گھر اور خیمہ خیمہ نفاق پھیلاتا رہا، اور تموچن کے بھائیوں کے خلا لوگوں کے ذہنوں میں زہر گھولتا رہا۔ وہ دعویٰ کرتا تھا کہ فوق الفطری الہام ہی اس کی ان سا سازشوں کا ماخذ ہے۔ اس طرح اس نے اپنے ساتھیوں کی ایک اچھی خاصی بڑی جماعت تیار کر لی تھی اور اب وہ تموچن کے پہلو میں بھی کانٹا بن کر کھٹکنے لگا تھا۔

ایک روز جب تموچن کے چھوٹے بھائی تموجہ نے تب تنگری کو الباز ہر پھیلانے سے منع کیا تو تب تنگری نے تموجہ کو پکڑ کر خوب مارا اور اسے اپنے سامنے دوزانو جھکنے پر مجبور کر دیا۔

تب تنگری سے پٹنے کے دوسرے روز تموجہ اپنے کمرے میں اکیلا بیٹھا سوچوں میں گم تھا کہ بولائی بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا اور تموجہ سے پوچھا:

"اے تموجہ! کیا یہاں یسوتائی تو نہیں آیا؟"

تموجہ فکرمند ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور پریشانی سے بولا:

"کیوں۔ کیا ہوا یسوتائی کو۔ میری طرف تو نہیں آیا وہ"۔

بولائی نے کہا:

"کسی نے یسوتائی کو بتایا تھا کہ کل تب تنگری نے تمہیں مارا تھا۔ یہ انکشاف سن کر وہ بھڑک اٹھا اور گھر سے یہ کہہ کر نکلا کہ جب تک میں تب تنگری سے تموجہ کا انتقام نہ لے لوں گا اس وقت تک کچھ کھاؤں پیوں گا نہیں۔ میں نے اسے سمجھایا کہ تب تنگری اکیلا نہیں اس کے چھ بھائی بھی ہیں تو اس نے کہا کہ اگر انھوں نے میرے رستے کی دیوار بننے کی کوشش کی تو میں ان سب کی گردنیں کاٹ دوں گا۔ میں سمجھا وہ پہلے تمہاری طرف آیا ہو گا لیکن ایسا لگتا ہے وہ سیدھا تب تنگری کی طرف چلا گیا ہے"۔

تموجہ بدحواس سا ہو کر اٹھا اور بولائی سے کہا:

"یسوتائی نے یہ کیا حماقت کی۔ میں جانتا ہوں وہ میرا احترام کرتا اور مجھ سے ہمدردی رکھتا ہے پر اس معاملے میں اسے میرے ساتھ پہلے مشورہ کرنا چاہیے تھا"۔

پھر تموجہ باہر کو بھاگا۔ بولائی اس کے ساتھ تھا۔

تموجہ اور بولائی ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ سامنے کی طرف سے انہیں تموچن اور یسوتائی آتے دکھائی دیے۔

جب وہ قریب آئے تو تموجہ نے پیار سے یسوتائی کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے

ہوئے کہا:

"یہ تم نے کیا احمق بن کیا بیٹے! کہ تم اکیلے میرا انتقام لینے تب تنگری کی طرف چلے گئے۔ کیا تم نے تب تنگری کو۔۔۔۔۔"

تموجن نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا:

"اس واقعہ کی اطلاع مجھے بھی ہوئی تھی لہٰذا میں نے لیسوتائی کو راستے ہی میں روک لیا اور اسے اس طرف لے آیا۔"

پھر وہ ذرا رک کر بولا:

"سنو تموجو! میں تمہارا بھائی ہوں۔ یہ نہ سوچنا کہ تب تنگری نے جو سلوک تمہارے اور قسار کے ساتھ کیا ہے میں اس سے بے خبر ہوں۔ دیکھو! میری صورتحال بڑی نازک ہے۔ اگر میں کھل کر تب تنگری کے سامنے آ گیا تو اس کا باپ کھل کر میرے سامنے آ جائے گا اور بغاوت کر دے گا۔ گو میں اس بغاوت کو دبا سکتا ہوں لیکن اس طرح ہمارے لیے مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے۔ دیکھو! تھوڑی دیر تک منلیک اپنے بیٹوں کے ساتھ میرے مہمان خانے میں آئے گا۔ تم بھی وہاں آ جانا اور اسے اپنا کل کا بدلہ لینے کے لیے للکارنا۔ اس موقع پر بظاہر میں غیر جانبدار رہتے ہوئے زور سے چلاؤں گا کہ جس نے کشتی لڑنی ہو یا دنگا فساد کرنا ہو وہ باہر جا کر کرے۔ تب تم تب تنگری کو پکڑ کر باہر لے جانا لیکن پہلے کسی کو باہر کھڑا کر لینا جو اس کا کام تمام کر دے کیونکہ اسے تموجو! تم اکیلے تب تنگری کو زیر نہیں کر سکتے اور ہر کوئی اس سے ٹکر لینے کی جرأت بھی نہیں کرتا کیونکہ تب تنگری ساحر ہے۔ مستقبل کا حال جاننے والا ہے لہٰذا لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔"

تموجن کہتا رہا۔

"تموجو! میرے بھائی!! اب تو نوبت یہاں تک آ چکی ہے کہ میری بیوی بورتائی بھی اپنے باپ اور بھائیوں سے تنگ ہے۔ اسے یقین ہے کہ اس کا باپ اور بھائی مستقبل میں ضرور ہمارے خلاف بغاوت کریں گے لہٰذا اب وہ خود چاہتی ہے کہ

کسی طرح اس کے باپ اور بھائیوں کا خاتمہ کر دیا جائے ـــــ ہاں تو میں کہہ رہا تھا تم میرے مہمان خانے سے باہر کسی کو کھڑا کرو گے جو تب تنگری پر قابو پا لے اس مقصد کے لیے کم از کم دو جوان مقرر کرنا۔"

لیسوتائی نے کہا:

"کسی کو مقرر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود وہاں موجود رہوں گا ـــــ اکیلا ـــــ اور پھر دیکھوں گا کیسے تب تنگری زیر نہیں ہوتا۔"

تموجن نے کہا:

"ہاں اگر لیسوتائی خود آئے تو یقیناً یہ اکیلا ہی کافی ہوگا اور تب تنگری کو ضرور مغلوب کر لے گا۔ دیکھو! میں اب جاتا ہوں اور تھوڑی دیر تک تم بھی وہاں پہنچو تاکہ آج شام کا اندھیرا پھیلنے سے پہلے پہلے تب تنگری کا صفایا کر دیا جائے۔"

یہ کہہ کر تموجن وہاں سے چلا گیا۔

○

تموجن اپنے مہمان خانے میں اکیلا بیٹھا آگ تاپ رہا تھا کہ منلیک اپنے ساتوں بیٹوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔

تموجن نے ان سب کا بڑے اچھے انداز میں استقبال کیا اور وہ سب تموجن کے سیدھے ہاتھ کی طرف بیٹھ گئے۔ اتنے میں تموجو اندر آیا۔ وہ سیدھا تب تنگری کے پاس آیا اور اسے شانوں سے پکڑتے ہوئے بولا:

"کل تو نے مجھے اپنے سامنے دوزانو ہونے پر مجبور کیا تھا۔ وہ بے عزتی میں نے مصلحتِ وقت کے تحت برداشت کر لی تھی لیکن آج میں تجھ سے اس کا انتقام لوں گا۔"

تب تنگری فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور تموجو کے خلاف حرکت میں آنے کے لیے اس کے سارے بھائی بھی کھڑے ہو گئے۔

اس موقع پر تموجن اپنی جگہ سے اٹھا اور پُر زور دھاڑتی آواز میں اس نے کہا:

"جس نے بھی دنگا فساد کرنا ہو اور کشتی لڑنی ہو وہ مہمان خانے سے باہر جا کر ایسا کرے۔"

اس پر تب تنگری اور تموجہ دونوں باہر نکل گئے۔

تب تنگری کے بھائیوں نے بھی باہر جانا چاہا لیکن تموچن نے پھر غصیلی آواز میں کہا:

"یہ معاملہ صرف تموجہ اور تب تنگری کا ہے۔ ان دونوں کو آپس میں نمٹ لینے دو۔ تم یہیں بیٹھے رہو!"

تب تنگری کے بھائی اور باپ خاموشی کے ساتھ دوبارہ وہاں بیٹھ گئے۔

تب تنگری جونہی مہمان خانے سے باہر نکلا وہاں کھڑے بیسوتائی نے اسے پکڑ لیا۔ تب تنگری نے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کی لیکن بیسوتائی کے مقابلے میں اس کی ہر کوشش ناکام رہی۔ بیسوتائی نے اسے بڑی آسانی کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھوں پر اوپر اٹھا لیا اور پھر اسے خوب قوت سے مہمان خانے سے باہر کھڑے ایک چھکڑے کے پاس پٹخ دیا۔

بیسوتائی کے اس عمل سے تب تنگری کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ مر گیا۔

پھر بیسوتائی مہمان خانے کی اوٹ میں چلا گیا۔ جہاں تموچن کے بھائی ملکوتی، قسار، ان کی ماں اولون اور چند مسلح جوان پہلے سے کھڑے تھے۔ شاید یہ سارا کام اولون نے اس احتیاط کے تحت کیا تھا کہ اگر منلیک اور اس کے بیٹے بغاوت پر اتر یں تو ان سے نمٹا جا سکے۔

جب تب تنگری مر گیا تو تموجہ مہمان خانے کے دروازے پر آیا اور اپنے بھائی تموچن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے میرے بھائی! کل تب تنگری نے مجھے زبردستی اپنے سامنے دو زانو کیا تھا۔ اب جبکہ میں اس سے طاقت آزمائی کرنا چاہتا ہوں تو وہ اٹھتا ہی نہیں۔ چھکڑے کے پہیے کے پاس لیٹ گیا ہے اور مقابلے کے لیے کھڑا ہی نہیں ہوتا۔"

منلیک اور اس کے بیٹے فکرمند ہو کر مہمان خانے کے دروازے پر آ کھڑے ہوئے۔ وہ آگے بڑھا۔ چھکڑے کے پاس پڑے ہوئے تب تنگری کا جائزہ

لیا۔ سر جھکاتے ہوئے وہ مڑا اور اپنے بیٹوں کے پاس آ کر اس نے کہا:

"تمہارا بھائی تب تنگری اب زندہ نہیں مر چکا ہے!"

منلیک کے ایک بیٹے نے گرج کر کہا:

"یہ ضرور کوئی سازش ہے۔ تموجہ اکیلا ہمارے بھائی تب تنگری کو کسی بھی صورت زیر نہ کر سکتا تھا۔ کاش ہم جان سکتے یہ کیسے اور کیونکر ہوا؟"

منلیک نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ آگے بڑھا اور تموچن کو مخاطب کر کے اس نے کہا:

"اے تموچن! تیری قوت میں اضافہ کرنے کے لیے میں اپنے پورے قبیلے سمیت تم سے آ ملا اور اپنے لوگوں کے ساتھ تیری خدمت کرتا رہا لیکن یہ سب کچھ کیا اس دن کے لیے تھا کہ میں اپنے سب سے عزیز بیٹے کو اپنے سامنے مرا ہوا، لاش کی صورت میں دیکھوں ——— نہیں تموچن! میرے لیے یہ ناقابلِ برداشت ہے میں اپنے بیٹوں کے ساتھ ایسا سلوک ہرگز برداشت نہیں کر سکتا!"

تموچن اب مہمان خانے کے اندر اپنی جان کا خطرہ محسوس کرنے لگا تھا کیوں یہاں وہ اکیلا تنہا تھا۔ منلیک اور اس کے چھ بیٹے اس پر جھپٹ پڑنے کو تیار تھے جبکہ اس کا بھائی تموجہ مہمان خانے سے باہر تھا اور بروقت اس کی کوئی مدد نہ کر سکتا تھا۔

اس مہمان خانے کا ایک ہی دروازہ تھا جس پر منلیک اور انتقام کی آگ میں بھرے ہوئے اس کے بیٹے کھڑے تھے۔ تموچن کے لیے کوئی اور راستہ نہ تھا کہ وہ باہر نکل کر اپنی جان بچا سکے جبکہ منلیک اور اس کے بیٹے دروازے سے نہ ہٹ رہے تھے اور تموچن پر حملہ کرنے کو تیار تھے۔

اچانک تموچن کے چہرے پر رونق آ گئی اور وہ پُرسکون ہو گیا۔

اس نے دیکھا دروازے کے پاس بالکل منلیک کے بیٹوں کے قریب بیسوتائی نمودار ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں برہنہ تلوار اور ڈھال تھی اور بیسوتائی کے پیچھے اولون، قسار، ملکوتی اور کچھ مسلح جوان تھے اور اب تموجہ بھی ان میں شامل ہو گیا تھا۔

اب تموچن نے منلیک اور اس کے بیٹوں کو گرج کر حکم دیتے ہوئے کہا:

"میرے راستے سے ہٹ جاؤ، میں باہر جانا چاہتا ہوں"۔

منلیک اور اس کے بیٹے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ اس موقع پر یسوتائی آگے بڑھا اور تپتی ہوئی غضبیلی آواز میں اس نے کہا:

"میں نہیں جانتا تم لوگوں کے کیا ارادے ہیں لیکن یہاں سے نہ ہٹو گے تو میں تم لوگوں کو زبردستی ہٹا دوں گا ــــــ میں منگولوں کے عظیم سردار کا محافظ ہوں ــــ مہمان خانے سے باہر نکل جاؤ ورنہ میری تلوار جب تم لوگوں پر برسے گی تو سب کے سامنے موت کے سوا کچھ نہ ہو گا۔ تم جانتے ہو یسوتائی پیچھے ہٹنے والا نہیں ہے قبل اس کے کہ تم سب کی حالت تمہارے بھائی تب تنگری جیسی ہو جائے یہاں سے ہٹ جاؤ اور اگر تم میں سے کسی کو شک ہو تو میرے مقابل آؤ اور میرا مقابلہ کرو۔ پھر میں دیکھوں تم لوگ کیسے ہو؟"

یسوتائی کی اس گفتگو نے منلیک اور اس کے بیٹوں کو ہلا کے رکھ دیا اور وہ سب وہاں سے ہٹ گئے۔

تموچن جب باہر آیا تو اولون نے اسے بتایا کہ کس طرح تب تنگری کو یسوتائی نے اٹھا کر پٹخا اور اس کا خاتمہ کر دیا۔

تموچن نے آگے بڑھ کر یسوتائی کو گلے لگا لیا اور اپنی ماں اولون سے کہا:

"اے میری ماں! یسوتائی بڑے کام کا بیٹا ہے۔ یہ اس سے بڑے بڑے معرکوں کو سر کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے"۔

پھر تموچن نے اپنے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ:

"تب تنگری میرے بھائیوں کے خلاف سازشیں کرتا تھا انہیں مارتا اور زدوکوب کرتا تھا۔ اب آسمان کی روحیں اس کے جسم سے روح کو چھین کر لے گئی ہیں"۔

اس واقعہ کے چند ہی دن بعد تموچن نے منلیک اور اس کے بیٹوں کا خاتمہ کر دیا۔

○

تموچن نے رفتہ رفتہ اپنے اردگرد کے قبائل پر غلبہ حاصل کر کے انہیں اپنی سلطنت میں [...]ل کر کے اپنی قوت میں اضافہ کر لیا تھا۔ اب اس کے سامنے صرف دو قبائل تھے۔ ایک جھیل [...]ساتھ سا تھ آباد تاتاری• اور دوسرا طاقتور قبیلہ یوریان گوت• تھا۔

تموچن نے پہلے یوریان گوت پر ضرب لگانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ تاتاری قبائل طاقتور تھے او[...]س کے مشرق میں چین• کی سرحدوں تک پھیلے ہوئے تھے لہٰذا وہ ان سے مکمل تیاری کے بعد ہی [...]ا چاہتا تھا ــــ اور پھر یہی تاتاری اس کے باپ کے قاتل بھی تھے•۔ چین کی حکومت خود [...]تاتاریوں کے خلاف تھی اور ان پر غلبہ پا کر انہیں اپنا مطیع و فرمانبردار بنانا چاہتی تھی کیونکہ یہ تاتاری [...]ئے دن ان کے علاقے میں داخل ہو کر قتل و غارت اور لوٹ مار کرتے تھے لیکن ابھی تک چین [...]حکومت کو بھی ان تاتاریوں کے خلاف کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکتی تھی۔

ایک روز تموچن نے یسوتائی کو اپنے مہمان خانے میں بلایا۔ اس وقت وہاں تموچن اور اس کے [...]نوں بھائی، چاروں بیٹے، ماں اولون اور بیوی بورتائی بیٹھے ہوئے تھے۔

تموچن نے بڑی ہمدردی سے یسوتائی کو مخاطب کر کے کہا:

اے یسوتائی! کل میں یوریان گوت قبائل کے خلاف نکل رہا ہوں اور تو قلب کے نائب امیر کی حیثیت سے میرے ساتھ ہو گا۔ ان قبائل پر قابو پانے کے بعد میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہارے باپ کے قاتلوں کو تلاش کرنے کے لیے نکلوں گا"۔

• تاتاریوں کا قبیلہ جداگانہ تھا۔ قدیم یورپی مغلوں کو تاتاری کہتے رہے ہیں اس لیے یہ منگول اور مغل تاتاری مشہور ہو گئے۔ تاتاری چینی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں دور کے لوگ۔

• صحرائے گوبی کے اطراف کا ایک طاقتور قبیلہ جس کا ذکر ہیرلڈ لیم اشارتاً کرتا ہے۔

• چین کی سلطنت اس وقت دو حصوں میں تقسیم تھی۔ جنوبی اور شمالی۔ شمال پر زرین خاندان اور جنوب پر سنگ خاندان حکومت کرتا تھا۔

• ہیرلڈ لیم بھی تسلیم کرتا ہے کہ تموچن کے باپ کے قاتل تاتاری ہی تھے۔

: مصنف

یسوتائی نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

"نہیں سردار۔ ایسا نہ ہوگا۔ اپنے باپ کے قاتلوں کو اور ان لوگوں کو جو میری ماں کو اٹھا کر لے گئے تھے میں خود نمٹوں گا۔ یہ مجھ اکیلے کا کام ہے اور اس میں کسی اور کی شرکت میں پسند نہ کروں گا۔ میں آپ کے ساتھ آپ کی ساری جنگوں میں باقاعدگی سے حصہ لیا کروں گا اور ان جنگوں کے بعد مجھے جو فارغ وقت ملا کرے گا، اس میں میں اپنے دشمنوں کو تلاش کیا کروں گا اور عنقریب آپ دیکھیں گے کہ میں انہیں اپنے سامنے مغلوب کر کے رکھ دوں گا۔"

تموچن نے مسکراتے ہوئے کہا:

"مجھے تم پر بھروسہ ہے یسوتائی! میں سمجھتا ہوں کہ تُو ضرور اپنے دشمنوں کے خلاف کامیاب ہوگا لیکن اس مہم میں تو کسی اور کو اپنے ساتھ کیوں شامل نہیں کرنا چاہتا؟"

یسوتائی نے کہا:

"انہیں تلاش کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اگر بہت سے افراد ان کے پیچھے لگ گئے تو وہ سمجھ جائیں گے۔ اس طرح وہ اپنی سرزمین کو چھوڑ کر محفوظ رہنے کے لیے کہیں اور بھی جا سکتے ہیں اور اگر ایسا ہو گیا تو میں کبھی بھی اپنی ماں، بہن اور باپ کے دشمنوں کو تلاش نہ کر سکوں گا۔ میں ان کے پیچھے رازداری کے ساتھ پڑا رہوں گا اور ان کا کھوج لگا کے ان سے بھیانک انتقام لوں گا۔"

تموچن نے ہمدردی اور شفقت سے کہا:

"میں بڑی بے چینی سے اس دن کا انتظار کروں گا جب تم کامیاب اور سرخرو ہو کر میرے سامنے آؤ گے۔ آج تمہیں یہاں بلانے کا مدعا یہ تھا کہ میں کل یوریان گوت قبائل پر حملہ آور ہونے کے لیے اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کروں گا۔ تم میرے ساتھ رہو گے۔ اس مہم کے سلسلے میں تمہیں اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو کہو۔"

یسوتائی نے کہا:

"مجھے کسی شے کی ضرورت نہیں۔ آپ مجھے ہر وقت کوچ کے لیے تیار پائیں گے۔"

جواب میں تموچن مسکرا دیا:

"میں جانتا تھا تم یہی کہو گے۔"

پھر یسوتائی وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

دوسرے روز تموچن نے اپنے لشکر کے ساتھ قراقورم سے کوچ کیا۔

یوریان گوت پر حملہ آور ہونے سے قبل اس نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔

ایک حصہ تموچن نے اپنے پاس رکھا،

دوسرا یسوتائی کو،

تیسرا سوبدائی کو، اور

چوتھا مقولی کو دیا۔

پھر چاروں طرف سے اس نے یوریان گوت پر حملہ کر دیا۔

یہ ایک خونی یلغار تھی۔ ہر طرف تباہی مچادی گئی۔ دور دور تک یوریان گوت قبائل کی لاشیں بھر گئی تھیں۔

یہ جنگ کوئی زیادہ طویل ثابت نہ ہوئی اور جلد ہی تموچن نے یوریان گوت پر مکمل فتح پائی اور ان کی زمینوں پر قبضہ کر لیا۔

جب اس جنگ میں گرفتار ہونے والے قیدی اس کے سامنے لائے گئے تو اس نے جنگجو جوانوں اور حسین لڑکیوں کو تو اپنے لشکر میں شامل کر لیا۔ باقی قیدیوں کا اس نے صفایا کر دیا تھا۔

ان قیدیوں میں دو آدمی تموچن کو بے حد پسند آئے۔

ایک کا نام بیکی تھا۔ یہ علم نجوم کا ایک اچھا ماہر تھا اور اس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ جنگل کی واح سے رسم و راہ رکھتا ہے۔ تب تنگری کی کمی پوری کرنے کے لیے تموچن نے بیکی کو اپنے لشکر

میں شامل کر لیا۔

دوسرا شخص ایک نوجوان تھا۔ اس کا نام جبی نویان تھا۔ یہ اس وقت ہاتھ لگا جب ہوا کا مکمل صفایا کرنے کے بعد ان کے اطراف میں ان کے ذیلی قبیلوں کو زیر کر رہا تھا۔ اس کا شلوک قبیلے سے تھا۔ شلوک قبیلے کے خاتمے پر جبی نویان بھاگتا ہوا پکڑا گیا۔

جب اسے تموچن کے سامنے پیش کیا گیا تو تموچن نے اس کے قد کاٹھ اور مضبوط جسم کی طرف غور سے دیکھا۔ پھر پوچھا:

"تم کون ہو اور کس قبیلے سے تمہارا تعلق ہے؟"

اس نے کہا:

"میرا نام جبی نویان[1] ہے اور میرا تعلق شلوک[2] قبیلے سے ہے۔ اگر آپ مجھے ایک اچھا گھوڑا دیں تو میں آپ کے سارے لشکریوں کو دو چیلنج کرتا ہوں۔ پہلا چیلنج یہ کہ ایک پوری صف مجھ پر تیر اندازی کرے۔ میں اس کے سامنے سے بچ کر نکل جاؤں گا دوسرا چیلنج یہ ہے کہ آپ کے لشکر میں سے جو چاہے جنگی فنون میں مجھ سے مقابلہ کرے۔ میں اسے زیر کر دوں گا۔"

تموچن نے کہا:

"میں تمہارے دونوں چیلنج قبول کرتا ہوں۔"

جبی نویان نے کہا:

"جو گھوڑا مجھے مہیا کیا جائے اس کے ایک پہلو پر زرہ ڈالی گئی ہو تاکہ تیر اس گھوڑے کو نہ لگیں۔"

تموچن نے اس کی درخواست منظور کر لی اور زین و زرہ ڈال کر ایک تیز اور سبک رفتار گھوڑا اسے مہیا کیا گیا۔

---

[1] جبی نویان کا مطلب ہے تیر شہزادہ۔

[2] شلوک بھی شمال کے وحشی قبائل میں سے ایک تھا۔ ہیرلڈ لیم نے تفصیل سے اس کا ذکر کیا

پھر تیر اندازوں کی صف کے سامنے سے اسے گزرنے کو کہا۔ جبی نویان بڑا تیز اور طرار نکلا۔ وہ زین سے اتر کر گھوڑے کے ایک پہلو میں چپک گیا اور تیروں سے محفوظ رہا۔ اکثر تیر ہوا میں نکل گئے اور کچھ گھوڑے پر ڈالی گئی زرہ میں پھنس کر رہ گئے۔

جبی نویان تیر اندازوں سے بچ کر صاف نکل گیا اور تموچن کو اس کا یہ کام بے حد پسند آیا۔ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا جبی نویان دور نکل گیا۔ یہاں تک کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

اس موقع پر تموچن کے پاس کھڑے ایک منگول نے کہا:

"اے سردار! اس نوجوان نے گھوڑے پر سوار ہونے کا بہترین مظاہرہ کیا ہے اور اس نے اپنے آپ کو تیروں سے بچا کر دکھا دیا ہے۔ پر اس نے اپنے اس فن کو اپنے فرار کے لیے استعمال کیا ہے۔ اب جبکہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے تو میرا خیال ہے کہ وہ لوٹ کر آنے والا نہیں۔"

تموچن نے کہا:

"اس نوجوان نے ایسا مظاہرہ کر کے کوئی عجوبہ نہیں کیا کیونکہ ایسا کام بیسوتائی، مقولی اور سوبدائی بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ نوجوان مجھے بھلا لگا ہے۔ میں سمجھتا ہوں وہ ایک بہادر جوان ہے اور تم جانتے ہو ایسے نوجوانوں کو میں پسند کرتا ہوں۔ میرا دل کہتا ہے وہ لوٹے گا اور بھاگ کر نہ جائے گا۔ میں اسے اپنے لشکر میں بیسوتائی، مقولی اور سوبدائی کی سی حیثیت سے شامل کرنے کا عہد کر چکا ہوں کیونکہ ——"

تموچن خاموش ہو گیا۔

کیونکہ جبی نویان اپنے گھوڑے کو تیزی سے دوڑاتا ہوا واپس آتا دکھائی دے رہا تھا۔

تموچن نے اپنے مخاطب منگول سے کہا:

"دیکھا تم نے۔ میں کہتا تھا ناں وہ ضرور لوٹے گا۔ اور دیکھو وہ آ رہا ہے۔"

جبی نویان نے تموچن کے سامنے آ کر اپنے گھوڑے کو روکا اور جب وہ نیچے اترا تو تموچن نے کہا:

"میں نے تمہیں اپنے لشکر میں ایک عمدہ اور قابلِ قدر جرنیل کی حیثیت سے شامل کرنے کا عہد کر لیا ہے۔"

جبی نویان نے سوالیہ انداز میں پوچھا:

"اور میرا دوسرا چیلنج؟ کیا آپ کے لشکر میں کوئی ایسا جوان نہیں جو انفرادی حیثیت میں مجھ سے مقابلہ کرے؟"

تموچن نے کہا:

"یہ بات نہیں ہے۔"

پھر تموچن نے ذرا فاصلے پر کھڑے بیسوتائی، مقولی اور سوبدائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"وہ دیکھو۔ وہ تینوں میرے لشکر کے جرنیل ہیں اور تینوں ہی میرے لشکر کے طاقتور اور اعلیٰ ترین جنگجو ہیں۔ ان میں دائیں طرف والا بیسوتائی ہے۔ بائیں طرف والا مقولی اور بیچ کا سوبدائی ہے۔ ان تینوں میں سے بیسوتائی اور مقولی بہترین ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے بیسوتائی مقولی سے دبتا ہے۔ اس سے کمزور ہے اور اس سے مقابلہ کرتے ہوئے ہچکچاتا ہے لیکن میرا دل کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ بیسوتائی ایک طوفان ہے جو مقولی کو زیر کر سکتا ہے۔ پر میں نے کبھی ان کا آپس میں مقابلہ نہیں کرایا تا کہ ان میں سے ہارنے والا میری نظروں سے گر نہ جائے۔ اسی طرح میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ تمہارا ان تینوں میں سے کسی کے ساتھ مقابلہ ہو کیونکہ جو بھی ہارا اس کی قدر میرے دل میں وہ نہ رہے گی۔ اگر تم ہارے تو تم گرو گے اور ان میں سے کوئی ہارا تو اس کی قدر میرے ہاں گر جائے گی۔"

جبی نویان نے کہا:

"اگر میں جیت گیا تب؟"

تموچن نے جواب دیا:

"پھر تمہاری حیثیت میرے لشکر میں سب سے اعلیٰ ہو گی۔"

جبی نویان نے پھر پوچھا:

"اور اگر میں ہار گیا تو کیا آپ مجھے اپنے لشکر میں شامل نہ کریں گے؟"

تموچن نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

"پہلے یہ تعین کر لو کہ تم کس سے مقابلہ کرو گے؟"

تفکر کے انداز میں جبی نویان بولا:

"آپ چونکہ بیسوتائی کو اپنا سب سے بہترین اور ارفع جنگجو سمجھتے ہیں لہٰذا میں اسی سے مقابلہ کروں گا۔"

تموچن مسکرا دیا:

"اگر تم بیسوتائی سے ہار گئے تو میرے لشکر میں تمہاری حیثیت مقولی اور سوبدائی جیسی ہو گی اور اگر تم اس سے جیت گئے تو میرے بعد لشکر میں تمہاری حیثیت سب سے افضل ہو گی۔"

جبی نویان نے اپنی تلوار بے نیام کر لی اور اپنی ڈھال سنبھالتے ہوئے اس نے خوشی کے اظہار میں تموچن سے کہا:

"تو پھر میں بیسوتائی سے ہی مقابلہ کروں گا تا کہ آپ کے لشکر کے اندر میری حیثیت واضح اور نمایاں رہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان وادیوں کے اندر میں یقیناً بیسوتائی کو ہر صورت میں اپنے سامنے زیر کر لوں گا کیونکہ میں نے آج تک کسی سے شکست نہیں کھائی اور میری تلوار ایسی ہے کہ جب کسی پر برستی ہے تو اس کے سامنے شکست یا موت کے سوا کوئی اور راستہ نہیں چھوڑتی اس لیے میں پیشگی کہتا ہوں کہ میں بیسوتائی کو ہرا دوں گا۔"

تموچن وہاں سے ہٹ گیا۔

پھر وہ اس طرف گیا جہاں بیسوتائی، مقولی اور سوبدائی کھڑے تھے۔ اس نے ان تینوں سے جا کر یہ سارا معاملہ کہا اور اس کے جواب میں بیسوتائی اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال کر مقابلے کے لیے تیار ہو گیا۔

پھر لشکر کے اندر بہت سے لوگ تموچن کے کہنے پر یسوتائی اور جبی نویان کے مقابلے کا اعلان کرنے لگے اور جواب میں لشکری ایک کھلے میدان کے اندر گول دائرے کی صورت میں کھڑے ہونے لگے۔ پھر یسوتائی مقابلے کے میدان میں داخل ہوا۔

اس موقع پر وہ دبی دبی آواز میں دعا مانگ رہا تھا:

"اے اللہ!

تُو لامکان و لازماں ہے۔ تُو بے کراں و بے نشاں ہے۔ تیرا ادراک مشکل، تیرا حصول محال ہے۔ تیرے سوا سب کا مقدر زوال ہے۔ نیلگوں آسمانوں میں، بادلوں کے کھلے بادبانوں میں تو۔ سمندروں کے جاہ و جلال میں تو۔ خاک و افلاک تیرے زیرِ نگیں ہیں۔ تو مجھے پستیوں سے اٹھا اور کمال عطا کر۔

اے رؤف و رحیم! اے سمیع و بصیر!

مجھے قلبِ درویش، نگاہِ فقیر عطا فرما۔ میرے گناہوں سے چشم پوشی فرما اور اس میدان کے اندر کامیابی عطا فرما۔ تو ہی میری دعاؤں کا حرفِ آخر ہے۔ ہر پھول کا تبسم تیرے لیے۔ ہر سانس کی مناجات تیرے لیے۔

اے میرے رب!

مجھے فتح مند رکھ۔ مجھے فروزِ نصیب بنا کہ میری ہر تسبیح، ہر ثنا تیرے ہی لیے ہے۔"

یسوتائی خاموش ہو گیا۔

کیونکہ جبی نویان میدان میں اترا تھا۔ پھر یسوتائی کے سامنے آ کر کھڑے ہوتے ہوئے اس نے کہا:

"اے یسوتائی! گو منگولوں کے سردار نے میرے سامنے تمہاری بڑی تعریف کی ہے اس کے باوجود میں تمہیں پہلے وار کرنے کا موقع دیتا ہوں۔"

یسوتائی نے بڑی عاجزی اور نرمی سے جواب میں کہا:

"اے جبی نویان! تو اس لشکر میں اجنبی اور نووارد ہے لہٰذا پہلا وار کرنے کا حق میں تمہیں دیتا ہوں۔"

اس کے بعد جبی نویان نے کوئی گفتگو نہ کی۔ وہ حرکت میں آیا اور یسوتائی پر اس نے اپنی بھاری تلوار سے وار کر دیا۔ وار انتہائی خطرناک تھا لیکن یسوتائی نے اسے اپنے آپ سے دور رہی بڑی مہارت سے اپنی ڈھال مار کر جبی نویان کی تلوار کو دور ہٹا دیا تھا۔ پھر وہ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ ان وحشیوں کی طرح، جنھوں نے کبھی کسی سے ہار تسلیم نہ کی ہو اور دونوں ہولناک عفریت اور خاک و خون رنگ کر دینے والے انداز میں ایک دوسرے کو اپنا اپنا نشانہ بنا رہے تھے کافی دیر تک دونوں ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہے۔ پھر یسوتائی نے زوردار انداز میں "اللہ اکبر" کا نعرہ مارا ـــــ اور ساتھ ہی اس نے جبی نویان سے کہا:

"اے اجنبی نوجوان! میرا تم سے اصل مقابلہ اب شروع ہوتا ہے۔ اب تک کے مقابلے میں تمہارے متعلق میں نے جو کچھ اندازہ لگانا تھا لگا لیا ہے۔ اب میں تیری شکست و ریخت کا عمل شروع کر رہا ہوں۔"

اور جبی نویان حیران رہ گیا۔

اس نے دیکھا کہ یسوتائی بارش کا کہرام بن کر اس پر برسنے لگا تھا۔ ایسا لگتا تھا اس کے وجدان اور عرفان میں ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہو۔ اس کے حملوں میں اب لگتا تھا جیسے وہ بے حصار سناں اور بے دفاع و بے سپر کر دینے والے انداز میں جھپٹ رہا ہو۔ اَن گنت شعلوں کے رقص اور اجالوں کے سرور کی مانند وہ دائیں بائیں سے ضربیں لگا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر اب خالق کی عنایات اور آدم کا شرف تھا۔ یسوتائی اب سحر پیکر ہو کر جبی نویان کو اپنے آگے آگے بھگا رہا تھا۔

اچانک جبی نویان کے سر کا نشانہ لیتے ہوئے یسوتائی اپنی تلوار کو خوب بلند کر گیا۔ جواب میں جبی نویان نے بھی جب اپنے دفاع کے لیے اپنی ڈھال کو اپنے سر کے اوپر کر لیا تو یسوتائی نے ایک ساتھ اس پر دو وار کیے۔ تلوار اس کے سر پہ دے ماری اور ڈھال پوری قوت کے ساتھ اس کے پیٹ میں دے ماری۔

جبی نویان نے اپنے سر کے اوپر اپنی ڈھال پہ یسوتائی کی تلوار تو روک دی لیکن اس کی ڈھال کا وہ دفاع نہ کر سکا اور ہوا میں اچھل کر بل کھاتا ہوا دور جا گرا۔

ایک جست کے ساتھ یسوتائی آگے بڑھا اور اپنے پاؤں کی ایک ایسی سخت ٹھوکر جبی نویان

کے دائیں ہاتھ پر لگائی کہ جبی نویان سے تلوار چھوٹ کر دور جا گری۔ پھر یسوتائی اس کی گردن پر اپنی تلوار کی نوک رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ جبکہ جبی نویان بے بسی کی حالت میں پھیلا زمین پہ پڑا ہوا تھا۔

زمین پہ لیٹے ہی لیٹے جبی نویان نے اپنی ڈھال ایک طرف رکھ دی۔ اتنی دیر تک تموجن، مقولی، سوبدائی، تموجہ، قسار اور ملکوتی میدان میں داخل ہو گئے تھے۔ جب وہ نزدیک آئے تو یسو نے جبی نویان کی گردن سے اپنی تلوار ہٹالی اور کہا:

"اے جبی نویان! تم مانو گے کہ میں نے تمہیں ایک بار اپنے سامنے زیر کر دیا ہے۔ اگر اپنی شکست میں تمہیں کوئی شک ہو تو اٹھ کر اپنے ہتھیار سنبھالو۔ میں ایک بار پھر تمہیں قسمت آزمائی کا موقع دیتا ہوں"۔

جبی نویان اٹھ کر بیٹھ گیا۔

پھر وہ اپنے کپڑے جھاڑتا ہوا کھڑا ہوا اور یسوتائی سے بولا:

"میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں۔ میں دوبارہ تم سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مجھ سے منگولوں کے سردار نے تمہاری جو تعریف کی تھی تم یقیناً اس تعریف سے کہیں زیادہ ہو۔ یقیناً تم ایسے تیغ زن ہو جس سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے"۔

تموجن قریب آیا اور یسوتائی کو گلے لگاتے ہوئے اس نے کہا:

"اے یسوتائی! آج تو نے یقیناً اپنا آپ دکھایا ہے۔ نیلے جاودانی آسمان کی قسم! جبی نویان کے مقابلے میں آج تمہیں تلوار اور ڈھال کی ضربیں لگاتے دیکھ کر میں یہ اندازہ کر رہا تھا کہ تم اپنے باپ سے کہیں بڑھ کر ہو حالانکہ وہ ایک بہترین جنگجو اور بے مثل طاقتور انسان تھا"۔

تموجن کے بعد تموجہ، قسار، ملکوتی اور سوبدائی گلے لگا کر اس کی اس کامیابی کی داد دے رہے تھے۔ ہاں مقولی اس موقع پر تموجن کے عقب میں کھڑا تھا اور اس نے یسوتائی کے یہ مقابلہ جیتنے پر کسی قسم کے خیالات و جذبات کا اظہار نہ کیا تھا۔

تموجن نے اس بار جبی نویان کو مخاطب کر کے کہا:

"جبی نویان! میرے لشکر میں تمہاری حیثیت سوبدائی اور مقولی جیسی ہو گی۔ تم بھی قابلِ تعریف ہو جو تم نے اتنی دیر تک یسوتائی کا سامنا کر لیا ورنہ تم جان گئے ہو گے کہ یسوتائی ایک طوفان ہے"۔

جبی نویان نے کہا:

"میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ آپ نے یسوتائی کی جو تعریف کی وہ اس کے اوصاف کو دیکھتے ہوئے بہت کم ہے"۔

جواب میں تموجن مسکرا دیا۔

پھر وہ سب میدان سے باہر آئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک فاتح کی حیثیت سے تموجن اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر قراقورم کی طرف جا رہا تھا۔

○

اپنی نوزائیدہ سلطنت کو ارد گرد سے محفوظ کرنے اور دیگر قبائل کو اپنے اندر ہضم و ضم کرنے کے لیے تموجن کے راستے میں اب تاتاریوں کا بڑا قبیلہ رہ گیا تھا اور اگر وہ اسے زیر کر لے تو شمال کے ان بیابانوں کے اندر اس کی سلطنت سب سے وسیع اور طاقتور ہو سکتی تھی۔

ابھی اس کی عسکری قوت ایسی نہ ہوئی تھی کہ وہ اکیلا تاتاریوں پہ ضرب لگا کر انہیں مغلوب کر سکے لہٰذا اس نے اپنے باپ کے منہ بولے بھائی اور وحشی کرایت ترکوں کے سردار طغرل سے امداد طلب کی تاکہ ترکوں کی مدد سے تاتاریوں کو مغلوب کیا جا سکے۔

جنگ کے دوران اس وقفہ کو یسوتائی نے غنیمت جانا لہٰذا تموجن کو خبر کرنے کے بعد وہ اپنے باپ کے قاتلوں کی تلاش میں نکلا۔

سورج طلوع ہونے کے تھوڑی دیر بعد ایک روز یسوتائی دریائے اونان، دریائے کیرولان اور دریائے امور کے سنگم پہ آ پہنچا۔

قراقورم شہر سے نکلنے کے بعد وہ جھیل بیکال کے ساتھ ساتھ دریائے اونان کی طرف گیا۔ پھر دریا کے کنارے کنارے آگے بڑھتا رہا اور اب وہ جس جگہ آ رکا تھا یہاں پہ دریائے اونان اور

دریائے کبرولان آپس میں ملتے ہیں اور پھر دریائے امور کے نام سے شرقی سمندر کی طرف چلے گئے ہیں۔

وہ دریا کے اس سنگم پر تھوڑی دیر تک کھڑا رہا جہاں دونوں دریاؤں کا موجیں مارتا ہوا پانی پتھروں کو اپنے ساتھ بہاتا ہوا رواں تھا۔

وہاں کھڑے ہو کر اس نے اطراف کا جائزہ لیا۔ وہاں اس سنگم کے نزدیک کوئی آبادی و بستی نہ تھی۔ جس جگہ وہ کھڑا تھا وہاں پر شمال میں سائبیریا کا میدانِ کبیر تھا جس کے شمال میں اور آگے برفانی مرغزار تھے۔ اس کے جنوب میں دریائے امور بہ رہا تھا اور دریائے امور کے جنوب میں کوہستانِ فنجان اور صحرائے گوبی کا آخری سلسلہ تھا۔

یسوتائی کے سامنے اب اپنے باپ کے تین ہی جملے تھے:

۱- دریائے اونون، دریائے کبرولان اور دریائے امور کا سنگم
۲- کوہستانِ فنجان اور
۳- کٹا ہوا پاؤں

وہ دریاؤں کے سنگم پر تو کھڑا تھا لیکن اسے آس پاس کوئی بستی دکھائی نہ دے رہی تھی۔ اس کے ذہن میں یہ بات بھی گھوم رہی تھی کہ یہ تین جملے کہنے کے بعد اس کے باپ منغاش نے حرف "س" ادا کیا تھا کہ اسے موت کی ہچکی آئی اور وہ ختم ہو گیا۔ شاید وہ کوئی ایسا جملہ یا لفظ کہنا چاہتا تھا جس کی ابتدا "س" سے ہوتی تھی۔

یسوتائی نے فیصلہ کیا کہ وہ کوہستانِ فنجان کی طرف جائے گا جو دریائے امور کے اس پار جنوب میں کافی دور تھا اور اس کے سامنے دریا کے اس پار جنوب میں صحرائے گوبی کی ریت چمک رہی تھی۔ یسوتائی نے دیکھا اس سے چند قدم آگے مشرق میں دریائے امور پر لکڑی کا پل تھا۔ اس نے اس پل کو عبور کیا۔

وہ مطمئن ہو گیا تھا کہ پل پار کرنے کے بعد صحرائے گوبی میں سے ہوتا ہوا ایک راستہ کوہستانِ فنجان کی طرف جا رہا تھا۔ وہ راستہ اس وقت سنسان اور ویران پڑا تھا۔ تاہم یسوتائی اپنے گھوڑے کو اس راستے پہ سرپٹ دوڑا رہا تھا۔

کافی دیر تک صحرائے گوبی کے اندر وہ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ صحرائے گوبی میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں صحرا اور کوہستانِ فنجان کا پہاڑی سلسلہ آپس میں ملتے تھے لیکن وہاں پہنچ کر اسے مایوسی ہوئی۔ وہ جگہ بھی غیر آباد اور ویران تھی۔ تاہم وہ راستہ جس پہ وہ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا اس طرف آیا تھا، ابھی اور آگے جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر رک کر یسوتائی نے اپنے اطراف کا جائزہ لیا۔ پھر دوبارہ اپنے گھوڑے کو اس نے سرپٹ دوڑا دیا۔

شام سے تھوڑی دیر قبل وہ صحرائے گوبی سے باہر نکل آیا۔ کوہستانِ فنجان کو اب وہ بہت پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ اب اس کے سامنے ایک شاہراہ تھی جو مشرق اور مغرب میں دور تک چلی گئی تھی۔

یسوتائی ابھی اس شاہراہ کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ چونک سا پڑا۔ وہ مشرق کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کے کانوں میں گھنٹیوں کی آوازیں پڑ رہی تھیں۔ اس نے شاہراہ پر مشرق کی طرف دیکھا — اونٹوں کی ایک لمبی قطار پہ مشتمل کوئی تجارتی کارواں تھا جو اس کی طرف آ رہا تھا اور اس کارواں کے پیچھے ذرا فاصلے پر کچھ بستیاں بھی دکھائی دے رہی تھیں۔

جب وہ کارواں نزدیک آیا تو یسوتائی نے کچھ پوچھنے کے لیے کارواں کو روکا نہیں بلکہ اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر سب سے اگلے اونٹ کے ساتھ لگا دیا اور پھر اس پہ سوار ایک شخص سے، جو اپنی شکل اور حلیے سے چینی لگتا تھا، پوچھا:

"اے اجنبی! تم لوگ کون ہو اور یہ شاہراہ کون سی ہے۔ میں دراصل صحرائے گوبی کے اندر سفر کرتے کرتے بھٹک گیا تھا اور اب میں اپنی منزل کا تعین چاہتا ہوں۔"

دو کوہانوں والے اس اونٹ پہ سوار اس شخص نے کہا:

"ہمارا تعلق چین کی سرزمین سے ہے۔ ہم ریشم کے سوداگر ہیں اور یہ شاہراہ جس پر ہم سفر کر رہے ہیں، یہ شاہراہِ ریشم ہے۔ مغرب میں یہ کوہستانِ الطائی کو عبور کرنے کے بعد تھیان شان کے دروں کے اس پار دریائے نیپر اور بحرِ اسود تک چلی گئی ہے۔ اب تم کہو، تم کدھر سے آئے ہو اور کہاں جانا ہے اور صحرا کے اندر تم کیسے بھٹک گئے تھے۔ اگر تم انہی سرزمینوں کے رہنے والے ہو تو تمہیں خبر ہونی

چاہیے کہ صحرائے گوبی کے اندر تنہا سفر نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ کبھی کبھی اس کے اندر ریت کے ٹیلے بارود کی طرح پھٹتے ہیں اور مسافران کے اندر دب کر رہ جاتے ہیں۔"

یسوتائی نے تعریفی انداز اختیار کرتے ہوئے کہا:

"اے کارواں کے مہرباں نقیب! میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم نے میری رہنمائی کی۔ پر یہ تو بتاؤ کہ جس طرف سے تم لوگ آئے ہو اس طرف نزدیک کوئی بستی آبادی بھی ہے۔"

اس سوار نے جواب دیا:

"صرف ڈیڑھ دو میل پیچھے شاہراہ کے ساتھ ساتھ کافی بستیاں ہیں اور وہاں ایک سرائے بھی ہے اور ابھی ہم اسی سرائے سے کوچ کر کے آ رہے ہیں۔"

سرائے کے لفظ پر یسوتائی چونکا۔ کیونکہ اس کا باپ منطاش اپنی زندگی کا آخری حرف "س" ادا کر کے ختم ہو گیا تھا جبکہ سرائے کا پہلا حرف بھی "س" ہی تھا۔

یسوتائی گہری امیدوں میں کھو گیا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو ایک جگہ روک دیا۔ اب اسے یقین ہوتا جا رہا تھا کہ دریاؤں کے سنگم، کوہستانِ فنجان اور پھر ادھر آ کر اس نے راست اقدام کیا ہے۔ اور یہ کہ ہو سکتا ہے انہی راستوں سے اس کا باپ ادھر آیا ہو اور مشرقی سرائے میں کسی نے اس پر حملہ کر کے زخمی کر دیا ہو۔ اس خیال کے آتے ہی اونٹوں کی گزرتی لمبی قطار کے ساتھ ساتھ یسوتائی نے اپنے گھوڑے کو مشرق کی طرف ایڑ لگا دی۔

ریشم کی وہ شاہراہ جو مشرق میں چین کے دریا ہوانگ ہو اور کیانگ سی تک چلی گئی، یسوتائی اس پر اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑا رہا تھا۔

کوئی ڈیڑھ میل تک آگے جا کر اس نے اپنے گھوڑے کو روک لیا کیونکہ وہ اپنے دائیں طرف شاہراہ کے کنارے ایک سرائے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو دائیں طرف موڑا اور

شاہراہ سے اتر کر وہ سرائے میں داخل ہوا۔

سورج اب غروب ہونے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ جونہی وہ اندر داخل ہوا، سرائے کا ایک ملازم اس کی طرف لپکا اور اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔

یسوتائی اپنے گھوڑے سے اترا اور اس ملازم کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا:

"میرے گھوڑے کے چارے اور پانی کا اچھا انتظام کرنا کہ یہ صبح سے اب تک لگاتار سفر میں رہا ہے اور ہاں! ـــ مجھے سرائے کے مالک کے کمرے کی نشاندہی کر دو کہ میں اس سے اپنے لیے ایک کمرے کی بات کروں۔"

ملازم نے ہاتھ کے اشارے سے سرائے کے ایک کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب میں کہا:

"وہ آگے بائیں سے جو پہلا کمرہ ہے وہ سرائے کے مالک کا ہے آپ اپنے گھوڑے سے متعلق بے فکر رہیں۔ میں نہ صرف اس کے چارے کا عمدہ انتظام کروں گا بلکہ اسے کھریرا بھی کر دوں گا۔ ساری تکان اتار دوں گا اس کی۔"

یسوتائی نے گھوڑے کی زین سے لٹکتی چرمی خرجین اتار کر اپنے کندھے سے لٹکا لی۔

اس ملازم نے پھر یسوتائی سے کہا:

"میں پہلے آپ کے گھوڑے کی زین اتار کر اصطبل کے پچھلی سمت لے جاتا ہوں وہاں گھوڑوں، گدھوں اور خچروں کے لیٹنے کی مناسب جگہیں بنی ہوئی ہیں۔ یہ اپنی زیادہ تکان تو لیٹ کر ہی نکال لے گا۔"

اس کی باتوں سے یسوتائی خوش ہو گیا اور اس کی پیٹھ تھپتھپانے کے بعد وہ سرائے کے اس کمرے کی طرف بڑھا جس میں سرائے کا مالک بیٹھتا تھا جبکہ وہ ملازم گھوڑے کو اصطبل کی طرف لے جا رہا تھا۔

جس کمرے کی نشاندہی اس ملازم نے کی تھی، یسوتائی جب اس کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کمرے میں دو آدمی موجود تھے۔ ان میں سے ایک چالیس برس کی عمر کے قریب ہوگا جبکہ دوسرا

پچیس برس کا ایک جوان تھا۔

بسوتائی نے ان دونوں کو مخاطب کر کے پوچھا:

"تم دونوں میں سے سرائے کا مالک کون ہے؟"

بڑی عمر والے نے اس کی طرف دیکھ کر کہا:

"میں سرائے کا مالک ہوں۔ میرا نام نمان ہے اور یہ جوان جو میرے پاس بیٹھا ہے اس کا نام کومر ہے۔ یہ میرا چچازاد ہونے کے علاوہ میری بیوی کا بھائی بھی ہے۔ اب تم اپنے متعلق کہو تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟"

اچانک بسوتائی چونک پڑا۔

اس نے دیکھا کہ کومر کا ایک پاؤں کا اگلا حصہ کٹا ہوا تھا۔

دنیا بھر کی بربریت اور وحشت ناکی اس کے چہرے پہ رقص کرنے لگی لیکن فوراً ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور نمان کے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے اس نے کہا:

"میرا نام بسوتائی ہے۔ میں کرایت ترک ہوں اور سوداگری کرتا ہوں۔ میں ایک تجارتی کارواں کے ساتھ سفر کر رہا تھا میں پہلی بار چین کے ان علاقوں کی طرف اپنا سامان فروخت کرنے کی غرض سے آیا تھا ورنہ میں اکثر دریائے کیرولان کی سرزمین تک ہی تجارت کر کے لوٹ جایا کرتا تھا ــــ جس وقت ہم تھیان شان کے دروں کو عبور کرنے کے بعد کوہستان التائی کی وادیوں میں داخل ہوئے اور وہاں ہم نے ایک محفوظ جگہ پڑاؤ کیا تو رات کے وقت دو جوان جن کا تعلق حطا کی سرزمین سے تھا۔ وہ میرے مال کا قیمتی حصہ لے کر فرار ہو گئے۔ وہ دونوں جوان تجارتی کارواں میں شامل تھے اور دونوں حطا کی طرف آ رہے تھے۔ میں دونوں کو چہروں سے جانتا ہوں لیکن یہ نہیں جانتا کہ وہ حطا میں کس جگہ کے رہنے والے ہیں۔ ہاں۔ ان میں سے ایک کا پاؤں کٹا ہوا تھا بالکل ایسے ہی جیسے تمہاری بیوی کے اس بھائی کومر کے پاؤں کا اگلا حصہ کٹا ہوا ہے۔ بس میں ان دونوں چوروں کی تلاش میں

اس طرف آیا ہوں۔"

کومر نے بسوتائی کی طرف دیکھتے ہوئے طنزاً پوچھا:

"مجھے غور سے دیکھو کہیں وہ کٹے ہوئے پاؤں والا اور تمہارا قیمتی سامان لے بھاگنے والا میں ہی نہ ہوں۔"

بات کو ٹالنے کے انداز میں بسوتائی نے ہنس کر کہا:

"اے کٹے ہوئے پاؤں والے نواب! میں خوب پہچانتا ہوں۔ وہ کہیں بھی جا چھپے اب میرے انتقام سے نہ بچ سکے گا۔"

کومر نے بھی غور سے بسوتائی کی طرف دیکھا اور کہا:

"کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا سامان لے بھاگنے والے یہیں کہیں نزدیک ہی ہوں اور موقع پا کر تمہیں اپنا شکار بنا لیں اور تمہارا خاتمہ کر دیں۔"

بسوتائی نے اس بار سنجیدگی اور فیصلہ کن انداز میں کہا:

"یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ کون کس کا شکار کرتا ہے۔ فی الوقت تم لوگ مجھے رات بسر کرنے کی غرض سے ایک کمرہ مہیا کر دو۔"

نمان نے کومر کی طرف دیکھا اور کہا:

"ذرا اٹھو اور اسے خالی کمروں میں سے ایک کمرہ دے آؤ۔"

کومر اٹھ کر باہر چل دیا اور بسوتائی کچھ کہے بغیر اس کے ساتھ ہو لیا۔

کومر نے ایک کمرہ دکھا کر اس کی چابیاں بسوتائی کے حوالے کیں اور وہاں سے چلا گیا۔

بسوتائی کمرے کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد مسہری پر لیٹ گیا اور سستاتے ہوئے کچھ سوچنے لگا۔

کچھ دیر تک وہ اپنے کمرے میں یونہی پڑا رہا ــــ پھر وہ کسی کے چیخنے چلانے کی بلند ن کر اٹھ کھڑا ہوا۔

جب وہ اپنے کمرے سے نکلا تو اس نے دیکھا کہ کومر چیختے چلاتے ہوئے اس ملازم پر

برس رہا تھا جو بیسوتانی کا گھوڑا لے کر اصطبل کی طرف گیا تھا۔

جب کومر اچھی طرح اس جوان کی بے عزتی کر کے چلا گیا تو بیسوتانی نے اشارے سے اسے اپنی طرف بلایا۔ وہ بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا۔ بیسوتانی اسے اپنے کمرے میں لے آیا اور اسے اپنی مسہری پر اپنے پاس بٹھاتے ہوئے اس نے بڑی ہمدردی سے پوچھا:

"یہ کومر تمہاری بے عزتی کیوں کر رہا تھا؟"

اس جوان نے کہا:

"یہ بہت برا آدمی ہے۔ کسی کام میں تھوڑی سی بھی دیر ہو جائے تو بری طرح برس پڑتا ہے۔ میں نے آپ کے گھوڑے کو ذرا دیر اصطبل سے باہر لٹایا۔ پھر اسے چارہ ڈال کر میں کھریرا کرتا رہا۔ بس اس کام میں تھوڑی دیر ہو گئی تو یہ میری بے عزتی کرنے لگا۔"

بات کو آگے بڑھانے کی غرض سے بیسوتانی نے پھر پوچھا:

"یہ سرائے کا مالک جس کا نام نمان ہے وہ بھی اس کومر کو نہیں سمجھاتا کہ دوسروں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے؟ ——— اور ہاں میں نے ابھی تک تمہارا نام تو پوچھا ہی نہیں۔"

اس جوان نے اطمینان کی خاطر ایک بار اٹھ کر باہر جھانکا۔ پھر وہ دوبارہ بیسوتانی کے پاس آ بیٹھا اور رازداری سے بولا:

"میرا نام کلوش ہے۔ یہ جو کومر ہے نا۔ یہ بہت مکروہ اور جرائم پیشہ انسان ہے۔ سرائے کا مالک نمان اسے کسی بات سے منع نہیں کر سکتا کیونکہ کومر بدمعاش ہے۔ نمان اس سے ڈرتا ہے۔ اس علاقے کے بڑے بڑے جرائم پیشہ لوگ اسے جاننے والے ہیں اور ان لوگوں سے اس کے گہرے مراسم ہیں۔ یہ لوگ دوسروں کی عورتیں اور لڑکیاں اٹھا کر ادھر اُدھر بیچنے کا کام بھی کرتے ہیں اور اس کام کے لیے یہ لوگ بہت دور دور تک نکل جاتے ہیں۔ میں مجبوراً اس سرائے میں کام کرتا ہوں۔ میں کب کا یہاں سے بھاگ گیا ہوتا مگر میرا باپ مر چکا ہے۔ ایک بیوہ ماں ہے اور تین چھوٹے بہن بھائی ہیں جن کی کفالت میرے ذمہ ہے۔ اس لیے میں صرف اپنی مجبوری کے تحت اس گندے اور بے ہودہ ماحول میں کام کر رہا ہوں۔ پر آپ نے مجھ سے اتنی گفتگو کی ہے اور اپنا نام آپ نے بتایا ہی نہیں۔"

بیسوتانی نے کہا:

"دیکھو کلوش! میرا نام بیسوتانی ہے۔ میں تجارت پیشہ آدمی ہوں اور مجھے دو ایسے جوانوں کی تلاش ہے جو میرا کچھ قیمتی سامان لے بھاگے ہیں۔ وہ اسی حطا کی سرزمین کے رہنے والے ہیں۔ میں انہی کی تلاش میں ادھر آیا ہوں۔ کاش! مجھے ان دونوں کے گھروں کا کچھ علم ہوتا۔"

اس کے ساتھ ہی بیسوتانی نے اپنی خرجین سے کچھ سکے نکالے اور کلوش کی گود میں رکھتے ہوئے کہا:

"تم یہ سکے اپنے پاس رکھو۔ تمہارے کام آئیں گے اور ان سے تم اپنی حالت کافی حد تک سنوار سکتے ہو اس لیے کہ یہ سارے طلائی سکے ہیں۔"

کلوش نے حیرت سے بیسوتانی کی طرف دیکھا اور کہا:

"اس قدر سکے تو میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھے۔ ان سے واقعی میں اپنے حالات سنوار سکتا ہوں۔ پر سوال یہ ہے کہ آپ میرے لیے اجنبی ہو کر مجھے اتنی بڑی رقم کیوں دے رہے ہیں؟"

بیسوتانی نے کلوش کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے کہا:

"اس کے بدلے تم سے میں ایک کام لوں گا۔ تم یہ بتاؤ کہ رات کے وقت تم سوتے کہاں ہو؟ آدھی رات کے بعد میں تمہیں جگاؤں گا اور تم سے ایک کام لوں گا۔ شاید تم اس موقع پر جستجو میں پڑ جاؤ لیکن میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ آج ہی کی رات کومر سے تمہیں نجات دلا دوں گا۔ میں آج رات اس کے خلاف ایک بڑا قدم اٹھاؤں گا۔ کیا اس معاملے میں تم میرے ساتھ تعاون کرو گے؟"

کلوش نے جواب میں کہا:

"کیوں نہیں۔ میں ضرور آپ کے ساتھ تعاون کروں گا۔ اب تو میری جان بھی آپ کے لیے حاضر ہے۔ ویسے میں آپ کو یہ بتا دوں کہ میں اصطبل کے پچھواڑے میں سوتا ہوں۔ آپ مجھے وہاں سے جگا سکتے ہیں۔ میں ہر معاملے میں آپ کی مدد کروں گا۔ کومر واقعی اس قابل ہے کہ اسے کوئی بدترین سبق دیا جائے۔ یہ ظالم اور اس کے ساتھی عورتوں کے بیوپار کر کے کتنے شریف لوگوں کے گھر اجاڑتے ہیں۔"

بیسوتائی نے رازداری سے کہا:

"پہلے تم میرے لیے کھانا لے کر آؤ۔ پھر یہ رقم جو میں نے تمہیں دی ہے، اپنے گھر چھوڑ کر آؤ تاکہ کوئی تم پر شک نہ کر سکے۔ پھر آدھی رات کے بعد میں تم سے تفصیلاً گفتگو کروں گا۔ ہاں تم رات کو یہ جان کر سونا کہ کومر رات کے وقت کہاں سوتا ہے تاکہ میں اس پر ہاتھ ڈال سکوں۔"

کلوشش سنبھل کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا:

"ہر کام آپ کی خواہش اور مرضی کے مطابق ہوگا۔ اب میں جاتا ہوں اور آپ کیلیے کھانا لے کر آتا ہوں۔"

کلوشش باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ بیسوتائی کے لیے کھانا لے آیا اور وہ کھانا کھانے لگا۔

○

کافی دیر بعد جب بیسوتائی اپنے کمرے کو اندر سے چٹخنی لگا کر سونے کی کوشش کر رہا تھا کہ دروازے پر کسی نے دستک دی۔

بیسوتائی فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی چرمی پیٹی مسہری کے پائے سے لٹک رہی تھی جس کے ساتھ اس کی تلوار بھی تھی۔ اس کا ہاتھ فوراً اپنی تلوار کے دستے پر چلا گیا۔ ساتھ ہی اس نے آواز میں پوچھا:

"کون ہے؟"

باہر سے ایک رازدارانہ آواز سنائی دی:

"بیسوتائی! بیسوتائی! دروازہ کھولو۔ میں کلوشش ہوں۔"

بیسوتائی نے فوراً آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا اور کلوشش تیزی سے کمرے میں داخل ہوا۔

بیسوتائی نے پہلے کی طرح دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ کلوشش کو اس نے اپنے ساتھ مسہری پر بٹھایا اور پوچھا:

"کیا تم میرے لیے کومر سے متعلق کوئی خبر لے کر آئے ہو کہ وہ رات کو کہاں سوئے گا اور اس پر مجھے کس وقت ہاتھ ڈالنا چاہیے؟"

کلوشش نے ڈرتے ڈرتے کہا:

"میں خبر تو کومر سے متعلق ہی لے کر آیا ہوں پر یہ ایک افسوس ناک اور بری خبر ہے۔ آپ کے کہنے کے مطابق میں اپنے گھر چلا گیا تھا تاکہ وہ نقدی ماں کو دے آؤں جو آپ نے مجھے دی تھی۔ میرا گھر تو یہاں سے قریب ہی ہے پر میری ماں نے مجھے بٹھا لیا اور آپ سے متعلق تفصیل جاننے لگی۔ وہاں گھر میں ماں اور بہن بھائیوں کے ساتھ بیٹھے مجھے دیر ہو گئی۔ میں ابھی تھوڑی دیر ہوئی گھر ہی سے آیا ہوں لیکن جب میں واپس آیا تو مجھے یہ جان کر بے حد دکھ ہوا کہ کومر یہاں سے جا چکا ہے اور یہی بات میں اس وقت آپ سے کہنے آیا ہوں۔"

بیسوتائی اپنی جگہ سے اچھل سا پڑا:

"کہاں چلا گیا ہے کومر؟"

کلوشش نے کہا:

"میں نے آپ کو بتایا تھا کہ وہ ایک جرائم پیشہ انسان ہے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ لگاتار کئی کئی ہفتے اور ماہ باہر ہی رہتا ہے۔ میں جب بھی سرائے میں آیا تو نعمان سے پتہ چلا کہ کومر کے کچھ ساتھی آئے تھے اور وہ ان کے ساتھ چلا گیا ہے۔"

بیسوتائی نے پوچھا:

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ کس طرف گیا ہے تاکہ میں اس کا تعاقب کر سکوں"۔
کلوشس نے نرم لہجے میں جواب دیا:
"اس کا تعاقب کرنے میں آپ کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اوّل تو وہ بہت دور نکل چکے ہوں گے۔ دوئم یہ بھی خبر نہیں کہ وہ کس سمت گئے ہیں اور سوئم اس کے ساتھ ہی اس کے ساتھی بھی ہیں اور ان کی موجودگی میں کومر پر ہاتھ ڈالنا آپ کے لیے سراسر نقصان دہ ہوگا"۔
یسوتائی نے غصیلی آواز میں کہا:
"تو پھر میں یہاں رک کر اس کی واپسی کا انتظار کروں گا"۔
کلوشس نے سمجھانے کے انداز میں کہا:
"یہاں رکنے سے آپ کو کیا حاصل۔ نہ جانے کومر کب لوٹتا ہے۔ کبھی کبھی وہ مہینوں بھی باہر رہتا ہے"۔
یسوتائی نے کہا:
"میں چند روز تک یہاں رک کر اس کا انتظار کروں گا۔ اگر وہ لوٹ آیا تو ٹھیک نہ آیا تو میں لوٹ جاؤں گا اور اس سے حساب وصول کرنے پھر ادھر آؤں گا۔ اب تم جاؤ۔ جاکر آرام کرو"۔
کلوشس اٹھ کر باہر نکل گیا۔
یسوتائی پہلے کی طرح دروازے کی چٹخنی لگا کر اپنے بستر پر لیٹ گیا۔
یسوتائی نے چند روز وہاں رک کر دیکھا۔ جب کومر نہ لوٹا تو وہ واپس چلا گیا۔

○

قراقرم میں داخل ہونے کے بعد یسوتائی سیدھا تموجن کے مہمان خانے کی طرف گیا۔ تموجن نے بھی شاید یسوتائی کو آتے دیکھ لیا تھا لہٰذا وہ مہمان خانے سے باہر ہی کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ تموجن کے نزدیک آکر یسوتائی اپنے گھوڑے سے اترا۔

اس موقع پر تموجن کے بیٹے جوجی، چغتائی، اوغدائی اور تولائی بھی اندر سے نکل کر وہاں کھڑے ہوئے تھے۔ تموجن نے آگے بڑھ کر یسوتائی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا:
"اے یسوتائی! جس کام کے لیے تو گیا تھا اس سے متعلق تو کیسی خبر لایا ہے"۔
یسوتائی نے پرسکون انداز میں جواب دیا:
"میرے باپ نے مرتے وقت جو الفاظ کہے تھے ان کی روشنی میں ایک شخص کو میں نے تلاش کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس سے میں اپنے باپ کے قاتلوں اور ان ظالموں کے متعلق جان سکوں گا جو میری ماں اور بہن کو اٹھا کر لے گئے تھے۔ میرے اللہ نے چاہا تو عنقریب میرا ہاتھ ان کی شہ رگ پر ہوگا"۔
تموجن نے ہمدردی سے پوچھا:
"اس سلسلے میں میری مدد کی ضرورت ہو تو کہو!"
یسوتائی نے کہا:
"میں پہلے ہی آپ سے کہہ چکا ہوں کہ ان دشمنوں کو تلاش کر کے میں اکیلا ہی نمٹوں گا۔ جس علاقے میں یہ لوگ رہتے ہیں اس کے خلاف اگر ہم نے صرف اس وجہ سے لشکر کشی کی تو ہمیں کچھ بھی ہاتھ نہ لگے گا۔ اس طرح وہ ادھر ادھر کی سرزمینوں کی طرف نکل جائیں گے اور ہمارے پاس پچھتانے کے سوا کچھ نہ رہے گا۔ اگر میں اکیلا ان کے خلاف حرکت میں آتا ہوں تو انہیں خبر بھی نہ ہوگی اور اندر ہی اندر میں اپنا کام بھی کر جاؤں گا۔ جس مجرم کی نشان دہی میں کر کے آرہا ہوں وہ ریشم کی شاہراہ پر ایک سرائے میں رہتا ہے۔ اس کا ایک پاؤں کٹا ہوا ہے۔ وہ اپنے جرائم پیشہ ساتھیوں کے ساتھ کہیں باہر چلا گیا ہے ورنہ میں ابھی اسے اپنے ساتھ لے کر آتا۔ تاہم اس سرائے کے اندر ایک ملازم کو میں نے اپنا ہمدرد اور ہمراز بنا لیا ہے۔ وہ میرے لیے کام کرے گا اور اس کٹے ہوئے پاؤں والے آدمی پر نظر رکھے گا"۔
تموجن نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:
"اس کا مطلب ہے جس کام کے لیے تم گئے تھے اس کی تم کچھ بہتر ہی صورت پیدا

کر کے آ رہے ہو۔ اور سنو! جو اپنے آدمی میں نے طغرل کی جانب بھیجے تھے وہ بھی لوٹ آئے ہیں۔ طغرل کی طرف سے چند دنوں تک ایک لشکر یہاں پہنچ جائے گا جسے اپنے ساتھ ملا کر ہم بڑی آسانی سے تاتاریوں کے خلاف جنگ کی ابتدا کر سکیں گے۔ اگر ہم ان تاتاریوں کو زیر کرنے میں کامیاب ہو گئے تو سائبیریا اور صحرائے گوبی کے درمیان ہم سب سے بڑی قوت بن کر نمودار ہوں گے اور پھر چھوٹے چھوٹے قبائل اپنی حفاظت کے لیے از خود ہمارے اندر ضم و جذب ہوتے رہیں گے۔ ایسا کرنے کے بعد پھر ہم کسی بڑی مہم کا آغاز کریں گے۔ یسوتائی! تم تھکے ہوئے ہو۔ اب جاؤ۔ جا کر آرام کرو۔"

یسوتائی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے مکان کی طرف چلا گیا۔

○

تموچن اب تاتاریوں پر آخری اور فیصلہ کن ضرب لگانے کے لیے بڑی تیزی سے اپنی [illegible] آخری شکل دے رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ تاتاری جنگجو ہونے کے علاوہ عسکری قوت بھی رکھتے [illegible] صحرائے گوبی کے اطراف تاتاری اس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھے۔ اس کے علاوہ [illegible] چونکہ منگولوں اور چین کی سلطنت کے درمیان آباد تھے لہٰذا ایک طرف وہ مغلوں کو مشرق کی [illegible] پھیلنے سے روکے ہوئے تھے اور دوسری طرف وہ ختا[1] (چین) کی سرزمین میں گھس کر خوب لو[illegible] کرتے تھے۔ وہ میلوں تک ختا کے علاقے میں گھس جاتے اور بھوکے بھیڑیوں کی طرح دور دراز [illegible]

---

[1] ختا، چین ہی کا دوسرا نام ہے۔ چین اُن دنوں دو حصوں میں تقسیم تھا۔ شمالی اور [illegible] جنوبی چین پر قدیم سانگ خاندان حکمران تھا اور شمالی چین پر کن خاندان کی حکو[illegible] شروع میں یہ لوگ منچوریا کے جنگلوں میں رہتے تھے اور تنگس (سور) کہلاتے [illegible] میں یہ خطائی یا کن مشہور ہوئے اور اسی خطا کی نسبت سے اس علاقے کا نام خطا [illegible] ان کا مرکزی شہر ین کنگ تھا۔

یلغار اور لوٹ مار کرتے۔ انھوں نے ختا کے سرحدی علاقوں میں ایک طرح سے وحشت اور بربریت پھیلا کر رکھ دی تھی۔ ان دنوں ختا کے شہنشاہ کی طرف سے ان تاتاریوں کی سرکوبی کے لیے ایک لشکر روانہ کیا گیا تھا۔ یہ لشکر سرحدی علاقے میں آ کر خیمہ زن ہو گیا تھا اور تاتاریوں پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ کر رہا تھا۔

لیکن ——

چند ہی دنوں بعد تاتاریوں کے خلاف ترکوں اور منگولوں کی متحدہ یلغار شروع ہو گئی۔

تموچن نے اپنے لشکر کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصے میں نے سوبدائی کے حوالے کیا۔ مقولی اور جبی نویان کو اس کے ساتھ لگایا اور انہیں حکم دیا کہ تاتاریوں پر حملہ کر دیں۔

سوبدائی، مقولی اور جبی نویان نے ایسا ہی کیا اور اس لشکر کے ساتھ آگے بڑھ کر انھوں نے تاتاریوں پر یلغار کر دی۔

لشکر کا دوسرا حصہ تموچن نے اپنے پاس رکھا۔ یسوتائی کے علاوہ اس نے اپنے بیٹے جوچی، چغتائی، اوغدائی اور تولائی کو بھی اپنے ساتھ رکھا۔

تموچن نے تاتاریوں کے خلاف آخری اور فیصلہ کن جنگ کرنے کا عزم کر رکھا تھا۔ جس وقت تاتاری، سوبدائی، مقولی اور جبی نویان کی سرکردگی میں لڑنے والے منگول لشکر سے برسرِپیکار تھے اس وقت تموچن نے اپنے حصے کے لشکر کو دو مزید حصوں میں تقسیم کر دیا۔

تموچن نے ایک حصہ اپنے پاس رکھا اور دوسرا حصہ یسوتائی کے حوالے کیا۔ اپنے چاروں بیٹوں کو اس نے یسوتائی کے لشکر میں ڈالا تاکہ وہ اس سے جنگی تربیت حاصل کریں۔ پھر تاتاریوں کی پشت کی طرف سے تموچن نے اور ان کے مغرب کی طرف سے یسوتائی نے حملہ کر دیا۔ یہ دو طرفہ حملہ اس قدر زوردار اور بھیانک تھا کہ دائیں طرف سے یسوتائی نے انہیں کاٹ کر رکھ دیا تھا اور پشت کی طرف سے تموچن انہیں بری طرح بھنبھوڑ رہا تھا۔

یہ جنگ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکی کیونکہ اس سہ طرفہ حملوں کی مار اور ضرب سے گھبرا کر تاتاری مشرق کی طرف بھاگ گئے۔ ان کا ارادہ تھا کہ خطا کی سرزمین میں داخل ہو جائیں گے لیکن اس طرف خطا کا ایک جرنیل پہلے سے پڑاؤ کیے ہوئے تھا اور ان تاتاریوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔

لیکن جب اسے خبر ہوئی کہ تاتاریوں پہ منگولوں اور ترکوں نے حملہ کر کے ان کو مار بھگا ہے تو نام پیدا کرنے کی خاطر اس نے بھاگتے تاتاریوں پر حملہ کر دیا۔ اس نے جان لیا تھا کہ ناموری حاصل کرنے کا اس سے بہترین موقع اور کوئی ہاتھ نہ آئے گا۔

اب تاتاریوں نے جب یہ دیکھا کہ مشرق کی طرف سے ان پہ خطا کے سالار نے حملہ کر دیا ہے تو وہ اپنے آپ سے مایوس ہو گئے۔ وہ جان گئے کہ اب بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں ہے لہٰذا وہ پلٹے اور تموچن کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔

تموچن نے تاتاریوں کی سرزمین پر قبضہ کر لیا اور ان کے سارے جنگجوؤں کو اپنے لشکر میں شامل کر لیا۔ اس طرح سے تموچن کی دولت اور عسکری قوت میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔

تاتاریوں کے خلاف اس فتح کا تموچن کو یہ فائدہ بھی ہوا کہ تاتاریوں کے آس پاس جو چھوٹے چھوٹے قبائل ابھی تک اس کی گرفت سے باہر تھے، ان سب نے بخوشی تموچن کی اطاعت قبول کر لی۔ اس طرح کرایت ترکوں سے لے کر مشرق میں خطا کی سرزمین تک سارے وحشی قبائل کو زیر کر کے تموچن نے ایک طاقت کی شکل اختیار کر لی۔

دوسری طرف خطا کے سالار نے اپنے شہنشاہ کو پیغام بھجوا دیا کہ اس نے تاتاریوں پر حملہ کر کے انہیں مکمل طور پہ تباہ و برباد کر دیا ہے اور یہ کہ آئندہ کبھی بھی تاتاری خطا کے سرحدی علاقوں پر شورش برپا نہ کریں گے۔

اس کے ساتھ ہی خطا کے اس سالار نے اپنے کچھ قاصد کرایت ترکوں کے سردار طغرل اور تموچن کی طرف روانہ کیے۔ تاتاریوں کو مغلوب کرنے کی وجہ سے اس نے طغرل کو اونگ خاں (خانوں کا سردار) اور تموچن کو "باغیوں کا دشمن سالار" کے خطاب دیے۔ اس کے علاوہ خطا کے اس سالار نے تموچن کو سنہری غلاف کے ساتھ چاندی کا ایک جھولا[1] تحفتہً بھجوایا۔ تموچن کو یہ جھولا اور خطاب دونوں ہی بڑے عجیب لگے لیکن اس موقع پر اس نے کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا۔

تاتاریوں پر غلبہ پانے کے بعد تموچن جس وقت واپس اپنے شہر قراقورم کی طرف کوچ کر

---

[1] چاندی کا یہ جھولا کئی روز تک تموچن کے گھر میں منظرِ عام پہ رہا۔

والا تھا تو بیسوتائی اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا تموچن کے پاس آیا اور کہا:

"اے سردار! میں آپ کے ساتھ واپس نہ جاؤں گا۔ میں یہیں سے اپنے باپ کے قاتلوں کی طرف جاؤں گا اور میرے اللہ نے چاہا تو میں چند روز تک قراقورم آ کر آپ سے ملوں گا"۔

تموچن نے معنی خیز انداز میں بیسوتائی کی طرف دیکھا اور کہا:

"اے بیسوتائی! جلدی لوٹ آنا۔ شاید عنقریب کرایت ترکوں کے سلسلے میں تمہاری ضرورت میں بری طرح محسوس کروں گا"۔

بیسوتائی نے جلد آنے کا عہد کیا اور وہاں سے رخصت ہو گیا۔ جبکہ تموچن اپنے لشکر کے ساتھ قراقورم کی طرف کوچ کر گیا۔

اپنے اطراف کے سارے وحشی قبائل کو اپنے سامنے مفتوح و مغلوب کرنے کے بعد تموچن کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے لہٰذا اب وہ خواہش کرنے لگا تھا کہ کسی طرح ایسے حالات پیدا ہوں کہ وہ کرایت ترکوں کے سردار طغرل سے ٹکرائے اور اُسے اپنے سامنے زیر کر کے کرایت ترکوں کو بھی اپنے لشکر میں شامل کر کے اپنی عسکری قوت کو ناقابلِ تسخیر بنا لے۔

ایسے حالات پیدا کرنے کے لیے وہ اب اکثر اپنے لشکر کے ساتھ اپنے علاقوں سے نکل کر کرایت ترکوں کی حدود میں جا کر شکار کرنے لگا تھا تاکہ طغرل اسے ایسا کرنے سے روکے۔ اس طرح حالات خراب ہوں اور اسے طغرل کے خلاف یلغار کرنے کا بہانہ ہاتھ آ جائے۔

دوسری طرف مکریت قبائل جو کبھی تموچن کی بیوی بورتائی کو اٹھا کر لے گئے تھے اور بعد میں طغرل سے مدد حاصل کر کے تموچن نے نہ صرف ان سے اپنی بیوی حاصل کی تھی بلکہ ان پر غلبہ بھی حاصل کیا تھا انہی وحشی مکریتوں کا سردار توقتا بیگ[1] اور اس کے علاوہ ایک اور وحشی قبیلہ جسے تموچن نے زیر کر لیا تھا، اس کا سردار جاموقہ، طغرل کے پاس پہنچ گئے۔ یہ دونوں یعنی توقتا بیگ اور جاموقہ مل کر

---

[1] وحشی قبائل کے ان دونوں سرداروں کے نام ہیرلڈ لیم نے ایسے ہی تحریر کیے ہیں۔
: مصنف

طغرل کو تموچن کے خلاف بھڑکانے لگے۔ یوں حالات روز بروز ابتر اور بدترین صورت اختیار کرتے چلے گئے۔

○

دوپہر کے قریب یسوتائی اپنے گھوڑے پر سوار تمان کی سرائے میں داخل ہوا۔
اس وقت ہوا بہت تیز چل رہی تھی اور ماحول کی نگاہیں غبار آلود تھیں۔ فضا کے اندر گرد و غبار کا سا سماں تھا۔

سرائے میں داخل ہونے کے بعد یسوتائی اصطبل کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ایک طرف سے کلوش بھاگتا ہوا آیا۔ اسے دیکھتے ہی یسوتائی اپنے گھوڑے سے اتر گیا۔
کلوشش نے قریب آ کر مسکراتے ہوئے اسے سلام کیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا ہی تھا کہ یسوتائی نے اس سے پوچھنے میں پہل کر دی:

"اے کلوشش! کیا تو مجھے بتائے گا کہ کومر اس وقت سرائے کے اندر ہے یا کہیں باہر گیا ہوا ہے؟"

کلوشش نے بڑی فراخدلی سے کہا:

"اے یسوتائی! جب تم پہلی بار آئے تھے۔ کومر تو تب سے ہی باہر ہے۔ وہ لوٹ کر آیا ہی نہیں۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ جب وہ اور اس کے ساتھی باہر نکلتے ہیں تو کئی کئی ہفتے اور ماہ باہر رہتے ہیں اور طرح طرح کی لوٹ مار کرتے ہیں کہ وہ جرائم پیشہ لوگ ہیں۔"

ذرا رک کر اس نے دوبارہ کہا:

"ہاں۔ ان کے کچھ ساتھی لوٹ کر آئے ہیں۔ وہ اس سرائے میں بھی آئے تھے اور کومر کے بھائی تمان کو کچھ سامان دے گئے تھے۔ یہ لوٹ مار کا سامان تھا اور انھوں نے اپنے ان ساتھیوں کے ہاتھ اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ کیا تھا۔ یہ لوگ جو سامان لے کر آئے تھے چند دن بعد پھر لوٹ کر واپس جائیں گے۔ میں نے تمہاری خاطر ان

پر نگاہ رکھی تھی اور تمان سے ان کی گفتگو سننے کی کوشش کی تھی۔ ان کی باتوں سے مجھے یہ علم ہو گیا تھا کہ کومر ان دنوں شیلنسی[1] شہر کی ایک سرائے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ٹھہرا ہوا ہے۔ شیلنسی شاہراہِ ریشم کے کنارے ایک بڑا شہر ہے اور جس سرائے میں وہ ٹھہرے ہوئے ہیں وہ سرائے شاہراہِ ریشم کے کنارے ہی ہے۔ میں نے یہ سرائے دیکھی ہوئی ہے۔"
پھر کلوش چونک سا پڑا۔
جیب میں ہاتھ ڈال کر اس نے ایک کاغذ نکالا اور کہا:
"ہاں مجھے یاد آیا۔ چونکہ مجھے امید تھی کہ تم بہت جلد کومر کے لیے پھر اس سرائے کا رخ کرو گے لہٰذا شیلنسی کی جس سرائے میں کومر ٹھہرا ہوا ہے اس تک پہنچنے کا نقشہ بنا کر میں نے پہلے ہی اپنے پاس رکھ لیا تھا تاکہ تم اگر وہاں جانا چاہو تو تمہیں کوئی دقت نہ پیش آئے"
پھر وہ تہ کیا ہوا کاغذ کلوش نے یسوتائی کو تھما دیا۔
یسوتائی نے وہ کاغذ کھولا۔ چند ثانیوں تک وہ اس کاغذ پہ بنے ہوئے نقشے کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر کاغذ دوبارہ تہ کر کے اس نے اپنی خرجین میں ڈال لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے خرجین کے اندر سے ایک سنہری سکہ نکالا اور اسے کلوش کی جیب میں ڈالتے ہوئے اس نے کہا:
"یہ رکھ لو۔ یہ نقشہ بنا کر اور کومر سے متعلق معلومات فراہم کر کے تم نے میرا بہت بڑا کام کیا ہے۔ میں ابھی اور اسی وقت شیلنسی شہر کی طرف روانہ ہوں گا اور وہیں پہ کومر سے نمٹ کر واپسی کی راہ لوں گا۔"
کلوش نے تنبیہ کرنے والے انداز میں کہا:
"دیکھو یسوتائی! شیلنسی شہر یہاں سے کم از کم پندرہ سولہ میل تو ضرور ہوگا۔ اور سنو

---

[1] شیلنسی شاہراہِ ریشم کے کنارے چین کا ایک شہر ہے جو اب بھی آباد ہے۔

میں تمہاری احتیاط کے لیے یہ بھی بتا دوں کہ گوکومر کے کچھ ساتھی سامان لے کر یہاں آ گئے ہیں پر اس کے باوجود تم خوب دیکھ بھال کر وہاں کومر پہ ہاتھ ڈالنا۔ کیونکہ میرے اندازے کے مطابق اب بھی کومر کے ساتھ اس کے دس کے قریب ساتھی ضرور ہوں گے۔"

یسوتائی نے ککلوشش کا شانہ تھپتھپایا اور مسکراتے ہوئے کہا:

"جس فکرمندی کا اظہار تم نے میرے لیے کیا ہے اس کے لیے میں تمہارا ممنون ہوں۔ تم اندیشہ نہ کرو۔ میں کومر کو ایسا ہاتھ ڈالوں گا کہ میری گرفت سے بچ نکلنا اس کے لیے اگر ناممکن نہیں تو انتہائی دشوار اور مشکل ضرور ہو گا۔ سن رکھو! میں اسے قتل کر کے نہ لے جاؤں گا بلکہ اسے اٹھا کر اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور اس سے وہ راز اگلوانے کی کوشش کروں گا جو یقیناً وہ جانتا ہے۔ اب میں یہاں سے رخصت ہوتا ہوں"۔

اس کے ساتھ ہی ایک نیم مدوّر رفتد کے ساتھ یسوتائی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور وہاں سے کوچ کر گیا۔

○

کوری آنکھوں کے وصل انگیز خوابوں کے پیغام دیتی ہوئی شام نزول کرنے کو تھی۔ آگ سمندروں کے جاہ و جلال کی طرح سورج اپنے خدائے واحد کی فوق الفطرت قوتوں کا اظہار کرتا عالمِ اسباب کو عارضی الوداع کہہ رہا تھا۔ فضاؤں کے اندر تیز ہوائیں ہر شئے کو غبار آلود کر رہی تھیں صحرائے گوبی کی طرف سے آنے والی یہ تیز ہوائیں، بستیوں پر سناٹا طاری کر رہی تھیں ایسے میں یسوتائی شیلنسی شہر کی اس سرائے میں داخل ہوا جس کی نشاندہی ککلوشش نے نقشہ کی تھی۔

جونہی وہ سرائے کے اصطبل میں داخل ہوا تو وہاں کے ایک ملازم نے اس سے اس کا گھوڑا لے لیا۔ تب یسوتائی نے اسے تنبیہ کرنے والے انداز میں کہا:

"دیکھو میرے گھوڑے کے چارے کا عمدہ انتظام کرنا۔ پھر اس کو لٹا کر اور کھرا کرنے کے بعد اس پر زین کس دینا کیونکہ ممکن ہے میں رات کے پچھلے پہر یہاں سے کوچ کر جاؤں۔ اس کے علاوہ تم جانتے ہو صحرائے گوبی سے ہوتی ہوئی سائبیریا کی ٹھٹھرا دینے والی ہوائیں چل رہی ہیں اور زین پڑی رہنے سے میرا گھوڑا گرم بھی رہے گا"۔

اس کے ساتھ ہی یسوتائی نے اپنی خرجین کھولی اور ایک سکّہ نکال کر اس ملازم کو تھما دیا جس سے وہ خوش ہو گیا۔

ملازم سے یسوتائی کچھ پوچھنے ہی والا تھا کہ کچھ گھڑ سوار اصطبل کی طرف آئے۔ اس نے دیکھا کہ وہ تعداد میں کتنے تھے اور ان میں کٹے ہوئے پاؤں والا کومر بھی تھا۔

کومر سیدھا یسوتائی کے قریب آیا۔ اپنے گھوڑے سے اترا اور یسوتائی کو مخاطب کر کے بولا:

"تمہارا نام یسوتائی ہی ہے ناں۔ چند روز قبل میں تمہیں اپنی سرائے میں چھوڑ کر یہاں آیا تھا۔ اب تم یہاں اس سرائے میں کس سلسلے میں آ گئے ہو؟"

یسوتائی نے جواب دیا:

"میں تم سے ملنے یا یوں سمجھو کہ تمہارا تعاقب کرتا ہوا اس سرائے کی طرف آیا ہوں"۔

کومر کے چہرے پر پریشان کر دینے والے جذبے بکھر گئے:

"میری تلاش میں یعنی میرے تعاقب میں ادھر آئے ہو۔ لیکن کیوں؟"

یسوتائی نے فوراً بات بنائی:

"میں تمہاری سرائے میں چند روز قیام کرنے کے بعد واپس کوہستان الطائی کی طرف چلا گیا تھا لیکن وہاں جا کر مجھے پتہ چلا کہ جن لوگوں نے میرا مال اڑا لیا تھا وہ اسی شیلنسی شہر کے رہنے والے ہیں ـــــ اس بنا پر میں نے دوبارہ ادھر کا رخ کیا اور تمہاری سرائے میں گیا۔ وہاں تمہارے بھائی تمان کو جب میرے حالات کا علم ہوا تو اس نے مجھے تم سے ملنے کو کہا اور یقین دلایا کہ تم مجھے ان لوگوں

سے میرا مال دلا سکتے ہو اور ساتھ ہی اس نے مجھے تمہارا اس سرائے کا پتہ بھی دیا۔ اب میں تمہاری طرف آیا ہوں کہ شلینی کے بدمعاشوں سے میرا مال واپس دلا دو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر تم نے میرا مال دلا دیا تو اس مال کا آدھا میں تمہارے حوالے کر دوں گا اور وہ آدھا بھی اس قدر ہو گا کہ تم اپنے ان سارے ساتھیوں کے ساتھ اپنی بقیہ زندگی امن اور عزت کے ساتھ گزار سکو گے"۔

کومر نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"مجھے تمہاری یہ پیش کش منظور ہے۔ پر یہ تو بتاؤ کہ اگر ان مجرموں کو ہم تمہارے سامنے لائیں تو کیا تم انہیں پہچان لو گے؟"

یسوناٹی نے کہا:

"ہاں۔ میں انہیں ضرور پہچان لوں گا خواہ وہ رات کی تاریکی میں ہی کیوں نہ میرے سامنے آئیں۔ میں ان کے چہروں سے خوب واقفیت رکھتا ہوں"۔

کومر نے آگے بڑھ کر یسوناٹی کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا:

"اگر ایسا ہے تو تم اس سرائے میں اپنے لیے کوئی کمرہ نہ لینا۔ اس سرائے کے اندر میں اور میرے ساتھی ایک کمرے میں دو دو کے حساب سے رہ رہے ہیں۔ جو کمرہ میرے اور میرے ایک ساتھی کے تصرف میں ہے وہ کافی بڑا ہے اور تیسرے آدمی کے رہنے کی بھی گنجائش ہے۔ میں وہاں ایک اور بستر لگوا دیتا ہوں۔ تم وہیں میرے ساتھ ہی رہو گے۔ پھر کل دن کی روشنی میں ہم تمہیں یہاں کے سب چپڑا چکوں سے ملائیں گے اور تم پہچان لینا کہ کون تمہارے مجرم ہیں اور جب ہم ان سے تمہارا مال واپس دلا دیں تو تم خاموشی سے واپس لوٹ جانا اور مال مل جانے کے بعد اپنے وعدے سے پھر نہ جانا ورنہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے"۔

یسوناٹی نے کہا:

"مجھے منظور ہے"۔

کومر اسے اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لایا۔ اس کے لیے اس نے وہاں ایک بستر لگوا دیا

ر اس کے کھانے کا بھی عمدہ انتظام کیا۔ پھر یسوناٹی کومر کے کمرے ہی میں سو گیا۔

○

رات اپنے اختتام کے قریب تھی۔

ہر شے یوں خاموش تھی جیسے عذاب کے ہیولوں اور تباہی کے منجدھار میں کھو گئی ہو۔ ہاں ا اسی طرح ہوا کی زہریلی تاریکیوں کے اندر تیزی سے چل رہی تھی اور صحرائے گوبی کی طرف سے اپنے تھ ریت کے ذروں کو بھی لا رہی تھی۔

شلینی شہر کی وہ سرائے اور اس کا ماحول طلب شگفتہ جبیں کی طرح مطمئن اور کسی گوشہ گیر ، انتظار جیسا چپ اور پُراز سکوت تھا۔

کومر اور اس کا ساتھی گہری نیند سوئے ہوئے تھے جبکہ یسوناٹی جاگ رہا تھا۔ ان دونوں کا بغو ذہ لینے کے بعد یسوناٹی اپنے بستر سے اٹھا اور دبے پاؤں چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ پہلے طبل میں گیا اور اپنے گھوڑے کا جائزہ لیا۔ اس پہ زین کسی ہوئی تھی۔ یسوناٹی نے اسے لگام اکر تیار کر دیا اور دوبارہ کومر کے کمرے میں جانے کے بجائے اس نے سرائے کے بیرونی دروازے خ کیا۔ اس نے دیکھا دروازہ اندر سے بند تھا۔ بغیر آواز پیدا کیے اس نے سرائے کا صدر ذہ کھول دیا اور پھر کومر کے کمرے میں داخل ہوا۔

چند لمحوں تک یسوناٹی بڑے غور سے کومر کی طرف دیکھتا رہا۔ اس موقع پر اس کی حالت سینے ٹھنے والی چنگاریوں اور آگ کی لپٹوں کے گرد کھو دھندے جیسی ہو گئی تھی۔ اس کا چہرہ اور غضب میں پتھر و فولاد جیسا سخت ہو گیا تھا۔ اس کے خون کی شریانیں ابلنے کو تھیں اور ںا آنکھوں میں نئے قہر کی بارش اور ٹوٹتے ہوئے جوالوں کی اڑتی دھجیوں جیسا سماں تھا۔ نب کی اس حالت میں یسوناٹی آگے بڑھا۔ اپنے بستر کے پاس آیا اور وہاں رکھی اپنی چرمی نا سے اس نے دو رسیاں اور ایک بڑا رومال نکالا۔ پھر تیزی سے آگے بڑھ کر اس نے دز دبوچ لیا۔

کومر بستر پر پھڑپھڑایا اور اپنے آپ کو یسوناٹی سے چھڑانے کی کوشش کی لیکن یسوناٹی کی

شکنجے جیسی گرفت کے سامنے اس کی ہر کوشش ناکام رہی۔ یسوتائی نے ایک ہاتھ سے اس کا
کیے ہوئے تھا اور دوسرے ہاتھ سے اس نے کومر کا بدن اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ پھر
نے اپنے رومال سے کومر کا منہ کس کر باندھ دیا تاکہ وہ کوئی آواز نکال کر اس کے لیے کوئی
نہ کرے۔ اس کے بعد یسوتائی نے اس کی ٹانگیں اور ہاتھ بھی پشت پر کس کر باندھ د

کومر اس وقت خوف اور دہشت کے ملے جلے جذبوں کے ساتھ یسوتائی کی طرف د
تھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ یسوتائی کے چہرے پر صلیب و الطار اور انقلاب و مرگ طاری
والے جذبے رقص کر رہے تھے۔ اچانک کومر کے ذہن میں ایک خیال کوندا اور اس نے
کے لیے اپنے ساتھی کو جگانے کے لیے ایک ترکیب پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا لہٰذا اس
لیٹے ہی لیٹے اپنا پہلو بدلا اور اپنے آپ کو مسہری سے فرش پر گرا دیا۔

جونہی کومر کے فرش پر گرنے سے کھٹکا ہوا کومر کا ساتھی جو قریب سو رہا تھا
اٹھا۔ اٹھتے ہی جب اس نے دیکھا کہ کومر کا منہ ہاتھ اور پاؤں بندھے ہوئے ہیں اور
اپنا سامان سمیٹ رہا ہے تو لپک کر اس نے اپنی تلوار سنبھالی اور مسہری سے اٹھ
اتنی دیر میں یسوتائی بھی تلوار نکال چکا تھا۔

کومر کا ساتھی آگے بڑھا اور اپنی تلوار لہراتے ہوئے اس نے غصیلی آواز میں یسو
سے پوچھا:

"یہ تم نے کومر کا ہاتھ منہ اور پاؤں کیوں باندھے ہیں؟"

یسوتائی نے اسے تنبیہ کی:

"تم بیچ میں نہ آؤ۔ کومر پر مجھے اپنے باپ کے قتل کا شبہ ہے۔ میں اسے ا
ساتھ لے جا رہا ہوں۔ اگر یہ بے گناہ ثابت ہوا تو اسے چھوڑ دوں گا اور اگر
مجرم ہوا تو اس کی گردن کاٹ کے رکھ دوں گا۔"

کومر کے ساتھی نے غصیلی روح کے انداز میں غراتے ہوئے کہا:

"میں سرائے کے اس کمرے میں تمہارے بدن کی تہوں کو ادھیڑ کر رکھ دوں گا
تمہیں زخم زخم کر کے شام کی شفق کے دھندلکوں جیسا کر دوں گا۔ میری موجودگی

میں تم کومر کو کیسے لے جا سکتے ہو؟"

یسوتائی نے اس کی ساری گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا اور آگے بڑھ کر اس نے کومر کے
ساتھی پہ حملہ کر دیا۔

کومر کے ساتھی نے جم کر مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن یسوتائی کے تیز حملوں کے سامنے
اس کی ہر کوشش ناکام ہو گئی۔ اس کے لیے جارحیت کو بھول کر اپنا دفاع کرنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔
یسوتائی کے حملوں میں موت کی سی تیزی آ گئی تھی اور وہ باد و رعد کے اس طوفان کی طرح حملہ آور ہو
رہا تھا جو قوموں کی تباہی اور تمدن کشی کا ضامن ہوتا ہے۔

یسوتائی ویرانیوں میں سنکتی ہواؤں کی طرح حملہ آور ہو رہا تھا جبکہ خوف کے مارے کومر کے
ساتھی کی زبان پہ کانٹے اور حلق میں پھندے پڑ گئے تھے۔ یسوتائی کے سامنے اپنی مکمل ناکامی پہ
وہ ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے اس کے جسم کی ساری ہڈیوں کے اندر زہر میں بجھے ہوئے تیروں کی
انیں چبھنے لگی ہوں۔

اچانک غرانے کے سے انداز میں یسوتائی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے رفیقِ عزازیل! اے جلیسِ ابلیس!! دیکھ تیری ساری جرأتمندی پر میں ذہول و
فراموشی طاری کرنے لگا ہوں۔ تیری رگ رگ میں ریشے ریشے میں دہکتی آگ کی
ناآسودگی بھرنے لگا ہوں۔"

کومر کے ساتھی پر اور زیادہ خوف طاری ہو گیا۔

اسی لمحہ یسوتائی کی تلوار اس کے شانے پر پڑی اور اسے دو لخت کرتی ہوئی نکل گئی۔
کمرے میں ایک ہولناک چیخ بلند ہوئی اور کومر کا ساتھی خون میں نہایا ہوا فرش پہ آ رہا۔

چاروں طرف کاٹ کھانے والی خاموشی بکھر گئی۔

یسوتائی نے فوراً اپنی چرمی خرجین کندھے سے لٹکائی۔ خون آلود ننگی تلوار اس نے ہاتھ ہی میں
رکھی۔ کومر کو اٹھا کر اس نے کندھے پر لادا اور اصطبل کو چل دیا۔

اصطبل میں آ کر یسوتائی نے دیکھا کہ لوگ سرائے کے مختلف کمروں سے نکل کر کومر کے کمرے
کی طرف جا رہے تھے۔ ذرا دیر بعد وہ کومر کے غائب ہونے اور اس کے ساتھی کے مارے جانے

جانے پر شور و واویلا کرنے لگے۔

یسوتائی نے فوراً اپنے گھوڑے کو کھولا۔ پھر وہ اس پر سوار ہوا اور کومرکو اپنے آگے لیا۔ تیزی سے اس نے گھوڑے کو اصطبل سے نکال کر سرائے کے صدر دروازے کی طرف؟ اتنے میں سرائے کے اندر سے کسی نے بلند آواز میں چلاتے ہوئے کہا:

"وہ دیکھو۔ ہمارے ساتھی کا قاتل سرائے سے بھاگ رہا ہے۔ اور یہ بھی غور سے دیکھو کہ اس نے کومر کو اپنے آگے بٹھا رکھا ہے۔ کومر کی حالت سے ایسا لگتا ہے جیسے وہ رسیوں میں جکڑ کر بے بس کیا گیا ہو۔"

کسی دوسرے نے اپنے ساتھیوں کو تحکمانہ انداز میں کہا:

"چلو۔ جلدی کرو۔ اس کا تعاقب کریں۔ کومر کو اٹھا لے جانے والا اور ہمارے ساتھی کو قتل کرنے والا بچ نہ جائے۔ میں اسے اچھی طرح پہچان چکا ہوں۔ یہ وہی ہے جو کل شام کو سرائے میں داخل ہوا تھا اور اپنا گمشدہ مال حاصل کرنے کے لیے ہم سے مدد چاہتا تھا۔"

یسوتائی نے ان کی اس ساری گفتگو کا کوئی اثر نہ لیا۔ گھوڑے کو سخت مہمیز لگا کر اس شاہراہ پر دوڑا دیا جو صحرائے گوبی سے گزر کر کوہستان الطائی سے ہوتی ہوئی تھیان شان کے دروں کو عبور کرکے دور مغرب کی طرف چلی گئی تھی۔

شاہراہ پر یسوتائی اپنے گھوڑے کو دوڑاتا رہا۔

رات کی سرد خاموشی میں اپنے پیچھے اٹھنے والی بھاگتے گھوڑوں کی آوازوں سے اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔

جس وقت رات تمام ہوئی اور سورج طلوع ہوا، اس وقت یسوتائی صحرائے گوبی میں داخل ہو رہا تھا۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ آٹھ سوار اپنے گھوڑوں کو مارتے بھگاتے اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ صحرائے گوبی میں داخل ہونے کے بعد اس نے اپنے گھوڑے کو دائیں طرف موڑ کر اس راستے پر ڈال دیا تھا جو صحرائے گوبی سے گزر کر دریائے آمور، دریائے اونان اور دریائے کیرولان کے سنگم کی طرف جاتا تھا۔

تیز ہوائیں چلنے کے باعث صحرائے گوبی کے اندر ریت ہی ریت اڑ رہی تھی۔ بلند ٹیلے بگڑ رہے تھے اور ان کی جگہ نئے نئے ٹیلے جگہ جگہ بن رہے تھے۔ تیز ہوائیں بری طرح ریت کو اڑا کر صحرا کے اندر سائیں سائیں کی آوازیں پیدا کر رہی تھیں۔

صحرائے گوبی میں املی کے درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس یسوتائی نے اپنے گھوڑے کو روک دیا۔ وہاں املی کے درختوں کے اندر اونٹ کٹارے کی ان گنت جھاڑیاں بھی تھیں جن کی وجہ سے وہاں ہوا اور ریت کی مار کم تھی۔

سب سے پہلے اس نے کومر کو نیچے اتارا اور اسے املی کے ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا پھر اس نے خرجین کے اندر سے دو کپڑے نکالے اور ان سے اس نے اپنے اور گھوڑے کے منہ پر ڈھاٹے باندھ دیے تاکہ ریت منہ، ناک اور آنکھوں میں داخل نہ ہو۔ پھر اس نے اپنے گھوڑے کو بھی املی کے ایک درخت سے باندھا۔ زین سے بندھی ڈھال، ترکش اور کمان اتارے۔ ترکش کو اپنی پشت پر ڈالا۔ کمان کندھے پر لٹکائی اور اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال کر وہ تعاقب کرنے والوں کا انتظار کرنے لگا۔

جب صحرائے گوبی کے اندر اڑتی ریت میں تعاقب کرنے والے اسے املی کے اس جھنڈ کی طرف آتے دکھائی دیے تو یسوتائی نے اپنے کندھے پر لٹکتی کمان سنبھالی۔ اپنی تلوار اور ڈھال اس نے ریت پر رکھ دیں۔ ترکش سے چند تیر نکالے۔ پھر بڑی تیزی سے اس نے تعاقب میں آنے والوں پر تیروں کی بارش کر دی۔

اس کے وزنی نوک کے بھاری تیروں نے تعاقب کرنے والے آٹھ میں سے چار کو چھید کر رکھ دیا تھا اور وہ چیختے چلاتے، واویلا کرتے ریت پر گر پڑے تھے۔ باقی چار فوراً اپنے گھوڑوں سے کود گئے اور ٹیلوں کی اوٹ میں ہو گئے۔ یسوتائی کی طرح انھوں نے بھی صحرا کے اندر اڑتی ریت سے بچنے کے لیے اپنے چہروں پر ڈھاٹے باندھ رکھے تھے۔ اب وہ چاروں ایک ٹیلے کی اوٹ میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد دو دو ہو کر دائیں بائیں دونوں طرف سے چکر کاٹ کر املی کے جھنڈ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ان کا ارادہ تھا کہ یسوتائی پر دو طرفہ حملہ کرکے اس پر قابو پا لیں لیکن یسوتائی بھی ان کے ارادوں کو بھانپ چکا تھا۔

بسوتائی بھی فوراً حرکت میں آیا۔

وہ املی کے جھنڈ سے نکل گیا اور ریت پہ رینگتا ہوا اپنے دائیں طرف بڑھا تھوڑی دور اگے جاکر اس نے ریت کی دھند کے اندر دیکھا کہ تعاقب کرنے والوں میں سے دو ٹیلوں کی اوٹ میں جھک جھک کر چلتے ہوئے املی کے جھنڈ کی طرف جارہے تھے۔

بسوتائی نے ان پہ نگاہ رکھی۔ جب وہ ایک ٹیلے کی اوٹ سے نکل کر دوسرے ٹیلے کی اوٹ میں جانے لگے تو بسوتائی نے انتہائی سرعت کے ساتھ ان پر تیر چلادیے اور دونوں کو ڈھیر کرکے رکھ دیا۔

وہ دونوں بھیانک چیخیں بلند کرتے ہوئے گرے اور صحرائے گوبی کی ریت کو اپنے لہو سے رنگین بنانے لگے۔

ان کے دوسرے ساتھی جو بائیں طرف سے چکر کاٹ کر املی کے جھنڈ کی طرف بڑھ رہے تھے وہ دونوں چونک کر ایک ٹیلے کی اوٹ سے نکلے اور پریشانی و فکرمندی سے اپنے مرنے والے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگے۔

ان دونوں کو بسوتائی نے بھی دیکھ لیا لہٰذا وہ اپنی جگہ پر اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اور ان دونوں کو مخاطب کر کے اس نے کہا:

"تم آٹھ آدمیوں نے شینسی شہر کی اس سرائے سے یہاں صحرائے گوبی کے اندر تک میرا تعاقب کیا ہے۔ دیکھو! میں نے تم میں سے چھ کا کام تمام کر دیا ہے۔ اب باقی صرف تم دونوں بچے ہو اور صحرائے گوبی کی اس اڑتی ہوئی ریت کے اندر میں تم دونوں کو ایک ساتھ مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔ سن رکھو! میں کسی کا بخت، کسی کی تقدیر ہوں اور یہ کومر میرا مجرم اور میرا شکار رہے۔ تم لوگ میری خواہشوں، میرے ارادوں کی ضد ہو۔ آگے بڑھ کر مجھ سے ٹکراؤ اور دیکھو کیسے میں تمہاری حیات کے آسمانوں کو گردش میں لاتا ہوں۔ زندگی کے اس سمندر میں گو خدا سب سے بڑا گواہ اور شاہد ہے پر مجھے یقین ہے کہ تم لوگ ہی وہ گناہ گار اور مجرم ہو جن کی مجھے تلاش ہے۔ اس صحرا کے اندر تم دیکھو گے میں تمہیں ہوا کی طرح نگل جاؤں گا۔

مجھ سے مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھو کہ میں تمہاری حالت اس پراگندہ و فرسودہ بت کی طرح کر دوں جس کا کوئی خریدار و فروشندہ نہ رہا ہو"

کومر کے دونوں ساتھی آہستہ آہستہ آگے بڑھے۔

وہ بڑے غور اور انہماک سے بسوتائی کی طرف دیکھ رہے تھے کہ کہیں وہ اچانک اپنی کمان میں تیر جاکر ان پر بارش نہ برسا دے۔ پھر ان میں سے ایک نے بسوتائی کو اپنی طرف متوجہ اور باتوں میں مشغول رکھنے کی خاطر کہا:

"روحوں کے اس ویران صحرا کے اندر تیرے تخیّل کی اڑان کو ہم یقیناً خستہ و ماندہ کر کے رکھ دیں گے۔ تیرا ناطق وجود بے بسی اور شکستگی کا شکار ہوگا۔ تیرے اس بے کل باطن کا سارا شور و شر ہم شام کے اس اندھیرے میں چلتا کر دیں گے تو نے ہمارے جتنے ساتھیوں کا نقصان کیا تیرے جسم کو یقیناً ہم اتنے ہی حصوں میں کاٹیں گے۔"

کومر کے اس ساتھی کی اس گفتگو پر بسوتائی کی بھوری آنکھوں میں گونجوں کے لہراتے بھنور اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور اس کے تپے ہوئے چہرے پر فکر کی درخشندگی اور عزم کی پائندگی کے پس منظر میں انتقام کے بگیر ان سمندر غوطہ زن تھے۔ پھر اس نے ان دونوں سے کہا:

"قسم ہے مجھے اپنے اس رب کی جو خشک صحراؤں میں پھول کھلاتا ہے۔ جو سمندر کی تہوں میں رزق کے دریا بہاتا ہے۔ صحرائے گوبی کی ان کالی گھنیری جھاڑیوں کے سلسلے کے پاس تم دونوں کی حالت میں ویرانیِ بازارِ حیات جیسی کر کے نکل جاؤں گا۔ تیزی سے آگے بڑھو اور پھر دیکھو نیرگی کے اس صحرا کے اجاڑ سناٹوں میں کیسے میں تمہیں موسموں کی گرد اور طوفانوں کی ریگ کا شکار بناتا ہوں۔"

بسوتائی خاموش ہوگیا۔

کیونکہ وہ دونوں اب قریب آگئے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے مل کر اور خوب گتھ کر آرہے تھے تاکہ دونوں ایک ساتھ بسوتائی پر حملہ کر دیں لیکن بسوتائی ان کی ساری سوچوں پر حاوی

ہو گیا تھا۔ قبل اس کے کہ وہ دونوں آگے بڑھ کر یسوتائی پر حملہ کریں، یسوتائی نے خود آگے بڑھ کر ... برداشت کر دیا۔ اور اس کے وار ایسے تیز اور جان لیوا تھے کہ وہ دونوں اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھتے ہوئے پسپائی پر مجبور ہو گئے تھے۔

ان دونوں کو دھکیلتا ہوا یسوتائی دور تک لے گیا۔ وہ اپنی انتہائی کوششوں کے باوجود یسوتائی کے سامنے دفاع سے نکل کر جارحیت پر اترنے میں کامیاب نہ ہو پا رہے تھے اور اپنی اس مسلسل ناکامی پر ان کے چہروں پر زردی اور آنکھوں میں اداس شام پر مسلط تاریکیوں کی کیفیت طاری ہونے لگی تھی۔ ان دونوں کے اذہان کی منڈیر پہ تاریک وسوسے، بے تاب روحوں میں سلگتی آرزوئیں اور بے چین دلوں میں ویرانیاں رقصاں تھیں۔

پھر اچانک ان میں سے ایک کی چیخ بلند ہوئی اور وہ خون میں نہاتا ہوا ریت پر گر پڑا۔ یسوتائی کی قہر برساتی تلوار اس کے بائیں پہلو پر گری تھی اور اسے موت سے ہم کنار کر گئی تھی۔ یسوتائی اب اور زیادہ سرفروش و سربلند ہو کر اور اپنے رب کی مدحت کرتا ہوا تیزی سے ... ہونے لگا تھا۔ اس کے چہرے پر اب نیلے سمندروں کا سا جاہ و جلال اور آنکھوں میں عفو و عفو ... اور دشمن کے جسم کو شل کر دینے والے جذبے تھے۔

ایک موقع پر جب یسوتائی کے اکیلے بچ جانے والے اس مدِمقابل نے یسوتائی پر اپنی ... سے وار کیا تو یسوتائی نے فوراً اپنی تلوار زمین پر گرا دی اور اس کا تلوار والا ہاتھ اپنی مضبوط گرفت میں لیتے ہوئے اس نے کھولتے ہوئے لہجے میں کہا:

"اگر ہمت ہے تو اپنا یہ تلوار والا ہاتھ مجھ سے چھڑا دیکھو۔"

اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی انتہائی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔

پھر یسوتائی نے زور لگایا اور ایک جھٹکے کے ساتھ اسے اٹھا کر ریت پر پٹخ دیا۔ وہ منہ کے بل زمین پہ آ گرا۔ اتنی دیر میں یسوتائی نے اپنی تلوار اٹھائی اور آگے بڑھ کر اس کی گردن کاٹ دی۔

پھر ایک جگہ بیٹھ کر یسوتائی نے اپنی تلوار کو ریت پر رگڑ کر صاف کیا اور اسے اپنی نیام میں کر لیا۔

مرنے والوں کے گھوڑوں کو جو صحرا کی اڑتی ریت کے اندر کھڑے تھے، ایک جگہ جمع کر کے ان کی لگاموں کو ایک دوسرے کو باندھا اور مقتولین کے کپڑوں سے ان کے منہ پہ ڈھاٹے باندھ دیے۔

پھر یسوتائی املی کے جھنڈ میں داخل ہوا۔

پہلے اس نے کومرکو املی کے درخت سے کھولا۔ پھر اس کے منہ پہ بندھا ہوا کپڑا بھی کھول دیا۔ منہ کھلتے ہی کومر نے پوچھا:

"اے یسوتائی! تیری میرے ساتھ کیا دشمنی ہے جو تو مجھے شیلنسی کی سرائے سے اٹھا لایا۔ آہ! تو نے میرے آٹھ بہترین ساتھیوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ہے آہ! املی کے اس جھنڈ میں میں اپنے ساتھیوں کی بے بسی اور انہیں قتل ہوتے دیکھتا رہا ہوں"۔

کومر خاموش ہوا تو یسوتائی نے کہا:

"میں تمہیں شیلنسی کی سرائے سے کیوں اٹھا کر لایا ہوں اس کی ایک بھیانک وجہ ہے اور یہ وجہ میں تمہیں اس صحرا سے نکل کر اور آگے تین دریاؤں کے سنگم پہ جا کر بتاؤں گا۔ تو دیکھتا ہے اس وقت صحرائے گوبی کے اندر کس ہولناک طریقے سے ریت اڑ رہی ہے۔ اگر میں نے یہیں رک کر تمہارے ساتھ گفتگو کی اور معاملہ نمٹایا تو پھر ہم دونوں ہی صحرائے گوبی کی اس اڑتی ریت کے اندر دفن ہو کر ختم ہو جائیں گے۔"

کومر سے ہٹ کر یسوتائی اپنے گھوڑے کے پاس آیا۔ زین سے بندھا مشکیزہ کھول کر پانی پیا۔ پھر وہ مشکیزہ اٹھائے کومر کے پاس آیا اور نرم آواز میں کہا:

"تم یقیناً پیاس محسوس کر رہے ہو گے۔ لو پانی پیو۔ اس صحرا کے اندر میں تمہیں پیاس سے نہ مرنے دوں گا۔"

کومر نے تشکر آمیز نگاہوں سے یسوتائی کی طرف دیکھا۔ یسوتائی نے اس کے منہ سے مشکیزہ لگایا اور وہ پانی پینے لگا۔

کومر جب پانی پی چکا تو یسونائی نے مشکیزے کا منہ باندھ کر پھر زین سے لٹکا دیا اور کومر کو اٹھا کر زین کے اگلے حصے پہ بٹھا دیا۔ پھر وہ خود اس کے پیچھے بیٹھ گیا۔

اس کے بعد وہ مرنے والوں کے ان گھوڑوں کے پاس آیا جنہیں اس نے ایک دوسرے کے ساتھ جکڑ دیا تھا۔ اب وہ ان گھوڑوں کو اپنے آگے آگے ہانکتا ہوا صحرائے گوبی کے اندر اس راستے پر تیزی سے شمال کی طرف جا رہا تھا جو تین دریاؤں کے سنگم پہ جاتا تھا۔

صحرائے گوبی سے نکل کر یسونائی نے دریائے امور کے لکڑی کے پل کو عبور کیا۔ پھر دریا کے کنارے کنارے مغرب کی طرف جا کر وہ دریائے کیرولان، دریائے اونان اور دریائے امور کے سنگم پر آ گیا۔

پہلے وہ خود گھوڑے سے نیچے اترا۔ پھر کومر کو اتار کر دریا کے کنارے کی گیلی ریت پر ڈال دیا۔ اس کے بعد اس نے سارے گھوڑوں کو پانی پلایا۔ پھر دریا کنارے سے ہٹ کر انہیں چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ گھوڑوں کے منہ سے اس نے ڈھاٹے اتار پھینکے تھے۔

پھر وہ اپنے منہ سے ڈھاٹا اتارتا کومر کے پاس آیا۔ اس کا بھی ڈھاٹا اتارا۔ پشت پہ بندھے اس کے ہاتھ بھی کھول دیے۔ پھر کومر کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے اس نے زخم زخم کر دینے والے بھیانک انداز میں پوچھا:

"جانتے ہو شینسی شہر کی سرائے سے میں نے تمہیں کیوں اٹھایا ہے؟ اور تمہارے ساتھیوں کو کیوں قتل کیا ہے؟ میں تمہارے بھائی کی سرائے میں ہی تم پر ہاتھ ڈالنے گیا تھا پر تم اسی رات وہاں سے چلے گئے تھے اس لیے میں نے تمہیں شینسی شہر کی سرائے میں جا لیا۔"

کومر نے قطعی طور پر اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے جواب میں کہا:

"میں نہیں جانتا تم نے مجھے کیوں اٹھایا اور کیوں تم نے میرے ساتھیوں کو صحرا کے اندر بے بسی کی موت مار دیا؟"

یسونائی نے تیز اور زہر بھرے انداز میں کومر کی طرف دیکھا اور پوچھا:

"کیا تم منطاشش نام کے اس شخص کو بھی نہیں جانتے جسے تم لوگوں نے قتل

کر دیا تھا"۔

کومر اس انکشاف پہ چکرا کر رہ گیا۔

ان گنت پریشانیاں اور تفکرات اس کے چہرے پہ ہجوم کر آئے پر جلد ہی اس نے اپنی حالت پہ قابو پا لیا اور سوالیہ انداز میں یسونائی سے کہا:

"میں نہیں جانتا تم کس منطاشش کی بات کرتے ہو اور کیوں اس کا خونِ ناحق میرے ذمے لگانا چاہتے ہو"۔

یسونائی نے قہر بھرے لہجے میں کہا:

"لگتا ہے تم شرافت سے کچھ نہ اگلو گے۔ قبل اس کے کہ میں سختی پر اتروں۔ قبل اس کے کہ میں تمہارے لیے انسانیت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دوں، سچائی کو اگل دو"

کومر نے پھر ڈھٹائی سے کہا:

"جب میں جانتا ہی کچھ نہیں تو اگلوں گا کیا۔ میرا کسی منطاشش کے قتل سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی میں ایسے نام کے کسی شخص کو جانتا ہوں"۔

یسونائی کے ہونٹوں پہ غصیلی اور زہریلی مسکراہٹ بکھر گئی:

"تو تم یوں نہ بتاؤ گے؟"

اس کے ساتھ ہی یسونائی اٹھ کھڑا ہوا۔

دریائے امور کے کنارے کی چٹانوں سے وہ ایک بڑا وزنی پتھر اٹھا لایا۔ کومر مکارانہ انداز میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

وہ پتھر لا کر یسونائی نے کومر کے پاس رکھ دیا۔ اپنے گھوڑے کی خرجین سے اس نے ایک اور رسی نکالی اور دوبارہ کومر کے پاس آ گیا۔ اس رسی کے ایک سرے پر اس نے پتھر کو باندھا اور رسی کا دوسرا سرا کومر کی کمر سے باندھ دیا اور جس رسی میں پہلے سے کومر کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے وہ رسی اس نے کومر کے دائیں بازو میں باندھ دی اور کہا:

"اے کومر! میں نے تمہاری کمر کے ساتھ ایک وزنی پتھر باندھ دیا ہے جو تمہیں پانی کے اندر ڈبو کر مارنے کے لیے کافی ہے۔ تمہارے ہاتھ کے ساتھ میں نے ایک رسی بھی باندھ دی ہے اور اس رسی کا دوسرا سرا میرے پاس ہو گا۔ اب میں تمہیں اس پتھر سمیت اٹھا کر دریا کے اس گہرے پانی میں پھینکتا ہوں۔ اگر تم کچھ نہ بتانا چاہو تو چپکے سے ڈوب مرنا اور اگر تم کچھ اگلنا چاہو تو جو رسی تمہارے ہاتھ کے ساتھ بندھی ہوئی ہے اسے ہلا دینا۔ میں تمہیں باہر کھینچ لوں گا۔"

کومر چلا پڑا:

"مجھ پر اتنا ظلم نہ کرو۔ یہ پتھر مجھ سے کھول دو اور مجھے دریا میں نہ پھینکو۔ میں ایک ایک بات تم سے سچ سچ کہہ دوں گا۔"

یسوتائی تہ جام کی سی تلخی کے انداز میں بولا:

"پتھر تو تمہارے جسم کے ساتھ ہی بندھا رہے گا۔ پہلے تم وہ راز اگلو جو میں نے تم سے پوچھا ہے۔"

کومر نے اب فیصلہ کن انداز میں کہا:

"میں ایسی بدترین موت نہیں مرنا چاہتا۔ تم پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ ہر بات سچ کہوں گا چاہے اس سے میری ذات پر ہی کیوں نہ حرف آتا ہو۔"

یسوتائی فیصلہ کن لہجے میں بولا:

"تو پھر بتاؤ۔ کیا تم منطاش نام کے کسی شخص کو جانتے ہو؟"

کومر نے کھل کر کہا:

"ہاں۔ میں اسے جانتا ہوں اور ہم لوگوں ہی نے اسے قتل کیا تھا۔"

یسوتائی نے زہر بھرے انداز میں پوچھا:

"اسے قتل کرنے کی وجہ؟"

کومر نے جواب دیا

"سنو! اسے قتل کرنے کے لیے ہمیں ایک شخص کاموری نے کہا تھا۔ یہ شخص ٹنکوان شہر کا سب سے بڑا رئیس ہے۔ اور سنو! اس شخص کے چار آدمی کسی کام کے سلسلے میں صحرائے گوبی کے اس پار منگول کی جھیل بیکال کی طرف گئے تھے۔ شاید وہ تازہ پھل منگولوں کے ہاں فروخت کرنے گئے تھے کیونکہ کاموری کے پھلوں کے وسیع باغات ہیں۔ یہ چاروں جوان وہاں سے ایک عورت اور اس کی بچی کو اٹھا لائے۔ وہ عورت چونکہ انتہائی حسین اور پُرکشش تھی اس لیے وہ اس عورت اور بچی کو اٹھا کر ٹنکوان شہر لے گئے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس حسین عورت کو تحفے کے طور پر اپنے رئیس کاموری کو پیش کریں گے جو اس عورت کی خوبصورتی سے خوش ہو کر انہیں انعامات سے نوازے گا۔

جب وہ عورت کاموری کے سامنے پیش کی گئی تو وہ اس کے حسن و خوبصورتی سے بے حد متاثر ہوا۔ اس نے اس عورت کو جس کا نام جوبانی تھا شادی کی پیش کش کی لیکن جوبانی نے اس شادی سے سختی سے انکار کر دیا کیونکہ وہ اس مسلمان کی بیوی تھی جس کا نام منطاش تھا اور جس کے متعلق تم نے مجھ سے پوچھا ہے۔ کاموری نے لگاتار دو سال تک جوبانی کو اپنے ہاں رکھا۔ اس کی بہترین خدمت کی۔ اسے کھانے اور پہننے کو عمدہ سامان فراہم کیا۔ اس کی بچی کی بھی خوب دیکھ بھال کی اور ایسا اس نے اس لیے کیا کہ وہ جوبانی کو اپنے سلوک اور اپنے کردار سے اپنی طرف مائل کرنا چاہتا تھا پر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہا اور ایک رات جوبانی اپنی بچی کو لے کر وہاں سے بھاگ نکلی لیکن کاموری نے اسے پکڑنے کے لیے اپنے آدمی اس کے تعاقب میں روانہ کر دیے۔ اسی فرار اور بھاگ دوڑ میں دونوں ماں بیٹی پکڑی گئیں۔ اس کے بعد مجھے معلوم نہیں کہ ان دونوں ماں بیٹی کا کیا بنا اور اب وہ کدھر ہیں اور کہاں ہیں؟ ہاں مجھے صرف اس قدر خبر ہے کہ سیناں شہر کا ایک مسلمان جوان تھا۔ نام اس کا احمار تھا۔ اسے خبر تھی کہ جوبانی کی بیٹی جس کا نام یشیع ہے وہ کہاں ہے!

اس دوران جوبانی کا شوہر منطاش بھی اپنی بیوی اور بیٹی کی تلاش میں نکلا اور اسے اک حسنِ اتفاق کہو کہ منطاش اور اس مسلمان احمد کی ملاقات ہوگئی۔ احمد نے جوبانی اور یشبیع کے متعلق اسے سب کچھ بتا دیا۔ ان حالات کا علم کاموری کو بھی ہوگیا۔ اسے خدشہ لاحق ہوگیا کہ جوبانی کا شوہر منطاش اسے قتل کر دے گا لہٰذا وہ منطاش اور احمد دونوں سے چھٹکارا چاہتا تھا۔ اس بنا پر کاموری نے ایک بھاری معاوضہ دے کر ہماری خدمات حاصل کیں اور ہم نے منطاش اور احمد دونوں کو باری باری موت کے گھاٹ اتار دیا۔ احمد کو ہم نے اس کے گھر پہ مارا اور منطاش پر ہم نے اس وقت حملہ کیا جب وہ سیبنان شہر سے نکل رہا تھا۔ کچھ دیر اس نے ہم سے جم کر مقابلہ کیا جس میں وہ بری طرح زخمی ہو گیا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر بھاگ نکلا۔

ہم نے اس کا تعاقب کیا لیکن اس کا گھوڑا ایسا برق رفتار تھا کہ وہ منطاش کو لے بھاگا اور ہم اسے پکڑ نہ سکے۔ وہ ایسا بری طرح زخمی ہوا تھا کہ ہمیں پورا یقین تھا کہ وہ گھر پہنچنے سے قبل ہی مر جائے گا لہٰذا ہم نے کچھ دیر بعد اس کا تعاقب ترک کر دیا منطاش مجھے بڑی اچھی طرح جانتا تھا کیونکہ وہ میرے بھائی نعمان کی سرائے میں اکثر ٹھہرا کرتا تھا اور میری اس سے ملاقات ہوتی رہتی تھی کیونکہ وہ اپنی بیوی اور بیٹی کی تلاش میں اکثر ادھر آیا کرتا تھا۔

جو کچھ میں جانتا تھا وہ میں نے تم سے کہہ دیا ہے۔ اب تم جو چاہو میرے ساتھ سلوک کرو۔ کاش! میں تمہیں اس وقت ہی ٹھکانے لگا دیتا جب تم پہلی بار ہماری سرائے میں داخل ہوئے تھے اور اگر میں ایسا کر دیتا تو نہ میرے ساتھی مارے جاتے نہ میں تمہارے ہاتھوں یوں بے بس اور مجبور ہوتا۔"

کومر خاموش ہو گیا۔

بیسوتائی نے عراتی ہوئی آواز میں کہا:

"اب یہ بتاؤ کہ سیبنان اور ٹنگوان شہر کہاں ہیں؟"

رحم طلب نگاہوں سے کومر نے بیسوتائی کی طرف دیکھا اور کہا:

"جس شہر کی سرائے سے تم مجھے اٹھا کر لائے ہو، اس سے آگے دس میل کے فاصلے پر سیبنان شہر آباد ہے۔ اس شہر کے مشرق میں صرف ایک فرلانگ کے فاصلے پر ایک دوراہا ہے۔ ایک شاہراہ سیدھی آگے کی طرف دریائے ہوانگ ہو اور دریائے کیانگ سی کی طرف نکل جاتی ہے۔ یہی ریشم کی شاہراہ ہے۔ دوسری شاہراہ بائیں طرف مڑتی ہے اور یہ سیدھی ٹنگوان شہر کو جاتی ہے جو وہاں سے صرف پانچ میل کے فاصلے پر ہے اور اس شہر کے جنوبی حصے میں کاموری کی حویلی ہے۔ کاموری کے بیشمار باغات ہیں۔ وہ اپنے باغات کے پھل ایک طرف جنوبی چین میں دریائے ہوانگ ہو تک اور دوسری طرف شمالی چین کے علاقے ختا کے بڑے بڑے شہروں تک پہنچاتا ہے۔ کاموری بڑا عیاش آدمی ہے اور اس نے ایک بہت بڑا حرم بنا رکھا ہے۔ اس کی ان گنت بیویاں ہیں۔ وہ اکثر اپنی حویلی سے باہر ہی رہتا ہے۔ کبھی کبھی جب اس کے پھل زیادہ ہوتے ہیں تو یہ پھل منگول قبائل میں بھی آ بیچتا ہے۔ اس کام کے لیے اس نے بہت سے کارندے رکھے ہوئے ہیں۔ اب وہ بوڑھا ہو چکا ہے، لیکن جو کام وہ کرتا تھا وہ اب اس کا بیٹا کرتا ہے"۔

بیسوتائی نے اپنا غصہ بڑی مشکل سے ضبط کیا ہوا تھا۔ ذرا دیر کے بعد اس نے پھر کومر سے پوچھا:

"احمد نامی جس آدمی کو تم لوگوں نے قتل کر دیا تھا اگر مجھے اس کے گھر والوں سے ملنا ہو تو میں انہیں سیبنان شہر میں کس طرف تلاش کروں؟"

کومر نے جواب میں کہا:

"احمد اپنے ماں باپ کا اکیلا لڑکا تھا۔ اس کے بعد اس کے ماں باپ ہیں اور ایک تیرہ چودہ برس کی بہن ہے۔ ان کا گھر شاہراہِ ریشم کے کنارے ہی ہے۔ شاہراہ کے کنارے سیبنان شہر کی سرائے ہے اور اس سرائے کے مشرق میں احمد کا گھر ہے۔ اس کے باپ کا نام سبحان ہے۔ وہ آہن گر ہے اور اس سرائے میں ٹھہرنے والے مسافروں کے

گھوڑوں کی نعل بندی کر کے اپنی گذر بسر کرتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ تلوار اور خنجر بازی
میں بھی خوب مہارت رکھتا ہے۔ وہ بڑا غریب لیکن بے حد ملنسار ہے۔ کاش
ہم نے اس کے جوان بیٹے کو قتل نہ کیا ہوتا!"

یسوتائیؒ نے غراتے ہوئے کہا:

"اب کاش کہنے اور پچھتانے سے کیا حاصل۔ اب جبکہ تم میرے باپ منغلاش اور
بے گناہ احمد کو قتل کرنے کا اقرار کر چکے ہو تو میں تمہیں ان دونوں کے قتل کی سزا
ضرور دوں گا"۔

کومر نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے:

"میں تم سے زندگی اور رحم کی بھیک مانگتا ہوں"۔

یسوتائیؒ بری طرح غرایا:

"کیا تم نے کبھی کسی کو زندگی اور رحم کی بھیک دی ہے"۔

اس کے ساتھ ہی یسوتائیؒ نے کومر کو اٹھا کر اپنے کندھے پہ لادا۔ پھر اس نے اس پتھر
کو بھی اٹھا لیا اور کومر کو پتھر سمیت پانی میں پھینک دیا اور جو رسی اس کے بازو سے
بندھی تھی اس کا دوسرا سرا اپنے قابو میں رکھا۔

کچھ دیر تک اس نے کومر کو پانی میں ڈبوئے رکھا پھر رسی کھینچی اور اسے پانی سے
باہر نکالا۔

اس نے دیکھا۔ وہ مر چکا تھا۔

یسوتائیؒ نے پتھر اس کی کمر سے کھول لیا اور اس کی لاش کو دریا میں پھینک دیا۔

جب اس کی لاش بہتی ہوئی دور چلی گئی تو یسوتائیؒ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور م
کے گھوڑوں کو اپنے آگے آگے ہانکتا ہوا قراقورم شہر کی طرف روانہ ہو گیا!

اپنے آگے آگے گھوڑوں کو ہانکتا ہوا یسوتائیؒ تموچن کے مہمان خانے کے سامنے آ رکا۔
تموچن نے اسے دیکھ لیا تھا لہٰذا وہ اپنے مہمان خانے سے باہر آ کر اس سے ملا۔ اس کے
راس کے بھائی تموجو، قسار اور بلکوتی بھی تھے۔ جب وہ تینوں اس سے بغل گیر ہو کر مل چکے تو
بالیؒ نے کہا:

"اے سردار! میں تمہارے لیے عمدہ نسل کے گھوڑے لایا ہوں اور یہ تمہارے
لشکر میں کام آئیں گے۔ میں اپنے باپ کے قاتلوں اور اپنی ماں بہن کے دشمنوں
سے اور قریب ہوا ہوں۔ جتنے یہ گھوڑے ہیں ان کے اتنے ہی آدمیوں کو میں نے
صحرائے گوبی کے اندر صفایا کر دیا تھا۔ اس گروہ کے سرکردہ کو جو میرے باپ کا قاتل
بھی تھا میں نے دریائے امور کے کنارے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ میں نے
اس کے جسم سے پتھر باندھ کر اور اسے پانی میں ڈبو کر بھیانک موت مارا ہے۔ ان قاتلوں
کے کچھ اور ساتھی زندہ ہیں۔ پہلے میں ان کا صفایا کروں گا۔ اس کے بعد میں ان
لوگوں کے پیچھے ہوں گا جو میری ماں اور بہن کو اٹھا کر لے گئے تھے اور مجھے امید
ہے بہت جلد میں انہیں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا کر دوں گا"۔

تموچن نے ہمدردی اور شفقت سے پوچھا:

"اگر اس سلسلے میں میری کسی طرح کی مدد اور اعانت کی ضرورت ہو تو کہو"۔

اپنے گھوڑے کی گردن تھپتھپاتے ہوئے یسوتائیؒ نے کہا:

"میں پہلے ہی تمہیں بتا چکا ہوں سردار! میں اکیلا ہی ان قاتلوں اور مفسدوں سے
نمٹوں گا اور بہت جلد تم دیکھو گے کہ میں انہیں ان کے انجام تک لے جاؤں گا اور
" یسوتائیؒ کہتے کہتے رک گیا۔

کیونکہ اس نے دیکھا کہ ایک طرف سے بولائیؒ ا   رف آ رہا تھا۔

بڑی تیزی سے بولائی اس کے پاس آیا اور اسے گلے لگا کر ملا اور پھر اس کی
پیشانی چوم کر بولا:

"اے مہربان بیٹے! تو کیسا ہے اور تو اپنے دشمنوں کی طرف کہاں تک آگے بڑھا ہے"۔

یسوتائی نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ کہا:

"اے مہربان بولائی! یہ گھوڑے جو کھڑے ہیں میرے باپ کے قاتلوں کے ہیں
ان کا میں صفایا کر چکا ہوں۔ ان کے کچھ اور ساتھی ہیں ان سے نمٹنے کے بعد میں ان
لوگوں کا تعاقب کروں گا جو میری ماں اور بہن کو لے گئے تھے"۔

تموچن نے یسوتائی کا بازو پکڑتے ہوئے کہا:

"میرے ساتھ مہمان خانے میں آؤ۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں"۔

سب مہمان خانے میں آ کر بیٹھ گئے۔

تموچن نے کہنا شروع کیا:

"یسوتائی! میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب چند روز کے لیے تم کہیں باہر نہ
جانا۔ اس لیے کہ میں کرایت ترکوں کے خلاف حرکت میں آ رہا ہوں۔ تم جانتے ہو
کرایت ترکوں کا سردار طغرل بوڑھا ہو گیا ہے جبکہ اس کا بیٹا جوان اور توانا ہے
اور وہ مجھے اچھا بھی نہیں سمجھتا۔ کل کو اگر طغرل مر گیا اور اس کا بیٹا کرایت ترکوں کا سردار
بن گیا تو وہ ضرور میرے خلاف کارروائی کرے گا۔ اس لیے ایسا موقع آنے سے قبل ہی
میں کرایت ترکوں کو زیر کر کے اور انہیں اپنے لشکر میں شامل کر کے اپنی عسکری قوت
اور حیثیت میں اضافہ کر لینا چاہتا ہوں اور اگر میں نے ایسا نہ کیا تو کل کو طغرل کا بیٹا
میرے خلاف ضرور ایسا ہی کوئی قدم اٹھائے گا"۔

ذرا رک کر اس نے پھر کہا:

"اور سنو یسوتائی! طغرل اور اس کے بیٹے کے خلاف ہم شکار کے بہانے حرکت
میں آئیں گے۔ دو ایک روز تک ہم اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کریں گے۔ بظاہر
ہمارا مقصد یہی ہو گا کہ ہم اپنے قبائل کو گوشت مہیا کرنے کے لیے شکار کی غرض سے
نکلے ہیں۔ یہ لشکر کرایت ترکوں کی سرزمین میں شکار کھیلے گا اور جب سردار طغرل
ہمیں اپنے علاقے میں شکار کرنے سے منع کرے گا تو ہم اس بات کو طول دینے کی
کوشش کریں گے جس کے نتیجے میں جنگ کی نوبت آئے گی۔ اس طرح کرایت ترکوں

پر حملہ کرنے کا ایک جواز نکل آئے گا اور ہم طغرل اور اس کے بیٹے کو قتل کر کے
کرایت ترکوں کو اپنے لشکر میں شامل کر لیں گے اور اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب
ہو گئے تو ان علاقوں کے اندر کوئی بھی ہماری عسکری قوت کے خلاف بغاوت کرنے
کی جرأت نہ کر سکے گا۔ اس کے بعد ہم اپنے علاقوں کو اور دشمنوں میں بھی پھیلانے
کی کوشش کریں گے۔ اب تم کہو کیا کہتے ہو میری اس تجویز کے بارے میں"۔

یسوتائی نے کہا:

"میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔ جانوروں کے شکار کی آڑ میں انسانوں کا شکار
کھیلنے کی یہ ترکیب یقیناً کامیاب رہے گی"۔

تموچن نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ کہا:

"اگر ایسا ہے تو اب تم جا کر آرام کرو۔ کل یا پرسوں اس مہم کا آغاز کیا جائے گا"۔

یسوتائی اور بولائی اٹھ کر باہر نکل گئے جبکہ تموچن کے آدمی ان گھوڑوں کو لشکر گاہ
کی طرف لے جا رہے تھے جو یسوتائی لایا تھا۔

یہ بارہویں صدی کے اختتام کا زمانہ تھا۔

تموچن اپنے لشکر کے ساتھ ان دریاؤں کے کنارے کنارے شکار کھیلتا ہوا آگے بڑھ رہا
تھا جو کرایتوں کی سرزمین کی طرف جاتے تھے۔

اس علاقے میں بارہ سنگھے، ہرن اور اس قسم کے دوسرے جانور بکثرت پائے جاتے تھے۔
یہاں تک کہ شکار کا یہ کھیل کھیلتا ہوا وہ کرایت ترکوں کی سرزمین میں داخل ہو گیا۔

اس کے ساتھ اس کے خیمہ پوش گبت تھے جنہیں بیل کھینچتے تھے۔ اس کے علاوہ اونٹ
گاڑیاں بھی تھیں جن کے اندر ان کی عورتیں تھیں۔

طغرل کے علاقے میں داخل ہو کر گبتوں کے بیل کھول دیے گئے۔ چھکڑوں کے اونٹوں کو
آزاد کر دیا گیا۔ خیمے نصب کر کے ایک پڑاؤ گاہ بنائی گئی اور اب تموچن طغرل کے علاقے کے اندر دور

دُور تک شکار کرنے لگا تھا۔ اس کا اصل مدعا طغرل کو بھڑکانا اور برانگیختہ کرنا تھا۔ اس لیے ک
کرایتوں کی اس سرزمین سے بڑی دلچسپی رکھتا تھا۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کرایت ترکوں کے شہر اس شاہراہ پر تھے جسے شاہراہِ
کہا جاتا ہے اور یہ شاہراہ مشرق میں دریائے ہوانگ ہو اور مغرب میں بحیرہ اسود تک چ
کرایت ترکوں کا ایک طرح سے اس شاہراہ پر کنٹرول تھا۔ اسی بنا پر تموچن ان علاقوں پر ق
کا تہیہ کر چکا تھا۔

طغرل کی سرزمین میں خیمہ زن ہونے اور وہاں دُور دُور تک شکار کھیلنے کے علاوہ
ایک تیسرا کام یہ کیا کہ جدھر جدھر سے طغرل کے عساکر آنے کا خطرہ تھا اس نے اس طرف اپنے
پھیلا دیے۔

دوسری طرف طغرل کے دربار میں تموچن کے دشمن بھی تھے اور وہاں اس کا سب
توقتا بیگ تھا۔ یہ ان مکربت قبائل کا سردار تھا جو تموچن کی بیوی بورتائی کو اٹھا کر لے گئے
تموچن نے طغرل کی مدد سے مکربتوں پر فتح حاصل کرنے کے علاوہ ان سے اپنی بیوی بھی حاصل

آج ——

وہی تموچن —— جو ضرورت کے وقت طغرل کو پکارا کرتا تھا نمک حرامی کا ثبوت
طغرل کے خلاف ننگی جارحیت کا مظاہرہ کرنے پر تُلا ہوا تھا۔

توقتا بیگ اور تموچن کے دوسرے دشمنوں نے، جو اس وقت طغرل کے دربار
تھے، طغرل کو تموچن کے خلاف بھڑکایا کہ وہ ناجائز طور پر اس کی سرزمین کے اندر شکار ک
اس پر برہم ہو کر طغرل نے دو ایک بار اپنے آدمی بھیج کر اسے کہلوایا کہ وہ اس کے علاق
جائے لیکن جب تموچن نہ مانا تو طغرل نے اس کے خلاف لشکر کشی کر دی اور یہی تموچن
بھی تھا۔

کرایت ترکوں نے جس تیزی سے منگولوں پر یلغار کی تموچن ایسا سوچ تک نہ سکا
کے ہراول دستوں کی اطلاع تموچن کو اس کے جاسوسوں نے اس وقت دی جب ترک
آ چکے تھے۔ اس کے جاسوسوں نے یہ اطلاع بھی دی کہ ترکوں کے ہراول دستوں کے پیچھے

طغرل اور اس کا بیٹا بھی ایک لشکر لے کر آ رہے ہیں۔

یہ خبریں ملنے پر تموچن ایک طرح سے افراتفری کا شکار ہو گیا لیکن اس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔
ات کی تاریکی میں اس نے کوہستانوں کی ایک کھوہ کے اندر عورتوں کو محفوظ کر دیا۔

اپنے پڑاؤ کو اس نے چھوڑ دیا۔

ریوڑوں کو اِدھر اُدھر منتشر کر دیا۔

پڑاؤ کو اس نے ایسا ہی رہنے دیا۔ خیموں سے ڈھکے ہوئے کُبت اور چھکڑے بھی اپنی جگہوں
پر کھڑے رہنے دیے گئے ——

اور ——

اپنے لشکر کے ساتھ وہ کسی محفوظ جگہ کی تلاش میں نکل بھاگا۔

اسے یقین تھا کہ ترک اس کے پڑاؤ کو چاروں طرف سے گھیر کر آگ لگا دیں گے اور اگر ایسا نہ
بھی کریں تو کم از کم ان کا قتلِ عام ضرور کریں گے کیونکہ جو خبریں اس کے جاسوسوں نے اسے مہیا کی تھیں
ن کے مطابق ترکوں کی تعداد اس کے لشکر سے کئی گنا زیادہ تھی۔ وہ اس طوفان سے خوف زدہ ہو
یا تھا جو رات کی تاریکی میں کرایت ترکوں کی صورت میں اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

اپنے لشکر کے ساتھ تموچن آٹھ نو میل شمال کی طرف چلا گیا۔ وہاں کوہستانی سلسلے میں
یک ایسی جگہ تھی جہاں وہ جم کر دشمن کا مقابلہ کر سکتا تھا۔

یہ ایک کھلا میدان تھا جو شمال کی طرف بتدریج تنگ ہوتا چلا گیا تھا۔ اس میدان کے مغرب،
شرق اور شمال میں پہاڑ تھے اور جنوب میں اس کے اندر داخل ہونے کا وسیع راستہ تھا لیکن اس
دان میں داخل ہونے کے بعد شمال میں آگے بڑھنے کے لیے انتہائی تنگ راستہ تھا جس میں سے
ی لشکر کو گزرنے کے لیے خوب سمٹنا پڑتا تھا۔ بس اسی میدان کے اندر تموچن نے کرایت ترکوں
سے نمٹنے کا ارادہ کر لیا تھا

اب وہ مطمئن تھا کیونکہ جنگ کے لیے اسے مناسب جگہ مل گئی تھی اور اس پر اسے مزید یہ بھی
طمینان تھا کہ کرایت ترک چونکہ نصرانی ہیں لہٰذا دوسرے ترک قبائل جو اسلام قبول کر چکے ہیں ان کی مدد
نہیں آئیں گے۔

اس میدان کے ارد گرد جو پہاڑی سلسلہ تھا اس کا نام کوہستان جبتہ تھا اور تموچن نے
ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے میدان کے مشرقی اور غربی بازوؤں پر کوہستانِ جبتہ کے اوپر
کی اوٹ میں اپنے لشکریوں کو بٹھا دیا۔ کوہستان کا شمالی حصہ جو تنگ تھا وہ اس نے
چھوڑ دیا۔

صبح کے وقت ترک مار دھاڑ کرتے ہوئے جب منگولوں کی خیمہ گاہ میں داخل ہوئے
نے دیکھا کہ پڑاؤ کے اندر خاموشی طاری ہے اور جا بجا آگ کے الاؤ روشن تھے۔

انہیں شبہ ہوا کہ منگول اپنے پڑاؤ میں غفلت کی گہری نیند سو رہے ہوں گے لیکن
پڑاؤ میں داخل ہوتے تو انھوں نے دیکھا خیمے خالی پڑے تھے۔ ریوڑوں اور لشکریوں
نام و نشان نہ تھا۔

وہ سمجھ گئے کہ منگول اپنے پڑاؤ سے بھاگ گئے ہیں۔ لہٰذا وہ ان کے گھوڑوں کے
تعاقب کرتے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ شمال کی طرف بڑھے۔ یہاں تک کہ وہ اسی میدان
جا پہنچے جس کے دونوں طرف کوہستانِ جبتہ کے اوپر تموچن نے اپنے لشکری چھپا
تموچن کا خیال تھا کہ وہ ترکوں پر دوطرفہ تیر اندازی کر کے انہیں اپنے آگے جھکنے پر
دے گا لیکن ترک بھی بڑے حساس ثابت ہوئے۔ اس میدان میں داخل ہونے کے بعد
دشمن کی بو پا گئے تھے۔ اس بنا پر وہ سنبھل گئے اور محتاط ہو کر انھوں نے اپنی ڈھالیں اپنے
کر لی تھیں۔

جونہی تموچن نے اپنے لشکریوں کو تیر اندازی کا حکم دیا ترکوں نے اپنی ڈھالوں کی آڑ
اپنا دفاع کر لیا۔

منگولوں کے تیر اندازی کرنے سے اب ترکوں پر یہ بات کھل گئی تھی کہ ان کے طرف مشرق
غربی کوہستانوں کے اوپر منگول گھات میں بیٹھے تیر اندازی کر رہے ہیں اور یہ کہ پہاڑ کا شمالی
محفوظ ہے لہٰذا انھوں نے اپنی ڈھالوں کو اپنے سامنے کر لیا اور مشرقی اور غربی کوہستانی
کے اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔

گو ترکوں کے اوپر چڑھنے کی رفتار سست تھی کیونکہ کوہستانوں کے اوپر

ان پر تیر برسانے کے علاوہ پتھر بھی لڑھکا رہے تھے پھر بھی وہ ایک دوسرے کے کندھے
سے کندھا ملاتے اپنے سامنے اپنی ڈھالوں کی دیوار بناتے آگے بڑھ رہے تھے۔

ان میں سے نہ کوئی پیچھے مڑ کر دیکھ رہا تھا اور نہ کوئی تیروں اور پتھروں سے گھبرا کر پسپا
ہو رہا تھا — بلکہ ایک کوہستانی عزم کے ساتھ وہ اوپر چڑھ رہے تھے۔

ترکوں کا یہ آہنی عزم دیکھ کر تموچن گھبرا گیا۔

اس نے یہ بھی دیکھا کہ ترکوں کے تازہ دم دستے لگاتار اس میدان میں داخل ہو رہے تھے

اور جب —

تھوڑی دیر بعد طغرل اور اس کا بیٹا بھی اپنے لشکر کے خاص حصے کے ساتھ وہاں پہنچ گئے تو
تموچن کی فکر مندی میں اور اضافہ ہو گیا۔

اس وقت تموچن کے پاس یسونتائی، سوبدائی اور تموچن کا علمبردار گلدار[1] کھڑے تھے۔ ان تینوں
کو مخاطب کرتے ہوئے تموچن نے پریشان اور بکھری بکھری آواز میں کہا:

"اے میرے عزیزو! ہم ایک انتہائی مشکل صورت حال میں پھنستے جا رہے ہیں۔
تم لوگ دیکھ رہے ہو کہ ترک کس عزم کے ساتھ چڑھتے آ رہے ہیں اور اگر وہ اوپر
چڑھنے میں کامیاب ہو گئے تو ہمارے لشکر کا مکمل طور پر صفایا کر دیں گے اور اگر
ہم اب پتھر اور تیر برسانا بند کر کے پہاڑ کے دوسری سمت اتر کر بھاگنے کی کوشش
کرتے ہیں تو بھی ہمارے لیے خطرناک ہو گا اس لیے کہ اتنی دیر میں ترک اوپر
چڑھ آئیں گے اور ہماری پشت کی طرف سے پتھر برسا کر وہ ہم سب کا مکمل طور پر
خاتمہ کر کے رکھ دیں گے۔ اب ہمیں بد سے بدترین حالات کا سامنا کرنے کے لیے
تیار ہو جانا چاہیے۔ جیسی حالت اس طرف ہماری ہے ویسی ہی سامنے والے کوہستانی
سلسلے پر مقولی، ہجی نویان اور ان کے لشکر کی ہو گی۔"

اس موقع پر یسونتائی نے سوچنے کے انداز میں کہا:

---

[1] یہ منکوت قبیلے کا سردار تھا اور تموچن کا علمبردار تھا۔ (ہیرلڈ لیم)

"اے خان! ہم نے اپنے سارے لشکر کو ان دو پہاڑوں پر متعین کر رکھا ہے۔ اگر آپ مجھ سے پوچھتے تو میں آپ کو یہی مشورہ دیتا کہ ہمیں اپنے لشکر کا ایک حصہ کوہستان کے شمالی حصے پر بھی لگانا چاہیے تھا اور جس طرح ترک برسر پیکار ہو کر ہماری طرف بلندی کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں تو ہم کوہستان کے اس شمالی حصے سے ان کی پشت پر تیر اور پتھر برسا کر ان کی اس پیشرفت کو مکمل طور پر روک سکتے تھے — لیکن — اب بھی ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ لشکر کے کچھ دستے مقرر کیے جائیں جو کوہستان جپنہ کی شمالی بلندیوں پر اپنا علم نصب کر کے نیچے اتریں اور ترکوں پر حملہ کر دیں۔ اس طرح ترکوں کی پیش قدمی رک جائے گی اور شمال میں علم نصب کرنے کا مطلب ہو گا کہ ہمارے اپنے لشکری اور ہمارے دشمن ترک دونوں خیال کریں گے کہ ہماری کمک آ گئی ہے۔ اس سے ہمارے لشکریوں کے حوصلے بلند ہوں گے اور ترکوں پر اس کے منفی اثرات مرتب ہوں گے۔"

تموچن نے آگے بڑھ کر بیسوتائی کو گلے لگاتے ہوئے کہا:

"قسم جاودانی نیلے آسمان کی! جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس پر مجھے شروع ہی سے عمل کرنا چاہیے تھا۔ پر اب اس موقع پر جب اس کام میں کافی دیر ہو گئی ہے۔ اے بیسوتائی! صرف تم ہی اس کام کو سرانجام دے سکتے ہو۔ میں تمہارے لیے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کرتا ہوں۔ تم گلدار کو اپنے ساتھ لو اور اپنی ترکیب کے مطابق حملہ آور ہو جاؤ۔ اگر کوئی تبدیلی کرنی ہوئی تو میں تم سے تیز رفتار سواروں کے ذریعے رابطہ رکھوں گا۔"

بیسوتائی نے سر کو خم کرتے ہوئے کہا:

ل منگولوں کے اس چکر کاٹ کر حملہ آور ہونے کی ترکیب کو "تولغمہ" یا "پرچم کی یورش" کہا جاتا تھا۔

"اے خان! میں تو ہمہ وقت تمہاری خدمت کے لیے تیار ہوں"۔

تموچن نے فوراً لشکر کا ایک حصہ بیسوتائی کے لیے علیحدہ کر کے شمال کی طرف بھیج دیا۔ اپنے علمبردار گلدار کو بھی اس نے بیسوتائی کے ساتھ کر دیا تھا۔

بیسوتائی اپنے لشکر کے ساتھ کوہستان جپنہ کی شمالی چوٹیوں پر نمودار ہوا۔ وہاں تک پہنچنے میں اس نے منگولوں کی کاوا کاٹنے کی بہترین ترکیب استعمال کی تھی۔ برفانی بیلوں کی دُموں والا پرچم اس نے کوہستانِ جپنہ کے اوپر نصب کر دیا۔ پھر وہ کوہستانوں سے اتر کر ترکوں پر حملہ آور ہو گیا۔

بیسوتائی گلدار کے ساتھ کوہستانوں کی عظمت، دمیدم گونج اور برستی آگ کے غضب کی طرح ترکوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ تموچ اجل کی طرح وہ جنگ کے میدان میں ابھرنے ڈوبنے لگا تھا۔ اس کے حملوں میں خون کی شریانیں کھولا دینے والا جذبہ تھا۔ حصارِ ظلمت، سلگتی خزاں اور خارِ مغیلاں کی طرح وہ دشمن کے دل میں گھستا چلا گیا۔

بیسوتائی نے ترکوں کو کافی پیچھے ہٹا دیا تھا۔ دونوں طرف کوہستانوں پر چڑھنے والے ترکوں کی پیش قدمی رک گئی تھی اور اب وہ تیزی کے ساتھ میدان میں اتر کر اپنے ان ساتھیوں کی مدد کو لپک رہے تھے جو بیسوتائی سے برسرِ پیکار تھے۔

یہاں تموچن سے ایک زبردست غلطی ہوئی۔

بجائے اس کے کہ وہ کوہستانوں سے اتر کے ترکوں کا تعاقب کر کے ان کو نقصان پہنچاتا، اس نے اپنے لشکر اور سامنے کوہستانوں پر مقولی اور جی نوبان کے تحت لڑنے والے لشکروں کو کوہستان سے نیچے اترنے کا حکم دے دیا اور بیسوتائی سے جا ملا۔

اس اقدام سے نقصان یہ ہوا کہ پہلے ترکوں کا دھیان تین مختلف محاذوں کی طرف تھا۔ اب جبکہ منگول ایک جگہ پر جمع ہو گئے تو ان کے سامنے صرف ایک محاذ رہ گیا۔ اور پھر طغرل اور اس کے بیٹے کی سرکردگی میں ترکوں نے ایسا زوردار جوابی حملہ کیا کہ منگول اس کی شدت کو برداشت نہ کر سکے اور میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

ترکوں نے کوہستانوں کے اندر کچھ دور تک منگولوں کا تعاقب کیا۔ پھر وہ لوٹ گئے — اور

جاتے جاتے ان کے پڑاؤ کو آگ لگا گئے۔

جب ترک چلے گئے تو تموچن اپنے لشکر کے ساتھ پلٹا۔

لشکر کی عورتیں جو اس نے کوہستانی غاروں کے اندر چھپا کر محفوظ کر دی تھیں انہیں ساتھ لیا۔ ریوڑ جو ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے انہیں جمع کیا اور اپنے سابقہ مسکن کی طرف کوچ کیا۔ ترکوں کے ہاتھوں تموچن کی یہ بدترین شکست تھی اور اس کے دو بیٹے جوچی اور چغتائی اس جنگ میں بری طرح زخمی بھی ہو گئے تھے۔

کوہستان چینہ کی جنگ سے لوٹنے کے بعد دوسرے روز بسوتائی پھر اپنی مہم پر روانہ ہوا۔

اس بار بھی اس نے وہی راستہ اختیار کیا جس راستے سے وہ پہلی مرتبہ گیا تھا یعنی تین دریاؤں کے سنگم کے پاس سے گزر کر اس نے صحرائے گوبی کی پٹی کو عبور کیا اور کوہستان فنجان کے قریب سے ہو کر وہ شاہراہِ ریشم پر چڑھ کر گھوڑے کو اور زیادہ تیزی سے دوڑانے لگا تھا۔

بسوتائی سیدھا سینان شہر کی طرف آیا۔

شاہراہ کے کنارے اس نے دیکھا کہ ایک سرائے تھی۔ وہ وہاں اپنے گھوڑے سے اتر گیا۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ سرائے کے صدر دروازے کے قریب ایک آہن گر بیٹھا گھوڑوں کی نعل بندی کر رہا تھا۔

اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے بسوتائی آہن گر کے پاس آیا۔ جب تک وہ آہن گر ایک گھوڑے کی نعل بندی میں مصروف رہا، بسوتائی وہاں خاموش کھڑا بڑے انہماک سے اسے اور اس کے کام کو دیکھتا رہا۔ جب وہ نعل بندی سے فارغ ہوا تو بسوتائی اس سے قریب ہوا اور بڑے

لحاظ اور نرمی سے مخاطب کرتے ہوئے اس سے کہا:

"اگر میں غلطی پہ نہیں تو آپ کا نام سنجار ہے۔"

اس بوڑھے نے جواب دیا:

"ہاں۔ میرا نام سنجار ہی ہے۔ پر آپ کون ہیں اور مجھ سے کیا کام ہے؟"

یسوتائی نے پھر نرمی سے کہا:

"میرا نام یسوتائی ہے اور میں منگول ہوں۔ میں ایک انتہائی اہم مہم پر ادھر آیا ہوں۔ آپ میرے گھوڑے کی نعل بندی کر دیں۔ اتنی دیر تک میں سرائے سے کھانا کھا لیتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی یسوتائی نے اپنے گھوڑے کی خرجین سے نقدی کی ایک تھیلی نکال کر سنجار کے سامنے رکھ دی۔

سنجار نے تھیلی کھول کر دیکھی۔ اس میں طلائی سکّے تھے۔

اس نے تعجب اور حیرت سے پوچھا:

"اتنی بڑی رقم ـــ یہ آپ مجھے کیوں دے رہے ہیں۔ آپ کے پاس تو صرف ایک ہی گھوڑا ہے جبکہ نقدی کی اس تھیلی کا صرف ایک ہی سکّہ کئی گھوڑوں کی نعل بندی کے لیے کافی ہے۔"

یسوتائی نے کہا:

"آپ یہ ساری رقم رکھ لیں اور گھوڑے کی نعل بندی کر دیں۔ میں آپ کو یہ رقم آپ کی مدد کے نظریے کے تحت دے رہا ہوں۔ آپ اسے قبول کرنے سے انکار نہ کیجیے گا۔ اگر آپ کا ضمیر اسے قبول نہ کرے تو اپنے مرنے والے بیٹے احمد کی روح کے سکون کی خاطر ہی یہ رقم آپ قبول کر لیں۔"

قبل اس کے کہ سنجار جواب میں کچھ کہتا، یسوتائی تیزی سے سرائے کے اندر چلا گیا۔

سرائے کی طرف جاتے ہوئے وہ زین سے لٹکتی اپنی خرجین بھی اتار لے گیا۔

بوڑھا سنجار چند تانیوں تک نقدی کی اس تھیلی کا منہ کھولے عجیب سے جذبات کے ساتھ ون کو بغور دیکھتا رہا۔ پھر اس نے یسوتائی کا گھوڑا ایک طرف باندھ دیا اور اٹھ کر اپنے گھر ن بھاگا جو سرائے کے مشرقی حصے سے ملحق تھا۔

وہ تقریباً بھاگتا ہوا اپنے گھر میں داخل ہوا۔

گھر میں ایک بوڑھی عورت جو شاید اس کی بیوی تھی اور ایک نوخیز لڑکی تھی جس کا بچپن یا یا جوانی سے گلے مل رہا تھا۔

وہ لڑکی ـــ ایک عمدہ شعر کے پیکر، نیلی جھیل کے کنول، خوابوں کے اجلے چہروں، ں کے روپ اور بہاروں کے آنگن جیسی حسین تھی۔ ترو تازہ تھی۔ اس کے گلاب رخساروں بر ین چہرے پر شبنمی صبح جیسی حیا کی رنگ آمیزی تھی۔ اس کا سلگتا جسم، چٹختے ہونٹ اسکی بت میں اور زیادہ کشش اور جاذبیت پیدا کر رہے تھے۔

وہ دونوں ماں بیٹی لگتی تھیں اور اپنے گھریلو کام کاج میں مصروف تھیں۔ اپنے بھیگے پلو سے ہاتھ پونچھتے ہوئے اس لڑکی نے سنجار کو مخاطب کر کے پوچھا:

"اے میرے باپ! آج آپ خلافِ معمول کچھ زیادہ ہی خوش دکھائی دے رہے ہیں۔ کیا کوئی خاص وجہ ہے؟"

سنجار ایک مُوڑھی پر بیٹھ گیا اور بولا:

"ہاں۔ آج خاص ہی بات ہے۔"

پھر اس نے اپنی بیوی کو آواز دے کر بلایا:

"تکدار! تم بھی ادھر آؤ اور دیکھو میں اپنے اور تم دونوں کے لیے خوشی کا کیا سامان لایا ہوں۔"

تکدار آ کر اپنے شوہر سنجار کے سامنے دوسری مُوڑھی پر بیٹھ گئی جبکہ وہ لڑکی اپنے باپ سنجار کے پاس آ بیٹھی۔

تکدار نے مایوسی سے کہا:

"تم ہمارے لیے کیا خوشی لائے ہو۔ جبکہ ہم نے آج تک یہی خوشی دیکھی ہے کہ

دو وقت کی روزی کا سامان بڑی مشکل سے ہوتا ہے"۔

سنجار نے نقدی کی تھیلی تکدار کی گود میں الٹ دی اور کہا:

"یہ ہے وہ خوشی جو میں تم دونوں کو بتانے اور سنانے آیا ہوں"۔

تکدار کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"اس قدر زیادہ سنہری سکے تم نے کہاں سے لیے۔ اس نقدی سے تو میں اپنی بیٹی قرطبینہ کی شادی کے بعد اپنے مستقبل کے لیے بھی بہت کچھ بچا سکتی ہوں پر یہ تمہیں کس نے دی؟"

سنجار نے کہا:

"ابھی ابھی، ذرا دیر ہوئی ایک نہایت خوبصورت اور رعنا جوان گھوڑے پر سوار آیا اور مجھے کہا کہ میرے گھوڑے کی نعل بندی کر دو۔ اتنی دیر تک میں سرائے سے کھانا کھا لوں ـــــ پھر اس نے مجھے نقدی کی تھیلی دی اور کہا کہ یہ صرف نعل بندی کی اجرت نہیں ہے بلکہ میں تمہیں غریب جان کر دے رہا ہوں۔ میں لینے سے انکار کرنے والا تھا کہ اس نے کہا۔ یہ جان کر ہی رکھ لو کہ اس سے تمہارے مرنے والے بیٹے احمد کی روح کو تسکین ہو گی"۔

سنجار نے ذرا رک کر پھر کہا:

"میں اس سے پھر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ وہ نقدی کی تھیلی میری گود میں ہی چھوڑ کر سرائے کے اندر کھانا کھانے چلا گیا اور میں تمہاری طرف آ گیا۔ اب دیکھتا ہوں کہ تم دونوں ماں بیٹی اس معاملے میں کیا کہتی ہو"۔

تکدار نے کہا:

"اس جوان نے تمہیں سکوں سے بھری ہوئی تھیلی دی اور تم نے اسے سرائے میں کھانا کھانے کو چلا جانے دیا۔ تم اسے اپنے ساتھ یہاں گھر لاتے اور یہاں ہم خود اس کے لیے کھانا پکا کر اس کی خدمت کرتیں"۔

قرطبینہ نے اس بات پہ اعتراض کرتے ہوئے کہا:

"کیوں ـــــ اسے اپنے گھر کیوں لے کر آئیں۔ ایک اجنبی جس کے بارے میں ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں ہے اسے ہم اپنے گھر میں کیوں لائیں۔ اے میرے باپ! پہلے یہ بتائیں وہ تھا کون؟"

سنجار نے کہا:

"وہ منگول ہے اور اس کا نام بسوتائی ہے!"

قرطبینہ نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

"منگول کبھی بھی قابلِ اعتبار نہیں ہوتے۔ آپ کو اس سے نعل بندی کی رقم رکھ کر باقی نقدی اسے لوٹا دینی چاہیے تھی"۔

تکدار نے قرطبینہ کی طرف دیکھ کر خفگی سے کہا:

"یہ قرطبینہ تو الھڑ اور اکھڑ لڑکی ہے۔ تم اپنی دکان پہ جاؤ اور اس کے گھوڑے کی نعل بندی کرو اور جب وہ کھانا کھا کر سرائے سے نکلے تو اسے اپنے ساتھ لے کر گھر آؤ تاکہ میں جان سکوں کہ وہ کہاں اور کدھر سے آیا ہے اور کیوں ہماری مدد پر مُصر ہے"۔

گھر سے نکل کر سنجار دوبارہ دکان پر آیا اور بسوتائی کے گھوڑے کی نعل بندی کرنے لگا۔

نعل بندی ختم کیے اسے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ بسوتائی سرائے سے نکلا۔ سنجار نے اسے کہا:

"اے عزیز! میں نے تمہارے گھوڑے کی نعل بندی تو کر دی ہے۔ پر تم میرے ساتھ آؤ۔ میری بیوی تم سے کچھ کہنا چاہتی ہے!"

بسوتائی کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ سنجار اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر کی طرف چل دیا۔

سنجار جب اسے لے کر گھر میں داخل ہوا تو قرطبینہ جو اپنی ماں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی، اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

سنجار نے بسوتانی کو اپنے پاس بٹھایا اور اپنی بیوی سے بولا:

"یہ ہے وہ منگول جس کا نام بسوتانی ہے اور اسی نے مجھے وہ نقدی کی تھیلی دی ہے"۔

نکدار نے نرمی اور شفقت سے بسوتانی کو مخاطب کیا:

"اے بیٹے! تو نے صرف ایک گھوڑے کی نعل بندی کے لیے میرے شوہر کو اتنی بڑی رقم کیوں دی؟"

بسوتانی نے سنجیدگی سے جواب دیا:

"اے محترم خاتون! میں جھوٹ نہ بولوں گا۔ نعل بندی کے علاوہ مجھے ایک اور کام بھی تھا جس کی بنا پر میں نے آپ کے شوہر کو اتنی بڑی رقم دی"۔

نکدار نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا:

"میرے شوہر سے اور کیا کام تھا جس کی وجہ سے تم نے اسے اتنی ڈھیر ساری رقم دے دی"۔

بسوتانی نے کہا:

"جن غنڈوں نے آپ کے بیٹے احمد کو قتل کر دیا تھا وہ میرے باپ کے بھی قاتل تھے۔ میرے باپ کا نام منطاش تھا۔ ان غنڈوں کے گروہ میں سے اکثر کو میں نے قتل کر دیا ہے۔ اب صرف ان کے چار ساتھی باقی رہ گئے ہیں اور عنقریب میں ان پر بھی ہاتھ صاف کر جاؤں گا ــــ میں آپ لوگوں سے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جوبانی نام کی عورت اور اس کی بیٹی کہاں ہیں۔ بیٹی کا نام میں نہیں جانتا لیکن اس کا نام مجھے یشبع بتایا گیا ہے۔ اگر آپ مجھے یہ بتا دیں کہ وہ دونوں کہاں ہیں تو میں آپ کا یہ احسان کبھی فراموش نہ کروں گا"۔

قبل اس کے کہ سنجار یا نکدار دونوں میں سے کوئی کچھ کہتا، ساتھ والے کمرے سے قرطبینہ نکل کر آئی۔ اس کا چہرہ اس وقت غصے سے رخِ قاتل جیسا شعلہ فگن ہو رہا تھا۔ اس کے چہرے پر تپنے گرد دوں، انگارہ زمین اور شبِ گراں زیست جیسے جذبے تھے۔ وہ طوفانی انداز

میں اپنی ماں کے پاس آئی اور اس سے نقدی کی تھیلی چھین کر اس نے بسوتانی کے منہ پر دے ماری اور پھر اس نازک و حسین لڑکی نے آداب سے بیگانہ وحشی آواز میں کہا:

"تم کیا سمجھتے تھے کہ نقدی کی اس تھیلی کی وجہ سے ہم تمہارے ہاتھوں بک جائیں گے۔ پہلے ہی تمہارے اس منطاش نام کے منگول کی وجہ سے میرا اکلوتا اور عزیز بھائی مارا گیا۔ اب اس گھر میں کیا رہ گیا ہے جس کی قربانی تم منگول ہم سے مانگتے ہو یہاں سے اٹھو اور دفع ہو جاؤ۔ ہم کسی جوبانی اور یشبع کو نہیں جانتے"۔

بسوتانی اپنی جگہ پر بیٹھا رہا اور حیرت سے غصے میں خشک ٹہنیوں کی طرح کانپتی قرطبینہ کی طرف دیکھتا رہا۔

قرطبینہ غصے میں پھر چنگھاڑی:

"یہاں سے دفع ہو جاؤ ورنہ دھکے دے کر نکال دوں گی"۔

بسوتانی کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔ اس کے دل میں آتی جاتی سانسوں میں ایک کھٹکتی پھانس سی اتر کر رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سناٹا اور تہِ جام کی سی تلخی تھی۔ ایسا لگتا تھا کسی نے اچانک اسے اٹھا کر جہل کے طوفان اور تکفیر کے صحرا میں پٹخ دیا ہو۔

پھر وہ اٹھ کر تیزی سے باہر نکل گیا۔

سنجار کی دکان پر بندھا ہوا اپنا گھوڑا کھولا اور اس پر سوار ہو کر اس نے اس کا رخ شاہراہِ ریشم کی طرف موڑ کر ایڑ لگا دی۔

اس کا گھوڑا ابھی چند ہی قدم بھاگا ہو گا کہ بسوتانی نے اپنے گھوڑے کو روک لیا۔ ذرا دیر تو کچھ سوچا۔ پھر اس نے اس کا رخ پھیرا۔ اب وہ شاہراہِ ریشم پر اپنے گھوڑے کو مغرب کی سمت دوڑا رہا تھا۔

عشاء کے قریب شاہراہِ ریشم پر بسوتانی اکومر کے بھائی نعمان کے ... میں داخل ہوا۔ اپنے گھوڑے کو وہ سیدھا نعمان کے کمرے کے سامنے لے گیا تھا۔

نعمان اس وقت اکیلا تھا۔ گھوڑے سے اتر کر کمرے میں داخل ہونے کے بعد بسوتانی نے نعمان سے کہا:

"میرا نام یسوتائی ہے۔ شاید میرا چہرہ تمہارے لیے شناسا ہو گا؟"

تمان نے مسکراتے ہوئے کہا:

"ہاں۔ میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ تمہارا سامان گم ہو گیا تھا اور تم اس کی تلاش میں ادھر آئے تھے اور یہاں تم نے قیام کیا تھا۔"

یسوتائی فوراً اپنے مطلب کی طرف آ گیا:

"دیکھو تمان! تمہارا بھائی کومر اس وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ شینسی کی سرائے میں مقیم ہے۔ کیا اس کے کچھ ساتھی یہاں آئے ہوئے ہیں؟"

تمان نے جواب دیا:

"ہاں۔ اس کے ساتھی یہاں آئے ہوئے ہیں۔ یہ وہ ابھی تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کرنے والے ہیں۔ وہ اس وقت سرائے کے اصطبل میں تیاری کر رہے ہیں۔ لیکن تم ان چاروں کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو؟"

تمان نے یسوتائی کی طرف شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا۔

یسوتائی نے کہا:

"تم پریشان نہ ہو۔ بات دراصل یہ ہے کہ جن لوگوں نے میرا قیمتی سامان اڑا لیا تھا وہ شینسی شہر کے رہنے والے ہیں۔ میرے اور کومر کے درمیان معاہدہ ہوا ہے کہ اگر کومر اپنے ساتھیوں کی مدد سے وہ سامان مجھے دلا دے تو میں اس سامان میں سے آدھا کومر اور اس کے ساتھیوں کو دے دوں گا۔"

تمان یہ سن کر مسکرانے لگا:

"اب میں اصل معاملے کو سمجھا کہ تم کومر کے ساتھیوں کا کیوں پوچھ رہے تھے۔ اگر کومر کے ساتھ تمہارا کوئی ایسا معاہدہ ہوا ہے تو یقیناً کومر نے تمہیں اسی لیے میری طرف بھیجا ہو گا کہ تم اس کے ساتھیوں کو بلا لاؤ۔"

یسوتائی نے کہا:

"آپ بالکل صحیح سمجھے ہیں۔"

تمان اٹھ کھڑا ہوا اور کہا:

"تم یہیں بیٹھو۔ میں انہیں تمہارے آنے کی اطلاع کرتا ہوں اور انہیں یہیں بلاتا ہوں۔ میرے خیال میں وہ اپنے کوچ کی تیاریاں مکمل کر چکے ہوں گے۔"

تمان اٹھ کر باہر نکل گیا جبکہ یسوتائی وہیں بیٹھ کر اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد تمان لوٹا۔ اس کے ہمراہ کومر کے ساتھی بھی تھے۔ وہ تعداد میں چار تھے اور پوری طرح مسلح تھے۔

کمرے میں داخل ہو کر ان چاروں میں سے ایک نے یسوتائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"تمان نے ہمیں تمہارے سارے حالات سنا دیے ہیں۔ ہم ابھی شینسی کی سرائے کی طرف کوچ کرنے ہی والے تھے۔ تم تھکاوٹ محسوس کر رہے ہو یا ابھی اور اسی وقت ہمارے ساتھ شینسی کی سرائے جانے کو تیار ہو؟"

یسوتائی فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور بولا:

"تم لوگ میری تھکاوٹ کی پروا نہ کرو۔ میں ابھی تمہارے ساتھ کوچ کروں گا۔"

پھر وہ کمرے سے نکل کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ وہ چاروں بھی اصطبل میں جا کر اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور پھر وہ سارے وہاں سے کوچ کر گئے۔

شاہراہ ریشم پر وہ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

یسوتائی آگے آگے تھا اور کومر کے چاروں ساتھی اس کے پیچھے تھے۔

شینسی شہر سے چند فرلانگ ادھر جبکہ گھوڑے دم چھوڑ کر بھاگ رہے تھے، یسوتائی نے اپنے گھوڑے کی رفتار یکایک کم کر لی جس پر کومر کے چاروں ساتھی اس سے آگے نکلنے کی کوشش کرنے لگے اور شاید یسوتائی بھی یہی چاہتا تھا۔ جونہی وہ چاروں یسوتائی سے آگے نکلے، یسوتائی نے طوفانی انداز میں اپنے کام کی ابتدا کی۔

اس نے فوراً اپنی تلوار اور ڈھال سنبھالی اور گھوڑے کو ایک سخت مہمیز لگا کر ان چاروں پر

حملہ کر دیا۔

ان میں سے دو کو تو اس نے اپنے پہلے ہی ہلّے میں موت کی نیند سُلا دیا جبکہ دوسرے اپنے گھوڑوں کو روک کر حالات کا جائزہ لینے کی کوشش کرنے لگے۔ اسی دوران بیسوتائی نے تیسرے کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اور جب تک چوتھا اور آخری اپنے گھوڑے کی رفتار کم کر کے اسے روکتا تاکہ بیسوتائی کا مقابلہ کرے کہ بیسوتائی نے اسے بھی کاٹ کر رکھ دیا۔

پھر بیسوتائی گھوڑے سے اترا۔

ان چاروں کی لاشوں کو اس نے شاہراہ کے کنارے جھاڑیوں میں ڈال دیا اور ان کے گھوڑوں کو اس نے مار کر وہاں سے مشرق کی طرف بھگا دیا۔

پھر وہ دوبارہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور آگے بڑھ گیا۔

وہ رات بیسوتائی نے شبینسی کی سرائے میں بسر کی اور رات کے پچھلے پہر وہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اس کا رخ اب مشرق کی طرف تھا۔

جس وقت سورج طلوع ہوا، بیسوتائی سیبنان شہر کے مشرق میں اس جگہ کھڑا تھا جہاں شاہراہِ ریشم سے نکل کر ایک سڑک بائیں طرف ٹنکوان شہر کی طرف جا رہی تھی۔ بیسوتائی نے گھوڑا موڑا اور ٹنکوان شہر کی سڑک پر ڈال دیا جو وہاں سے صرف پانچ میل کے فاصلے پر تھا۔

جب ٹنکوان شہر نزدیک آ گیا تو بیسوتائی نے وہاں باغات میں کام کرنے والے افراد میں سے ایک کو مخاطب کر کے کاموری کی حویلی کا پوچھا۔ اس نے شہر کے جنوب میں ایک بڑی سی حویلی کی طرف اشارہ کر دیا۔ آہستہ روی سے اپنے گھوڑے کو ہانکتا ہوا بیسوتائی اس حویلی کے سامنے آ رکا۔

حویلی کے صدر دروازے کے پاس ہی حویلی کے محافظ کھڑے تھے۔ بیسوتائی نے انہیں مخاطب کر کے کہا:

"میں نے ایک انتہائی ضروری کام کے سلسلے میں رئیس کاموری سے ملنا ہے۔ کیا میں انہیں اس وقت مل سکتا ہوں؟"

ایک محافظ نے جواب میں کہا:

"رئیس کاموری ان دنوں یہاں نہیں ہیں۔ وہ اپنے پھلوں کے چھکڑوں کے ساتھ دریائے ہوانگ ہو کی طرف گئے ہوئے ہیں اور اگر وہ زیادہ جلدی بھی لوٹ آئے تو بھی بیس پچیس دن سے پہلے نہ آئیں گے"۔

بیسوتائی کچھ اداس اور غمگین سا ہو گیا لیکن جلد ہی وہ سنبھل گیا اور اپنے گھوڑے کو موڑ کر واپس چل دیا۔

رات گئے بیسوتائی قراقورم میں داخل ہوا۔

اس نے محسوس کیا کہ وہاں خلافِ معمول خاموشی اور سکوت تھا۔ اپنے چھپر نما اصطبل میں اپنے گھوڑے کو باندھ کر جب وہ اپنے گھر میں داخل ہوا تو بولائی جاگ رہا تھا۔ شاید وہ اسی کا انتظار کر رہا تھا۔

بولائی نے کہا:

"شاید تم اکیلے آئے ہو اور میرا دل کہتا ہے کہ تموجن سے تمہاری ملاقات نہیں ہوئی"

بیسوتائی نے حیرت کا اظہار کیا:

"تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں اکیلا گیا تھا اور اکیلا ہی آیا ہوں۔ تموجن سے میری ملاقات کہاں ہونی تھی۔ کیا وہ اس وقت قراقورم میں نہیں ہے"۔

بولائی نے کہا:

"تموجن بھی اپنے لشکر کے ساتھ خطا کے علاقے کی طرف گیا ہے۔ میں سمجھا تھا شاید تم وہاں لشکر میں شامل ہو جاؤ گے لیکن تم کس راستے سے آئے ہو؟"

بیسوتائی نے جواب دیا:

"میں تو صحرائے گوبی اور دریاؤں کے سنگم والے راستے سے آیا ہوں"۔

"پھر تمہاری ملاقات تموجن سے کیسے ہو سکتی تھی اس لیے کہ وہ تو یہاں سے دائیں طرف نکل کر سیدھا شاہراہِ ریشم کے راستے خطا کی سرزمین کی طرف گیا ہے"۔

بولائی نے سوچنے کے انداز میں کہا۔

بسوتائی نے حیرت سے پوچھا:

"لیکن وہ ان سرزمینوں کی طرف کس ارادے سے لشکر لے کر گیا ہے؟"

بولائی نے اپنی آواز میں زور پیدا کرتے ہوئے کہا:

"وہ خطا کے سرحدی شہروں اور قصبوں میں یلغار کرے گا اور وہاں سے اناج اور مال و دولت حاصل کرے گا۔ ایسا کر کے وہ اس جنگ کے نقصانات پورے کرے گا جس میں اس نے ترکوں سے شکست کھائی ہے۔"

بسوتائی نے اپنا اندازہ پیش کرتے ہوئے کہا:

"شاید تموچن طغرل سے پھر ٹکرانے کی کوشش کرے گا اور خطا کے علاقوں میں لوٹ مار شاید طغرل کے خلاف آئندہ جنگ کی تیاریوں میں سے ایک ہے۔"

پھر اس نے بات کا رخ بدل کر کہا:

"بولائی! کھانا ہو گا۔ مجھے سخت بھوک لگی ہے۔"

بولائی مسکرا پڑا:

"کھانا تو میں تمہارے لیے روز ہی رکھتا ہوں بیٹے! تم ہاتھ منہ دھو لو۔ میں کھانا لگاتا ہوں۔"

بسوتائی اٹھ کر ہاتھ دھونے لگا۔ بولائی نے فرش پر کھانا لگایا اور وہ دونوں بیٹھ کر کھانے لگے۔

⊙

جاڑے کی وہ رات تمام ہو گئی تھی۔ قراقورم میں جلتے آتشدان بجھ گئے تھے۔ سورج طلوع ہونے کے بعد سنہری زیتونی رنگ کی دھوپ ہر سو بکھر گئی تھی۔ برفانی پرندے ٹنڈرا کے برف زاروں صحرائے گوبی کی طرف ہجرت کر آئے تھے اور روزی کی تلاش میں ادھر ادھر اڑتے پھر رہے تھے رات کی سنسان تاریکیاں ختم ہونے کے بعد اب قراقورم کی طلسمی خواب گاہوں کی سی رونق آ گئی تھی۔ بسوتائی ایک دم اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بولائی نے اسے جگایا تھا اور اب اس کے سامنے کھڑا

مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا:

"تم اپنی عادت کے خلاف زیادہ دیر تک سوئے ہوئے ہو بیٹے! شاید اس کا باعث تمہاری گزشتہ دنوں کی تھکاوٹ ہو گی لیکن تم جلدی اٹھ جاؤ۔ تموچن نے تمہیں بلایا ہے۔ میں نے تمہارے لیے پانی گرم کر رکھا ہے۔ تم اٹھ کر نہا لو۔ اتنی دیر میں میں کھانا لگاتا ہوں۔"

آنکھیں ملتے ہوئے بسوتائی نے بولائی سے پوچھا:

"تموچن اپنے لشکر کے ساتھ کب لوٹا ہے؟"

بولائی نے جواب میں کہا:

"وہ تو رات کے پچھلے حصے میں ہی آ گیا تھا۔ وہ اپنے ساتھ ان گنت مال و دولت، اناج کے ذخائر، جانوروں کے ریوڑ اور بے شمار حسین لڑکیاں بھی لاتے ہیں۔ کچھ لڑکیوں کے ماں باپ بھی ساتھ آ گئے ہیں اس امید پر کہ شاید وہ منت سماجت کر کے اپنی لڑکیوں کو رہا کرا سکیں۔ میں ابھی ابھی باہر سے ہو کر آ رہا ہوں اور بہت سی باتیں سن کر آیا ہوں۔ یہ حسین لڑکیاں جو خطا کے علاقے سے لائی گئی ہیں اب نمائش کے لیے پیش کی جائیں گی اور قراقورم کے ان جوانوں کو جو شادی شدہ نہیں ہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ ان لڑکیوں میں سے اپنے لیے چن لیں تا کہ ان کی شادی زبردستی ان سے کر دی جائے۔ یہ بھی سنا گیا ہے کہ ان لڑکیوں میں سے ایک بہت ہی زیادہ خوبرو اور انتہائی نوخیز لڑکی ہے اسے مقولی نے اپنے لیے پسند کر لیا ہے اور اس نے تموچن کو اس بات پر رضامند بھی کر لیا ہے کہ ان لڑکیوں میں سب سے پہلے مقولی اپنی پسند کی لڑکی نکالے گا۔ اس کے بعد اوروں کو ایسا کرنے کی اجازت ہو گی۔"

"سنا ہے خطا کے علاقے کی اس یلغار میں مقولی نے اہم کام انجام دیا ہے اسلیے انعام کے طور پر تموچن نے اسے سب سے پہلے اپنی پسند کی لڑکی حاصل کرنے کی اجازت دے دی ہے اور تموچن اب تمہارا انتظار کر رہا ہے کہ تم آؤ اور اس

کام کی ابتدا کی جائے اور ہاں سنو! تموچن نے یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ اگر ایک لڑکی کو دو یا زیادہ جوان پسند کریں تو ان کے درمیان مقابلہ کرایا جائے گا اور جیتنے والا ہی اس لڑکی کا حقدار ہوگا۔ بسوتائی! میری خواہش ہے بیٹے! جو لڑکی مقولی نے اپنے لیے پسند کی ہے تم اس لڑکی کے لیے مقولی سے مقابلہ کرو۔ اس مقابلے میں تمہاری کامیابی کے کئی فائدے ہوں گے۔

پہلا فائدہ یہ ہوگا کہ قراقورم کے عام لوگ اور لشکر کے سارے افراد یہ خیال کرتے ہیں کہ تموچن کا یہ اندازہ غلط ہے کہ بسوتائی جیسا کوئی طاقتور اور جنگجو نہیں ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ مقولی زیادہ طاقتور اور جنگجو ہے اور تم اس سے مقابلہ کرنے سے ڈرتے اور ہچکچاتے ہو۔ گو یہ ساری باتیں مقولی کے باپ نے پھیلا رکھی ہیں پھر بھی لوگ اب یقین کرنے لگے ہیں کہ مقولی طاقتور ہے۔ اس مقابلے میں جب تم مقولی کو زیر کر دو گے تو لوگوں کا یہ شک اور گمان بھی رفع ہو جائے گا۔

اس مقابلے کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ تمہیں ایک حسین بیوی اور مجھے ایک ... مل جائے گی۔

تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ یہ گھر خوب آباد ہو جائے گا اور کوئی ہم دونوں کو کھانا ... کر کے دینے والا بھی ہوگا۔

ایک مقابلے سے اگر اس قدر فوائد حاصل ہوں تو وہ برا نہیں بلکہ اس میں ضرور شامل ہونا چاہیے۔"

بسوتائی نے سنجیدگی سے کہا:

"اے بزرگ بولائی! اول تو صرف مال و متاع کی خاطر خطا کے علاقے پر یورش کر کے تموچن نے غلطی کی ہے اور اگر اس نے ایسا کر ہی لیا تھا تو وہاں کی جوان لڑکیوں کو چن چن کر یہاں لے آنا اس کی دوسری غلطی ہے اور سنو بولائی! میں اس وقت تک شادی نہ کروں گا جب تک میں اپنی ماں اور بہن کا پتہ نہ لگا لوں

بولائی کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بسوتائی نہانے کے لیے اٹھ گیا۔ پھر وہ دونوں کھانا کھا کر گھر سے نکل گئے۔

بسوتائی اور بولائی قراقورم شہر سے باہر اس کھلے میدان میں آئے جہاں خطا سے لائی جانے والی لڑکیوں کو قطاروں کے اندر کھڑا کیا گیا تھا اور ان کے اردگرد قراقورم کے لوگ جمع تھے ان کے اندر گنتی کے چند مسلمان اور قراقورم کی مسجد کے امام بھی تھے۔ ان میں کلیسا کے پادری اور دوسرے نصرانی بھی تھے اور بدھ مت کے بھکشو اور بدھسٹ بھی تھے۔ ان کے علاوہ وہاں عام مرد اور عورتیں اور لشکری بھی ایک گول دائرے کی صورت میں کھڑے تھے۔ ان لڑکیوں کے سامنے ایک طرف لکڑی کے تختوں کی ایک شہ نشین بنائی گئی تھی اور اس پر تموچن، تموجہ، قسار، ملکوتی، تموچن کے بیٹے جوجی، چغتائی، اوغدائی اور تولائی، مقولی، میبولی، سوبدائی، جبی نویان اور کچھ دوسرے لوگ بیٹھے تھے۔

بولائی ادھر چلا گیا جہاں گول دائرے کے اندر چند مسلمان کھڑے تھے۔ بسوتائی لکڑی کی اس شہ نشین کی طرف چل دیا۔

تموچن نے اشارے سے بسوتائی کو اپنے پاس بلایا۔ جب وہ قریب گیا تو تموچن نے کہا:

"یہ ساری لڑکیاں خطا کے علاقے کی ہیں اور میں ان کو. . . ."

بسوتائی بول پڑا:

"بولائی مجھے اس معاملے کی تفصیل بتا چکا ہے کہ آپ ان لڑکیوں کو قراقورم کے ان جوانوں میں تقسیم کر دینا چاہتے ہیں جن کی شادیاں نہیں ہوئی ہیں"۔

تموچن مسکرا دیا:

"بولائی اب کافی عقل مند ہو گیا ہے کہ وہ تمہیں حالات سے باخبر رکھتا ہے"۔

پھر تموچن نے تموجہ کے پاس ایک خالی نشست کی طرف اشارہ کیا:

"بیٹھو۔ پھر اس کام کی ابتدا کریں۔ شاید بولائی نے تمہیں یہ بھی بتایا ہو کہ ان لڑکیوں میں سب سے پہلے مقولی اپنی پسند کی لڑکی نکالے گا کیونکہ وہ ایک لڑکی کو پسند کر چکا ہے اور پھر اس شورش و یلغار میں اس کی کارکردگی ایسی تھی

کہ یہ اس کا حقدار ہے"۔

یسوناٹی نے تموجن کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا:

"اے خان! بولاٹی مجھے اس کے متعلق بھی بتا چکا ہے اور یہ بھی کہ اگر ایک لڑکی دو یا دو سے زیادہ جوانوں کی پسند ہو گی تو ان کے درمیان مقابلہ ہو گا اور لڑکی جیتنے والے کی ہو گی"۔

تموجن نے خوش ہو کر کہا:

"تم نے سچ سنا ہے"۔

ساتھ ہی تموجن نے شہ نشین پر بیٹھے مقولی کو مخاطب کر کے کہا:

"مقولی! اٹھو اور اپنی پسند کی لڑکی نکال تو تا کہ اس کے بعد عام جوانوں کو ایسا کرنے کی اجازت دی جائے"۔

مقولی اٹھ کر لڑکیوں کی قطاروں کے اندر اس لڑکی کو تلاش کرنے لگا جسے وہ پسند کر چکا تھا۔ اس موقع پر تموجن نے اپنے پہلو میں بیٹھے یسوناٹی کو مخاطب کر کے کہا:

"یسوناٹی! میں چاہتا ہوں تم بھی ان لڑکیوں میں سے کوئی لڑکی تلاش کر کے اپنا گھر آباد کر لو اور اگر تم ایسا کرو تو مجھے خوشی ہو گی کیونکہ تم جانتے ہو میں نے تمہیں شروع دن ہی سے ایک بیٹے کی طرح چاہا ہے"۔

یسوناٹی جواب میں مسکرا دیا۔

"نہیں میں ابھی شادی نہ کروں گا۔ اس لیے کہ ابھی تو مجھے......"

وہ خاموش ہو گیا۔

کیونکہ مقولی اپنی پسندیدہ لڑکی کو پکڑ کر لڑکیوں کی قطاروں میں سے ایک جگہ نمودار ہوا تھا جہاں قراقورم کے چند مسلمان کھڑے تھے اور ان کے اندر بولاٹی بھی تھا۔

لڑکی کو دیکھ کر یسوناٹی دنگ رہ گیا۔

وہ ـــ سینان شہر کے مسلمان آہن گر سنار کی حسین بیٹی قرطبینہ تھی۔

وہی قرطبینہ جس نے یسوناٹی کو اپنے گھر سے بے عزت کر کے نکال دیا تھا۔

یسوناٹی نے یہ بھی دیکھا کہ گول دائرے میں کھڑے مسلمانوں کے اندر قرطبینہ کا باپ سنار اور اس کی ماں نگدار بھی تھی۔

یسوناٹی نے غور سے قرطبینہ کی طرف دیکھا۔ مقولی کی گرفت میں اس کی حالت ہرنی کی اس بچی جیسی تھی جسے دھوکا دے کر کسی صیاد نے پکڑ لیا ہو۔ اس کا لذت فردوس اور عطر آگیں حسن ماند تھا۔ اس کے پرکشش چہرے پر گھبرائے رسوائی کی سی اداسی اور افسردگی اور اضطراب آلودہ وسوسوں کا ایک ہجوم تھا قرطبینہ کی ہر شوخی اور سہانا پن اس سے چھنا ہوا تھا۔ وہ بیچاری مقولی کی زبردست گرفت میں مقید یاس اور باجے کے پابند ناشنیدہ راگ جیسی ہو رہی تھی۔

اور جب

مقولی اسے زبردستی کھینچ کر اس شہ نشین کی طرف لانے لگا جہاں یہ سب بیٹھے تھے تو قرطبینہ نے اس کے ساتھ جانے پر مزاحمت کی۔ پھر وہ اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر وہاں کھڑے مسلمانوں سے روتے اور منت کرتے ہوئے فریاد کناں ہوئی:

"خدا کے لیے مجھے بچاؤ۔ تمہیں مسلمان ہونے کے ناطے کا واسطہ۔ مجھے بچاؤ"۔

جب کوئی بھی اس کی مدد کو آگے نہ بڑھا اور اس نے دیکھا کہ اس کے ماں باپ بے بسی اور بے چارگی کی حالت میں باہر کھڑے رو رہے ہیں تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھ لیے۔ پھر وہ پورے زور اور پوری قوت سے چلائی:

"تمہیں اس اللہ کا واسطہ جو واحد کارساز ہے۔ تمہیں اپنے رسول محمد عربی ﷺ کا واسطہ! میری مدد کرو۔ مجھے اس بھیڑیے سے بچاؤ۔ مجھے یوں سرعام رسوا نہ ہونے دو۔ اگر تم میں سے کوئی میری مدد نہیں کر سکتا تو اتنا ہی کر دو کہ میری گردن کاٹ دو کہ میں اس الم، اس فتنے سے نجات پاؤں"۔

پھر آسمان کی طرف منہ کر کے نہایت حرماں خیزی اور کمال دلسوزی سے بولی:

"میرے اللہ! رحم! میرے اللہ میری مدد فرما! تیری بارگاہ عفو ہر نیکی کی مبدا و ماوی ہے۔ تو بدیع و بے نظیر ہے۔ میری عزت میرے ایمان کی حفاظت فرما میرے مولا!"

یسوتانائی اپنی جگہ سے بجلی کی سی بے قراری کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔
اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ دینی حمیت اور خوفِ خداوندی کے ایسے آنسو جن کی کوئی قیمت، کوئی مول ادا نہیں کیا جا سکتا۔
اس کی حالت سے ایسا لگتا تھا جیسے قرطینہ کے الفاظ نے اس کے دل میں التہاب و کریدنی بدن میں شعبدہ و طلسمات اور پرانے رابطوں کو استوار کرنے والے جنونی و خفقانی جذبات بھر دیے ہوں۔ پھر وہ مقولی کو مخاطب کر کے اس درندے کی طرح غرایا جو جدال اور قتال پہ آمادہ ہو گیا ہو۔

"اس لڑکی کو چھوڑ دو غلیظ کتے!"

پھر غصے سے بھرپور کہستانِ عدم کے سیاہ بادلوں کی طرح وہ مقولی کی طرف بڑھا۔
تموچن ابھی تک یہ سارا تماشہ خاموشی سے دیکھ رہا تھا، یسوتانائی کے مقولی کی طرف بڑھنے پر اپنے قریب ہی بیٹھے مقولی کے باپ میولی کو مخاطب کر کے بولا:
"میولی! میولی!! تم کبھی اپنے بیٹے مقولی اور یسوتانائی کے مقابلے کی بڑی تمنا اور شدید خواہش رکھتے تھے۔ دیکھو، حالات نے خود ہی اس مقابلے کا اہتمام کر دیا ہے۔ تمہارا خیال تھا کہ مقولی، یسوتانائی سے طاقتور اور بے باک ہے اور یہ کہ یسوتانائی اس سے ہچکچاتا اور ڈرتا ہے۔ پر دیکھو! یسوتانائی آج کیسی سرمستی اور آتش ناکی میں تمہارے بیٹے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اے میولی! میرا دل کہتا ہے کہ یسوتانائی آج تیرے بیٹے مقولی کی شعور کی رگیں کاٹے گا۔ دہر کو اس کے لیے ویرانہ اور زندگی کو اس کے لیے بے عاطفہ، بے امان و بے وجدان کر دے گا۔ میں جانتا ہوں اس مقابلے میں میرا کوئی مفاد اور مصلحت نہیں ہے پھر بھی امر کا فیصلہ ہو جائے گا کہ یسوتانائی اور مقولی میں کون فراز ہے اور کون نشیب۔ اے میولی! اب تو اس مقابلے کو روکنا چاہے تب بھی کر سکنے کا نہیں اس لیے کہ جب خونخوار درندے ایک دوسرے کے مقابل ہوتے ہیں تو کوئی ان کے بیچ نہیں آتا۔"
تموچن ذرا رکا۔ پھر اس نے اپنے بھائی قسار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"قسار! میرے بھائی!! یسوتانائی اور مقولی دونوں ہی اس وقت نہتے ہیں۔ آج ان دونوں کا مقابلہ ہو کر ہی رہے گا لہٰذا تم اٹھو اور ان دونوں کے لیے ایک ایک ڈھال، تلوار اور خود کا بندوبست کرو۔"
قسار خاموشی کے ساتھ وہاں سے اٹھ گیا۔
اب میولی نے تموچن کو مخاطب کر کے کہا:
"اے سردار! مجھے یقین ہے میرا بیٹا مقولی یقیناً یسوتانائی کو جبر بے ذوقی اور غروبِ شام کے منظر جیسا اداس کر دے گا۔ میں جانتا ہوں وہ ایسا جوان ہے جو خاک کو کیمیا، پانی کو مے ناب اور بے وقعت پتھر کو پارس کر دے۔"
تموچن نے میولی کو کوئی جواب نہ دیا اور یسوتانائی کی طرف دیکھنے لگا۔ تموجو بھی بڑی جستجو کے انداز میں اسی کو دیکھ رہا تھا۔
عجیب سی قوتِ انتزاق اور جذبِ استغراق کے ساتھ یسوتانائی مقولی کے پاس آیا اور تحکمانہ انداز میں اس سے کہا:
"اس لڑکی کا بازو چھوڑ دو۔"
مقولی نے تیز نگاہوں سے یسوتانائی کی طرف دیکھا اور بولا:
"اس لڑکی کے سلسلے میں سوچ سمجھ کر مجھ سے ٹکرانا ورنہ یاد رکھو تمہاری شجاعت کے سارے حرفوں کی دھوپ، تمہاری طاقت و قوت کے سارے لفظوں کی چاندنی اور تمہاری ہمت و جواں مردی کی ساری گفتگو اڑا کر رکھ دوں گا۔ میرا نام مقولی ہے میں جمی نو بان نہیں کہ تم آسانی سے اسے زیر کر لو۔"
یسوتانائی نے پھر اسی لہجے میں کہا:
"میں نے کہا ہے اس لڑکی کا بازو چھوڑ دو۔"
مقولی نے طنز کیا:
"ہاں۔ میں اس کا بازو چھوڑ دوں تاکہ تم یہ بازو پکڑ لو۔"
"میں بھیڑیا بن کر اس لڑکی پر گرفت نہیں چاہتا بلکہ تم جیسے بھیڑیے سے اس

کی بخات چاہتا ہوں۔ شریفوں کے بچوں کی طرح اس لڑکی کو چھوڑ دو ورنہ یاد رکھو میرے خلوص کو اندیشہ زوال نہیں اور رسوائی و حقارت کے جو زخم میں نہیں لگاؤں گا ان کا تمہارے پاس کوئی اندمال نہ ہوگا۔"

مقولی نے بڑی حقارت اور ڈھٹائی سے کہا:

"میرا جو کچھ تم نے کرنا ہے کر لو۔ میں اس لڑکی کا بازو نہیں چھوڑوں گا۔ یہ اب میری ملکیت ہے۔"

غصے میں بسوتائی کا چہرہ سورج کی سرخ سوت جیسا ہو گیا تھا۔ اس کا ہاتھ اٹھا اور اس طاقت اور قوت کے ساتھ مقولی کے منہ پر پڑا کہ مقولی بری طرح ہوا میں اچھلتا ہوا دور جا گرا۔ قرطینہ کا بازو اک بے بسی کے عالم میں اس سے چھوٹ گیا تھا۔

بسوتائی کا ہاتھ پڑنے سے مقولی کو یوں لگا جیسے غصے کے عالم میں کسی درندے نے اپنا وزنی اور کھردرا پنجہ اسے دے مارا ہو۔

شہ نشین پر بیٹھے تموجن نے خوشی سے بھرپور ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر اس نے بلند آواز میں کہا:

"بسوتائی! تم نے برسوں کی ہچکچاہٹیں اور بند صرف ایک تھپڑ سے توڑ کر رکھ دیے ہیں بیٹے! واہ!! کیا فرزند ہے تو!"

تموجن کے ان الفاظ پر میولی کے چہرے پر زمانے بھر کی کدورتیں اور نفرتیں بکھر گئیں جبکہ تموجن خود بسوتائی کی طرف دیکھتے ہوئے خوشگوار اور مطمئن انداز میں مسکرا رہا تھا۔

بسوتائی کا تھپڑ کھا کر جب مقولی دور جا گرا تو قرطینہ بھاگ کر اپنے ماں باپ سے جا لپٹی۔ اس کی حالت ابھی تک حواس پراگندہ اور آوارہ گرد خواہشوں جیسی تھی اور وہ خستہ، شکستہ اور دلگیر سی حالت میں ساکت و جامد تصویر کی طرح حزن و ملال سے بسوتائی کی طرف دیکھے جا رہی تھی جو چٹان کی طرح اپنی جگہ پر کھڑا تھا۔

مقولی اپنی جگہ سے اٹھا اور بپھرے ہوئے ریچھ کی طرح بسوتائی کی طرف لپکا۔ اس کا چہرہ دہکتی آگ جیسا ہو رہا تھا۔ قریب آ کر مقولی نے ایک زوردار گھونسہ بسوتائی کو مارنا چاہا لیکن

بسوتائی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ تبھی مقولی نے بھی چالاکی کا ثبوت دیا اور دوسرے ہاتھ کا گھونسہ اس نے بسوتائی کے پیٹ میں دے مارا۔

مقولی کا خیال تھا کہ پیٹ میں گھونسہ کھانے کے بعد بسوتائی اس کا ہاتھ چھوڑ دے گا مگر ایسا نہ ہوا بلکہ بسوتائی کی گرفت میں اور سختی آ گئی اور اس نے جواب میں دوسرے ہاتھ سے لگاتار دو گھونسے مقولی کی گردن اور چہرے پر رسید کر دیے۔ پھر تو جیسے اس پر جنون طاری ہو گیا۔ مقولی کو مکوں اور پاؤں کی ٹھوکروں سے مارتا ہوا وہ شہ نشین کے پاس لے آیا۔ مقولی شوریدہ حال ہو رہا تھا جبکہ بسوتائی امڈتے برستے اولوں کی صورت اختیار کر گیا تھا۔

اس موقع پر تموجن نے ہاتھ اٹھا کر کہا:

"رک جاؤ بسوتائی! اس نہتے پن میں تم یقیناً مقولی پر غالب رہے ہو اور مقولی کی حالت تمہارے سامنے ایسی رہی ہے جیسے بھیڑیے کے سامنے لومڑی۔ میں نے قنار کو بھیج کر تم دونوں کے لیے ہتھیار منگوائے ہیں۔ اب تم دونوں مسلح ہو کر ایک دوسرے سے ٹکراؤ گے تاکہ فیصلہ ہو جائے کہ تم دونوں میں سے اعلیٰ کون ہے اور ادنیٰ کون۔ اب تم دونوں اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ جاؤ۔"

بسوتائی اور مقولی دونوں آگے بڑھ کر شہ نشین پر اپنی اپنی نشست پر آ بیٹھے۔ مقولی کے رے پر بے پناہ غضب کا طوفان اور اس کے باپ میولی کے چہرے پر چھا دینے کے جھکڑ تھے قرطینہ اب مطمئن دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے چہرے کی وحشت جاتی رہی تھی اور وہاں اب ں کے حسن میں ڈوبے مدہوش و خیرہ کن رنگ رقص کر رہے تھے۔

اس موقع پر بولائی نے اپنے قریب کھڑی قرطینہ کو مخاطب کر کے کہا:

"اے بیٹی! اب تو فکرمند نہ ہو۔ اب تو محفوظ ہے۔ کوئی تم پر اب دست درازی نہیں کر سکتا اس لیے کہ بسوتائی جیسا جوان تیری حمایت میں اٹھ کھڑا ہوا ہے۔"

قبل اس کے کہ قرطینہ کچھ کہتی، اس کے باپ سنجار نے بولائی سے پوچھا:

"اے اجنبی! میں تمہیں نہیں جانتا کہ تم کون ہو؟ پر اس جوان بسوتائی نے میرا دل آج خوش کر دیا ہے۔ میں اس لڑکی قرطینہ کا باپ ہوں جس کی عزت کی اس نے سر عام

حفاظت کی ہے۔ یہ ایک مرتبہ ایک کام کے سلسلے میں ہمارے گھر بھی آ چکا ہے۔ پر افسوس ہم اس کی کوئی مدد نہ کر سکے تھے۔ ہم لوگ سینان شہر کے مسلمان ہیں"۔

بولائی نے شوق و فور سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"میرا نام بولائی ہے۔ اس شہر قراقورم میں بیسوتائی اور میں اکٹھے رہتے ہیں۔ مجھے آپ لوگ اس کا چچا سمجھیں۔ میں اور بیسوتائی بھی دونوں مسلمان ہیں۔ تمہاری بیٹی قرطبینہ نے جب خدا اور رسول ؐ کا واسطہ دیا تو اسی پر بھڑک کر بیسوتائی سامنے آیا ہے۔ اب وہ دونوں شہ نشین پر بیٹھ گئے ہیں۔ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے"۔

قرطبینہ نے انتہائی تعجب اور حیرت سے بولائی کی طرف دیکھا۔ پھر کہا:

"اے بزرگ بولائی! تم نے کہا ہے کہ بیسوتائی مسلمان ہے۔ کیا یہ حقیقت ہے؟"

بولائی مسکرا دیا:

"لاریب! میں اور بیسوتائی دونوں مسلمان ہیں"۔

قرطبینہ نے اس بار سنجار کو مخاطب کر کے کہا:

"اے میرے باپ! یہ ہم نے کیا کر دیا۔ ہم لوگوں نے تو بیسوتائی اور اس کے باپ منطاش کو عام منگول سمجھا تھا۔ ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ دونوں مسلمان ہیں بلکہ ایک بار بھائی احمد نے کہا تھا کہ منطاش مسلمان ہے پر ہم نے اس کی یہ بات مذاق میں اڑا دی تھی کہ منگولوں کے اندر مسلمان کہاں؟"

سنجار نے کہا:

"اے میری بیٹی! جو ہوا سو ہوا۔ اب تو ہم بیسوتائی سے اپنے رویے کی معافی مانگ لیں گے"۔

اس موقع پر قرطبینہ کچھ کہنا چاہتی تھی پر وہ خاموش رہی کیونکہ تموچن کا بھائی قسار ہتھیار لے کر آ گیا تھا اور تموچن نے بیسوتائی اور مقولی دونوں کو مخاطب کر کے کہا:

"تم دونوں ہتھیار اٹھاؤ اور ایک دوسرے کا سامنا کرو تاکہ تم دونوں میں سے کسی ایک کی برتری واضح ہو جائے۔ تم دونوں یہاں، میرے روبرو شہ نشین کے سامنے

ایک دوسرے سے مقابلہ کرو گے"۔

یسوتائی اور مقولی دونوں نے ہتھیار اٹھائے اور مسلح ہو کر شہ نشین سے نیچے اترنے لگے۔

جب وہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ کھڑے ہوئے تو ہر طرف سکوت اور خاموشی چھا گئی۔

پہلے مقولی نے آگے بڑھ کر بیسوتائی پر اپنی تلوار کا وار کیا لیکن انتہائی مہارت اور تیز دستی کے ساتھ بیسوتائی نے اپنی ڈھال مار کر مقولی کی تلوار کو دور ہٹا دیا۔ پھر وہ ابھرتی ڈوبتی قہری موجوں کی طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ دونوں ہی اپنے اپنے دفاع سے نکل کر جارحیت پر اتر آئے تھے۔ وہاں موجود لوگوں نے دیکھا، بیسوتائی مقولی کے سامنے باد و باراں کا طوفان، مہیب آندھیوں کی بارش کا آلام اور ایک نہ ختم ہونے والی ہلاکت خیزی بن گیا۔ مقولی، جس پر پہلے ہی اس کا ...ی ہو گیا تھا وہ آلام کے مرثدہ جیسا برگشتہ آرزو دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی حالت اس ...سان جیسی تھی جو افکار کی پریشانی اور آسیب کے گرداب میں پھنس کر رہ گیا ہو۔ اس کے چہرے ...ندہ مصیبت کے بیش خیموں کا عکس اور آنکھوں میں غم جاوداں کا دائمی کسوف تھا۔

بیسوتائی اپنے تیز حملوں میں اب مسلسل کوہ بختی غار کی طرح پھیلتا جا رہا تھا اور مقولی اس کے ...رسوں کی آماجگاہ کی طرح گھٹتا جا رہا تھا۔ بیسوتائی کے حملوں میں رشک و حسد، کینہ و بغض ...ند طیش اور جذبات کی رقابت کی تیزی آتی جا رہی تھی جبکہ مقولی کسی نیستان کی طرح سکڑتا ...بیسوتائی اب مقولی کو اپنے سامنے الٹے پاؤں تیزی سے بھگا رہا تھا۔

پھر ایک موقع پر جب دونوں کی تلواریں آپس میں ٹکرائیں تو بیسوتائی نے مقولی کو پیچھے کی ...ا زور کا جھٹکا دیا کہ انتہائی بے بسی کی حالت میں اپنے باپ مینولی کے قریب ہی پیٹھ کے بل ...پر گر گیا۔

بیسوتائی نے آگے بڑھ کر اس کی گردن پر اپنی تلوار کی نوک رکھ دی اور گرج کر بولا:

"کیا میرے ساتھ یہ مقابلہ جاری رکھنے کی ہمت و جرأت رکھتے ہو؟"

زمین پر گرے گرے مقولی نے نفی میں سر ہلا دیا۔

اس موقع پر تموجن نے مسکراتے ہوئے کہا:

"بس کرو یسوتائی! تم یہ مقابلہ جیت چکے ہو۔ مقولی اپنی ہار تسلیم کر چکا ہے"۔

پھر اس نے قشار سے کہا:

"ان دونوں سے ہتھیار لے لو"۔

قشار نے اٹھ کر دونوں سے ہتھیار لے لیے۔

اسی وقت انتہائی بے تابی سے تموجن اٹھا اور یسوتائی کی پیشانی چومتے ہوئے اس نے کہا:

"اے یسوتائی! تم حقیقتاً ناقابلِ تسخیر ہو۔ تم نے اس میدان میں اے میرے بیٹے! اپنی عظمت اور فتح مندی کا خوب مظاہرہ کیا ہے"۔

اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے گلے سے ایک سنہری ہار اتار کر یسوتائی کے گلے میں ڈال دیا۔

تموجن نے سنہری سکوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی یسوتائی کو دیتے ہوئے کہا:

"اے یسوتائی! آج تم نے واقعی ساری شکایتیں، سارے ابہام و شبہات دور کر دیے ہیں۔ تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم ناقابلِ تسخیر ہو۔ جو لڑکی مقولی نے اپنے لیے چنی تھی اور جس کو یہ اپنی بیوی بنانا چاہتا تھا، میں نہیں جانتا اس کا کیا نام ہے پر اب وہ تمہاری ملکیت ہے۔ تم جب چاہو اسے اپنی بیوی بنا سکتے ہو۔ اس فتح کی خوشی میں تم کچھ اور بھی مانگو تو انکار نہ کروں گا۔ آج کے دن تم اپنی ہر خواہش پوری کرانے کا حق رکھتے ہو"۔

یسوتائی، تموجن سے اور قریب ہوا اور دھیمی آواز میں اس نے کہا:

"اے سردار! اس موقع پر میری ایک خواہش ہے لیکن اسے کہنے کے لیے میری ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ پہلے آپ وعدہ کریں کہ آپ میری اس خواہش کو رد نہ کریں گے"۔

تموجن نے جواب میں باآوازِ بلند کہا:

"یسوتائی! تم کہو تو۔ قسم جاودانی نیلے آسمان کی جو چیز میرے بس کی ہے وہ میں تمہیں دوں گا"۔

یسوتائی نے کہا:

"اے سردار! میری خواہش ہے کہ خطا کی یہ ساری لڑکیاں رہا کر دی جائیں اور انہیں اجازت دی جائے کہ یہ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ان سب لڑکیوں کے ماں باپ اس میدان سے باہر کھڑے ہیں اور اپنی بدقسمتی پہ اور اپنی بیٹیوں کے غم میں آنسو بہا رہے ہیں۔ اگر آپ ان لڑکیوں کی رہائی کا اعلان کر دیں تو وہ سب آپ کے حق میں دعا کریں گے"۔

تموجن چند ثانیوں تک گردن جھکائے سوچتا رہا۔

پھر اس نے غور سے یسوتائی کی طرف دیکھا۔ خوش گوار سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی۔ وہ اٹھا۔ یسوتائی کا ہاتھ تھاما اور انتہائی شفقت اور نرمی سے اس نے کہا:

"اے یسوتائی! ان لڑکیوں کو میں ہرگز واپس کرنے والا نہ تھا۔ کوئی اور کہتا تو میں ہرگز نہ مانتا لیکن اے یسوتائی! تمہاری بات اور ہے۔ میں پہلے ہی تمہارا کہا رد نہ کرتا تھا اور اب تو مقولی کو ہرا کر تمہاری حیثیت پہلے سے بھی زیادہ پسندیدہ اور بلند ہو گئی ہے۔ اے یسوتائی! تم خود ہی اعلان کر دو اور ان لڑکیوں سے کہہ دو کہ یہ اب آزاد ہیں۔ ان میں سے اکثر کے ماں باپ ان کے ساتھ ہیں اور ان کے پاس سواریاں بھی ہیں اور ہاں جس کے پاس سواری نہ ہو اس کے لیے سواری کا بندوبست بھی کر دیا جائے گا اور یہ بندوبست تموجن کرے گا"۔

تموجن نے ذرا رک کر غور سے یسوتائی کی طرف دیکھا اور کہا:

"اے یسوتائی! اس لڑکی کا کیا بنے گا جسے تم نے مقولی کو ہرا کر جیت لیا ہے۔ اصولی طور پر تم اس لڑکی کے مالک ہو اور میری خواہش بھی ہے کہ تم اس سے شادی کر لو۔ اگر تم منگولوں کے اندر طاقتور ترین جوان ہو تو وہ خطا کے علاقے کی

حسین ترین لڑکی ہے۔ بوگدو کی قسم! تم دونوں کا جوڑ خوب رہے گا"۔

یسوتائی نے سنجیدگی سے کہا:

"اے خان! دوسری لڑکیوں کی طرح یہ لڑکی بھی آزاد ہے اور اپنے ماں باپ ساتھ اپنے گھر جائے گی۔ میں ابھی اس سے شادی نہ کروں گا۔"

پھر یسوتائی آگے بڑھا اور وہاں کھڑی ساری لڑکیوں کو اس نے اپنے اپ جانے کا کہہ دیا۔

لڑکیاں قطاروں سے نکل نکل کر اور اپنے ماں باپ سے لپٹ لپٹ کر خوشی کا لگیں اور ان کے ماں باپ یسوتائی کا شکریہ ادا کرنے کے علاوہ اسے دعائیں دے ر پھر وہ لڑکیاں اپنے ماں باپ کے ساتھ وہاں سے رخصت ہونے لگیں۔

یسوتائی شہ نشین سے اتر کر اس طرف آیا جہاں بولائی کے پاس قرطبینہ، اس اور اس کی ماں تنکدار کھڑے تھے۔ وہ ان سے ذرا فاصلے پر ہی رک گیا اور ہاتھ کے اشار بولائی کو اپنی طرف بلایا۔ بولائی جب اس کے پاس آیا تو یسوتائی نے اسے سمجھانے کے سے کہا:

"اے میرے عم! یہ لڑکی جسے میں نے مقتولی سے بچایا ہے اس کا نام قرطبینہ یہ مسلمان ہے اور اپنے باپ کے قاتلوں کو تلاش کرنے کے سلسلے میں پہلے بھی اس سے مل چکا ہوں ــــ"

بولائی نے اس کی بات کاٹ کر کہا:

"قرطبینہ کا باپ سنجار اور ماں تنکدار بھی وہاں کھڑی ہے۔ انہوں نے مجھے تم ملاقات کے سارے حالات تفصیل سے کہہ دیے ہیں۔ انہیں خبر نہ تھی کہ تم مسل ہو اس لیے قرطبینہ نے تمہیں اپنے گھر سے دھتکار کر نکال دیا تھا۔ اب وہ اپنے رو پر بے حد شرمندہ ہے اور مقتولی سے بچانے کا شکریہ ادا کرنے کے علاوہ گزشتہ سلوک پر جو غلط فہمی میں ہوا، اس کی معافی بھی مانگنا چاہتی ہے"۔

یسوتائی نے نقدی کی وہ تھیلی جو تموجن نے اسے دی تھی وہ اس نے بولائی

دی اور کہا:

"یہ تھیلی قرطبینہ کے باپ سنجار کو دیدو۔ وہ بڑی مشکل سے اپنی گزر بسر کرتے ہیں میں ایک مسلمان کی حیثیت سے ایک مسلمان کی مدد کر رہا ہوں اور مجھے امید ہے کہ وہ انکار نہ کریں گے اور میں اب جاتا ہوں"۔

یسوتائی وہاں سے پلٹنے کو تھا کہ قرطبینہ، سنجار اور تنکدار وہاں پہنچ گئے۔ سنجار نے آتے ہی اسے مخاطب کر کے کہا:

"اے عالم اسلام کے عظیم فرزند! میں تیری عظمت کو، تیرے کردار، اخلاق اور تیری قومی و دینی حمیت کو سلام کرتا ہوں۔ تو کیا خوب اپنے مقابل کی بے ضمیری کے خوابوں کو توڑتا ہوا ہواؤں کی طرح بلند و بالا ہو کر نکل گیا تھا۔ تو نے اپنے احساس کو حرف لفظوں میں نہیں بلکہ پسندیدہ ترین عمل میں سمو دیا۔ تو نے اپنے طرز مسلمانی پر حرف نہ آنے دیا۔ اے سمندر کو قطرے میں سمو دینے والے جوان! تو نے اس میدان میں ثابت کر دیا ہے کہ تیرے افعال جامد نہیں طوفانی ہیں۔ تیرے ارادے تیری خواہش مضمحل نہیں تازہ دم ہیں۔ واہ تو نے اپنے ایمان کی ضد کو کیا خوب روندا کاش! میرے پاس الفاظ ہوتے کہ میں تیری اس کارگزاری کا شکریہ ادا کر سکتا پھر بھی میں تیرا ممنون ہوں کہ بے حیائی کے اس میدان میں تو نے میری بیٹی کی جان اور عصمت کی حفاظت کی"۔

یسوتائی نے کہا:

"میں نے آپ لوگوں پر کوئی احسان نہیں کیا۔ یہ میرا قومی اور دینی فریضہ تھا جو میں نے پورا کیا ہے"۔

اس موقع پر قرطبینہ آگے بڑھ کر یسوتائی سے کچھ کہنا چاہتی تھی پر اسی دوران یسوتائی نے بولائی سے کہا:

"بولائی! اگر ان کے پاس سواری ہے تو ٹھیک۔ نہ ہو تو تم جا کر تموجن سے میرا نام لے کر کہنا۔ وہ انہیں سواری مہیا کر دے گا۔ میں اب جاتا ہوں"۔

اس کے ساتھ ہی یسوتائی وہاں سے ہٹ کر اپنے گھر کی سمت چلا گیا۔

قرطبینہ نے دکھ اور تاسف سے کہا:

"میں تو ان کا شکریہ بھی ادا نہیں کر سکی اور وہ چلے گئے"۔

سنجار نے اپنا خدشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا:

"اس سے ظاہر ہے کہ اس کا دل ابھی تک ہماری طرف سے صاف نہیں ہے۔ اور صاف ہونا بھی نہ چاہیے کیونکہ ہم نے اس سے سلوک ہی ایسا کیا تھا۔

سنجار خاموش ہوا تو بولائی نے وہ نقدی کی تھیلی جو یسوتائی نے اسے دی تھی اسنجار کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

"یہ یسوتائی نے آپ کے لیے دی ہے اور کہا ہے کہ میں ایک مسلمان کی حیثیت سے دوسرے مسلمان کی مدد کر رہا ہوں لہٰذا مجھے امید ہے کہ آپ یہ نیکی قبول کرنے سے انکار نہ کریں گے"۔

اس تھیلی کی طرف ہاتھ بڑھانے سے قبل سنجار نے جواب طلب نگاہوں سے قرطبینہ کی طرف دیکھا۔ جواب میں قرطبینہ نے کہا:

"اے میرے باپ! آپ انکار نہ کریں بلکہ یہ تھیلی قبول کر لیں۔ ایک تو یسوتائی کا مسلمان ہونا اب ثابت ہو چکا ہے اور اب اگر ہم نے یہ تھیلی لینے سے انکار کیا تو وہ ہم سے اور دور ہو جائیں گے۔ دوسرے جس جذبے کے تحت وہ ہمیں یہ رقم دے رہے ہیں اس سے ہمیں انکار کرنا ہی نہ چاہیے"۔

سنجار نے تھیلی لے لی اور بولائی سے کہا:

"ہم اب یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔ ہمارے پاس سواری کا انتظام ہے۔ ہماری طرف سے ایک بار پھر یسوتائی کا شکریہ ادا کر دینا"۔

اس کے بعد وہ تینوں ایک ہی گھوڑے پر سوار ہو کر خطا کے دوسرے لوگوں کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گئے جبکہ بولائی گھر کو چل دیا!

⊙

کرایت ترکوں سے بدترین شکست کھانے کے بعد تموچن کے لیے مسائل اٹھ کھڑے ہوئے۔ شمال کے وحشی خانہ بدوش قبائل کا ہمیشہ سے یہ طریقہ تھا کہ وہ بڑھتی ہوئی قوت کا ساتھ دیتے ہیں۔ اس سے انہیں دو فائدے ہوتے تھے۔ ایک تو ان کی اپنی حفاظت بہتر طور پر ہوتی تھی اور دوسرے انہیں زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرنے کے مواقع میسر آتے۔

تموچن کے خلاف بھی ایسا ہی ہوا۔

چنانچہ جب اس نے طغرل سے شکست کھائی تو وہ قبائل جن پر وہ کبھی بزور غلبہ حاصل کر چکا تھا اس کے خلاف بغاوت کی باتیں کرنے لگے ـــــ اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ صحرائے گوبی اور شمالی برفستانوں کے یہ سارے وحشی قبائل تموچن کو چھوڑ کر طغرل سے جا ملیں گے لیکن اپنی صورتِ حال کو برقرار رکھنے کے لیے تموچن نے دو کام کیے:

پہلا کام جو اس نے کیا وہ یہ تھا کہ اس نے کرایت ترکوں کے سردار طغرل کو مندرجہ ذیل خط لکھا:

"اے خان!

گزرے دنوں میں تیرے آدمیوں نے لڑائی کی لوٹ مار کا وہ سامان اپنے پاس رکھ لیا جو قاعدے کے مطابق میرا ہونا چاہیے تھا۔ پھر یہ سامان ہم نے خاموشی سے تیرے حوالے کر دیا۔ پھر یاد کرو اے خان! دریائے فراسو کے کنارے تمہارے مہمان خانے کے اندر میں اور تم نے اکٹھے قسم کھائی تھی کہ ہم پھوٹ ڈالنے والوں کی چغلیوں کو نہ سنیں گے بلکہ کوئی بات ہوگی تو اس کے متعلق آپس میں بات چیت کر لیا کریں گے اور پھر میں نے کبھی نہ کہا کہ مجھے کم حصہ ملا ہے اور یہ کہ میں زیادہ حصے کا حقدار ہوں۔

اے خان!

جب بیل گاڑی کا ایک پہیہ ٹوٹ جاتا ہے تو بیل آگے نہیں

بڑھ پاتے۔ کیا میں تیری کبت کا پہیہ نہ تھا۔

اے خان!

تو مجھ سے کیوں خفا اور ناراض اور کیوں مجھ پر حملہ آور ہوتا ہے؟"

یہ خط لکھ کر تموچن نے ایک طرح سے اپنے دل کی بھڑاس نکال لی تھی۔

دوسرا کام اس نے یہ کیا کہ سارے ماتحت قبائل میں تیز رفتار قاصد بھجوائے کہ وہ آ کر قرولتائی (مجلسِ مشاورت) میں حصہ لیں۔

غیر متزلزل ارادے کے ساتھ جو کچھ تموچن کر سکتا تھا وہ اس نے کیا۔ تیز رفتار قاصد دوڑانے کا اس کو خاطر خواہ جواب ملا۔ بہت جلد اس کے اپنے علاقے کے خان، مغل، تاتار، مکریت اور دیگر قبائل کے سردار اس کے پاس پہنچ گئے۔

اس قرولتائی یعنی مجلسِ مشاورت کے لیے ایک بہت بڑے یورت کا بندوبست کیا گیا۔ مقررہ وقت پہ سارے خوانین اور سردار لانبے لانبے لبادوں اور مرصع کمربندوں سے مزین یورت کی جلتی ہوئی آگ کے گرد جمع ہو گئے جو یورت قرولتائی کے لیے نصب کیا گیا تھا۔

آگ کی تیز لپٹوں کی سرخ روشنی میں ان سرداروں کے پیتل جیسے چہروں پر شکنیں تھیں اور انہی شکنوں کو تموچن دور کرنا چاہتا تھا۔

جب تمام سردار جمع ہو گئے تو تموچن نے ان سے سوال کیا کہ:

'اس حالیہ شکست کے بعد ہمیں طغرل کے خلاف کیا لائحہ عمل مرتب کرنا چاہیے ___؟"

ان میں سے بعض سرداروں نے یہ مشورہ دیا کہ ہمیں کرایت ترکوں کی اطاعت قبول کر کے طغرل اور اس کے بیٹے کو اپنا آقا تسلیم کر لینا چاہیے لیکن یہ گنتی کے چند سردار تھے جنھوں نے یہ مشورہ دیا۔ باقیوں نے طغرل اور کرایت ترکوں کے خلاف جنگ کا نعرہ مارا ___ اور تموچن کو اپنا آقا بنانے کی تجویز پیش کی اور اس تجویز کو بخوشی قبول کر لیا گیا۔

وہی ہوا جو تموچن چاہتا تھا۔

سب سرداروں نے متفقہ طور پر اسے اپنا آقا تسلیم کر لیا اور اسے سرداری کا ایک عصا پیش کیا گیا۔

سرداری کا یہ عصا تھام کر تموچن نے یورت کی آگ کے پاس جمع سب سرداروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

'سب قبیلوں میں میرے حکم کی تعمیل ہو گی اور مجھے حق ہو گا کہ میں جسے چاہوں سزا دوں۔ شروع دن ہی سے میں تم لوگوں سے کہتا آیا ہوں کہ تین دریاؤں کی درمیانی سرزمینوں کا ایک آقا ہونا چاہیے۔ یہ بات پہلے تمہاری سمجھ میں نہ آئی تھی اب جبکہ تم لوگوں کو یہ ڈر ہے کہ آنے والے دنوں میں کرایت ترکوں کا سردار طغرل تم سے وہی سلوک کرے گا جو اس نے میرے ساتھ کیا ہے تو تم نے مجھے اپنا سردار منتخب کر لیا ہے۔ پہلے میں نے تم لوگوں کو قیدی عورتیں، یورت اور ریوڑ دیے تھے۔ اب میں تم لوگوں کے لیے زمینوں اور اپنے آباؤ اجداد کے بنائے ہوئے قوانین کی حفاظت بھی کروں گا۔"

اس خطاب کے بعد تموچن نے ان سرداروں کو ایک شاندار ضیافت دی اور پھر یہ اجلاس ختم ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی کرایت ترکوں پہ ضرب لگانے کے لیے جنگ کی تیاریاں وسیع پیمانے پر شروع ہو گئیں۔

○

جاڑوں میں صحرائے گوبی کے اندر جنگ کی تیاریاں اپنے عروج پر تھیں۔

اب یہ سارا علاقہ ایک طرح سے دو حریفوں میں بٹ گیا تھا۔ جھیل بیکال کے مشرق میں تموچن کی جنگی تیاریاں خوفناک صورت اختیار کرتی جا رہی تھیں اور دوسری طرف طغرل بھی اپنی حربی تیاریوں میں مصروف تھا۔

تموچن نے کرایت ترکوں پہ حملہ آور ہونے میں پہل کی۔

برف ابھی پگھلنا شروع نہ ہوئی تھی کہ تموچن نے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ طغرل کی

طرف کوچ کیا۔ طغرل کو بھی اس کوچ کی خبر ہو گئی تھی لہٰذا وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ اپنے علاقوں میں آکر خیمہ زن ہو گیا تھا۔

اس بار تموچن نے انتہائی عیاری اور چالاکی سے کام لیا۔ اس نے طغرل کے لشکر ایک منگول کو روانہ کیا۔ اسے خوب سمجھا دیا کہ اسے طغرل کے سامنے جا کر کس طرح اور کس ک ابتدا کرنی ہے۔

یہ منگول کرایت ترکوں کے لشکر میں داخل ہوا اور طغرل سے ملنے کی خواہش ظا جب اسے طغرل کے سامنے پیش کیا گیا تو طغرل نے اس سے پوچھا:

"تم کون ہو اور کس سلسلے میں مجھ سے ملنا چاہتے ہو؟"

منگول نے اپنی پوری فریب کاری اور عیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

"اے کرایت ترکوں کے عظیم سردار! کبھی میں تموچن کے لشکر کا ایک وفادار سردا تھا لیکن آہستہ آہستہ میرے اور تموچن کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے۔ پھر غلط فہمیاں بڑھتی رہیں۔ یہاں تک کہ مجھے خدشہ ہو گیا کہ تموچن مجھے کسی بھی وقت قتل کرا دے گا لہٰذا میں بھاگ کر آپ کے پاس آ گیا۔ اب میں آپ کے لشکر میں رہ کر تموچن کے خلاف آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں"۔

طغرل چند ثانیوں تک اس منگول کو بغور اور شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتا رہا پھر اس نے پوچھا:

"تم ہمارے درمیان رہ کر ہماری کیا خدمت کر سکتے ہو؟"

منگول نے جواب دیا:

"فی الوقت میں آپ کی یہ خدمت کر سکتا ہوں کہ آپ کو یہ بتا دوں کہ تموچن کی سرکردگی میں آپ پر حملہ آور ہونے کے لیے آنے والا منگولوں کا لشکر کہاں ہے اور کس طرف سے آ رہا ہے اور اس طرح اس کے خلاف منصوبہ بندی کر کے آپ اسے بدترین شکست دے سکتے ہیں۔ گو منگولوں کا لشکر ابھی یہاں سے کافی دور ہے پھر بھی آپ اس پر نگاہ رکھ کر اس کے خلاف کامیاب کاروائی کر سکتے ہیں"۔

طغرل نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے اجنبی منگول! میں تمہاری اس پیش کش کو قبول کرتا ہوں۔ میں اپنے چند سوار تمہارے ساتھ ابھی اور اسی وقت روانہ کرتا ہوں تاکہ وہ یہ اندازہ لگائیں کہ منگول کن راستوں سے اس طرف آ رہے ہیں اور ان کے اس آنے والے لشکر کی تعداد کیا ہے۔ اس طرح یہ جنگ جیتنا ہمارے لیے سہل ہو جائے گا"۔

منگول نے سر جھکاتے ہوئے کہا:

"میں اس کے لیے تیار ہوں"۔

طغرل نے اسی وقت منگول کے لشکر پر نگاہ رکھنے کے لیے اپنے کچھ سوار اس منگول کے ساتھ روانہ کر دیے۔

وہ منگول کرایت ترکوں کو ایسے راستوں پر لے کر آگے بڑھا جو کہ کہستانوں کی بھول بھلیوں سے ہو کر نکلتے تھے اور ان پر مسافت کرنے میں کافی وقت برباد ہوتا تھا جبکہ منگول ان راستوں کے قریب ہی کوہستانوں اور گھاٹیوں میں سے ہو کر گزرنے والے ایک ایسے راستے کے ذریعے حملہ آور ہونے کو آ رہے تھے جو کرایت ترکوں کی پشت کی طرف سے اس میدان کے اندر آ کھلتا تھا جس کے اندر کرایت ترک پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔

جس وقت یہ منگول کرایت ترکوں کے پڑاؤ سے روانہ ہوا اس وقت منگول کرایت ترکوں کے اس پڑاؤ کے بالکل قریب آ چکے تھے۔ وہ منگول کرایت ترکوں کے ساتھ ابھی ان کے پڑاؤ سے کچھ ہی دور گیا تھا کہ اس نے کوہستانوں کی اوٹ میں دوسرے راستے سے کرایت ترکوں کی پشت کی طرف جاتے اپنے منگول لشکر کے چند پرچموں کو دیکھ لیا جو ذرا کم بلندی والے ٹیلوں کے اوپر سے اسے دکھائی دے گئے تھے۔ وہ تو اچھا ہوا کہ ان کرایت ترک سواروں نے ان پرچموں کو نہ دیکھا ورنہ وہ اس منگول کو قتل کر کے اپنے سردار طغرل کو منگول لشکر کی آمد سے مطلع کر دیتے۔

اس منگول کو اندیشہ ہوا کہ اگر ترکوں نے منگولوں کے پرچم دیکھ لیے تو وہ اپنے لشکر کو اطلاع کر دیں گے اور اس طرح منگولوں کو ایک ناقابل برداشت تباہی و بربادی کا سامنا کرنا پڑے گا لہٰذا وہ فوراً اپنے گھوڑے سے اترا اور گھوڑے کے سموں کا بغور جائزہ لینے لگا۔

ترک سواروں میں سے ایک نے اس سے پوچھا:

"یہ تم کیا کر رہے ہو؟"

منگول نے جواب دیا:

"تم لوگ ذرا رک جاؤ۔ میرے گھوڑے کے سم میں پتھر آ گیا ہے۔ اسے نکال لوں تو پھر آگے بڑھتے ہیں"۔

ترکوں نے منگول کی اس بہانہ سازی کو حقیقت سمجھ لیا اور رک گئے۔

اتنی دیر میں منگولوں کا ہراول لشکر جو یسوتائی کی سرکردگی میں کام کر رہا تھا، ترکوں پر حملہ آور ہو گیا اور اس کے پیچھے پیچھے تموچن اپنے سارے لشکر کے ساتھ کرایت ترکوں پر بھوکے بھیڑیوں کی طرح جھپٹ پڑا۔

کرایت ترکوں میں ایک شور اور واویلا برپا ہو گیا۔ کیونکہ منگولوں نے ان پر اچانک حملہ کر کے ان کا قتلِ عام شروع کر دیا تھا لہٰذا اس منگول کے ساتھ جانے والے ترک یہ شور سن کر فوراً اپنے لشکر کو پلٹ گئے اور منگول وہاں سے بھاگ کر اور اپنی جان بچا کر اپنے لشکر سے جا ملا۔

شام تک ترکوں اور منگولوں کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔ ترکوں پر چونکہ اچانک اور بے خبری میں حملہ ہوا تھا لہٰذا ان کی صفوں میں بدنظمی اور انتشار پیدا ہو گیا تھا اور اس افراتفری کے عالم میں ان کا قتلِ عام شروع ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ ان کا سردار طغرل اور اس کا بیٹا بھی زخمی ہو گئے۔ پھر اپنے لشکر کی یہ حالت دیکھ کر وہ دونوں ہی میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے۔ لیکن ان دونوں کی بدقسمتی کہ وہ اس فرار کے دوران ایک ایسے ترک سردار کے ہتھے چڑھ گئے جو ان دونوں کا بدترین دشمن تھا۔ اس ترک سردار نے ان دونوں باپ بیٹے کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان دونوں کے سر کاٹ کر ان کو چاندی سے مرصع کر کے اپنی عظمت کے اظہار کے لیے اپنے خیمے میں سجا لیا۔

اپنے سردار طغرل اور اس کے بیٹے کے بھاگ جانے کے باوجود ترک میدانِ جنگ میں ڈٹے رہے اور کسی بھی صورت میں پسپا ہونے کو تیار نہ تھے۔ تموچن نے جب دیکھا کہ ترک جھکنے والے نہیں ہیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ جنگ طول پکڑ جائے اور خود اسی کے خلاف کوئی صورت اختیار کر جائے،

ڑا اس نے جنگ میں بری طرح مصروف ترکوں کے اندر یہ اعلان شروع کرا دیا کہ طغرل اور اس ا بیٹا دونوں اپنی جان بچا کر بھاگ گئے ہیں لہٰذا اگر وہ ہتھیار ڈال دیں تو ان کی جان بخشی کر ا جائے گی اور انہیں تموچن کے لشکر میں شامل کر لیا جائے گا اور لشکر میں ان کی عزت اور توق منگولوں کے برابر ہوں گے۔

تموچن کی یہ ترکیب کامیاب رہی اور ترک ہتھیار ڈال کر اس کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ چن کے لیے یہ بہت بڑی کامیابی تھی اور کرایت ترکوں کے اس کے لشکر میں شامل ہو جانے اس کی عسکری حیثیت بھی بڑی مضبوط اور پائیدار ہو گئی تھی۔

جب وہ کرایت ترکوں کے پڑاؤ میں داخل ہوا تو ڈھیروں دولت اور خوراک کے ذخائر کے ادہ اسے اور بہت سا سامان بھی ملا جس میں پتلی صیقل کی ہوئی تلواریں، گھوڑوں کی زینیں جن پر لمیں ریشم اور سرخ نرم پٹرا بچھا ہوا تھا اور چاندی کی رکابیں تھیں۔ ان گنت خیمے اور ایسے بتی پورت جن کا استر زریں اطلس کا تھا، شامل تھے۔

اس فتح کی تموچن کو بے حد خوشی ہوئی لیکن ساتھ ہی اسے یہ دکھ اور افسوس بھی ہوا کہ وحشی رکیت قبائل کا سردار توقتا بیگ اور اس کا اپنا ایک رشتے کا بھائی جاموقہ جو ہر وقت طغرل اور ن کے بیٹے کو اس کے خلاف بھڑکاتے رہتے تھے، اپنی جان بچا کر میدانِ جنگ سے بھاگ لنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

اس عظیم فتح کے بعد تموچن جب اپنے مرکزی شہر واپس گیا تو وہاں پھر ایک قرولتائی مجلسِ شوریٰ) منعقد کی گئی۔ ان قرولتائی میں ان سب خوانین اور سرداروں نے شرکت کی جنہیں ہ نے فتح کیا تھا اور جو اب اس کے ماتحت کام کر رہے تھے۔

اس قرولتائی میں سب سرداروں نے یہ سوال اٹھایا کہ ایشیائے بلند کی تمام قوموں پر حکومت رنے کے لیے ایک ایسے آدمی کا انتخاب کریں جو ایک فردِ واحد، ایک شہنشاہ کی حیثیت سے کام کرے۔ سب کا خیال تھا کہ اپنوں ہی میں سے کسی ایک کا انتخاب ہونا چاہیے جس کی حکومت اور سب پر مسلّم ہو۔

اس عظیم کام کے لیے سب کی نظریں تموچن پر ہی آ کر ٹھہریں کہ وہ شمال کے سارے وحشی

قبائل کا واحد حکمران ہوگا۔ پھر قرولتائی میں شامل سرداروں نے یہ آواز بھی اٹھائی کہ جب ہم نے
کو اپنا حاکم اعلیٰ منتخب کر لیا ہے تو اسے کوئی مناسب خطاب بھی دیا جائے۔

لہٰذا یہ طے پایا کہ مستقبل کی پیش گوئی کرنے والا کوئی فرد تموچن کے لیے کسی ایسے
کا چناؤ کرے جو اس کے شایانِ شان ہو۔

اس قرولتائی میں مستقبل کی پیش گوئی کرنے والے دو شخص تھے۔ ایک یسوچینتائی جو یسوتائی
استاد بھی تھا اور دوسرا بیکی تھا جس کا تعلق یوریان گوت قبیلے سے تھا اور جس نے تموچن کے ہاں
نب تنگری کی جگہ سنبھال لی تھی۔ یسوچینتائی اور بیکی چند تاریخوں تک اپنا حساب کتاب لگانے
بعد باہم مشورہ کرتے رہے۔ پھر انہوں نے قرولتائی میں شامل لوگوں کو بتایا کہ تموچن کا خطاب
نیا نام "چنگیز خان" یعنی "سرداروں کا سردار" اور سارے عالم کا شہنشاہ ہونا چاہیے۔ مجلس اس
پر خوش تھی لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ سے تموچن کو اس کے اصل نام سے نہیں بلکہ "چنگیز خان"
کہہ کر پکارا جائے گا۔

اس قرولتائی کے بعد کہ جس میں اسے چنگیز خان قرار دیا گیا، تموچن نے اپنی سلطنت کے
لیے کچھ احکامات مرتب کیے اور ان احکامات کے مجموعے کو "یاسا" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس
پہلا قانون جو اس نے نافذ کیا وہ یہ تھا کہ سارے انسان ایک خدا پر یقین رکھیں جو زمین اور
آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے جو واحد، اکیلا اور لاشریک ہے۔ امیری، غریبی، زندگی، موت
مرضی سے عطا کرتا ہے۔ جس کی طاقتور حکومت ہر شے پر کامل اور مکمل ہے۔

چنگیز خان کا یہ پہلا قانون، ان مسلمانوں کی تعلیمات کی صدائے بازگشت تھی جو وہاں
کے شہر قبراقورم میں آباد تھے۔

اس کے علاوہ چنگیز خان نے یہ احکامات جاری کیے کہ:

چوری، زنا، کسی کا گھوڑا چرانے، جاسوسی، اغلام، جھوٹی گواہی، کالے جادو کے
لیے سزائے موت ہے۔

اس نے کہا مجھے یہ سن کر غصہ آتا ہے کہ بیٹا اپنے والدین یا چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی
نافرمانی کرے یا بیوی، شوہر کی اطاعت نہ کرے۔ امیر، غریب کی مدد نہ کریں یا کم درجے کے لوگ

اپنے سرداروں کی عزت نہ کریں۔

نشہ مغلوں کی خاص علت تھی اس کے متعلق اس نے کہا:

"جو آدمی نشہ پیتے ہوتا ہے اس کی حالت سر پہ چوٹ کھائے ہوئے انسان کی
سی ہوتی ہے اور اس حالت میں عقل اور ہنر ہرگز اس کا ساتھ نہیں دیتے"۔ اسلیے
اس نے حکم دیا کہ مہینے میں صرف تین مرتبہ نشہ سے مدہوش ہونے کی اجازت ہے
اور بہتر یہی ہے کہ مدہوشی پیدا ہی نہ ہونے پائے۔

منگولوں کی ایک کمزوری یہ بھی تھی کہ وہ رعد سے بہت خوفزدہ ہوتے تھے۔ گرمی کے سخت
طوفانوں سے وہ اس قدر مرعوب ہوتے کہ اکثر ان طوفانوں کے موقعوں پر وہ جھیلوں اور دریاؤں میں
چھلانگ لگا دیتے جس کے نتیجے میں وہ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے تھے۔ چنگیز خان نے حکم
جاری کر دیا کہ رعد و برق کے طوفان کے موقع پر پانی کو چھونا منع ہے۔

اس حکم کا مطلب یہ تھا کہ منگول دریاؤں اور جھیلوں میں ڈوب کر مرنے سے بچ جائیں۔

اس کے علاوہ اس نے آپس میں لڑائی جھگڑے کو حرام قرار دیا اور یہ بھی فیصلہ کر دیا کہ اس کے
علاوہ کوئی اور چنگیز خان نہیں ہو سکتا۔

اس نے یہ بھی حکم دیا کہ اول تو اس کا اور اس کے بیٹوں کے نام لکھے ہی نہ جائیں اور اگر لکھے
ہی جائیں تو سنہری حروف میں لکھے جائیں۔ اس طرح اس نے وحشیوں کو اپنا اور اپنے بیٹوں کا احترام
کرنا سکھانا شروع کر دیا۔

مذہبی معاملات میں اس نے نرمی اختیار کی۔ دوسرے فرقوں کے امام، پیر، مسجدوں کے
پادری، راہب، پجاری، زرد اور سرخ پوش آوارہ گرد لاما، نجومی، پیشین گوئیاں
کرنے والے اور اس قسم کے دوسرے لوگوں کو الزامات سے بری قرار دیا۔

جنگ سے متعلق اس نے یہ احکامات جاری کیے کہ جنگجو پر حرام تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کا
ساتھ چھوڑ دے۔ دس سپاہیوں کا لشکر کے اندر ایک ابتدائی گروہ مقرر کیا گیا اور ان ہر دس
سپاہیوں پر حرام تھا کہ وہ اپنوں میں سے کسی زخمی کو چھوڑ کر آگے بڑھ جائیں۔ اس طرح
لشکر کے ہر سپاہی پر اس وقت تک پیچھے ہٹنا یا بھاگنا حرام تھا جب تک پرچم لڑائی کے میدان

سے ہٹا نہ لیا جائے۔

اس وقت تک لڑائی کو چھوڑ کر لوٹ کھسوٹ کرنا منع تھا جب تک کہ کمان کرنے والا افسر سپاہیوں کو ایسا کرنے کی اجازت نہ دے۔

اس نے اپنے لشکر کو دس دس ہزار کے حصوں میں تقسیم کیا۔ اب یہ لشکر قبیلوں کا کوئی بے ترتیب مجمع نہ تھا بلکہ ایک منظم اور تربیت یافتہ لشکر تھا۔ اپنے لشکر میں اس نے گیارہ جرنیل مقرر کیے اور ان سرداروں کو اس نے ارخان کا نام دیا۔ ان گیارہ ارخانوں میں یسوتائی، سوبدائی، مقولی، جبی نویان اور سات دیگر سردار شامل تھے۔ لشکر کے ہتھیار جن میں نیزے، تلواریں، وزنی زرہیں اور ڈھالیں شامل تھیں۔ بعض افسروں کی زیرِ نگرانی اب اسلحہ خانوں میں رکھے جانے لگے تھے جہاں ان کی صفائی اور حفاظت کا انتظام ہوتا اور جب کسی حملے کے لیے جنگجوؤں کو طلب کیا جاتا تو یہ ہتھیار ان میں تقسیم کر دیے جاتے۔

اب اس کا لشکر لاکھوں سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ اپنے لشکر کو مصروف رکھنے کے لیے اس نے حکم دیا کہ موسم سرما کی پہلی شدید برف باری اور بہار کے موسم میں پتیوں کی نمود کے درمیانی عرصہ میں بڑے پیمانے پر ہرنوں، بارہ سنگھوں اور گورخروں کا شکار کیا جائے۔

یہ قوانین جنہیں یاسا کا نام دیا گیا تھا، نافذ کرنے میں تین بڑے فوائد تھے:

اولاً چنگیز خان کی بے چون وچرا اطاعت؛

ثانیاً خانہ بدوش قبائل کا آپس میں اتحاد و اتفاق؛

ثالثاً غلطیوں کی سخت سزا تاکہ وحشی اور سرکش قبائل کے لوگ مجرم اور باغی نہ ہونے پائیں۔

کوئی آدمی اس وقت تک خطا کار یا مجرم نہ سمجھا جاتا تھا جب تک کہ وہ خود اس کا اقرار نہ کرے یا وہ جرم کرتا ہوا پکڑا نہ جائے۔

اب چنگیز خان کے پاس ایک نئی طرح کی جنگی طاقت تھی۔ اس کے لشکر کی تعداد اب بہت بڑھ گئی تھی۔ بھاری، منظم، مسلح سوار فوج ہر طرح کی زمین پر بڑی تیزی سے حرکت کر سکتی تھی۔ اس کے دور سے پہلے ایرانیوں اور پارتھیوں کے پاس بھی ایسے ہی عساکر تھے لیکن ان کے اندر مغلوں کی تیر اندازی، وحشیانہ جرأت اور نیست و نابود کر دینے والے ہنر نہ تھے۔ چنگیز خان کا لشکر

اب اس کے پاس ایک ایسا ہتھیار تھا کہ اگر اسے ٹھیک طرح سے استعمال کیا جائے اور اس کی حسبِ ضرورت دیکھ بھال اور روک تھام کی جائے تو اس سے بڑے پیمانے پر تباہی اور بربادی پھیلائی جا سکتی تھی۔

اب اس نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ اپنی اس عسکری طاقت کو وہ اپنے اطراف کی بڑی قوتوں کے خلاف استعمال کرے گا۔

چنگیز خان نے اب ان وحشی قبائل کے اندر ایسا جذبہ پیدا کر دیا تھا کہ وہ صرف گوشت، دودھ اور بوقتِ ضرورت ابلا ہوا باجرہ ہی پھانک کر اس کی اندھی اطاعت کو تیار ہو گئے تھے اور اس جوشِ عقیدت میں ان وحشیوں نے چنگیز خان کو بوگدو بھی کہنا شروع کر دیا تھا۔ بوگدو یعنی دیوتا کا بھیجا ہوا۔

اس کے لشکر میں اب مکیریت، کرایت، جفاکش مغل، خونخوار تاتاری، وحشی مرکیت، برفستانوں کے خاموش مگر خونی اور شکار کے ماہر جنگجو سب کندھے سے کندھا ملا کر اس کی اطاعت کر رہے تھے اور یہ سب مل کر ایک واحد اور عظیم الشان قبیلہ دکھائی دینے لگے تھے۔

مغربی افق پر نور کی برسات اور قوسِ تجلّیات کے عکس پھیلنے لگے تھے اس لیے کہ سورج غروب ہونے کو خوب جھک گیا تھا۔

اپنے گھوڑے کو نرم روی سے ہانکتا ہوا یسوتائی سیلنان شہر کی سرائے کی طرف بڑھا۔ اس وقت سرائے سے باہر بیٹھ کر گھوڑوں کی نعل بندی کرنے والا حسین قرطبینہ کا بوڑھا باپ سنجار اپنی دکان سمیٹ رہا تھا۔

شاہراہِ ریشم سے اتر کر جب یسوتائی سرائے کے صدر دروازے کے قریب آیا تو بوڑھے سنجار کی نگاہ اس پر پڑ گئی۔ بھاگ کر وہ آگے بڑھا اور یسوتائی کی ٹانگ پکڑتے ہوئے اس نے نرمی، شفقت، مہربانی اور لطافت سے کہا:

"اے مہربان محسن! احسان بھی کرتے ہو اور یوں اجنبیوں کی طرح دیکھے بغیر گزر بھی جاتے ہو۔ اے میری قوم کے فرزندِ عظیم! ہم بے شک تمہارے مجرم اور گنہ گار ہی سہی پر مسلمان ہونے کے ناطے سے آخر ہم تمہارے سلام اور تحیات و سلامتی کے حقدار تو ہیں۔ مسلمان تو مسلمان کا بھائی ہے پھر یہ دُوری، یہ بُعد، یہ نفرت یہ گھن اور بیزاری و کراہت کیسی؟ اگر میں تمہیں دیکھ کر نہ روک لیتا تو تم یقیناً

اجنبیوں کی طرح میری دکان کے پاس سے گزر کر سرائے میں داخل ہو گئے ہوتے"۔

یسوتائی اپنے گھوڑے سے اتر پڑا۔ پُرجوش انداز میں اس نے سنجار کے ساتھ مصافحہ کیا اور کہا:

"میں معذرت خواہ ہوں۔ میں نے آپ کو دیکھا نہیں۔ دراصل میں اپنے دھیان میں کھویا ہوا تھا اور سرائے میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ آپ کی موجودگی کا مجھے خیال ہی نہ رہا۔ میں اپنے اس رویّے اور سلوک پر نادم و شرمسار ہوں"۔

پھر ذرا رک کر اس نے دوبارہ کہا:

"میں دراصل اس سرائے میں محض کھانا کھانے کی غرض سے جا رہا تھا کیونکہ میری منزل یہ سیلنان شہر نہیں بلکہ ٹنکوان شہر ہے۔ مجھے ایک مہم درپیش ہے اور اسے سر کرنے کے لیے مجھے ٹنکوان شہر سے کچھ راز ملنے کی توقع ہے۔ آپ شاید اپنی دکان سمیٹ رہے ہیں۔ آپ اپنا کام کریں۔ میں یہاں سرائے سے کھانا کھا کر یہاں سے کوچ کر جاؤں گا"۔

سنجار نے گلہ شکوہ کرنے کے انداز میں کہا:

"اے میرے عظیم محسن! ایسی اجنبیت اور بیگانگی بھی کیا ہوئی۔ اگر تم ہمارا گھر چھوڑ کر اس سرائے میں کھانا کھاؤ گے تو یہ یقیناً ہماری شقاوت و بدبختی ہے۔ تم میرے ساتھ میرے گھر چلو۔ اوّل تو میری بیوی اور بیٹی اپنے سابقہ رویّے کی معافی مانگنا چاہتی ہیں۔ دوسرے قراقورم شہر میں تم نے میری بیٹی قرطبینہ کو شکریہ ادا کرنے کا موقع بھی نہ دیا اور واپس چلے گئے تھے"۔

یسوتائی نے کہا:

"میں اس قابل نہیں کہ کوئی مجھ سے معافی مانگے یا کسی بات پر میرا شکریہ ادا کرے"۔

سنجار نے بڑی انکساری سے کہا:

"اے یسوتائی! تم یقیناً احسانمندی کے قابل ہو کہ تم نے میری بیٹی کی عزت اور جان بچائی اور ایسا کر کے تم نے ہم دونوں میاں بیوی کو بدنامی اور موت سے بچا لیا۔ تم میرے

ساتھ گھر چلو بیٹا! قرطبینہ اور اس کی ماں تمہیں دیکھ کر یقیناً خوش ہوں گی۔ آؤ میرے ساتھ۔ میں اپنی دکان کا کچھ سامان گھر چھوڑ آیا ہوں یہ تھوڑا سا باقی ہے جو میں اٹھا لینا ہوں۔"

یسوناتی نے کہا:

"معاف کیجیے۔ میں صرف تھوڑی دیر سرائے میں رکوں گا اس کے بعد میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔ آپ اپنا سامان سمیٹیں اور گھر جائیں۔"

سنجار کچھ کہنے ہی والا تھا کہ قرطبینہ گھر سے نکلی۔ اس نے یسوناتی کو نہیں پہچانا، کیونکہ اس کی قرطبینہ کی طرف پشت تھی۔ اس نے اپنی بلند اور رسیلی برساتی آواز میں سنجار کو پکار کر کہا:

"بابا! آپ دکان کا کچھ سامان گھر چھوڑ آئے ہیں اور باقی سامان لانے کے لیے آپ نے اتنی دیر کر دی۔ میں تو پریشان ہو گئی تھی کہ آپ نہ جانے کہاں چلے گئے ہیں۔"

سنجار نے کہا:

"قرطبینہ! میری بیٹی!! ادھر دیکھ کون آیا ہے۔ یہ یسوناتی ہے۔ میں اسے گھر لانے کی کوشش کر رہا ہوں پر یہ سرائے میں جانے کی ضد کر رہا ہے۔"

قرطبینہ بھاگ کر آگے آئی۔ یسوناتی کو دیکھ کر وہ رازِ عظیم و صدائے نسیم جیسی خوش کن نور کی برسات اور قوسِ تجلیات جیسی اطمینان و سکون انگیز اور پانیوں کے اندر صدف در صدف ان گنت گوہر دل جیسی ہو گئی۔ بڑی تیزی سے وہ آگے بڑھی اور سحر سحر افق افق پھیلتی زینت، چمن چمن دمن دمن بکھرتے نکھار اور شاخ شاخ پتی پتی رقص کرتی ہوئی آرائش کی طرح یسوناتی کے سامنے آئی۔ پھر اپنی آواز میں ان گنت محبتوں کا سلسلہ اور رلا تا جذبوں کا رابطہ بھرتے ہوئے اس نے کہا:

"میں جانتی ہوں آپ ہم سے ناراض ہیں۔ پر یہ ناراضگی ایسی بھی نہیں کہ آپ ہمارے محسن ہو کر ہمارے گھر کے پاس سے اجنبیوں کی طرح گزر جائیں۔ سب سے زیادہ بد خلقی کا مظاہرہ میں نے ہی آپ سے کیا تھا لہٰذا میں ہی آپ سے معافی مانگتی ہوں۔

میں آپ سے التماس کرتی ہوں کہ آپ سرائے کے بجائے ہمارے گھر میں قیام کریں کہ آپ ہمارے محسن ہیں اور......"

وہ کہتے کہتے خاموش ہو گئی۔

کیونکہ ___ اس نے دیکھا کہ شاہراہِ ریشم سے اتر کر چار سوار اس طرف آئے۔ قریب آ کر وہ چاروں اپنے گھوڑوں سے اترے اور تلواریں سونت کر یسوناتی کی طرف لپکے۔

اسی اثناء میں قرطبینہ کی ماں نکدار بھی گھر سے نکل آئی۔ یسوناتی نے سنجار کو مخاطب کرتے ہوئے مدھم، دھیمی اور رازدارانہ آواز میں کہا:

"اے میرے بزرگ! آپ قرطبینہ کو لے کر پیچھے ہٹ جائیں۔ یہ جو چار مسلح جوان آ رہے ہیں ان کے تیور اور روشنیٔ چشم مجھے نیک نہیں لگتی۔"

اس کے ساتھ ہی یسوناتی نے اپنی تلوار کھینچ کر پشت پر بندھی ڈھال بھی کھول کر سنبھال لی۔ سنجار نے انتہائی راستی، خلوص اور جاں نثاری کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے میری قوم کے فرزند! اگر آنے والے یہ چاروں جوان تمہارے دشمن ہیں تو میں تمہارے پہلو بہ پہلو کھڑا ہو کر ان کا مقابلہ کروں گا اور تیرا ساتھ دوں گا۔ میں بوڑھا تو ہو گیا ہوں پر میں کم از کم ان میں سے ایک کو اپنے ساتھ مصروف رکھ کر تجھ پر ان کا بوجھ تو کم کر دوں گا۔"

یسوناتی نے کہا:

"اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس آپ پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو جائیں اور دیکھیں کہ میں ان کا کیا حشر کرتا ہوں۔"

قرطبینہ بھاگ کر گھر کے اندر چلی گئی۔ یسوناتی نے سنجار سے پھر کہا:

"آپ ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو جائیں۔ ایسے کئی باؤلے کتے میری تلاش میں ہوں گے۔ یاد رکھیں میں ان کے ذہن کو ریزہ ریزہ، عضو عضو کو شل، نس نس کو بوجھل اور ان کی روحوں کو دشت کی طرح ویران کر کے نکل جاؤں گا۔"

سنجار خاموشی سے پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا کیونکہ وہ چاروں جوان اب قریب آ گئے تھے۔ اسی

لمحے قرطبہ بھی اپنے گھر سے نکل آئی۔ اس کے ہاتھوں میں تلوار اور ڈھال تھی۔ یسوتاقی نے اسے اشارے سے اپنے ماں باپ کے پاس کھڑا رہنے کو کہا:

وہ چاروں جوان قریب آگئے۔ پھر ان میں سے ایک نے یسوتاقی کو مخاطب کر کے کہا:

"تم کافی بھاگ لیے۔ اب اس سرائے کے سامنے تم اپنے انجام کو پہنچ گے"۔

یسوتاقی نے غصے اور غضب میں اپنی تلوار لہرائی اور ابال کھاتے ہوئے انداز میں بولا:

"پہلے یہ تو کہو کہ تم کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو تاکہ تمہاری مرگ سے پہلے مجھے یہ تو علم ہو کہ میرا اور تمہارا معاملہ کیا تھا؟"

اس بار دوسرے جوان نے کہا:

"جب ہم چاروں کی تلواریں برسیں گی تو تم آپ سے آپ جان جاؤ گے کہ ہم نے تم سے کومر اور اس کے ساتھیوں کا انتقام لیا ہے"۔

یسوتاقی قہر، کرودھ اور خفگی و غصے میں سرخ ہو گیا اور بھیانک انداز میں بولا:

"اے کم ظرفو! قسم ہے مجھے اپنے اس رب کی جس کے دم سے خورشید کا نور رواں ہے جس کے اشارے پہ مہتاب کی روشنی کا نکھار ہے، میں تم چاروں کی حرص و ہوس پہ زخم و درد کے حروف رقم کر کے رکھ دوں گا۔ مجھ سے ٹکراؤ پھر دیکھو تمہارے ذہنوں کے منڈیر پہ کیسی کیسی نہ مٹنے والی خون کی لکیریں بکھرتی ہیں۔ یاد رکھو! تمہارے کفر کے صحراؤں کے اندر، تمہاری تکفیر کے دشت زاروں میں حقیقتوں کی روشنی اور حرف و صوت کا طوفان بن کر اٹھ کھڑا ہوں گا۔ قسم ہے مجھے اپنے اس رب کی جس کے ہم پہ قرض ہی قرض ہیں۔ قسم ہے مجھے اپنے اس رب کریم کی جس نے اقراء سے تیرگیوں کے اندر روشنی پھیلائی تمہاری حالت، میں اس سرائے کے سامنے بیٹھتے دل، سوکھتے حلقوم اور اندھیرے صحرا میں اڑتے ریگزاروں کی سی کر دوں گا"۔

پھر تلوار کو لہرا کر اس نے کہا:

"جلدی آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ آور ہونے میں پہل کرو۔ میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ جس طرح تم چاروں سود خوروں کی طرح مجھ پر چڑھ دوڑے ہو اس سے بھی بدترین انداز

میں تم مجھ سے بچنے کے لیے راہیں تلاش کرتے پھرو گے"۔

اتنی دیر میں دو اور سوار شاہراہِ ریشم سے اتر کر اس طرف آ گئے۔ تب ان میں سے ایک نے پھر کہا:

"تم کس کس سے مقابلہ کرو گے، دیکھو تو شاہراہ کی طرف۔ ہمارے دو اور ساتھی آ گئے ہیں"۔

یسوتاقی نے اپنی تلوار کو حرکت دی اور کہا:

"اے گمراہ انسان! تم اپنے اتنے ہی ساتھی اور لے آؤ تب بھی میں تم لوگوں میں سے ایک نیزے اور ایک تیر کی مانند نکل جاؤں گا"۔

اس کے ساتھ ہی یسوتاقی نے ان پر ایسی پھرتی اور مہارت سے حملہ کیا کہ اس نے ان میں سے دو کی گردنیں کاٹ کر رکھ دیں۔ جس وقت تک دوسرے دو یسوتاقی پہ جوابی حملہ کرتے یسوتاقی تیزی سے ایک طرف ہٹ کر پہلو بچا گیا ـــــ لیکن ـــ اس نے ان دونوں کو دم نہ لینے دیا اور طوفانی انداز میں وہ ان دونوں پہ ویرانیِ بازارِ حیات بن کر ٹوٹ پڑا۔ اس کے حملے میں ایسی شدت تھی جیسے صبح نے اندھیروں کو آواز دی ہو، جیسے صحرا کی ریت ہواؤں کے اندر کوڑے برسانے لگی ہو۔ وہ اب ایک سرکش طوفان بن گیا تھا۔

جب تک نئے آنے والے دونوں سوار اپنے ساتھیوں کے ساتھ آ کر یسوتاقی پہ حملہ آور ہوتے یسوتاقی نے ان میں سے ایک اور کو ختم کر دیا۔ اب وہ چنگھاڑتے ہوئے جنونوں کی طرح بار بار ـــ اللہ اکبر کی صدائیں بلند کر رہا تھا۔ اس کی ڈھال اب ان تینوں سے اس کا دفاع کر رہی تھی۔ اپنے دشمنوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے یسوتاقی اب بجلیوں کے سائبان، جھاڑو دیتے جھکڑ اور ہر شے کے ضمیر پہ حاوی ہو جانے والی آندھیوں کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ اس کے حملوں میں لشکرِ آفاق گیر کی سی حرکت، ریگ و سنگ جیسا بھیانک پن اور کاروانِ انقلاب جیسی ہولناکی تھی۔

بڑی تیزی کے ساتھ یسوتاقی فضائے خاک اور رعدِ نور کی طرح ان پہ حاوی ہوتا جا رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ انہیں لقمۂ تبیاں، حقارت کا تند سناٹا اور سانسوں کے اندر کھٹکتی پھانس بنا کر رکھ دے گا۔ لمحہ بہ لمحہ اس کے حملوں میں بھڑکتے شعلوں کی سی تیزی آتی جا رہی تھی۔

اچانک فضا میں وحشت ناک چیخیں بلند ہوئیں کیونکہ یسوتائی نے ان تینوں میں
گردنیں کاٹ دی تھیں۔ تیسرا بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کا خیال ہو گا کہ وہ وہاں سے فرار ہو
ہو جائے گا لیکن یسوتائی نے اس کی اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔ اس نے ایک لمبی جست
اسے دبوچ لیا۔

پھر اس نے اس کی تلوار چھین کر دور پھینک دی اور اپنی تلوار کی نوک اس کی گردن
ہوئے بری طرح دھاڑا:

"تم لوگوں کو کس نے میرے پیچھے لگایا ہے؟"

اس نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا:

"ہمیں تمہارے تعاقب میں شینشی شہر کی سرائے کے مالک تمان نے لگایا تھا۔ تم
ایک بار اس کی سرائے سے کومر کے چار آدمیوں کو اس سرائے کی طرف لاتے تھے
چاروں کی لاشیں شاہراہ ریشم پر پائی گئی تھیں۔ ان کی لاشیں ان کے کچھ جاننے
والے شینشی شہر میں ان کے گھر والوں کے پاس لے گئے تھے۔ اس پر تمان نے اس
معاملے کی تحقیق کرائی جس پر اسے پتہ چلا کہ تم انہیں دھوکہ دہی سے شینشی سے ادھر
لاتے تھے حالانکہ کومر نے تمہیں ان چاروں کو یہاں لانے کو کہا تھا نہ ہی کومر یہاں
ٹھہرا ہوا تھا۔ کومر پچھلے کئی ماہ سے اپنے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ غائب ہے اور تمان کو
اب شبہ ہی نہیں یقین ہے کہ کومر اور اس کے ساتھیوں کو بھی تم نے ہی موت کے
گھاٹ اتار دیا ہے۔ تم شاہراہ ریشم پر اس طرف آ رہے تھے کہ تمان نے تمہیں
دیکھ لیا۔ لہٰذا اس نے ہمیں تمہارے پیچھے لگا دیا اور ہم کومر کے ان ساتھیوں کے
عزیز ہیں جو تمہارے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔"

یسوتائی نے مزید کچھ نہ سنا اور تلوار کو حرکت میں لا کر اس کا بھی خاتمہ کر دیا۔
پھر اس نے ساری لاشوں کو شاہراہ کے کنارے ایک گڑھے میں ڈال کر ان پر مٹی
ڈال دی۔

سنجار، تکدار اور قرطبینہ حیران و ششدر مگر کسی قدر پرسکون کھڑے تھے۔ اپنی تلوار صاف

یسوتائی جب اپنے گھوڑے کے پاس آیا تو وہ تینوں اس کے قریب آ گئے۔ اس مرتبہ تکدار نے
پیار و شفقت سے اس کے کندھے پر ہاتھ پھیرا اور ممتا بھری آواز میں بولی:

"اے میرے بیٹے! اس سے پہلے تمہاری قرطبینہ اور اس کے باپ سے جو گفتگو
ہو چکی ہے وہ ساری قرطبینہ نے مجھ سے کہہ دی ہے۔ اے بیٹے! بھلے تو مجھ سے خفا
اور ناراض ہو پر میں تجھے نہ سرائے میں گھسنے دوں گی نہ وہاں کھانا کھانے دوں گی۔ تم
ہمارے گھر میں آؤ گے۔ وہیں کھانا کھاؤ گے اور قیام کرو گے۔"

تکدار جب خاموش ہوئی تو قرطبینہ نے کہا:

"میں سمجھتی ہوں کہ میں آپ سے بد خلقی سے پیش آئی تھی لہٰذا آپ کو مجھ سے ہی نفرت
ہے اور اسی بنا پر آپ ہمارے گھر نہیں آ رہے۔ آپ ہمارے گھر چلیں۔ میں آپ سے
وعدہ کرتی ہوں جب تک آپ کا وہاں قیام رہے گا میں آپ کے سامنے نہ آؤں گی۔"

اپنی بات مکمل کرنے کے بعد قرطبینہ نے چند ثانیوں تک امید و خواہش اور آس و توقع بھ
نگاہوں سے یسوتائی کو دیکھا جو سر جھکائے اور خاموش کھڑا تھا۔ پھر اس نے کہا:

"امید ہے کہ اب آپ اپنی ضد کو چھوڑ دیں گے اور اس سرائے کے بجائے ہمارے گھر
میں قیام کریں گے۔ آپ یہ بھی تو سوچیں ناں کیا یہ امر ہمارے لیے باعث عار و شرم
اور برائی و عیب نہیں ہے کہ ہمارے محسن ہمارے گھر کے بجائے اجنبیوں کی طرح
ایک سرائے میں قیام کریں۔ یاد رکھیے اب آپ کے ساتھ ہمارے دو تعلق اور رشتے ہیں
پہلا یہ کہ آپ مسلمان ہیں اور ہم بھی اور مسلمانوں کے درمیان یہ سب سے بڑا رشتہ ہے
اور اس رشتے کو زبان و وطن کے سارے رشتوں پر فوقیت حاصل ہے۔ دوسرا ہمارا
اور آپ کا تعلق یہ ہے کہ آپ ہمارے محسن ہیں۔ آپ ایک پر عذاب اور ہولناک مقام پر
میری جان اور میری عزت بچا چکے ہیں۔ اس لحاظ سے آپ کا احترام و توقیر ہم پر لازم
اور واجب ہے۔ کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر
اپنے گھر لے چلوں۔"

یسوتائی نے ایک بار غور سے نوعمر اور حسین قرطبینہ کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے اطمینان اور

سکون سے کہا:

"میں تم سے خفا اور ناراض نہیں ہوں۔ جن حالات میں تم نے میرے ساتھ وہ سلوک کیا وہ خلافِ توقع نہ تھا۔"

یسوتائی کے ان الفاظ پر قرطبینہ کی حالت ایسی ہو گئی جیسے انتہائی مایوسی اور ابتلاء کی حالت میں اس کے جسم کو سکون و قرار مل گیا ہو۔ خوشیوں اور رجاہتوں کے ان گنت رنگ اس کے چہرے پر رقص کرنے لگے۔ اس بار قرطبینہ نے چہکتے ہوئے کہا:

"ایسی گفتگو کر کے آپ نے سارے حجاب ساری غلط فہمیاں دور کر دی ہیں۔ اب چلیں گھر۔"

اس کے ساتھ ہی قرطبینہ نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑی اور گھر کی طرف چل دی یسوتائی، تنکرار اور سنجار بھی دکان کا سامان اٹھا کر اس کے ساتھ ہو لیے۔

قرطبینہ نے یسوتائی کے گھوڑے کو صحن میں اس جگہ باندھ دیا جہاں ان کا اپنا گھوڑا بندھا ہوا تھا اور پھر دونوں گھوڑوں کے آگے اس نے چارہ ڈال دیا۔

دکان کا سامان صحن ہی میں رکھ کر سنجار یسوتائی کو لے کر مہمان خانے میں داخل ہوا۔ کمرے کے آتش دان میں آگ روشن تھی۔ وہ دونوں آتشدان کے سامنے بیٹھ گئے۔ ان دونوں کے ایک طرف سنجار کی بیوی تکرار بیٹھ گئی۔

اتنے میں قرطبینہ مہمان خانے کے دروازے پر نمودار ہوئی اور یسوتائی کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا:

"میں نے آپ کے گھوڑے کا دہانہ اتار دیا ہے کیا اس کی زین بھی اتار دوں"۔

یسوتائی نے قرطبینہ کی جانب دیکھا اور کہا:

"میں ابھی تھوڑی دیر تک یہاں سے تنگوان شہر کی طرف کوچ کر جاؤں گا اس لیے گھوڑے کی زین اتارنے کی ضرورت نہیں"۔

قرطبینہ خاموش رہی اور پھر آگے بڑھ کر اپنی ماں کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ باہر اب سورج چھپ

ہو گیا تھا اور فضاؤں کے اندر تاریکیاں ہر طرف رقص کرنے لگی تھیں۔

کمرے میں چند ثانیوں تک خاموشی رہی پھر سنجار نے یسوتائی کی طرف دیکھ کر کہا:

"پچھلی مرتبہ جب تم آئے تھے تو تم نے ایک شخص منطاشش اور میرے بیٹے احمد کے قتل کا ذکر کر کے ہم سے کچھ جاننے کی کوشش کی تھی لیکن اس وقت قرطبینہ نے حماقت کی اور خفا ہو کر تمہیں گھر سے نکال دیا۔ اصل میں قرطبینہ کو یقین تھا کہ منگول مسلمان نہیں ہیں لہٰذا وہ اس موضوع پر تم سے کوئی گفتگو نہ کرنا چاہتی تھی بلکہ میں یہ کہوں گا کہ ایک غیر مسلم کا یوں ہمارے گھر میں بیٹھ کر اس موضوع پر گفتگو کرنا ہی قرطبینہ کو ناگوار تھا لیکن بعد میں منگولوں کے قراقورم شہر سے باہر جب تم نے اس کی جان اور عزت کی حفاظت کی اور اسے خبر ہوئی کہ تم مسلمان ہو تو یہ اپنے سابقہ رویے پر بڑی پشیمان ہوئی۔ بہر حال، اب کہو بیٹے! تمہیں کس کی تلاش ہے اور منگول بھیڑیوں کے اندر تم اور بولائی مسلمان کیسے ہوئے ہو؟"

جواب میں یسوتائی نے اپنے باپ منطاشش کے صحرائے گوبی میں داخل ہونے، مقولی کے باپ میولی سے مقابلہ جیتنے، اپنی ماں جو بائی سے شادی، ماں اور بہن کے اغوا ہو جانے اور پھر اپنے باپ کی موت کے حالات تفصیل سے سنا ڈالے۔

سنجار چند ثانیوں تک گردن جھکائے سوچتا رہا۔ پھر اس نے غمزدہ سی آواز میں کہا:

"میں نہیں جانتا تمہارے باپ منطاشش کی میرے بیٹے احمد سے کیسے واقفیت اور جان پہچان ہو گئی تھی پر احمد ہر وقت اس کی مدد کرنے کی باتیں کرتا رہتا تھا کیونکہ وہ کہا کرتا تھا کہ منطاشش مسلمان ہے اور اس کی مدد کرنا میرا فرض ہے لیکن ہم تینوں اس کی مخالفت کرتے تھے اور اسے سمجھاتے تھے کہ تمہارے ساتھ دھوکہ اور فریب ہو رہا ہے منطاشش مسلمان نہیں ہے کیونکہ وہ منگول ہے لیکن احمد اپنی بات پر جما رہا۔ پھر اچانک کسی ظالم نے منطاشش اور احمد دونوں کو قتل کر دیا لیکن تمہارے حالات سن کر اب ہمیں یقین ہوا کہ منطاشش مسلمان تھا اور یہ کہ احمد سچائی پر تھا۔ کاش ہم تینوں کو اس وقت اس حقیقت کا علم ہوتا تو ہم سب مل کر اس کی مدد ضرور کرتے۔"

اصل میں منطاشس کو اپنی بیٹی اور تمہاری بہن یشبع سے متعلق اطلاع مل گئی تھی اور یہ اطلاع اسے احمد نے دی تھی۔ وہ اس طرح کہ یہاں ہمارے اس شہر میں جھیل بالکش کے کنارے کارلوس شہر کے ایک مسلمان مبلّغ آیا کرتے تھے۔ ان کا نام کعنام تھا کہ شہر کے اندر جو مسلمان ہیں وہ انہی کی تبلیغ کی وجہ سے مسلمان ہوئے ہیں۔ وہ جب تبلیغ کے لیے ادھر آیا کرتے تھے تو ہمارے ہی گھر میں قیام کیا کرتے تھے ان کے ساتھ ان کے تین شاگرد بھی ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب وہ چاروں ہمارے گھر میں مقیم تھے اور دوسرے روز انھوں نے شہر کارلوس کی طرف کوچ کرنا تھا کہ اس رات عشاء کی نماز کے وقت ایک انتہائی خوبصورت اور کم سن لڑکی بھاگتی ہوئی آئی اور منت کے انداز میں اس نے کعنام سے کہا:

'کچھ لوگ جو یہاں کے سرکردہ ہیں مجھے اور میری ماں کو فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ماں بیٹی مسلمان ہیں۔ ہماری مدد کریں'۔

اس لڑکی نے اپنا نام یشبع اور ماں کا نام جوبانی بتایا تھا۔

ہم لوگ اس سے پوچھنا ہی چاہتے تھے کہ اس کی ماں کہاں ہے اور کون لوگ ان کو فروخت کرنا چاہتے ہیں کہ جن سے یشبع بھاگ کر آئی تھی وہ اس کا تعاقب کرتے ہوئے پہنچ گئے۔ اتفاق سے جب یشبع ہمارے گھر میں آئی تو کسی متوقع خطرے کے تحت ہم نے گھر کا دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔ کعنام بھی حالات کی نزاکت کو جان گئے اور یشبع کو ساتھ لے کر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ گھوڑوں پر سوار ہو کر گھر کے پچھواڑے کے دروازے سے نکل گئے۔ ہم نے ذرا دیر کے بعد دروازہ کھول کر ان لوگوں سے بہانہ کر دیا کہ ہم لوگ سو رہے تھے لہٰذا ہم سے کوئی تعرض کیے بغیر وہ لوگ چلے گئے۔ پر افسوس ہم جان نہ سکے کہ وہ کون لوگ تھے کیونکہ وہ اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھے۔

دوسرے روز ہم نے دیکھا کہ اس سرائے کے سامنے شاہراہِ ریشم کے پاس جو کھلا میدان ہے وہاں کعنام کے تینوں ساتھیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ شاید ان

نقاب پوشوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں جا لیا تھا۔ اب ہمارا اندازہ ہے کہ کعنام کے ان تین ساتھیوں نے تعاقب کرنے والوں کا مقابلہ کر کے انہیں روکا ہو گا اور کعنام یشبع کے ساتھ بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئے ہوں گے اور اب وہ ان کے پاس خیریت سے ہو گی۔ یہی بات احمد نے منطاشس سے کہی تھی جس کی پاداش میں نہ جانے کن ظالموں نے ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا"

یسوتائی نے یہ سب سن کر ایک دکھ اور تاسف سے کہا:

"کاش! یہ بھی پتہ چل جاتا کہ یہاں سیبان شہر میں وہ کون ہے جو میری ماں اور بہن کو فروخت کرنا چاہتا تھا تب میں ابھی اور اسی وقت اس سے نمٹ لیتا۔ میں یہ تو جانتا ہوں کہ میرے باپ منطاشس اور احمد کو کس نے قتل کیا تھا۔ وہ تشبیبی شہر کے بدمعاش تھے جن کی تعداد تیرہ کے قریب تھی اور میں ان سب کو قتل کر چکا ہوں۔ انہوں نے مجھے میری ماں اور بہن کے متعلق تفصیل بتائی تھی لیکن وہ ایسی واضح اور صحیح نہ تھی جیسی آپ نے مجھ سے کہی ہے۔ شاید ان لوگوں نے مجھے سنی سنائی باتیں کہی ہوں گی یا اپنے مطلب کی خاطر انھوں نے کچھ حقیقتوں پہ سے پردہ نہ اٹھایا ہو گا۔ یہ جو تھوڑی دیر قبل چھ مسلح جوان سرائے کے سامنے مجھ سے ٹکرائے ہیں وہ مجھ سے ان ہی تیرہ بدمعاشوں کا بدلہ لینے آئے تھے جو میرے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ انہیں بھیجنے والا تشبیبی کی ایک سرائے کا مالک نعمان ہے اور میں واپس جاتے ہوئے اس سے بھی نمٹتا جاؤں گا تاکہ وہ پھر کسی موقع پہ میرے لیے مزید دشواریاں کھڑی نہ کرے"۔

سنجار نے پوچھا:

"اب تمہارا کیا لائحہ عمل ہے بیٹے!"

یسوتائی نے سوچنے کے انداز میں کہا:

"اوّل تو میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے حقیقت پہ مبنی یہ حالات سنائے۔ اس سے اب مختلف کڑیاں آسانی سے ایک دوسرے کے ساتھ مل جائیں گی۔ میں اب

یہاں سے ٹنکوان شہر کی طرف جاؤں گا۔ وہاں کاموری نام کا ایک رئیس ہے۔ وہ بھی اس قصے میں ملوث ہے۔ میں پہلے بھی ایک بار اس کی طرف گیا تھا لیکن ان دنوں وہ اپنے باغات کے پھل لے کر دریائے ہوانگ ہو کی طرف گیا ہوا تھا۔ اب وہ وہاں سے لوٹ چکا ہو گا لہٰذا مجھے امید ہے کہ میں اس سے بہت کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اس طرح میں ان واقعات کے آخری مجرموں پر ہاتھ ڈال سکوں گا۔"

حسین قرطبینہ نے اپنا خدشہ ظاہر کیا:

"کیا کاموری کی طرف آپ کا یوں تنہا جانا آپ کے لیے خطرے کا باعث نہ ہو گا؟ اگر آپ کے کچھ ساتھی بھی ہیں تو آپ انہیں بھی اپنے ساتھ لائے ہوتے۔ اس طرح آپ کا کام سہل اور آسان ہو جاتا اور آپ کو نسبتاً کم خطرات کا سامنا ہوتا۔"

یسوتائی نے ایک عزم اور استقلال سے کہا:

"اللہ کے علاوہ میرا کوئی ساتھی اور حمایت کرنے والا نہیں ہے۔ وہی میرا سب سے بڑا اور بہتر کارساز و کارگر ہے۔ میں اسی کے بھروسے پر اکیلا ہی دشمنوں کے مقابلے پر نکلا ہوں اور میں اپنے رب کا ممنون ہوں کہ اس نے ہر ضرورت کے وقت مجھے کامیاب و کامران رکھا۔ میں اب یہاں سے ٹنکوان کی طرف کوچ کر دوں گا۔"

سنجار نے پدرانہ شفقت سے کہا:

"ٹنکوان شہر میں جو بھی حالات تمہیں پیش آئیں واپس جاتے ہوئے مجھے ضرور بتا کر جانا۔"

پھر اس نے قرطبینہ کو مخاطب کیا:

"قرطبینہ! میری بیٹی!! کھانا لگاؤ تا کہ یسوتائی کھانے کے بعد کوچ کر سکے۔"

قرطبینہ فوراً اٹھی اور برق کی سی تیزی سے باہر نکل گئی۔ اس نے وہیں آتشدان کے پاس کھانا لگا دیا۔ یسوتائی نے ان تینوں کے ساتھ مل کر کھانا کھایا اور پھر وہاں سے ٹنکوان شہر کی طرف کوچ کر گیا۔

○

شام جس وقت گہری ہو کر رات میں ڈھل رہی تھی یسوتائی ٹنکوان شہر کے جنوب میں رئیس کاموری کی حویلی کے قریب جا پہنچا۔

اس وقت جاڑے کے باعث ٹنکوان شہر میں ہُو کا عالم تھا تاہم کبھی کبھی اور کہیں کہیں کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آ جاتی تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ تاریک رات نے لوگوں پر ماندگی و کسل اور خود فراموشی و فنا پذیری طاری کر دی ہو۔

یسوتائی رئیس کاموری کی حویلی کے صدر دروازے پر آیا۔ وہاں دروازے پر جلتی مشعلوں کی روشنی میں دو محافظ کھڑے تھے۔ ان کے پاس آ کر یسوتائی اپنے گھوڑے سے اترا اور نرم آواز میں اس نے کہا:

"مجھے تمہارے رئیس کاموری سے ملنا ہے۔"

وہ دونوں محافظ بڑے غور سے یسوتائی کی طرف دیکھے جا رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے حیرانی اور اچنبھے سے کہا:

"اے اجنبی! تمہیں کہیں دیکھا ہوا ہے لیکن یاد نہیں آ رہا کہ کہاں دیکھا تھا۔ کیا تم بتاؤ گے نہیں کہ تم کون ہو، تمہارا نام کیا ہے، کدھر سے آئے ہو اور کیوں رئیس کاموری سے ملنا چاہتے ہو؟"

دوسرے محافظ نے بڑی بے تابی اور بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اس سے ایسے سوال نہ پوچھو۔ اس لیے کہ میں اسے پہچان گیا ہوں اور اب یہ ہمارے لیے قابلِ احترام ہے۔ یاد کرو یہ وہی جوان ہے جس نے منگولوں کے سردار کو ہماری لڑکیوں کی رہائی پر آمادہ کیا تھا جب منگولوں کا سردار حملہ آور ہونے کے بعد ہماری لڑکیوں کو اٹھا کر لے گیا تھا۔"

دوسرا محافظ فرطِ مسرت سے آگے بڑھ کر یسوتائی سے بغلگیر ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے ساتھی سے کہا:

"تم یہیں کھڑے رہنا۔ میں انہیں رئیس کاموری سے ملاتا ہوں۔"

پھر وہ یسوتائی کو حویلی کے اندر لے گیا۔

حویلی کے اندر ایک روشن کمرے کے سامنے اس محافظ نے یسوناٹی سے کہا :

"آپ ذرا یہاں رکیں میں آپ کے متعلق رئیس کاموری سے بات کر کے آتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ فوراً آپ کو اندر بلا لے گا"۔

یسوناٹی وہیں کھڑا رہا۔

محافظ تھوڑی دیر بعد واپس آیا اور اس نے یسوناٹی سے کہا :

"آپ اپنے گھوڑے کو یہیں چھوڑ دیں اور اندر چلے جائیں۔ رئیس کاموری نے آپ کو بلایا ہے۔ وہ آپ سے مل کر یقیناً خوش ہو گا"۔

گھوڑے کو وہیں چھوڑ کر یسوناٹی اس روشن کمرے میں داخل ہوا۔

اس نے دیکھا کمرے میں تین اشخاص بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بالکل بوڑھا اور ڈھلی ہوئی عمر کا دوسرا کوئی چالیس برس کا اور تیسرا ایک نوعمر نوجوان تھا۔

یسوناٹی اندر داخل ہوا تو بوڑھے نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا اور کہا :

"میرا نام کاموری ہے"۔

پھر اس نے نوجوان کی طرف اشارہ کیا :

"یہ میرا بیٹا مانوح ہے"۔

پھر اس نے تیسرے فرد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا :

"یہ سیناں شہر کا رئیس ایصان ہے۔ یہ میرے بہترین اور قابلِ اعتماد دوستوں میں سے ہے۔ مجھے تمہارے متعلق جاننے کی ضرورت نہیں کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ میرا محافظ تمہارے بارے میں مجھے تفصیل سے بتا چکا ہے کہ تمہارا نام یسوناٹی ہے اور تم وہ شیر دل اور بہادر و نیک نیت جوان ہو جس نے منگولوں کے سردار تموچین سے خطا کی لڑکیاں آزاد کرائی تھیں۔ ہاں تم صرف یہ کہو کہ تم کس غرض سے اس طرف آئے ہو اور میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں"۔

یسوناٹی نے ایک لمحہ کو بڑے غور سے رئیس کاموری کی طرف دیکھا پھر اس نے ایک فیصلہ کن انداز میں ایک جواں عزم کے ساتھ کہا :

ے رئیس کاموری ! میں ایک عورت اور اس کی بیٹی کی تلاش میں اس طرف آیا ہوں ں عورت کا نام جوبانی تھا اور وہ میری ماں تھی۔ لڑکی کا نام بیشیج تھا اور وہ میری ن تھی"۔

موقع پر ایصان نے یسوناٹی کی نظر بچا کر اور ایک آنکھ دباتے ہوئے کاموری ۔ اشارہ کیا اور کہا :

ے رئیس کاموری ! میں اب جاتا ہوں۔ پھر کسی وقت آ جاؤں گا۔ آپ اس ز مہمان سے گفتگو اور اس کی دیکھ بھال کریں"۔

کے ساتھ ہی ایصان وہاں سے اٹھ گیا۔

ڑی دیر کے بعد کمرے میں تیزی سے گھوڑا دوڑانے کی آوازیں سنائی دیں جس کا مطلب ان وہاں سے چلا گیا ہے۔

ی دیر تک کمرے کے اندر خاموشی طاری رہی اور رئیس کاموری اور اس کے بیٹے میں کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر یسوناٹی پھر بولا :

رئیس کاموری ! میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے اور ابھی تک تم نے میرے سوال ب نہیں دیا"۔

ری نے طنزاً جواب میں کہا :

ابھی تک اس سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ آخر تم اپنی ماں اور بہن کا پوچھنے صحرا سے سے یہاں میرے پاس کیوں چلے آئے۔ ابھی میں اس بات کی تہ تک ہی نہیں یا کہ تم نے مجھے ایک دوسری الجھن میں ڈال دیا"۔

ٹی نے حیرت سے پوچھا :

یا الجھن ، کیا مطلب ؟"

اموری نے خفگی اور ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا :

ا آدمی ہو جس نے مجھے "تم" کہہ کر مخاطب کیا ہے ورنہ کسی کی مجال نہیں کہ ے یوں خطاب کرے"۔

یسوناتی نے اپنا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر مضبوطی سے جماتے ہوئے کہا:

"میں مجرموں کے ساتھ اسی انداز میں بات کرتا ہوں"۔

رئیس کاموری کا بیٹا یسوناتی کے ان الفاظ پر تڑپ اٹھا۔ اس نے فوراً اپنی تلوار کھینچی اور اپنی جگہ پر کھڑا ہو کر بولا:

"تو کیا تم ہمیں مجرم سمجھتے ہو۔ ہم پر ایسا الزام لگانے والا اور ہم سے ایسی گفتگو کرنے والا یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتا"۔

یسوناتی نے بھی فی الفور اپنی تلوار کھینچ لی اور پشت پر لٹکتی ہوئی ڈھال بھی اتار کر ہاتھ میں لے لی۔ پھر اس نے اہرمن کے چنگھاڑتے طبل و دف جیسی بلند آواز میں کہا:

"اے کاموری کے بیٹے! فرعون نہ بنو اور اپنی جگہ پر بیٹھے رہو تا وقتیکہ میرے اور تمہارے باپ کے درمیان یہ گفتگو کسی انجام کو نہ پہنچ جائے"۔

پھر اس نے تلوار لہرا کر کہا:

"اور سن رکھو کاموری کے بیٹے! اگر تم نے اپنی فرعونیت اور سرکشی کا اظہار کیا تو دیکھنا میرا نام یسوناتی ہے اور صحرائے گوبی میری ذات کے وقار اور شجاعت کا گواہ ہے مجھے مجبور نہ کرو کہ میں تمہارے خلاف اٹھوں اور اس کمرے میں تمہارے باپ کے سامنے تمہاری آسودگی و پنہائی اور تمہاری کاوشوں کے حصول اور امیدوں کے سارے بت توڑ دوں۔ تلوار بے نیام کر کے میرے سامنے نہ آؤ ورنہ موت کی حقیقت اور اس کے مرگ آفریں رقص سے تمہیں ایسا آگاہ کروں گا کہ تمہاری زندگی کی حرارت و توانائی تنہائیوں کے سمندر اور قبر کی تاریکی میں بدل جائے گی، اور تم اپنی ذات کے باعث اہانت محسوس کرنے لگو گے۔ اپنی جگہ پہ بیٹھ جاؤ اور اگر میں تم سے مقابلہ کرنے کو آگے بڑھا تو تمہارے سارے ظلم و کدورت اور جنگ و نفرت کے جذبوں کو موت کی وادی میں خوں بداماں اور خون آلود کر دوں گا"۔

یسوناتی خاموش ہوا تو کاموری نے اپنے بیٹے کو جھڑک کر کہا:

"تم سکون سے بیٹھو اور مجھے اس کے ساتھ گفتگو کرنے دو۔ اور جب تک میں نہ کہوں تم اٹھ کر اس کے مقابل نہیں جاؤ گے۔ سمجھے!"

پھر اس نے یسوناتی سے کہا:

"اور اے یسوناتی! تم بھی اپنے آپ میں رہ کر بات کرو۔ تم نے میرے بیٹے کو صرف کاموری کا بیٹا کہہ کر پکارا ہے اور ایسی صدا ہمارے ہاں قابلِ سزا ہے۔ مجھے امید ہے آیندہ گفتگو میں تم محتاط رہو گے اور بات کو طول نہ دو گے"۔

اپنی تلوار اور ڈھال اپنی گود میں رکھ کر بیٹھتے ہوئے یسوناتی نے کہا:

"اے رئیس کاموری! تم خود بات کو طول دے رہے ہو اور معاملے کو بڑھا رہے ہو سیدھی طرح بتا دو کہ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے میری ماں اور بہن کو اغوا کیا۔ تو نے ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک کیا اور اب وہ دونوں کہاں ہیں؟"

کاموری نے اپنی جھنجھلاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"تم تو مجھ سے یوں جواب طلبی کر رہے ہو جیسے میں واقعی اس کام میں ذاتی طور پر ملوث ہوں"۔

یسوناتی نے اپنی تلوار کا مضبوط اور بھاری دستہ زور سے اس بھدی میز پر دے مارا جو کاموری کے سامنے پڑی تھی۔ میز ٹوٹ کر فرش پہ آ رہی۔ ساتھ ہی اس کی زنجیروں کی شورش اور تندر کی طرح بھڑکتی ہولناک آواز اس کمرے میں گونجی:

"ہاں ہاں! تم ذاتی طور پر اس بھیانک فعل میں ملوث ہو۔ تمہارے آدمی جو منگولوں کی سرزمین میں جاسوسی کی غرض سے گئے تھے وہ ان دونوں کو اٹھا لائے تھے۔ انہوں نے ان دونوں کو تمہارے سامنے پیش کیا تھا۔ تم نے جوبانی نام کی اس عورت سے جو میری ماں ہے، شادی کرنے کی کوشش کی تھی پر اس نیک اور پارسا عورت نے انکار کر دیا —— اے درندہ خور انسان! تم نے دو سال تک لگاتار اس کو زبردستی اپنے ہاں رکھا کہ شاید وہ شادی پر رضامند ہو جائے پر وہ یہاں سے پونیچی کو لے کر نکل بھاگی لیکن تمہارے آدمیوں نے انہیں پکڑ لیا۔ اس کے بعد

اب بتاؤ وہ کہاں ہیں ؟ سن رکھو کہ اس کے بعد میرا باپ جس کا نام منطاش
ان دونوں کی تلاش میں نکلا اور جب اسے سیلنان شہر کے ایک مسلمان بردان
سے میری بہن یشبع سے متعلق کچھ معلومات ملیں تو اسے غلیظ بھیڑیے! تو نے
بھاری رقم کے عوض نینیسی شہر کے بدمعاش کو مرا اور اس کے ساتھیوں کی مد
حاصل کیں اور انھوں نے میرے باپ منطاش اور راحمد پہ حملہ کر کے ان کا کام
کر دیا —— اب کہو کیا اب بھی تمہیں انکار ہے کہ تم اس کام میں ذاتی طور
نہیں ہو۔ کیا اب بھی تم یہ کہنے کی جرأت کرو گے کہ تم ان دونوں کو نہیں جا
کاموری نے اپنا رویہ یکدم بدل لیا اور زخمی سانپ کے سے انداز میں اس نے
کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے کہا:
"تمہاری معلومات اس قدر مکمل اور پختہ ہیں کہ اب تمہارا مزید زندہ رہنا ہمار
لیے انتہائی خطرناک ہو گا لہٰذا آج کی رات یہ کمرہ تمہاری مرگ گاہ بنے گا۔ جہ
یہاں، ٹنکوان شہر میں گمنامی کی موت مارے جاؤ گے تو صحرائے گوبی میں
کو کیا خبر ہو گی کہ ان کا نامور جوان یسوتائی کدھر گیا اور کہاں مارا گیا ہے!"
اس کے ساتھ ہی کاموری نے اپنے بیٹے مانوح کو مخاطب کر کے کہا:
"مانوح! میرے بیٹے!! اب تم حرکت میں آؤ اور اسی کمرے میں یسوتائی کا
کر دو۔ اب یہاں سے اس کا بچ کر نکل جانا ہمارے لیے ان گنت مسائل
خطرات کھڑے کر دے گا"
مانوح نے اپنی تلوار سنبھالی اور دیوار کے ساتھ لٹکتی ایک ڈھال بھی اتار لی
اپنے باپ کو یقین دلاتے ہوئے اس نے قہر بھری آواز میں کہا:
"اے میرے باپ! اگر آپ نے مجھے روک نہ دیا ہوتا تو اب تک میں اس کا
کر چکا ہوتا۔ یہاں بیٹھ کر اس نے جس قدر گفتگو کی ہے وہ ساری بے
اور ناشائستگی پر مبنی تھی اور میرے لیے قطعی ناقابلِ برداشت۔ اب آپ د
میں کس بے بسی کے عالم میں اس کا کام تمام کرتا ہوں۔ اب ان بدمست

تلوار سے سبق سکھانا ویسے بھی ہمارا حق بنتا ہے۔"
یسوتائی اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال کر فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ مانوح نے اس پہ حملہ کرنے میں پہل
کر دی تھی۔ مانوح کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یسوتائی ایسی ہولناکی اور دہشت خیزی سے
اس پہ حملہ آور ہو گا۔ یسوتائی اب ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ وقت کا بدترین قہر، ستم کی المناک داستان
آگ کا ساگر، مرگ کا عین اور اک حشر کھڑا کر دے گا۔ اپنے تیز حملوں میں وہ مانوح کو اپنے آگے
آگے کسی بکری کی طرح ہانکتا ہوا دور لے گیا تھا۔ وہ یوں حملہ آور ہو رہا تھا جیسے ان گنت صدیوں کی
تاریکیاں اور خوفناک شام کی الم ناکیاں بادلوں کی طرح ارفع و بالا ہو کر چھانے لگی ہوں۔
یسوتائی شرر کی طرح بھڑک اٹھا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے اس کے حملوں کے پس پردہ کوئی ساحر
کام کر رہا ہو۔ اس کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ مانوح کو خون میں نہلانے اور خاک میں لتھیڑنے
کا عزم کر چکا ہے۔ مانوح پہ ضربیں لگاتے ہوئے اس نے ہر قاعدہ اور ہر ضابطہ پسِ پشت ڈال
دیا تھا۔ ابھی تک اس نے مانوح کو کھل کر وار کرنے کا موقع ہی نہ دیا تھا اور اس کی حالت ایسی ہو رہی
تھی جیسے درد کا کوئی شہر، برسوں کا اجڑا ہوا کوئی معبد اور خستہ تن وہ مسافر ہو جس کے سامنے کوئی
منزل یا ہدف نہ ہو۔

کاموری نے جب دیکھا کہ مانوح، یسوتائی کے مقابلے میں انتہائی ابتر حالت میں ہے تو
اس نے چاہا کہ اٹھ کر یسوتائی کی پشت پر سے حملہ کر کے مانوح کو سنبھلنے اور جوابی حملہ کرنے کا
موقع فراہم کرے اور یہ کہ یسوتائی کا خاتمہ کرنے میں اس کا مددگار و معاون ثابت ہو لیکن یسوتائی
کی اس پہ نگاہ تھی سو جونہی کاموری نے آگے بڑھنا چاہا، یسوتائی مانوح پر اپنی تلوار سے ایک
تیز وار کرنے کے بعد طوفانی انداز میں کاموری پر جھپٹا اور اس کی کنپٹی پہ اپنی ڈھال سے ایسی
ضرب لگائی کہ کاموری چکراتا اور بل کھاتا ہوا دور جا گرا۔
یسوتائی دوبارہ مانوح کی طرف لپکا اور چلا کر بولا:
"کاموری کے بیٹے! سنبھلو!! تمہاری اصلاح اور تمہارے تصورات کے سارے
بت توڑ دینے کا وقت آن پہنچا ہے۔"
یہ سن کر مانوح پر لرزہ سا طاری ہو گیا۔ پھر یسوتائی نے اس پہ ایک بھیانک وار کیا جیسے

ما نوح روک نہ سکا اور بیسوتائی کی سنسناتی ہوئی تلوار مانوح کی بغل کے نچلے حصے میں داخل ہوا اس کے جسم کو بُری طرح چیرتی ہوئی نکل گئی۔

کمرے میں مانوح کی ایک دلخراش چیخ بلند ہوئی اور وہ فرش پر گر کر دم توڑ گیا۔

کاموری پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

اپنی خون ٹپکاتی تلوار لے کر بیسوتائی کاموری کی طرف بڑھا۔ اُسے اس حالت میں دیکھ کر کاموری کے چہرے پر موت کے رنگ رقص کرنے لگے۔ وہ بری طرح سے کانپنے لگا۔ بیسوتائی نے تلوار کی نوک اس کی گردن پر جمائی اور دھاڑا:

"اب بتاؤ میری ماں اور بہن کہاں ہیں؟"

کاموری نے لکنت زدہ آواز میں کہا:

"جب تمہاری ماں نے دو سال تک میرے پاس رہنے کے بعد فرار ہونا چاہا تو میں نے اسے زندان میں ڈال دیا جہاں اس نے پانچ چھ برس تک اسیری کی زندگی بسر کی۔ جب پھر بھی میں نے دیکھا کہ وہ بخوشی مجھ سے شادی کرنے پر رضامند نہیں ہے تو میں نے اسے اور اس کی بیٹی کو سیبنان شہر کے ایک آدمی ایلصان کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ایلصان عورتوں کی خرید و فروخت کا کام کرتا ہے۔ جس وقت تم مجھ سے ملنے کے لیے اس کمرے میں داخل ہوئے تھے اس وقت ایلصان یہیں پہ موجود تھا اور جب تم نے جوبانی اور یلشبع کا ذکر کیا تو وہ اٹھ کر یہاں سے بھاگ گیا۔"

بیسوتائی نے ہولناک انداز میں پوچھا:

"اور جو لوگ صحرائے گوبی کی طرف سے میری ماں اور بہن کو اٹھا کر لائے تھے وہ لوگ کون تھے؟"

کاموری نے کہا:

"سیبنان شہر کا ایک شخص، جس کا نام بیطام ہے، وہ مجھ سے پھل خرید کر گرد و نواح کے شہروں اور قصبوں میں فروخت کرتا ہے وہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ پھل فروخت کرنے منگولوں کی طرف گیا تھا۔ وہیں سے وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ

جوبانی اور یلشبع کو اٹھا لایا تھا اور مجھ سے بھاری رقم لے کر اس نے جوبانی کو میرے حوالے کر دیا۔ ایلصان، بیطام کو اچھی طرح جانتا ہے۔ ویسے بیطام سیبنان شہر کی اس سرائے کی پشت پر رہتا ہے جو شاہراہِ ریشم کے کنارے واقع ہے۔

اور —"

بیسوتائی نے کاموری کو مزید کچھ نہ کہنے دیا کیونکہ باہر سے کچھ لوگوں کے بھاگنے کی آوازیں سنائی دی تھیں لہٰذا اس نے تلوار کو جھٹکا دیا اور کاموری کی گردن اڑا دی۔

اس کے بعد اس نے تیزی سے کمرے کا جائزہ لینا شروع کیا اور اس کی نگاہیں ایک اندرونی دروازے پر جم گئیں۔ اس نے بڑھ کر اس دروازے کو زور سے دھکا دیا اور وہ کھل گیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ دروازہ حویلی کے باغیچے میں کھلتا تھا۔

بیسوتائی بھاگ کر باہر آیا اور اس جگہ پہنچا جہاں اس نے اپنا گھوڑا چھوڑا تھا لیکن اسے مایوسی ہوئی۔ وہاں اس کا گھوڑا موجود نہ تھا۔ حویلی کے اندر اب بھگدڑ مچی ہوئی تھی اور شور بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

اپنے گھوڑے کی طرف سے مایوس ہو کر وہ باغیچے میں گھس گیا اور پودوں کی آڑ سے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ اس نے اندازہ لگایا کہ یہاں سے بھاگتے ہوئے ایلصان اس کے گھوڑے پر سوار ہو کر گیا تھا۔

اب وہ یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ حویلی کا اصطبل کس طرف ہو سکتا ہے؟ تاکہ وہاں سے وہ اپنے لیے گھوڑا حاصل کر کے سیبنان شہر کی طرف جانے کا سامان کرے۔ ابھی وہ انہی سوچوں میں غرق تھا کہ حویلی میں کوئی چلا چلا کر بلند آواز میں کہنے لگا:

"حویلی میں بیسوتائی نام کا جو مہمان آیا تھا اس نے رئیس کاموری اور اس کے بیٹے، دونوں کو قتل کر دیا ہے۔ سنو! وہ مہمان خانے کے پچھلے دروازے سے باہر نکلا ہے اور ابھی تک حویلی کے باغ ہی میں چھپا ہے۔ اسے فوراً تلاش کرو۔"

ذرا دیر کے بعد وہی شخص پھر تحکمانہ انداز میں بولا:

"اس قاتل کے گھوڑے پر سوار ہو کر ایلصان یہاں سے گیا ہے لہٰذا اس کے پاس

کوئی سواری نہیں ہے۔ کچھ جوان اصطبل کی طرف جاؤ تاکہ وہ وہاں سے اپنی سواری کے لیے کوئی گھوڑا نہ نکال لینے پائے۔ باقی لوگ دو حصوں میں بٹ جاؤ۔ ایک حصہ حویلی کے باغ کی تلاشی لے اور دوسرا حویلی سے باہر نکل کر نگاہ رکھے کہ کہیں وہ بھاگ نہ جائے۔ اسے ہر حال میں پکڑا جانا چاہیے۔"

حالات بد سے بدتر صورت اختیار کرتے جا رہے تھے لہٰذا بیسوتانی نے اصطبل جانے کے بجائے وہاں سے پیدل ہی فرار ہونے کا عزم کر لیا۔

اس فیصلے کے پیشِ نظر بیسوتانی حویلی کے باغ کے اندر ہی اندر حویلی کی بیرونی دیوار کی طرف چل دیا۔ بڑی تیزی سے دیوار پھاند کر وہ باہر نکلا۔ ذرا رک کر اطراف کا جائزہ لیا۔ پھر تیزی سے وہ اس شاہراہ کی طرف دوڑ پڑا جو سیمان شہر کی طرف جاتی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ اس شاہراہ پر چڑھ گیا اور سیمان شہر کی طرف بھاگ اٹھا۔

بیسوتانی نے سیمان شہر کی طرف جانے والی اس شاہراہ پر ابھی میل بھر کی مسافت طے کی تھی کہ اپنے پیچھے گھوڑوں کی ٹاپیں سن کر وہ چوکنا ہو گیا۔ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اردگرد کا جائزہ لیا اور لپک کر شاہراہ کے کنارے ایک نشیبی جگہ میں جا چھپا۔ اپنی کمر سے کمان اتار کر اس نے ترکش سے کچھ تیر نکالے اور پاس ہی رکھ لیے۔ پھر وہ تعاقب کرنے والے سواروں کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد تاریکی میں شاہراہ پر وہ متعاقب سوار نمودار ہوئے۔ بیسوتانی نے تعداد میں چھ تھے اور اپنے گھوڑے بھگاتے اور آپس میں باتیں کرتے آ رہے تھے۔ یہ بالکل خاموش رہا اور ان سب کو گزر جانے دیا۔ تاہم وہ پوری طرح مستعد تھا اور تیر چلّے پر چڑھا رکھا تھا۔

جب وہ تعاقب کرنے والے سوار اس کے پاس سے گزرے تو اس نے یکے بعد دیگرے ان پر دو تیر چھوڑ دیے۔ دونوں تیر اپنے ہدف پر لگے اور سب سے پچھلے دو سوار رات کے سناٹے میں ہولناک چیخوں کے ساتھ زمین پر آ رہے۔

اپنے ساتھیوں کی چیخیں سن کر اگلے چاروں سوار بوکھلاہٹ میں پلٹے تو بیسوتانی

ان پر تیروں کی باڑ ماری اور مزید دو سوار جہنمی ہو کر اپنے گھوڑوں سے گر پڑے۔ باقی دو بچنے والوں نے گھوڑوں سے چھلانگ لگا دی اور اپنے گھوڑوں کی اوٹ میں ہو گئے۔ پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا:

"وہ یہیں کہیں چھپا بیٹھا ہے۔ ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔"

اتنی دیر میں بیسوتانی حرکت میں آ چکا تھا۔ وہ تیزی سے رینگتا ہوا نشیب سے نکل کر شاہراہ پر آ گیا۔ اب وہ دونوں اس کی نگاہ میں تھے۔

بیسوتانی نے پھر ان پر تیر اندازی کی اور ان آخری دو کو بھی ڈھیر کر دیا۔ اس کے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ان میں سے ایک کا گھوڑا پکڑ کر وہ اس پر سوار ہوا اور اسے سیمان شہر کی طرف سرپٹ دوڑا دیا۔

رات کہیں شعلۂ طور، کہیں جرعہ و کاسہ، کہیں نیستاں اور کہیں رامش و رقص سے لبر[یز]
رنگ بکھیرتی ہوئی بھاگی جا رہی تھی۔

گھروں کے اندر جلتی چربی کی مشعلیں اور چراغ بجھ چکے تھے۔ ستاروں کے پُر کیف تبسم [...]
اندر تھکے ماندے مسافروں کے لیے ان گنت اخذ و اثر کے سامان تھے۔ اپنے گھوڑے کو [...]
دوڑاتا ہوا بیسوتائی سیبنان شہر پہنچا۔ شاہراہِ ریشم پار کرنے کے بعد پہلے اس نے گھو[ڑے]
کا رخ قرطبینہ کے گھر کی طرف موڑا۔ شاید رات کا بقیہ حصہ اس نے وہاں بسر کرنے کا ارادہ کیا تھا [...]
چند ہی قدم آگے جا کر اس نے گھوڑے کو روک لیا۔

زین پر بیٹھے چند ثانیوں تک وہ کچھ سوچتا رہا پھر اس نے گھوڑے کا رخ موڑ کر سرا[ئے]
کی طرف کر دیا۔ شاید اتنی رات گئے وہ قرطبینہ اور اس کے گھر والوں کے لیے زحمت اور دشواری [...]
باعث بننا نہ چاہتا تھا۔

بیسوتائی ابھی سرائے کے صدر دروازے کے قریب ہی پہنچا تھا کہ سنجار کے گھر کی طرف سے [...]
ہیولہ تیزی سے لپکتا ہوا آیا اور آ کر بیسوتائی کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ پھر طغیانِ نشاط [...]
گل اور طلسماتِ شہود کے سے نغمات سے لبریز ایک آواز ابھری:

"آپ رات کے اس پہر ہمارے گھر پر سرائے کو کیوں ترجیح دے رہے ہیں"۔

ستاروں کی دھواں دھواں روشنی میں بیسوتائی نے دیکھا وہ قرطبینہ تھی۔ رات کے اس سمے قرطبینہ
کے چہرے پر صنم شعلہ جمال اور صبحِ ازل کی سی تازگی تھی۔ اس کے لبوں پر لذتِ حرف و حکایت اور
اس میں بھیگے ہوئے گلِ تر کی سی تازگی تھی۔

بیسوتائی اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

اپنے سوال کا جواب نہ پا کر قرطبینہ نے دوبارہ آبشاروں کی سی نوا اور لحنِ داؤدی کے سے انداز
میں کہا:

"میں نے آپ سے کچھ پوچھا ہے مگر آپ نے جواب نہیں دیا"۔

بیسوتائی اپنے گھوڑے سے اتر آیا۔ پھر اس نے قرطبینہ سے گھوڑے کی باگ لیتے
ہوئے کہا:

"میں ابھی ابھی تنکوان شہر سے آ رہا ہوں۔ پہلے میں نے ارادہ کیا تھا کہ تمہارے گھر
کے دروازے پر دستک دوں پھر دل نے گوارا نہ کیا کہ اپنے آرام و آسائش
کی خاطر اتنی رات گئے تم لوگوں کو زحمت دوں۔ لہٰذا میں نے رات کا باقی حصہ
سرائے میں بسر کرنے کا فیصلہ کر کے ادھر کا رخ کیا تھا"۔

قرطبینہ نے کہا:

"میں، بابا اور میری ماں دروازے کی جھری سے آپ کی ساری حرکات و سکنات
دیکھ رہے تھے اس لیے جونہی ہمارے گھر کی سیدھ سے ہٹ کر آپ نے سرائے
کا رخ کیا میں نے بھاگ کر آپ کا راستہ روک لیا"۔

بیسوتائی نے حیرت و تعجب سے پوچھا:

"لیکن تم لوگ اتنی رات گئے تک کیوں جاگ رہے تھے؟"

قرطبینہ نے کہا:

"اس کی بھی ایک بہت بڑی وجہ ہے۔ آپ یوں کہیں کہ ہم جاگ نہیں رہے تھے بلکہ
بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے تھے"۔

"وہ کیوں ؟"

"آپ گھر کے اندر چلیں پھر بیٹھ کر تفصیل سے گفت گو ہوگی۔"

قرطبینہ کے پیچھے پیچھے بیسوتائی اس کے گھر میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا وہاں دروازے کے پاس ہی سنجار اور تکدار کھڑے تھے۔

سنجار نے گرمجوشی کے ساتھ اس سے مصافحہ کیا اور اسے گلے لگا کر ملا۔ تکدار نے فکرمندی سے کہا:

"صد شکر اللہ کا کہ تم آ گئے ہو۔ ہم تمہارے متعلق بڑے پریشان ہو رہے تھے۔"

بیسوتائی سے گھوڑا لے کر قرطبینہ نے صحن میں باندھ دیا۔ بیسوتائی حیران ہوا کہ صحن میں پہلے سے دو گھوڑے بندھے ہوئے تھے اور ان میں سے ایک گھوڑا اس کا اپنا تھا۔

اسی پریشانی میں وہ ان کے ساتھ کمرے میں آ کر بیٹھ گیا۔ کمرہ خوب گرم ہو رہا تھا کیونکہ آتشدان میں آگ دہک رہی تھی۔ آرام سے بیٹھ کر بیسوتائی نے پوچھا:

"یہ میرا گھوڑا یہاں کیسے آ گیا۔ اسے تو سینان شہر کا ایک شخص الیبان لے بھاگا تھا۔"

سنجار نے فکرمندی سے پوچھا:

"الیبان سے تمہارا کیا تعلق؟ وہ تمہارا گھوڑا کیوں لے بھاگا۔ وہ کوئی اچھا آدمی نہیں ہے۔"

بیسوتائی نے مسکراتے ہوئے کہا:

"اچھا آدمی ہوتا تو میرا گھوڑا کیوں لے بھاگتا۔"

اس کے بعد اس نے ٹنکوان شہر کے رئیس کاموری کے ہاں داخل ہونے، وہاں سے الیبان کے بھاگنے اور بدحواسی میں اس کا گھوڑا لیجانے، کاموری اور رانوچ کے قتل، اپنی ماں اور بہن کے متعلق ساری تفصیل اور پھر وہاں سے بھاگنے اور کاموری کے آدمیوں کے تعاقب اور ان کی ہلاکت کے سارے واقعات مفصل سنا ڈالے۔

اس کی گفت گو سننے کے بعد سنجار نے اور زیادہ پریشانی سے کہا:

"تو تمہارے ٹنکوان شہر جانے پر یہ انکشاف ہوا ہے کہ سینان شہر کا بیطام اور اس کے ساتھی تمہاری ماں اور بہن کو منگولوں کی سرزمین سے اٹھانے اور اسی شہر سے

الیبان نام کا شخص تمہاری ماں اور بہن کو ٹنکوان شہر کے رئیس کاموری سے خریدنے کا گنہگار ہے اور یاد رکھو بیٹے! یہ دونوں ہی ایسے بُرے اور دراز دست ہیں کہ کوئی ان سے جھگڑا کرنا تو دور کی بات ہے ان کی دشمنی تک مول لینے کی جرأت نہیں کرتا۔ پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اکیلے ان لوگوں سے کیسے اور کس طرح انتقام لینے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔"

بیسوتائی نے جذبوں سے بھرپور آواز میں کہا:

"اے میرے بزرگ و محترم سنجار! آپ نے دیکھا نیولے اور سانپ سامنے آنے میں کبھی پس و پیش نہیں کرتا خواہ سانپ کیسا ہی زہریلا کیوں نہ ہو۔ شیر ہاتھی کے مقابل آنے میں کبھی حیل و حجت نہیں کرتا، بے شک ہاتھی جسامت میں اس سے کتنا ہی دیوہیکل کیوں نہ ہو اور شاہین کرگس پر ضرورت کے وقت ضرب لگانے میں کبھی بھی سوچ بچار کر کے اپنی ذات کی عزت اور اپنی پرواز کے وقار کو عیب دار اور مجروح نہیں ہونے دیتا کیونکہ ایسا کرنا ان جانوروں، درندوں اور پرندوں کی فطرت، سرشت اور خمیر میں شامل ہے۔ ایسے ہی، ہاں بزرگ سنجار بالکل ایسے ہی اس قسم کے دشمنوں سے انتقام لینا میری خلقت، خصلت اور خُو میں شامل ہے اور عنقریب آپ دیکھیں گے کہ میں ان لوگوں سے بھیانک انتقام لوں گا۔ یہ لوگ میرے آگے آگے ہوں گے اور میں ان کے پیچھے پیچھے اور آپ یہ بھی دیکھیں گے کہ میں ان لوگوں کے دلوں کو مجروح کروں گا اور ان کی ذات کے سارے خول ادھیڑ کر رکھ دوں گا۔"

پھر ذرا رک کر اس نے کہا:

"ہاں۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ میرا یہ گھوڑا یہاں کیسے اور کس طرح اور کب پہنچا؟"

سنجار نے کہا:

"ہمیں معلوم نہیں کہ کون اسے یہاں لایا۔ رات کے وقت ہم نے اچانک گھر سے باہر اس کے ہنہنانے کی آوازیں سنیں۔ دروازہ کھولا تو باہر یہ تمہارا گھوڑا کھڑا تھا

لہٰذا ہم نے اسے لاکر اندر باندھ دیا۔"

یسوتائی نے مسکراتے ہوئے کہا:

"اصل میں الیصان بدحواسی میں میرے گھوڑے پہ سوار ہو کر ٹنکوان سے بھاگا تھا میرے خیال میں یہاں آکر اسے احساس ہوا ہو گا کہ وہ میرے گھوڑے کو لے آیا ہے تو اسے احساس ہوا ہو گا کہ یہ گھوڑا اس کے لیے خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس نے میرے گھوڑے کو چھوڑ دیا ہو گا۔ میرے گھوڑے نے آپ کا گھر دیکھا ہوا ہے اس لیے یہ یہاں چلا آیا۔ اب آپ مجھ پر یہ مہربانی کیجیے کہ مجھے بیطام کا مختصر سا حلیہ بتا دیجیے تاکہ رات کی تاریکی میں اسے پہچاننے میں مجھ سے غلطی اور چوک نہ ہو"۔

سنجار نے بدحواسی میں پوچھا:

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا بیٹے!"

یسوتائی نے کہا:

"مطلب صاف ہے میرے بزرگ! آج کی رات میں بیطام پر حملہ آور ہوں گا اور اس سے انتقام لوں گا۔ اس کے بعد میرا اگلا ہدف الیصان ہو گا اور پھر کل میں یہاں سے رخصت ہو جاؤں گا اور راستے میں میرا ہدف شینسی شہر کی سرائے کا مالک تمان ہو گا کیونکہ اس کے آدمیوں نے اس شہر کی سرائے سے باہر مجھ پر حملہ کیا تھا اور اسے اس کی سزا بہر حال مجھے دینا ہے"۔

سنجار نے اسے سمجھانے کے انداز میں کہا:

"ایسا ہرگز نہ کرنا بیٹے! آج رات کی تاریکی میں بیطام یا الیصان پر حملہ آور نہ ہونا۔ ایسا نہ ہو ان سے انتقام لینے کے جنون میں تم خود اپنے آپ کو ان کے جال میں پھنسا بیٹھو۔ میری مانو تو اس معاملے اور اس انتقام کو ابھی التوا میں ڈال دو۔ پھر بعد میں کچھ سوچ بچار سے کام لے کر دیکھیں گے کہ ان لوگوں سے کس طرح انتقام لیا جا سکتا ہے"۔

ہلکی سی مسکراہٹ میں یسوتائی نے کہا:

"بزرگ سنجار! کبھی کبھی عقل کے فیصلے سوائے پچھتاوے کے اور کچھ نہیں دیتے جبکہ ایسے موقع پر اک انتقامی اور جنونی کیفیت میں کیے گئے فیصلے عموماً رنگ لاکر رہتے ہیں"۔

پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور بولا:

"میں اب بیطام اور الیصان کی طرف جاتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ آج کی رات میں اپنے دونوں کاموں سے فارغ ہو جاؤں گا۔ مجھے آپ کی طرف سے صرف دو چیزوں کی رہنمائی چاہیے۔ ایک بیطام کا حلیہ کیونکہ مجھے اس کے گھر کا پتہ ہے کہ وہ اس سرائے کی عمارت کے عقب میں ہے اور دوسرے الیصان کے گھر کا راستہ"۔

سنجار نے ہار ماننے والے انداز میں کہا:

"اگر تم اپنی بات پہ بضد ہو تو سنو۔ ہمارے گھر سے نکلنے کے بعد اور سرائے کے سامنے سے گزر کر آگے بڑھیں تو ایک میدان آتا ہے جس میں املی کے درخت اور جھاڑیاں ہیں۔ بائیں طرف گھوم کر چند قدم چلیں تو بائیں طرف ہی ایک کھلی گلی اندر کو جاتی ہے۔ یہی گلی سرائے کے پچھواڑے میں سے گزرتی ہے۔ اس گلی میں بائیں طرف جو پہلا حویلی نما مکان ہے وہ تو الیصان کا ہے اور الیصان کی حویلی سے آگے تین مکان چھوڑ کر چوتھا بیطام کا ہے۔ لیکن اے میرے عزیز! ایسے لوگوں سے بدلہ لینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ بیطام ایک کوہ پیکر درندہ ہے۔ اس کے ساتھ اس کا بھائی بھی ہے جو اسی کی طرح طاقتور اور توانا ہے اور وہ جو الیصان ہے اس کے بھی تین جوان اور خوب تنومند بیٹے ہیں جبکہ تم اکیلے ہو۔ پھر تم کیونکہ تنہا ان تینوں کا مقابلہ کر سکو گے اور وہ بھی ان کی بستی، ان کے گھر میں"۔

ذرا رک کر سنجار نے پھر کہا:

"اے میرے عزیز! اگر میری مانو تو آج کی رات یہاں ہمارے ہاں قیام کرو اور آنے والی صبح کو یہاں سے کوچ کر کے صحرائے گوبی میں اپنے مسکن کی طرف لوٹ جاؤ اور وہاں سے

جنگجو جوانوں کی ایک جماعت اپنے ساتھ لے کر آؤ اور پھر اس جمعیت کے ساتھ تم ایسے لوگوں سے آسانی کے ساتھ اپنا انتقام لے سکو گے۔"

بیسوناٹی نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

"میں کسی اور کو اپنے ساتھ مدد کے لیے نہ لے جاؤں گا۔ میں اکیلے ہی ان لوگوں سے انتقام لینے کا عہد کر چکا ہوں۔ یہی میری زندگی کا مقصد ہے اور میں اپنے مقصد سے کبھی اور کسی صورت بھی روگردانی نہ کروں گا۔ میں اکیلا ہی ان سے نمٹوں گا اور وہ بھی آج ہی رات۔"

سنجار نے مجبور ہو کر کہا:

"اگر تم بضد ہی ہو تو سنو۔ بیطام نکلتے ہوئے قد کا آدمی ہے۔ مونچھیں نیچے کی طرف جھکی ہوئیں، کنپٹی کے نیچے گال پر اور پیشانی کے دائیں جانب زخموں کے نشان ہیں اور سر کے بال بالکل چھوٹے ہیں۔ سر سے عموماً ننگا رہتا ہے۔ شکل و شباہت میں وہ بیطام سے ملتا جلتا ہی ہے پر اس کی مونچھیں چھوٹی اور سر کے بال خوب لمبے ہیں۔"

بیسوناٹی فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور بولا:

"بس میرے لیے آپ کی اسی قدر رہنمائی کافی ہے۔ اب میں ان لوگوں سے خوب نمٹ لوں گا۔"

وہ کمرے سے نکل کر صحن میں آیا۔ سنجار، نکدار اور قرطبینہ بھی اس کے ساتھ ہی باہر آ گئے۔ بیسوناٹی نے اپنے گھوڑے کے علاوہ اس گھوڑے کو بھی کھولا جس پر رات کے وقت سوار ہو کر ٹنکوان کی طرف سے سیسنان شہر کی طرف آیا تھا۔

سنجار نے سوالیہ انداز میں اس سے پوچھا:

"تم دونوں گھوڑوں کو اپنے ساتھ لے جا کر کیا کرو گے بیٹے؟"

بیسوناٹی نے جواب دیا:

"دوسرا گھوڑا ان لوگوں کا ہے جو میرے تعاقب میں آئے تھے۔ میں اسے باہر لے جا کر

ٹنکوان شہر کی طرف ہانک دوں گا تاکہ یہ واپس چلا جائے۔ اس کا یہاں رہنا خطرناک ہے۔ اس صورت میں لوگ آپ پر شک کریں گے اور آپ لوگوں کو اپنا نشانہ بنانے کی کوشش کریں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے آپ پر کوئی مصیبت اور ابتلا آئے۔"

پھر اس نے سنجار کی طرف اپنا ہاتھ مصافحے کے لیے بڑھاتے ہوئے کہا:

"اے میرے بزرگ! میں آپ لوگوں کو اللہ حافظ کہتا ہوں۔ میں ان لوگوں سے نمٹ کر وہیں سے اپنے مسکن کی طرف لوٹ آؤں گا۔"

سنجار نے محبت سے کہا:

"یہ تمہاری زیادتی ہوگی بیٹے اگر تم باہر ہی باہر سے چلے گئے۔ اس طرح ہم تمہارے متعلق فکرمند رہیں گے۔"

بیسوناٹی نے ہاتھ کھینچ لیا:

"اچھا۔ تو ان لوگوں سے نمٹنے کے بعد میں یہاں سے ہو کر جاؤں گا۔"

اس کے خاموش ہونے پر قرطبینہ نے پوچھا:

"کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں۔ میں تیغ زنی اور تیر اندازی میں کمال مہارت رکھتی ہوں اور ضرورت کے وقت آپ کی کافی مدد کر سکتی ہوں۔"

بیسوناٹی نے کہا:

"ایسا ممکن نہیں ہے۔ میں تمہیں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ میں ان لوگوں سے اکیلا ہی نمٹوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی وہ دونوں گھوڑوں کی باگیں تھام کر دروازے کی طرف بڑھا۔ قرطبینہ نے بیسوناٹی کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی ٹھہری اور رس گھولتی ہوئی آواز میں کہا:

"آپ الیمان، بیطام اور ان کے حواریوں سے جیسا چاہیں انتقام لیں لیکن الیمان کے گھر میں صرف ایک فرد کا خیال رکھیے گا کہ [illegible]"

"وہ کون ہے؟" بیسوناٹی نے پوچھا۔

قرطبینہ نے کہا:

"وہ ایلسان کی بیٹی نیاہ ہے۔ وہ نہ صرف یہ کہ میری بڑی بہن بنی ہوئی ہے بلکہ وہ اسلام بھی قبول کر چکی ہے اور ہماری طرح اب وہ بھی مسلمان ہے۔ وہ ایسی بہادر اور دلیر لڑکی ہے کہ اس کے باپ اور بھائیوں نے منع بھی کیا مگر ان کی مخالفت کے باوجود اس نے مسلم مبلغ کغنام کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ آپ وعدہ کیجیے کہ اس لڑائی میں آپ نیاہ کا خیال رکھیں گے۔ ویسے وہ آپ کو جانتی اور پہچانتی ہے اور آپ کی مداح ہے کیونکہ وہ بھی میرے ساتھ ختا کی ان لڑکیوں میں شامل تھی جنہیں منگول اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ نیاہ اپنے باپ اور بھائیوں کا الٹ ہے۔ میرے خیال میں اسے خبر بھی نہ ہوگی کہ اس کا باپ ایسا گھناؤنا کاروبار کرتا ہے۔ اگر اسے پتہ ہوتا کہ اس کا باپ لڑکیوں کی خرید و فروخت کا کام کرتا ہے تو وہ ضرور اسے اس کام سے منع کرتی بلکہ ہمیں تو خود پہلے علم نہ تھا کہ ایلسان ایسا دھندہ کرتا ہے"۔

بیسوناٹی نے پہلی بار قرطبینہ کو اس کے نام سے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"قرطبینہ! قرطبینہ!! تم مطمئن رہو۔ میں اس جھگڑے میں نیاہ کو کوئی گزند نہ پہنچنے دوں گا۔ وہ مسلمان ہے اور مسلمان دنیا کے اندر جہاں کہیں بھی ہیں وہ ایک ہی مسلم قوم کے افراد ہیں بلکہ بالکل آسمان کے ان روشن ستاروں کی طرح ہیں جو سب مل کر زمین کا سینہ روشن کرتے ہیں"۔

یہ کہہ کر وہ گھوڑوں کی باگیں تھامے باہر نکل گیا۔

پہلے وہ شاہراہِ ریشم پر آیا اور جو گھوڑا اس نے تعاقب کرنے والوں کا خاتمہ کر کے حاصل کیا تھا اسے مار کر بھگا دیا۔ گھوڑا اس شاہراہ پر دوڑ پڑا جو ٹنکوان شہر کو جاتی تھی۔

اس کے بعد وہ سرائے کے سامنے سے گزر کر آگے بڑھا۔ پھر سرائے سے ملحقہ مغرب کی جس میدان کے اندر املی کے درخت اور جھاڑیاں تھیں، اس میں سے گزر کر وہ بائیں جانب کی گلی میں داخل ہو گیا۔

بائیں طرف سے مکانوں کو گنتا ہوا بیسوناٹی آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ایک مکان کے سامنے رک گیا۔

اس نے دیکھا اس گھر کے سامنے موٹے تنے کا ایک بہت بڑا درخت تھا جس کی شاخوں نے ساری گلی پہ ایک چھتری سی تان رکھی تھی۔ بیسوناٹی نے اپنے گھوڑے کو اس درخت کے ساتھ باندھ دیا اور آگے بڑھ کر دروازے پہ دستک دے دی۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک جوان نے دروازہ کھولا جس کی مونچھیں لمبی مگر نیچے کو جھکی ہوئی تھیں۔ سر کے بال چھوٹے تھے۔ تاہم اندھیرے میں وہ یہ اندازہ نہ کر سکا کہ اس کی کنپٹی کے نیچے اور پیشانی کے دائیں طرف زخم کا کوئی نشان بھی ہے!

بیسوناٹی نے اس کی مونچھوں اور سر کے بالوں ہی سے اندازہ لگا لیا تھا کہ سنجار کے بتائے ہوئے حلیے کے مطابق یہ بیطام ہی ہے۔

لہٰذا ——

اس نے فوراً اسے مخاطب کر کے کہا:

"اگر میں غلطی پر نہیں تو تمہارا نام بیطام ہے!"

مقابل نے چند ثانیوں تک بیسوناٹی کو غور سے دیکھا پھر جواب دیا:

"بے شک! تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں ہی بیطام ہوں لیکن تم کون ہو اور کس غرض سے رات کے اس پہر تم نے میرے دروازے پہ دستک دی ہے"!

"میرا نام بیسوناٹی ہے۔ میں ٹنکوان شہر کے رئیس کاموری کی طرف سے آیا ہوں"۔

وہ چند لمحوں کو رک گیا۔ شاید وہ اپنا اصل نام نہ بتانا چاہتا تھا جس کا احساس اسے بعد میں ہوا تھا اور اپنی اس حماقت پر اس نے ذرا دیر کے لیے سکوت اختیار کر لیا تھا۔

اسے خاموش پا کر بیطام نے استفہامیہ انداز سے کہا:

"اے اجنبی! تم خاموش کیوں ہو گئے۔ اپنی بات مکمل کرو تا کہ میں جان سکوں کہ تم رئیس کاموری کی طرف سے میرے لیے کیا پیغام لے کر آئے ہو؟"

بیسوناٹی فوراً سنبھلا اور بات بناتے ہوئے بولا:

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ میں ٹنکوان شہر کے رئیس کاموری کی طرف سے آیا ہوں اور میرے پاس رئیس کاموری کا ایک ایسا پیغام ہے جو تمہارے اور ایصان کے نام ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ تم تھوڑی دیر کے لیے مجھے اپنے ہاں بیٹھنے کے لیے کہو اور پھر ایصان کو بھی یہیں بلوا لو تا کہ میں تم دونوں کو ایک ایسے خطرے سے آگاہ کروں جو تم دونوں کے لیے جو بانی اور اس کی بیٹی کے سلسلے میں انتہائی بھیانک اور ہولناک ہے"۔

یسوتانی کی بات پر بیطام کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

پھر اس نے کپکپاتی آواز میں کہا:

"رئیس کاموری یقیناً ہمارا محسن ہے اور تمہارے ہاتھ اس نے یقیناً کوئی ایسا پیغام ہی بھیجا ہو گا جس میں میری اور ایصان کی بہتری ہو گی"۔

پھر اس نے پورا دروازہ کھول دیا اور ایک طرف ہٹتے ہوئے بولا:

"تم اندر آجاؤ۔ میں مہمان خانے کا دروازہ کھولتا ہوں اور بہتر ہو گا اپنا گھوڑا بھی کھول کر تم اندر لے آؤ"۔

"نہیں نہیں"۔

یسوتانی نے کہا:

"اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں نے ابھی اور اسی وقت رئیس کاموری کا پیغام تم لوگوں کو دے کر ٹنکوان شہر کی طرف کوچ کر جانا ہے"۔

بیطام نے گھر کے اندرونی حصے کی طرف منہ کر کے کسی کو آواز دی اور مشعل لانے کو کہا۔ اتنی دیر میں اس نے مہمان خانے کا دروازہ کھول دیا۔ اسی اثناء میں گھر کے اندرونی حصے کی طرف سے ایک آدمی مشعل لے آیا۔

مشعل کی روشنی میں یسوتانی نے آنے والے کو دیکھا اور اندازہ لگایا کہ وہ بیطام کا بھائی ہی تھا۔ بیطام کے بھائی نے وہ مشعل مہمان خانے کی ایک دیوار میں اٹکا دی۔ اسی وقت بیطام نے یسوتانی سے کہا:

"اے اجنبی! تم یہاں بیٹھو۔ یہ میرا چھوٹا بھائی ہے یہ تمہارے پاس موجود رہے گا۔ میں ایصان کو بلا کر لاتا ہوں"۔

یسوتانی اطمینان سے بیٹھ گیا اور بولا:

"ہاں۔ تم جاؤ اور اسے بلا لاؤ"۔

بیطام باہر نکل گیا جبکہ اس کا بھائی وہیں یسوتانی کے سامنے بیٹھ گیا۔

بیطام ابھی باہر نکل کر چند ہی قدم چلا ہو گا کہ یسوتانی نے کسی خونخوار چیتے کی طرح اپنے مقابل بیٹھے بیطام کے بھائی پر جست لگا دی۔

اس نے اس کا گلا گھونٹ کر اس کا خاتمہ کر دیا اور اس کی لاش کو مسہری کے نیچے ڈال کر خود باہر کی طرف لپکا۔

باہر آ کر چھپکلی کی طرح دیوار سے چپک کر وہ ایصان کے گھر کی طرف رینگنے لگا۔ اس نے دیکھا بیطام ابھی تک ایصان کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔

ایصان کے گھر کے قریب ہی روٹیاں لگانے کے لیے گلی میں دیوار کے ساتھ ایک تنور لگا ہوا تھا۔ وہ دیوار سے ہٹ کر زمین پر لیٹ گیا اور دیوار کے ساتھ ساتھ سانپ کی طرح آگے بڑھنے لگا۔ تنور کے پاس پہنچ کر اس کی اوٹ میں وہ بیٹھ گیا اور آئندہ حالات کا بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایصان کے گھر کا دروازہ کھلا اور کسی نے حیرت اور تعجب کی آواز میں کہا:

"بیطام! تم اور رات کے اس پہر میں! خیریت تو ہے؟"

بیطام نے کہا:

"اپنے باپ ایصان کو ذرا باہر بھیجو کہ میرے ساتھ میرے گھر چلے"۔

"وہ کیوں؟"

بیطام نے جواب دیا:

"ٹنکوان شہر کے رئیس کاموری نے میرے اور ایصان کے نام ایک جوان کے

ہاتھ پیغام بھیجا ہے جس میں ہم دونوں کی بہتری ہے"

اس پر ایلسان کے بیٹے نے چونک کر کہا:

"اگر آنے والے کا نام یسوتائی ہے تو وہ کاموری کی طرف سے قاصد نہیں بلکہ قاتل ہے اور تجھے اور میرے باپ کو قتل کرنے کی نیت سے یہاں آیا ہے۔ پر اب تم فکر مند نہ ہو۔ ہم اسے یہاں سے بچ کر بھاگنے کا موقع نہ دیں گے"۔

بیطام نے لرزتی اور کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھا:

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ یسوتائی مجھے اور ایلسان کو قتل کیوں کرے گا؟"

ایلسان کا بیٹا جواب میں بولا:

"بیطام! میرے عزیز دوست!! احمق نہ بنو اور غور سے سنو۔ یسوتائی اسی عورت جوبائی کا بیٹا ہے جسے تم نے منگولوں کی سرزمین سے اغوا کیا اور میرے باپ نے اسے فروخت کر دیا تھا۔ سنو! آج رات کے پہلے حصے میں میرا باپ رئیس کاموری کے پاس ٹنکوان شہر میں موجود تھا۔ وہاں میرا باپ کاموری اور اس کے بیٹے کے ساتھ مصروفِ گفتگو تھا کہ اوپر سے یسوتائی آ گیا۔ میرا باپ موقع پا کر وہاں سے بھاگ نکلا اور بدحواسی میں اپنے گھوڑے کی بجائے یسوتائی کے گھوڑے پر ہی سوار ہو کر ادھر آ گیا۔ گھر میں آ کر میرا باپ صرف چند لمحے ہی یہاں ٹھہرا اور پھر اپنے اصطبل سے گھوڑا لے کر کسی محفوظ مقام کی طرف نکل گیا۔ میں نہیں جانتا کہ رات کی تاریکی میں وہ کدھر گیا ہے لیکن وہ بڑا بدحواس تھا اور یسوتائی کی طرف سے خدشے اور خوف کا اظہار کر رہا تھا۔ اس نے جاتے جاتے مجھے صرف یہ کہا تھا کہ یسوتائی کے گھوڑے کو ٹنکوان جانے والی شاہراہ پر بھگا دوں اور میں نے ایسا ہی کیا"۔

بیطام نے کہا:

"کیا یسوتائی کا گھوڑا خوب لمبا، قدآور، جوان و توانا اور سرخ رنگ کا ہے"۔

ایلسان کے بیٹے نے جواب دیا:

"بالکل۔ اس کا گھوڑا ایسا ہی ہے!"

حیرت کا اظہار کرتے ہوئے بیطام نے کہا:

"تو پھر وہ گھوڑا اس وقت یسوتائی کے پاس ہے اور اس نے میرے گھر سے باہر درخت سے باندھا کھڑا ہے"۔

ایلسان کے بیٹے نے انتہائی بیزاری اور غصے سے کہا:

"تو پھر اس کا گھوڑا، جب وہ ٹنکوان شہر سے لوٹ رہا ہوگا، اس کے ہاتھ لگ گیا ہوگا ــــــ اور سنو! اگر یسوتائی یہاں آ گیا ہے تو اس کا مطلب ہے اس نے رئیس کاموری اور اس کے بیٹے کا خاتمہ کر دیا ہے"۔

بیطام نے پھر پوچھا:

"لیکن تمہارا باپ اس وقت کہاں ہوگا؟"

جواب میں یسوتائی کے کانوں میں آواز پڑی:

"میں نے کہا نا کہ میرے باپ کا کاروبار ہی ایسا ہے کہ اس کے بہت سے ٹھکانے ہیں۔ اب میں کیا جانوں وہ کس طرف نکل گیا ہے"۔

بیطام نے انتہائی مایوسی سے کہا:

"کاش! تمہارا باپ اس وقت یہاں ہوتا اور یسوتائی سے نمٹا جا سکتا"۔

ایلسان کے بیٹے نے اس کا حوصلہ بڑھانے کے انداز میں کہا:

"دیکھو بیطام! تم فکر مند نہ ہو اور واپس جا کر یسوتائی سے کہو کہ میں نے ایلسان کے گھر سے پتہ کیا ہے وہ اس وقت سرائے میں ہے کیونکہ سرائے کا مالک اس کے عزیزوں میں سے ہے اور وہاں سے اب وہ صبح ہی لوٹے گا اس لیے چلو سرائے میں ہی چل کر اس سے بات کر لیتے ہیں۔ اور دیکھو! میں اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ مسلح ہو کر سرائے سے ملحقہ میدان میں املی کے درختوں کی اوٹ میں بیٹھ جاؤں گا اور جب تم اس کے ساتھ وہاں سے گزر رہے ہوگے تو ہم یسوتائی پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیں گے۔ پھر دیکھیں گے کہ وہ ہم سے کیسے بچ کر بھاگتا ہے"۔

بیطام نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"ہاں۔ بسوناٹی سے نمٹنے کا یہ بہترین طریقہ ہے اگر ہم نے اس پہ گھر کے اندر حملہ کر دیا تو شور مچ جائے گا۔ لوگ جمع ہو جائیں گے اور ہمیں الزام دیں گے کہ ہم نے ایک مہمان پہ ہاتھ اٹھایا ہے"۔

بیطام نے کہا:

"تو پھر میں جاؤں اور بسوناٹی کو لے کر سرائے والے بڑے میدان کی طرف آؤں"۔

ایصان کے بیٹے نے تنبیہ کرنے کے انداز میں کہا:

"نہیں۔ ابھی نہیں۔ تم میرے ساتھ اندر آؤ۔ پہلے ہم تینوں مسلح ہو جائیں۔ پھر اکٹھے ہی باہر نکلیں گے۔ میں اور میرے بھائی میدان کی طرف چلے جائیں گے اور تم جا کر بسوناٹی کو اپنے ساتھ لے آنا ــــ اور سنو! اس دوران اس سے کوئی الجھنے والی بات نہ کرنا۔ ورنہ سارا بنا بنایا کھیل بگڑ کر رہ جائے گا اور وہاں تم بسوناٹی کے ساتھ نہتے نہیں بلکہ مسلح ہو کر آنا"۔

بیطام نے کہا:

"تم فکر نہ کرو۔ میں نہ ہی اس سے الجھوں گا اور نہ ہی اس کے ساتھ غیر مسلح حالت میں آؤں گا"۔

اس کے بعد وہ دونوں مکان کے اندر چلے گئے۔ دروازہ انہوں نے اندر سے بند کر لیا۔

ان کی ساری گفتگو سننے کے بعد بسوناٹی مطمئن اور مسرور تھا۔ پھر وہ تنور کی اوٹ سے نکل آیا اور دیوار کے ساتھ ساتھ چھپکلی کی طرح واپس چل پڑا۔

اب وہ دوبارہ بیطام کے گھر میں داخل نہ ہوا بلکہ وہ اس بڑے درخت کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا جس کے ساتھ اس کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اس کی نظر ایصان کے مکان پر جمی ہوئی تھی وہاں سے بیطام کے نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد ایصان کے گھر سے بیطام نکلا۔ اس کے ساتھ ایصان کے "تینوں بیٹے" نظر آ رہے تھے۔

بیطام اپنے گھر کی طرف بڑھا جبکہ ایصان کے تینوں بیٹے سرائے سے ملحقہ میدان کی طرف چلے گئے۔

بیطام جونہی بسوناٹی کے پاس سے گزر کر اپنے گھر میں داخل ہونے لگا بسوناٹی نے خونخوار چیتے کی طرح اس پر چھلانگ لگا دی۔ ایک ہاتھ اس نے بیطام کے منہ پر جمایا تاکہ وہ شور نہ مچا سکے اور دوسرے ہاتھ میں پکڑی تلوار کا دستہ اس نے ایسی قوت سے اس کی کنپٹی پہ مارا کہ بیطام پر غشی طاری ہو گئی۔

اس کے منہ پہ ہاتھ رکھے ہی رکھے بسوناٹی اسے اٹھا کر اپنے گھوڑے کے پاس لایا۔ خرجین کے اندر سے اس نے ایک کپڑا اور رسی نکالی اور کپڑے سے بیطام کا منہ باندھ دیا۔ پھر رسی سے اس کے دونوں ہاتھ پشت پہ باندھ دیے۔

اس کے بعد اس نے اپنا گھوڑا درخت سے کھولا۔ بیطام کو گھوڑے پہ آگے بٹھا کر وہ خود اس کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اپنی ٹانگیں اس نے بیطام کی ٹانگوں میں پھنسا کر اپنے پاؤں رکاب میں جما لیے تاکہ بیطام گھوڑے سے گرنے نہ پائے۔ پھر اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

گلی سے نکل کر بسوناٹی کھلے میدان میں آگے نہ بڑھا بلکہ مکانوں کی دیواروں کے ساتھ ساتھ اس طرح آگے بڑھا کہ سامنے کی طرف سے تیروں سے محفوظ رہے۔ اس تیروں کی باڑ سے بچنے کی خاطر ہی اس نے بیطام کو اپنے آگے بٹھا رکھا تھا۔ اس کی ڈھال اور ترکش دونوں اس کی پیٹھ پہ لٹک رہے تھے تاکہ اگر کوئی پیچھے سے اس پر تیر چلائے تو وہ محفوظ رہے۔ اس کی تلوار میان میں تھی جبکہ اس کے ہاتھ میں کمان تھی اور اس پہ تیر چڑھا ہوا تھا۔ کچھ فالتو تیر اس کی مٹھی میں تھے۔

اسی لمحے بسوناٹی کے کان میں ایصان کے بیٹوں میں سے ایک کی مدھم سی آواز پڑی۔ وہ اپنے دوسرے بھائیوں سے کہہ رہا تھا:

"خبردار۔ اس پر تیر نہ چلانا۔ بیطام نے حماقت کی کہ اس کے ساتھ اس کے گھوڑے پر بیٹھ کر آ گیا ہے۔ اسے علیحدہ اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آنا چاہیے تھا۔ اب اگر اس حالت میں ہم نے بسوناٹی پر تیر اندازی کی تو اس کے ساتھ بیطام بھی

مارا جائے گا اور میں نہیں چاہتا کہ ایسا ہو لہٰذا آؤ اس کا تعاقب کریں اور اپنی تلواریں اس پر برسا کر اس کا خاتمہ کر دیں تاکہ ہم اپنے باپ، بیطام اور اپنے آپ کو اس کے خطرے سے محفوظ کر لیں۔"

یسوناٹی نے دیکھ لیا تھا کہ وہ تینوں ایک درخت تلے براجمان ہیں لہٰذا اس نے کمان سے تیر چھوڑ دیا۔ تیر صحیح اپنے ہدف پر جا کر لگا اور ان میں سے ایک کے جسم کو چیرتا چلا گیا۔ دوسرے دونوں ایسے خوفزدہ ہوئے کہ وہ املی کے درختوں کی آڑ لیتے ہوئے بستی کی طرف دوڑ پڑے۔

یسوناٹی نے اپنا گھوڑا اس طرف دوڑایا جہاں ایصان کا وہ بیٹا گرا پڑا تھا جس پر اس نے تیر چلایا تھا۔ شاید وہ اسے بھی اٹھا کر اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے لیکن جب وہ اس کے پاس پہنچا اور گھوڑے سے اتر کر اس کا جائزہ لیا تو وہ مر چکا تھا۔

یسوناٹی مایوس سا ہو کر دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا اور اب وہ اپنے گھوڑے کو سنجار کے گھر کی طرف بھگا رہا تھا۔

جب وہ سنجار کے مکان پر پہنچا تو دیکھا کہ دروازہ کھلا تھا اور قرطینہ، سنجار اور تنکدار دروازے پر ہی کھڑے تھے۔

یسوناٹی نے انہیں مخاطب کر کے جلدی جلدی کہا:

"حالات کا تقاضا تھا کہ میں شاہراہِ ریشم پر سیدھا نکل جاتا لیکن میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا لہٰذا اس طرف آیا ہوں۔ یہ میرے آگے اس وقت بیطام ہے۔ اس کے بھائی کا کام میں نے تمام کر دیا ہے۔ ایصان گھر پر نہ تھا۔ وہ میرے خوف سے پہلے ہی کہیں بھاگ کر روپوش ہو گیا ہے تاہم اس کے بیٹوں میں سے ایک مارا گیا ہے اور دو اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے ہیں۔ ایصان سے نمٹنے کے لیے میں پھر کسی وقت آؤں گا۔ وہ اب مجھ سے بچ نہیں سکتا۔ میں آپ تینوں کو سلام کرتا ہوں اور آپ لوگوں کے تعاون کا ممنون ہوں۔ اب میں یہاں سے کوچ کروں گا۔"

قبل اس کے کہ اُن تینوں میں سے کوئی کچھ کہتا، یسوناٹی نے اپنے گھوڑے کو موڑ کر شاہراہِ ریشم پر ڈالا اور مغرب کی سمت دوڑا دیا۔

سینان شہر سے کافی آگے جا کر بیطام ہوش میں آ گیا کیونکہ وہ اپنے منہ سے طرح طرح کی آوازیں نکالنے لگا تھا۔ ہاتھ بندھے ہونے پر اس نے مزاحمت بھی شروع کر دی تھی۔

یسوناٹی کو شاید تعاقب کا خطرہ تھا لہٰذا اپنے گھوڑے کو وہ شاہراہِ ریشم پر شمال کی طرف کافی دور لے گیا۔ پھر ایک نشیب میں اتر کر اس نے گھوڑے کو روک لیا۔

نیچے اتر کر اس نے بیطام کو بھی گھوڑے سے نیچے پٹخا اور اس کے منہ سے کپڑا اتار دیا۔ تاہم اس کے ہاتھ بندھے رہنے دیے۔

اب اس نے اپنی تلوار کی نوک بیطام کی گردن پر رکھی اور اس کا دباؤ بڑھاتے ہوئے گرج کر کہا:

"اے بیطام! میں اس جوبانی کا بیٹا ہوں جسے تم نے منگولوں کے مسکن سے اٹھا لیا تھا۔ بتاؤ تم نے ایسا کیوں کیا اور تمہارے اس جرم میں اور کون کون شامل تھا ورنہ میں یہاں اس ویرانے میں تمہارا حلقوم کاٹ کر چلا جاؤں گا۔"

ذرا رک کر اس نے پھر کہا:

"اور سن رکھو! میں نے تمہارے بھائی کو قتل کر دیا ہے۔ ایصان کا ایک بیٹا بھی میرے ہاتھوں مارا گیا اور دو جان بچا کر بھاگ گئے ہیں۔ جس وقت تم مجھے اپنے مہمان خانے میں بٹھا کر ایصان کو بلانے گئے تھے۔ میں بھی تمہارے پیچھے گیا اور وہاں ایصان کے گھر کے دروازے پر جو گفتگو تمہارے اور ایصان کے بیٹے کے درمیان ہوئی وہ میں نے سن لی تھی۔ اب ان ساری باتوں کو ذہن میں رکھ کر کہو کہ تم نے جوبانی نام کی عورت اور اس کی بچی کو جو میری ماں اور بہن تھیں، کیوں اٹھایا اور اس میں اور کون کون ملوث تھا —— یہ بھی سن لو کہ میرے پاس وقت بہت کم ہے اور اگر تم نے پس و پیش سے کام لیا تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا اور یہاں اس جنگل اور ویرانے کے اندر کوئی تمہارا حامی و مددگار اور چارہ گر و پرسانِ حال نہ ہو گا۔ یہ بات بھی اپنے ذہن میں رکھنا کہ اس وقت سینان شہر سے کافی دور یہ ایک سنسان اور ویران جگہ ہے اور یہاں اگر تم شور کرو گے بھی تو کوئی اس تاریکی اور

ویرانی میں تمہاری مدد کو نہ آسکے گا۔ اب بولو کیا کہتے ہو لیکن جلدی بولو کیونکہ یہاں رکنے کے لیے میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے"۔

بیطام نے کہا:

"میں جانتا ہوں میں تمہارے سامنے بے بس، مجبور اور تنہا ہوں لہٰذا میں تم سے کوئی بات چھپا کر نہ رکھوں گا"۔

ذرا رک کر اس نے دوبارہ کہا:

"جوبانی اور اس کی بیٹی کو اغوا کرنے میں ہم چار آدمیوں کا ہاتھ تھا۔ ایک میں اور تین اور تھے۔ وہ تینوں ہی کافی عمر کے تھے لہٰذا اب تک اپنی طبعی موت مر چکے ہیں۔ ہاں! میں اس حادثہ کے وقت نوعمر تھا لہٰذا تمہاری اذیتیں برداشت کرنے کے لیے زندہ ہوں۔ اب جبکہ میں نے تم سے کوئی بات نہ چھپانے کا عہد کر لیا ہے تو پھر میں تم سے ہر وہ بات کہہ دوں گا جو اس سلسلے میں میرے علم میں ہے۔ سنو! ہم نے تمہاری ماں اور بہن کا اغوا تمہاری قوم کے ایک فرد میولی کے کہنے پر کیا تھا اور اس کام کے لیے اس نے ہمیں ایک معقول رقم دی تھی کیونکہ ہم اکثر پھل فروخت کرنے کے لیے منگولوں کے ہاں جاتے تھے لہٰذا میولی ہمارا پرانا جاننے والا تھا۔ اب ہمیں یہ علم نہیں کہ اس نے یہ کام ہم سے کس عداوت اور دشمنی کی بنا پر کرایا تھا؟"

یسوتائی کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ بکھر گئی اور اس نے بیطام کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا:

"واہ میرے قدیم دشمن! واہ میرے عدوِ عظیم!! تم نے کتنا بڑا اور کیسا قیمتی انکشاف کیا ہے۔ اب میں تمہیں قتل نہ کروں گا کیونکہ اب تم میرے لیے بہت اہم اور قیمتی ہو گئے ہو۔ اب میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور ایک خاص موقع پر کسی کے سامنے تمہیں سند کے طور پر پیش کروں گا اور سنو بیطام! ——"

یسوتائی خاموش ہو گیا۔

کیونکہ شاہراہِ ریشم پر اسے گھوڑے دوڑانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ یہ آوازیں شرق کی طرف سے آ رہی تھیں اور اُن کی طرف آنے ہوتے واضح اور صاف سنائی دے رہی تھیں۔

یسوتائی جان گیا کہ اس کا تعاقب کرنے والے پہنچ گئے ہیں لہٰذا اس نے فوراً بیطام کا پھر کپڑے سے کس کر باندھ دیا۔ پھر اس نے بیطام کو اٹھا کر گھوڑے پر ڈالا۔ خود بھی سوار ہوا گھوڑے کو اس نے شاہراہِ ریشم کی طرف ایڑ لگا دی۔

اتنی دیر میں اس کے تعاقب میں آنے والے اس کی سیدھ سے آگے جا چکے تھے۔ یسوتائی ناتا فاصلہ رکھ کر ان کا تعاقب شروع کر دیا کہ اس کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز ان تک نہ پہنچ سکے۔

یہ تعاقب جاری رہا۔

یہاں تک کہ یسوتائی شیلینی شہر کے پاس سے بھی گزر گیا۔ حالانکہ اس کا ارادہ تھا کہ وہ واپس کی طرف جاتے ہوئے کوہر کے بھائی اور شیلینی شہر کی سرائے کے مالک تمان سے نمٹ کر آگے ے گا۔ لیکن اس تعاقب کی بنا پر یسوتائی نے اس فرض کو بھی التوا میں ڈال دیا تھا۔

○

سورج جس وقت طلوع ہوا تو یسوتائی صحرائے گوبی کے قریب پہنچ چکا تھا۔

اس نے دیکھا کہ جو لوگ اس کے تعاقب میں نکلے تھے وہ تعداد میں چار سوار تھے جو اب کے آگے آگے جاتے ہوئے اسے صاف دکھائی دے رہے تھے۔

یسوتائی نے فوراً اپنے شانے سے لٹکتی ہوئی کمان اتاری۔ بیطام کو اس نے اپنے سامنے لیا اور کمان اس کی پیٹھ پر رکھ دی۔ پھر ترکش سے کچھ تیر نکال کر وہ بھی اس نے سنبھال لیے ہم آگے آگے جانے والے چاروں سوار ابھی تک ایک تیر کی مسافت سے دُور تھے لہٰذا اس نے گھوڑے کو مہمیز لگا کر اس کی رفتار تیز کر دی تاکہ وہ ان سے اس قدر قریب ہو جائے کہ ن کی طرف سے ان پر تیر چلا کر ان کا خاتمہ کر سکے۔ اس کا گھوڑا تیزی سے اس درمیانی لے کو سمیٹنے لگا۔

لیکن ـــــ

قبل اس کے کہ بسوتائی مناسب فاصلہ دے کر پشت کی طرف سے ان پر تیراندازی کا
ان میں سے ایک نے مڑ کر بسوتائی کو دیکھ لیا ـــــ اور اس نے چلّا کر اپنے ساتھیوں کو خبر
کرتے ہوئے کہا :

"جس کا تعاقب ہم چاروں کر رہے ہیں وہ ہمارے پیچھے تو نہیں آرہا ؟ ذرا مڑ کر
دیکھو ایک سوار جو ہمارے پیچھے آرہا ہے مجھے اس کی رفتار اور اطوار کچھ موافق
اور مناسب نہیں لگتے۔"

اب ان سب نے اپنے گھوڑوں کو روک لیا اور سب کے سب بڑے غور اور انہماک سے
لگے۔ پھر ان میں سے ایک نے للکارتی ہوئی آواز میں کہا :

"میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ وہی ہے جس کی ہمیں تلاش ہے اور جس
کے تعاقب میں ہم سیدنان سے یہاں صحرائے گوبی تک چلے آئے ہیں ۔ سنو! اس
کی راہ روک لو۔ یہ اب بچ کر نہ جانے پائے"۔

ان کے رُکنے اور مڑ کر اپنی طرف دیکھنے پر بسوتائی نے اپنی کمان سنبھالی اور اس پر
چڑھا کر انہیں نشانہ بنانے کی ترکیب کرنے لگا مگر وہ بھی چالاک اور سمجھدار ثابت ہوئے اور
گئے کہ تیر چلا کر لمحوں کے اندر بسوتائی ان کا صفایا کر سکتا ہے لہٰذا وہ فوراً اپنے گھوڑوں سے
گئے اور شاہراہِ ریشم کے کنارے ایک نشیب میں لیٹ گئے۔

بسوتائی بھی سنبھل گیا۔ ہاتھ میں پکڑے تیر اس نے واپس ترکش میں ڈال دیے اور
اس نے کندھے سے لٹکالی۔ شاید اس نے بھی ان چاروں سے نمٹنے کے لیے کوئی اور طریقہ
اپنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے تلوار اور ڈھال سنبھال لی۔

ان کے قریب آکر بسوتائی نے اپنا گھوڑا شاہراہ سے نیچے اتارا اور پہلو تہی کر کے بچ
کی کوشش کی لیکن وہ بھی کائیاں تھے لہٰذا وہ بھی نشیب سے نکل کر اپنے گھوڑوں پہ سوار ہو
جونہی بسوتائی ان کے پاس سے گزر کر شاہراہ پر چڑھا وہ چاروں اپنے گھوڑے دوڑاتے تیزی
اس کے تعاقب میں شکار کے طالب ریچھ کی طرح لگ گئے۔

اپنے گھوڑے پہ بیٹھے ہی بیٹھے بسوتائی نے لبوں کو حرکت دی اور کہا :

"اے اللہ !
میں تیرا حقیر و عاجز بندہ تیرے حضور دعاگو ہوں۔ میں نحیف و کچلا ہوا اور پسپا و پسپا ہوا
انسان تجھی سے مدد طلب کرتا ہوں۔

اے خداوند! میرے رب!!
تیرا نام کیسا بزرگ ہے۔ آسمان تیرا جلال اور یہ زمین اور فضائیں تیری دست کاری
کی مظہر ہیں۔ تو ہی میری ہمتوں کی چٹان اور تو ہی میری قوتوں کا برج ہے۔ تیری
ذاتِ باری کا وجود کوئی واہمہ نہیں ہے اور تیرا یہ جہانِ ہست و بود کوئی اتفاقی تخلیق
نہیں ہے۔

اے میرے رب!
ان پریشان لمحوں کے فروغ کے اندر مجھے اک برقِ عاطف اور میرے عدو کے
اقتدار و عقائد کے اندر مجھے اک سوزِ پیہم بنا کر ابھار دے۔

اے میرے اللہ!
مجھے توفیق دے کہ میں تیرے آگے بدل کرنے والوں کے خم و پیچ سیدھے کر دوں۔
ان کے دامِ اوہام کو کھول دوں اور انہیں اپنے سامنے زیر کر کے رکھ دوں۔

اے میرے پروردگار!
میرے دشمنوں کے سامنے مجھے کامیاب و فوز مند رکھنا۔ میں تیرے ہی بابرکت اور
مقدس نام سے ان کے خلاف اپنی سعی کی ابتدا کرنے لگا ہوں"۔

بسوتائی نے اپنی دعا ختم کی۔
پھر اس نے اپنے گھوڑے کی گردن تھپتھپائی اور بڑی محبت اور نرمی سے کہا :
"مضبوط ہو جا اور حوصلہ رکھ کہ تیرے میرے امتحان کی گھڑی شروع ہونے ہی والی
ہے ـــــ!"
اس کے ساتھ ہی اس نے باگ کھینچ کر گھوڑے کی رفتار کم کر دی۔

جب تعاقب کرنے والے چاروں سوار یسوتائی کے قریب آگئے تو اس نے برق کے کوندے کی سی تیزی سے اپنے گھوڑے کو موڑا۔ اللہ اکبر زور سے پکارا۔ اپنی فتح مندی کا نعرہ اس نے زور سے بلند کیا۔ پھر قہر کے سیلاب، دھاڑتے درندوں، گرجتے طبلوں اور موت کے سائے کی طرح ان پر حملہ آور ہو گیا۔

اس کے حملے کا انداز ایسا تھا جیسے اس کی ہڈیوں میں بے قراری بھر گئی ہو اور اس کے باطن کے شرار کسی آتش فشاں کی طرح پھٹ کر عیاں ہو گئے ہوں۔ وہ اپنے پورے قہر اور ہلاکت خیزی کے ساتھ ان پر جھپٹا تھا، ایسے ہی گویا اس کے حملوں سے بیابان میں پانی اور دشت میں ندیاں پھوٹ پڑیں گی۔ اس کی آنکھوں میں اس لمحے قہر شدید اور انداز میں ایک بعد و بلندی عیاں تھی۔

اپنے اس طوفانی حملے میں یسوتائی نے چار میں سے دو کو ہلاک کر کے رکھ دیا۔ جبکہ باقی دو دائیں جانب ہٹ کر اور پہلو تہی کر کے اپنی جانیں بچا سکے تھے۔

دو کا خاتمہ کر کے یسوتائی نے باقی دو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے مکاروں کی اولادو! اے بدکردار و بدنسل کے بدکردار فرزندو! ان ویرانوں کے اندر میں تمہاری قوت کو ٹھیکرے کی طرح خشک اور کمہار کے برتن کی طرح چکنا چور کر کے رکھ دوں گا۔ تمہاری بے وقتی کے سیلاب کو، تمہاری پشت در پشت شرارت کو میں آگ کا ایندھن بنا کر رکھ دوں گا۔ ان دشت زاروں کے اندر میں یسوتائی تمہاری ہوس کا دروازہ توڑ دوں گا۔"

یسوتائی کی اس گفتگو کے جواب میں وہ دونوں اس بھیڑ کی طرح خاموش تھے جو اپنے بال کترنے والے کے سامنے چپ سادھے کھڑی رہتی ہے۔

ان دونوں کی حالت ان طیور جیسی ہو رہی تھی جو اپنے آشیانوں سے بھٹک کر اجنبیت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ اپنے منہ میں زبان ہی نہ رکھتے ہوں اور اگر رکھتے ہوں تو وہ ان کے تالو سے چپک گئی ہو۔

یسوتائی نے اب اپنے سامنے لیٹے ہوئے بیطام کو زمین پر لڑھکا دیا اور پھر اس نے اپنے گھوڑے پر ان دونوں کی طرف ایڑ لگاتے ہوئے کہا:

"اے اپنے ضمیر اور اپنی سچائی کو فروخت کرنے والو! سنبھلو!! میں تمہیں اپنا ہدف بنانے جا رہا ہوں"۔

قبل اس کے کہ وہ کوئی جواب دیتے یسوتائی نے ان پر حملہ کر دیا۔ وہ اس کے حملوں کے آگے ایسے بدحواس ہوئے کہ جارحانہ اقدام تو بہت دور کی بات ہے وہ مکمل طور پر اپنے لیے دفاعی صورت بھی اختیار نہ کر سکے اور غضب کی حالت میں یسوتائی نے ان دونوں کو کاٹ دیا۔

پھر یسوتائی نے مرنے والوں کے گھوڑوں کو ایک دوسرے سے باندھ دیا۔ چاروں کی لاشیں اس نے شاہراہ سے نیچے ایک گہری کھائی میں پھینک دیں۔ اس کے بعد وہ بیطام کے پاس آیا اور پوچھا:

"اے بیطام! کیا تو نے ان مرنے والوں کو پہچانا؟"

بیطام نے کہا:

"ہاں، میں انہیں جانتا ہوں۔ ان میں سے دو ایلعان کے بیٹے اور دو ان کے دوست تھے"۔

یسوتائی نے مطمئن انداز میں کہا:

"چلو، ایلعان کے بیٹوں کا تو خاتمہ ہوا۔ اب خود اُس کی باری ہے"۔

پھر اس نے بیطام کو اٹھا کر اپنے گھوڑے پر ڈالا اور خود بھی اس پر سوار ہو کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔

○

یسوتائی اس رفتار سے رک رک کر اور ٹھہر ٹھہر کر سفر کرتا رہا کہ وہ اپنے سامنے مرنے والوں کے گھوڑوں کو ہانکتا ہوا عشاء کے بعد قراقرم شہر میں داخل ہوا۔ وہ سیدھا تموجن کے گھر پر آیا اور دروازے پر دستک دی۔

تھوڑی دیر بعد جب نموجو باہر نکلا تو اس نے حیرت سے پوچھا:

"بیسوتائی بیٹے! تم اس وقت کہاں سے لوٹ رہے ہو اور یہ اپنے آگے تم نے کیے بٹھا رکھا ہے؟"

بیسوتائی نیچے اترا۔ تھوڑی دیر تک وہ نموجو کے کان میں بڑی راز داری سے کچھ کہتا رہا کے جواب میں نموجو پہلے چاروں گھوڑوں کو اپنے اصطبل میں باندھ آیا پھر بیطام کو بیسوتائی کے سے گٹھڑی کی طرح اٹھا کر گھر کے اندر لے گیا۔ بیسوتائی گھوڑے پہ سوار ہوا اور اپنے گھر کی راہ چل دیا۔

○

جنگجو کرایت ترکوں کو اپنے لشکر میں شامل کر لینے کے بعد چنگیز خاں کی عسکری قوت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا کیونکہ کرایت ترک حملہ آور ہونے اور دشمنوں کو زیر کرنے میں منگولوں سے بھی کہیں زیادہ خوف ناک اور وحشت خیز تھے اور ان کرایت ترکوں کا ارخون (سالار) بیسوتائی کو بنا دیا گیا تھا۔

اب چنگیز خاں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اپنے لشکریوں کو جنگ میں زیادہ سے زیادہ مصروف رکھے گا اور اپنی سلطنت کے مغربی، جنوبی اور مشرقی بازوؤں کو اور زیادہ مضبوط کرنے کے لیے مسلسل کوشش کے ساتھ ساتھ ان کی وسعت میں بھی اضافہ کرے گا۔

اس کام کے لیے اس نے سب سے پہلے اپنے طور پہ مغرب کا انتخاب کیا جہاں پہ جنگجو مغربی ترک، تاتیمان اور الیغوری رہتے تھے اور یہ ساری اقوام منگولوں اور کرایت ترکوں ہی کی طرح وحشی اور جنگجو تھیں۔

بہرحال چنگیز خاں نے ان اقوام سے نمٹنے اور انہیں اپنا ماتحت اور فرماں روا بنانے کے لیے بڑے لشکر کے ساتھ قراقورم سے کوچ کیا۔

دوسری طرف مغربی ترکوں، تاتیمانوں اور الیغوریوں کو جب خبر ہوئی کہ چنگیز خاں ان پہ حملہ آور

ہونے کو آرہا ہے تو انہوں نے بھی آپس میں اتحاد کر لیا اور چنگیز خان کی پیش قدمی روکنے کے لیے انہوں نے ایک مشترکہ جرار لشکر تیار کر لیا اور مشرق کی طرف سے آنے والے لشکر کے کنارے ایک وسیع میدان میں خیمہ زن ہو کر یہ لشکر چنگیز خان کے متوقع راستے کی نگرانی کرنے لگا۔

ان اقوام کے اندر مسلمان مبلغوں کی کوششوں اور جدوجہد سے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔

چنگیز خان نے اپنے آگے آگے چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی صورت میں اور سوداگروں کے روپ میں اپنے جاسوس روانہ کر دیے تھے تاکہ وہ اسے دشمن کے لشکر کا محلِ وقوع اور تعداد سے آگاہ کرتے رہیں۔

ان جاسوسوں کی فراہم کردہ اطلاعات پر چنگیز خان نے اپنے لشکر کا ایک دستہ علیحدہ کیا اور اسے اپنے سب سے بڑے بیٹے جوچی کی سرکردگی میں دے دیا۔

دوسرے بیٹے چغتائی کو جوچی کا نائب مقرر کیا۔

پھر اس دستے کو حکم دیا کہ ایک لمبا کاوہ کاٹ کر وہ اس میدان کے شمال میں جا کر گھات لگا کر بیٹھ جائے جس میدان میں دشمن خیمہ زن تھا۔

جوچی اور چغتائی وہاں سے علیحدہ ہو کر حرکت میں آئے اور ایک لمبا کاوہ کاٹتے ہوئے میدان کے شمالی پہلو میں گھات لگا کر جا بیٹھے۔

چنگیز خان نے اپنے دونوں بیٹوں پر تاکید کے ساتھ واضح کر دیا تھا کہ ان دونوں نے اس وقت دشمن پر حملہ آور ہونا ہے جب جنگ فیصلہ کن دور میں داخل ہو چکی ہو۔ اس طرح اس نے جاسوسوں کی مدد سے دشمن کے خلاف ایک خفیہ چال چلنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ پھر وہ اپنے لشکر کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھا۔

وہ دشمن کے سامنے آ کر اپنے لشکر سمیت خیمہ زن ہو گیا۔

لشکر کو اس نے چار برابر حصوں میں تقسیم کیا۔

ایک حصہ اپنے پاس رکھا۔ دوسرا یسوتائی، تیسرا سوبدائی اور چوتھا مقولی کی کمان میں دیا۔

جبکہ جبی نویان کو یسوتائی کا نائب مقرر کیا۔

دوسرے روز صبح ہی صبح دونوں لشکر آمنے سامنے صف آرا ہوئے۔ اپنے حصے کے لشکر کو چنگیز خان نے وسط میں رکھا۔ دائیں طرف یسوتائی اور پھر مقولی کے لشکر کو اور بائیں پہلو میں سوبدائی کے لشکر کو رکھا۔

چنگیز خان کے تحت مکمل طور پر منگول تھے۔

سوبدائی اور مقولی کے تحت کریت، تائیجوت، الوس، تاتاری اور کچھ دیگر ماتحت قبائل کے جنگجو اور لشکری تھے۔

جبکہ یسوتائی کے تحت مکمل طور پر وہ کرایت ترک تھے جن پر کبھی طغرل کا لشکر مشتمل ہوا کرتا تھا۔

جب دونوں لشکروں کی صفیں منظم اور مستحکم ہو گئیں تو دشمن کے لشکر سے ایک جوان نمودار ہو کر سامنے آیا۔

وہ سفید گھوڑے پر سوار تھا اور اپنی ننگی تلوار اس نے فضا کے اندر نیزے کی طرح بلند کر رکھی تھی۔

میدان کے وسط میں آ کر وہ سوار رکا اور چنگیز خان کے لشکر کی طرف رخ کر کے اس نے بلند اور للکارتی ہوئی آواز میں کسی کو مقابلے کے لیے پکارا۔

جواب میں چنگیز خان کے حکم پر اس کا ایک منگول ارخون یعنی سالار جو چنگیز خان کے اپنے حصے کے لشکر میں اس کے نائب کی حیثیت سے شامل تھا، اس جوان سے مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں اترا ـــــ لیکن یہ مقابلہ زیادہ دیر نہ چل سکا اور دشمن جنگجو نے چنگیز خان کے منگول سالار کو زیر کر کے اس کی گردن کاٹ دی۔

چنگیز خان کو اپنے اس سالار کے مارے جانے اور دشمن کے جوان کی کامیابی پر انتہائی طیش و تاؤ آیا اور اس نے اپنے ایک اور جوان کو مقابلے پر بھیجا لیکن وہ بھی مخالف جوان کے ہاتھوں لمحوں کے اندر مارا گیا۔

اس کے بعد ایک تیسرا جوان بھی اس کا شکار بن گیا۔

اب چنگیز خان کے غصے اور غضب کی انتہا نہ رہی۔ اس دوران سوبدائی، جبی نویان اور مقولی

میدان میں اترنے کے لیے اس کی اجازت حاصل کرنے کی خاطر اس کے پاس جمع ہو گئے تو نے ان تینوں کو مخاطب کر کے کہا:

"سنو میرے ارخونو! میں نے دو فیصلے کیے ہیں۔ پہلا یہ کہ دشمن کا وہ جوان جس نے جس نے اب تک بڑی آسانی سے میرے تین ارخونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے، اس جنگ میں اگر مجھے فتح ہوئی اور یہ جوان ایک قیدی کی حیثیت سے میرے ہاتھ لگا تو میں اسے اپنے لشکر میں شامل کروں گا اور یسوتائی اور تم تینوں کی طرح اسے اپنے چوٹی کے ارخونوں میں شمار کروں گا۔ دوسرا فیصلہ میں نے یہ کیا ہے کہ دشمن کے اس جنگجو کے مقابلے میں تم تینوں میں سے کوئی نہ جائے گا بلکہ اس کے لیے یسوتائی میدان میں اترے گا۔ اگر تم تینوں میں سے کوئی اس جوان کے ہاتھوں مارا گیا تو مجھے بے پناہ دکھ ہوگا، اپنے اس فیصلے پر کہ میں نے اس جوان کے مقابلے میں اپنے لشکر کا سب سے برتر و بہترین جنگجو کیوں نہ بھیجا۔"

پھر ذرا رک کر اس نے کہا:

"اور اے میرے ارخونو! تم خوب جانتے ہو کہ میرے پورے لشکر میں یسوتائی جیسا کوئی بہادر و شجاع اور طاقتور اور قوت والا نہیں ہے لہٰذا جبی نویان! تم جاؤ اور یسوتائی کو میرے پاس لے کر آؤ۔ اگر میں تم تینوں میں سے کسی کو مقابلے کے لیے بھیجتا ہوں اور وہ کامیاب نہیں ہوتا تو میرے دل میں ایک پھانس، ایک حسرت سی رہے گی کہ کاش! میں اپنے لشکر کے سب سے جری جوان کو بھیجتا لیکن اگر وہ جوان یسوتائی کو بھی زیر کر لیتا ہے تو پھر میرے دل میں کوئی حسرت نہ رہے گی اور میں تسلیم کر لوں گا کہ میرے لشکر میں کوئی ایسا جوان نہیں ہے جو دشمن کے اس جوان کا مقابلہ کر سکے۔ جبی نویان! تم جاؤ، یسوتائی کو بلا کر لاؤ تاکہ میں اسے میدان میں اتار دوں۔ اس کام میں دیر نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو وہ جوان یہ سمجھنے لگے کہ اب اس کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں کوئی مناسب جنگجو ہی نہیں مل رہا۔"

جبی نویان گھوڑا دوڑاتا ہوا وہاں سے ہٹ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے ساتھ یسوتائی کو لے کر لوٹ آیا۔

چنگیز خان نے کہا:

"اے یسوتائی! تم نے اس جوان کو دیکھا جو میدانِ جنگ کے اندر حالتِ انتظار میں کھڑا ہے۔ تم نے دیکھا اس نے ہمارے تین بہترین ارخونوں کا خاتمہ کر دیا اے یسوتائی! تم جانو کہ تم میرے ترکش کے آخری تیر اور میری تلوار کی آخری ضرب اور زہریلی کاٹ ہو۔ تمہارے سوا اب میرے پاس اور کوئی ایسا جوان نہیں ہے جسے میں مقابلے کے لیے میدان میں نکالوں۔ تم اب میرا آخری ہتھیار ہو جس سے میں اس انفرادی جنگ کا پانسہ پلٹ دینے کی امید کر سکتا ہوں۔ یسوتائی! اس میدان میں اترو اور دشمن کے اس جوان کو زیر کر کے وہ بددلی جو اس وقت ہمارے لشکر میں پھیلی ہے اسے دور کر دو۔"

یسوتائی نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار بے نیام کر لی اور ایک جوان اور جوشیلے جذبے میں اس نے چنگیز خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے خان! اگر تم یسوتائی پر اس قدر ہی بھروسہ کرتے ہو تو پھر قسم ہے مجھے اپنے اس رب کی جو تحت الثریٰ کے بھیدوں کو بھی جاننے والا ہے میں تمہیں مایوس نہ کروں گا۔"

اس کے ساتھ ہی یسوتائی نے اپنے گھوڑے کو موڑا اور اپنی تلوار فضا میں بلند کرتے ہوئے اپنے گھوڑے کو ایک سخت مہمیز لگا کر میدانِ جنگ کے وسطی حصے کی طرف دوڑا دیا۔

یسوتائی جب اس جوان کے سامنے آیا تو اس جوان نے آسمان کی طرف چہرہ اٹھایا اور نہایت عاجزی اور انکساری سے بولا:

"الٰہی! اس میدان میں اس نئے دشمن کے سامنے میری مدد فرما۔"

یسوتائی نے بھی اس کے یہ الفاظ سن لیے اور جب وہ جوان یسوتائی پر حملہ آور ہونے کے لیے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگانے لگا تو یسوتائی نے اسے مخاطب کر کے کہا:

"ٹھہرو"

اس جوان نے فوراً اپنی مہمیز روک لی۔

یسوتائی نے پھر پوچھا:

"تم نے آسمان کی طرف دیکھ کر میرے رب کو پکارا ہے۔ کیا تم مسلمان ہو؟"

اس جوان نے صرف ایک لحظہ کو حیرت کے انداز میں یسوتائی کی طرف دیکھا۔ پھر اطمینان سے کہا:

"الحمد للہ۔ میں مسلمان ہوں۔"

یسوتائی نے کہا:

"تو پھر سنو۔ میں بھی مسلمان ہوں۔ کیا تمہارا سارا لشکر مسلمانوں پر مشتمل ہے؟"

اس جوان نے جواب دیا:

"نہیں۔ پورے لشکر میں چند ایک ہی مسلمان ہیں اور میرا تعلق الیغوری قبائل سے ہے۔"

یسوتائی نے پوچھا:

"تو پھر مسلمان ہو کر تم اس لشکر کا ساتھ کیوں دے رہے ہو؟"

جواب میں اس جوان نے یسوتائی سے پوچھ لیا:

"تو تم مسلمان ہو کر ان وحشی اور بے دین منگولوں کا ساتھ کیوں دے رہے ہو؟"

یسوتائی نے کہا:

"میری تو مجبوری ہے کہ میں ان ہی لوگوں کے درمیان پلا بڑھا ہوں۔"

پھر ذرا ٹھہر کر وہ بولا:

"لیکن اے میرے عزیز! یہ کیسی بدقسمتی ہے کہ ہم دونوں حالات سے مجبور ہو کر مسلمان ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہیں۔ اے میرے عزیز! جاؤ تم واپس جاؤ اور کسی ایسے جوان کو میرے مقابلے میں بھیجو جو مسلمان نہ ہو۔"

اس جوان نے کہا:

"ہمارے لشکر میں ایسے جوان بھی ہیں جو مجھ سے بڑھ کر ہیں اور جن سے مقابلہ کرنا تمہارے لیے دشوار اور مشکل ہو جائے گا۔"

یسوتائی نے کہا:

"تم واپس جا کر تو دیکھو۔ اور تمہیں قسم ہے میرے اس رب کی جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے، میرے مقابلے میں تم ایسے جوان کو بھیجنا جو تمہارے لشکر میں سب سے جری اور توانا ہو۔ پھر تم دیکھنا میں اس کی کیسی چیر پھاڑ کرتا ہوں۔"

اس جوان نے کہا:

"میں واپس جانے کو تو تیار ہوں لیکن اس کی صورت کیا ہو؟ اگر میں تم سے مقابلہ کیے بغیر لوٹ جاتا ہوں تو مجھ سے بری طرح باز پرس کی جائے گی۔"

یسوتائی نے گہری سنجیدگی سے کہا:

"میں تمہیں بغیر مقابلہ کیے واپس جانے کا باعزت طریقہ بھی بتاتا ہوں۔ دیکھو! میں تم سے مقابلہ کرنے کے لیے اپنے گھوڑے سے نیچے کود دوں گا تم بھی ایسا ہی کرنا اور گھوڑے سے کودنے کے بعد اپنی ٹانگ پکڑ کر بیٹھ جانا اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرنا کہ اس طرح کودنے سے تمہارے گھٹنے میں شدید قسم کی درد نکل آئی ہے۔ اس کے بعد میں تمہیں سہارا دے کر تمہارے گھوڑے پر بٹھا دوں گا اور تم واپس چلے جانا۔ کیا یہ باعزت طریقہ نہیں ہے! اس طرح تمہارے لشکر میں کوئی تم سے باز پرس بھی نہ کر سکے گا۔"

اس جوان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی اور اس نے کہا:

"مجھے لگتا ہے کہ تم لڑائی کے فن میں خوب مہارت اور قدرت رکھتے ہو۔ میں تمہاری اس تجویز کو بخوشی قبول کرتا ہوں"

یہ سنتے ہی یسوتائی اپنے گھوڑے سے کود گیا۔

اس جوان نے بھی گھوڑے سے چھلانگ لگا دی۔ پھر وہ ایک کراہ کے ساتھ کرب کا اظہار کرتا ہوا اپنا گھٹنا تھام کر رہ گیا۔

یسوتائی اس کے قریب جا کھڑا ہوا اور یہ ظاہر کرنے لگا کہ وہ گویا اس سے ہمدردی کر کے اس کا حال پوچھ رہا ہو۔

پھر بسوناٹی نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر اس کے گھوڑے پہ بٹھایا اور ساتھ ہی اس کے گھوڑے کو موڑ کر اس کے لشکر کی طرف ہانک دیا۔

اپنی اس اخلاقی کامیابی پہ بسوناٹی مطمئن اور خوش تھا۔

تھوڑی دیر بعد ایک اور جنگجو میدان میں اترا۔

وہ بڑی تیزی سے اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آرہا تھا۔

بسوناٹی اس دوران اپنے گھوڑے پہ سوار ہو چکا تھا۔

اس آنے والے جوان نے ذرا دور رہ کر بسوناٹی کے گرد اپنے گھوڑے کو دوڑا کر چار چکر لگائے۔ پھر وہ اس کے سامنے آیا اور کہا:

"میں نے شکر کیا ہے کہ وہ الغوری مسلمان واپس چلا گیا اور مجھے تیرے ساتھ مقابلہ کرنے کا موقع ملا ہے۔۔۔ ورنہ تو وہ مسلمان ہو کر لگاتار تین منگولوں کو مغلوب کر کے اکیلا ہی اس قدر ناموری اور شہرت کما گیا تھا۔ میں یہ ارادہ لے کر آیا ہوں کہ تجھے زیر کرنے کے بعد میں تیرے لشکر کے تین اور جوانوں کو اپنے سامنے خون میں نہلاؤں گا تاکہ میدان سے ابھی ابھی واپس جانے والے اس مسلمان سے میرا نام اونچا اور بلند رہے۔"

بسوناٹی نے کہا:

"اے احمق انسان! اسے تو میں نے خود ہی اس میدان سے واپس بھیجا ہے کیونکہ وہ مسلمان ہے اور میں بھی مسلمان ہوں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ دو مسلمان آپس میں ٹکرائیں لہٰذا میں نے اسے واپس بھیج دیا ہے ایک معقول بہانہ بناتے ہوئے تاکہ ہم دونوں باعزت طور پہ ایک دوسرے سے ٹکرانے سے بچ جائیں۔"

اس آنے والے نے ہلکے سے قہقہے کے ساتھ کہا:

"یہ تم نے مجھ پر کیسا خوشگوار انکشاف کیا ہے۔ جب میں یہاں سے واپس جا کر یہ انکشاف اپنے سالارِ لشکر پر کروں گا تو وہ مسلمان اپنی شہرت اور جان سے بیک لمحہ ہاتھ دھو بیٹھے گا۔"

بسوناٹی نے قہر بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"ایسا معاملہ تو تم صرف اسی وقت ہی کر سکو گے جب تم یہاں سے زندہ واپس چلے جاؤ جو ناممکن ہے اس لیے کہ اس میدان میں تیری ساری ذہنی رفعت کو تیری حیوانی طلب کو میں تیری ذہنی مفلسی اور بے کل باطن میں بدل دوں گا۔ اے احمق اور گاؤدی انسان! موت کے اس میدان کے اندر میں تیرے خیال و فکر اور سکوت و سکون میں تہ خانوں کی تاریکی اور وقت کا بدترین شور بھر دوں گا۔ دیکھ! میرا رب ہی میرا وسیلہ ثبات ہے اور اسی کے پُرعظمت اور مقدس نام سے ابتدا کرتے ہوئے میں تجھ پر حملہ آور ہونے لگا ہوں۔ سو تو اپنا دفاع کرنا چاہے تو کر لے پر یاد رکھ! میں تیرے چہرے پر پھیلے اعتماد و اشتیاق کو بہت جلد ایک چھپی ہوئی بد اعتمادی میں بدل کے رکھ دوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے گھوڑے کو آگے بڑھا کر اس پر حملہ کر دیا۔

ایک ہولناک اور طوفانی عفریت کی طرح بسوناٹی اس پر ٹوٹ پڑا تھا۔ وہ دائیں بائیں اپنی تلوار اور ڈھال سے اس پر حملہ کرتا ہوا ایک بھیانک پن پیدا کر گیا تھا۔ دو تین بار اس نے اس کی پیٹھ اور کنپٹی پر اپنی ڈھال سے ضربیں بھی لگا دی تھیں جس کی وجہ سے اس کے مدِمقابل پہ ایک طرح کی مایوسی اور خوف طاری ہونے کے آثار نمودار ہونے لگے۔

پھر جوں جوں وہ مقابلہ طول پکڑ رہا تھا بسوناٹی کی تندی اور اس کے طوفانی پن میں تیزی اور قوت بڑھتی جا رہی تھی۔

اور اس کے مقابلے میں اس کے مدِمقابل کی آنکھیں پھٹی پھٹی سی اور چہرہ آزردہ اور خستہ و ماندہ ہونے لگا تھا۔

ایک موقع پر جب اس نے اپنے گھوڑے کا رخ موڑ کر بسوناٹی کے بائیں پہلو پہ اپنی تلوار سے ضرب لگانا چاہی تو بسوناٹی نے فوراً اپنے گھوڑے کو ایک طرف ہٹا لیا اور اس کا وار خالی گیا۔ اس کے ساتھ ہی بسوناٹی نے اس کے تلوار والے ہاتھ پر اپنی ڈھال دے ماری اور اس کی تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔

یسونتائی نے بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ اس کی کنپٹی کو نشانہ بناتے ہوئے اپنی ڈھا سے اس پر دوسرا وار کیا۔

اس کا مدمقابل گو تلوار کے زمین پر گر جانے کے باعث پریشان تھا اس کے باوجود ا نے یسونتائی کی بڑھتی ہوئی ڈھال کو اپنی ڈھال پر روک لیا تھا لیکن یسونتائی مزید تیزی سے ا ٹوٹ پڑا۔ اس نے اپنی ڈھال کے پیچھے ہی اپنی تلوار بھی اس پر برسا دی تھی جو مدمقابل [illegible] کر نکل گئی۔

وہ لہولہان ہو کر انتہائی بے بسی سے زمین پر آ رہا۔

یسونتائی اس کے گرتے ہی میدانِ جنگ سے باہر نکل گیا اور دونوں لشکروں میں اجتماعی جنگ کا آغاز ہو گیا۔

اپنی پوری تباہ کاریوں کے ساتھ یہ جنگ کافی دیر تک جاری رہی۔

ایسا لگتا تھا کہ کوہستانوں سے گھری ہوئی اس وادی کے اندر ایک طوفان اٹھ کھڑا ہو۔ مغربی ترک، الیغوری اور تائیجان قبائل اس انداز سے حملہ آور ہو رہے تھے گویا وہ چنگیز خان کے لشکر کو سیلابِ بلا کی طرح بہا لے جائیں گے۔

چنگیز خان کو اس دباؤ کے تحت بار بار پیچھے ہٹنا پڑتا تھا۔ اس طرح تھوڑا سا پیچھے ہٹ منگول دشمن کے دباؤ کو کم کر لیتے تھے۔

عین اسی وقت چنگیز خان کے بیٹے جوچی اور چغتائی، جو گھات میں بیٹھے ہوئے تھے، ا لشکر کے ساتھ دشمن کی پشت پر حملہ کر دیا۔ اب جنگ فیصلہ کن دور میں داخل ہو گئی اور چنگیز خا لشکر نے دو طرفہ قتلِ عام شروع کر دیا۔

چنگیز خان یہاں بھی فتح مند رہا۔

دشمن کے لشکریوں کی اکثریت تہ تیغ ہو گئی۔ بچنے والوں میں سے کچھ لوگ بمشکل فرار ہ اور باقی کو اسیر بنا لیا گیا۔

پھر اس وادی میں چنگیز خان ایک جگہ بیٹھ گیا۔ . . . اور قیدیوں کو اس کے سامنے پیش جانے لگا۔

ساتھ ہی اس نے اپنے لشکریوں کو حکم دے دیا تھا کہ اس جوان کو تلاش کریں جس نے شروع کی انفرادی جنگ میں تین منگولوں کو میدان کے اندر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

اس کے بعد وہ قیدی جو اس کے کام کے نہ تھے، موت کے گھاٹ اتار دیے گئے اور جو طاقتور، توانا اور اچھی قسم کے جنگجو تھے، انہیں اس نے اپنے لشکر میں شامل کر لیا۔

اب باقی صرف وہ چند اور چیدہ چیدہ سے لوگ رہ گئے تھے جو اس کے سامنے خصوصی طور پر پیش کیے جانے تھے۔ وہ مسلمان جوان جس نے انفرادی مقابلہ جیتا تھا، چنگیز خان کو نہ ملا۔ شاید وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اسی دوران چنگیز خان کے سامنے ایک الیغوری شخص کو پیش کیا گیا جو اپنی مٹھی میں سونے کی کوئی شے بڑی حفاظت سے دبائے ہوئے تھا۔

چنگیز خان نے اس سے پوچھا:

"یہ جو کچھ تو نے اپنی مٹھی میں چھپا رکھا ہے کیا یہ کوئی زیور ہے جو تو اس کی ایسی حفاظت کر رہا ہے کہ کوئی تجھ سے چھین نہ لے"۔

اس الیغوری نے کہا:

"اے خان! میں اس لشکر کے سالار کا خاص خدمت گار ہوں۔ میرے ہاتھ میں میرے آقا کی سونے کی مہر ہے اور جب وہ کوئی حکم جاری کرتا تھا تو یہ مہر اس پر ثبت کرتا تھا۔ میں نہیں جانتا میرا آقا زندہ ہے یا اس جنگ میں کام آ چکا ہے لیکن جب تک میں زندہ ہوں میں اس مہر کی حفاظت کروں گا کیونکہ یہ مجھے سونپی گئی تھی۔ اس کی حفاظت میرے ذمہ تھی اور میں اس کا امین ہوں لہٰذا میں اپنی زندگی کے آخری سانس تک اس کی حفاظت کروں گا ـــــ ہاں! اگر کوئی مجھے موت کے گھاٹ اتار کر یہ سلسلہ ختم کر دے تو اور بات ہے لیکن جب تک میری جان میں جان ہے میں اس کی ضرور حفاظت کروں گا"۔

چنگیز خان کچھ دیر سر جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر پوچھا:

"تیرا آقا اس مہر سے اور کیا کیا کام لیتا تھا؟"

اس البغوری نے جواب دیا:

"جب میرا آقا چاندی یا غلہ اکٹھا کرتا تو اس کام پر اپنے عوام اور اپنی رعایا میں سے کسی کو مقرر کرتا اور یہ کام کرنے کے لیے اسے میرے آقا کی طرف سے ایک تحریری حکم نامہ دیا جاتا تھا تاکہ ہر کوئی اٹھ کر یہ کام نہ شروع کر دے اور اس حکم نامہ پر یہ مُہر بھی ثبت ہوتی تھی تاکہ ہر کوئی ایسا حکم نامہ خود تیار کر کے لوگوں سے چاندی اور غلہ نہ وصول کرتا رہے۔ اس مُہر کی وجہ سے لوگ جان جاتے تھے کہ یہ اصل میں ایک شاہی فرمان ہے۔"

چنگیز خان نے کہا:

"تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا:

"آپ مجھے البغوری کہہ کر ہی پکار سکتے ہیں کیونکہ میرا آقا مجھے اسی نام سے پکارا کرتا تھا۔"

چنگیز خان نے کہا:

"تمہاری گفتگو اور اس مُہر کی یوں حفاظت اور نگرانی سے میں نے جانا ہے کہ تم اپنے آقا کے انتہائی وفادار اور مخلص ہو۔ اے البغوری! اب جبکہ تمہارا آقا شاید اس جنگ میں مارا جا چکا ہے اور یہ جو مُہر تمہارے ہاتھ میں ہے بیکار ہو چکی ہے تو کیا ان حالات میں تم میری ملازمت کرنا پسند کرو گے؟ اور کیا تم میرے ساتھ بھی ایسا ہی خلوص اور راز داری کا برتاؤ کر سکو گے جیسا کہ تم نے اپنے مرنے والے آقا کے ساتھ کیا ہے؟"

البغوری نے جواب دیا:

"اے خان! میں تمہاری خدمت کرنے کو تیار ہوں لیکن میں مسلمان ہوں اور کیا ایک مسلمان کی حیثیت سے آپ کے لشکر میں میری کوئی جگہ ہو گی۔ آپ جانتے ہوں گے کہ البغوری زبان بنیادی طور پہ ایک شامی زبان ہے۔ میں نسلاً ایک

عرب ہوں اور ملک شام میں رہتے ہوئے البغوری زبان پہ مکمل عبور حاصل کر چکا ہوں۔"

چنگیز خان نے کہا:

"اے البغوری! میرے لشکر میں مذہب کا تعصب نہیں ہے۔"

پھر اس نے اپنے قریب ہی کھڑے یسوتائی کی طرف اشارہ کیا اور کہا:

"تم ذرا اس جوان کی طرف دیکھو۔ یہ میرے عمدہ ترین اور صفِ اول کے سالاروں اور جنگجوؤں میں سے ایک ہے بلکہ ان میں سب سے اوپر ہے۔ یہ بھی مسلمان ہے اور عام مسلمان بھی نہیں بلکہ یہ پکا اور کٹر قسم کا مسلمان ہے اور اس کا باپ کرایت ترک تھا۔"

البغوری فوراً یسوتائی کی طرف متوجہ ہوا اور اس کی طرف بڑھا۔

یسوتائی نے بھی اس سے مصافحہ کرنے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ البغوری نے یسوتائی کا آگے بڑھا ہوا ہاتھ ایک طرف ہٹا دیا اور اس سے بغل گیر ہوتے ہوئے اس نے اس کے کان میں کہا:

"اے میرے عزیز! میں عربی، ترکی، البغوری اور کچھ دوسری زبانوں پر بھی مکمل عبور رکھتا ہوں۔ گو میں ایک اچھا سپاہی نہیں لیکن ایک عمدہ اور قابلِ بھروسہ مصاحب ضرور ثابت ہو سکتا ہوں۔ اے میرے عزیز! تم میرے بیٹوں کی طرح ہو اس لیے کہ عمر کے لحاظ سے میں اس وقت پچاس کے چکر میں ہوں گا۔ تم قابلِ تعریف ہو کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے تم نے منگولوں کے اندر اس قدر بلند اور رفیع مقام حاصل کیا ہے۔ تم سے صرف مصافحہ کر لینا زیادتی تھا اس لیے میں تم سے بغلگیر ہوا ہوں کہ اے میری قوم کے عظیم فرزند! منگولوں کے اندر رہ کر یہ مقام پانا کوئی آسان کام نہیں ہے لہٰذا تم قابلِ تحسین ہو اور قابلِ تکریم بھی!"

٭ ہیرالڈ لیم بھی اس البغوری کا تفصیل سے ذکر کرتا ہے۔

بسونتائی نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا :

"اے میرے بزرگ! منگولوں کے لشکر میں آپ جیسے مسلمان کو میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ میرا باپ فوت ہو چکا ہے۔ ماں اور بہن ایک حادثے کا شکار ہیں۔ ان کے بارے میں میں بعد میں آپ کو تفصیل سے بتاؤں گا۔ منگولوں کے لشکر میں اے میرے بزرگ! آپ کی آمد میرے لیے دلی سکون اور اطمینان کا باعث ہوگی"۔

البغوری نے بھرپور شفقت سے کہا :

"تو اے میرے بیٹے! پھر منگول لشکر میں میں تمہارے ہی ساتھ رہوں گا۔ اس طرح یقیناً میں منگولوں کے اندر خود کو اجنبی محسوس نہ کروں گا"۔

پھر ذرا رک کر اس نے کہا :

"اور سنو بیٹے! یہ تو میں بتا ہی چکا ہوں کہ میں عرب ہوں پر میرا نام حذیفہ بن محکم ہے لیکن مجھے عموماً البغوری کہہ کر ہی پکارا جاتا ہے اب میں تمہارے اس خان سے بات کرتا ہوں"۔

پھر اس نے چنگیز خان سے کہا :

"اے خان! میں آپ کی ملازمت کرنے پر بخوشی رضامند ہوں لیکن میری اس کے لیے آپ سے یہ گزارش ہے کہ آپ مجھے بسونتائی کے ساتھ رہنے کی اجازت دیں گے"۔

چنگیز خان نے جواب میں کہا :

"میں خوش ہوں کہ تم نے اپنی رہائش کے لیے بسونتائی کا انتخاب کیا۔ یقیناً تم بسونتائی کے ساتھ ہی رہو گے لیکن یہ تو کہو تم اپنے پرانے آقا کی اور کیا کیا خدمت کرتے رہے ہو؟"

حذیفہ بن محکم نے کہا :

"میں مُہریں بنانے اور گھوڑے داغنے کا فن بھی جانتا ہوں اور اپنے آقا کے لشکر میں جس قدر گھوڑے تھے انہیں میں ہی داغا کرتا تھا"۔

چنگیز خان نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا :

"گھوڑوں کو کس مقصد کے لیے داغا جاتا تھا؟"

حذیفہ بن محکم نے کہا :

"میرے آقا کی ایک اور لوہے کی مُہر تھی جسے گرم کر کے گھوڑوں کو داغا جاتا تھا اس مُہر سے یہ پتہ چلتا تھا کہ ان گھوڑوں کا تعلق کس لشکر سے ہے"۔

پھر البغوری نے اپنی پیٹھ پر لٹکتی ہوئی ایک خوبصورت اور آراستہ کی ہوئی دف گھما کر اس کے سامنے کی اور کہا :

"اس کے علاوہ میں ایک عمدہ گانے والا اور ایک کامیاب کھوجی بھی ہوں"۔

چنگیز خان نے کہا :

"اے البغوری! اب تم میرے لیے بے حد قیمتی ہو گئے ہو۔ تم میرے بیٹوں کو البغوری زبان اور کھوج لگانے کا فن سکھانا!"

پھر ذرا رک کر وہ مزید بولا :

"اور سنو البغوری! یہاں سے جانے کے بعد تم میرے لیے بھی دو مُہریں بنانا۔ ایک وہ جس سے گھوڑوں کو داغا جائے گا اور دوسری وہ مُہر جو میرے جاری کردہ احکامات پر ثبت کی جایا کرے گی۔ اور ہاں یہ بھی یاد رکھو کہ احکامات جاری کرنے والی مُہر پر لکھا جائے گا "آسمان پر خدا اور زمین پر خدا کی قوت۔ نوعِ انسان کے بادشاہ کی مُہر"۔

حذیفہ بن محکم نے کہا :

"میں آپ کے مسکن میں جا کر ایسی ہی مہریں آپ کو بنا دوں گا"۔

چنگیز خان نے پھر کہا :

"ذرا اپنی دف تارو اور مجھے گا کر سناؤ تا کہ میں جان سکوں کہ تم کیسا گاتے ہو۔ یہاں میرے سامنے بیٹھ جاؤ"۔

حذیفہ بن محکم چنگیز خان کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر اس نے دف بجانا شروع کی۔

اس کی انگلیاں انتہائی مہارت کے ساتھ دف پر برس رہی تھیں۔ پھر اس نے اپنی خوبصورت آواز میں گانا شروع کیا:

اللہ اللہ اللہ اللہ
اللہ اللہ اللہ اللہ

اللہ غفورٌ رحیم
اللہ شکورٌ کریم
اللہ کبیرٌ علیم
اللہ خبیرٌ عظیم
اللہ رقیبٌ حلیم
اللہ مجیبٌ حکیم

حذیفہ بن محکم تھوڑی دیر کے لیے رک گیا تاہم دف پر اس کے ہاتھ بدستور حرکت کر رہے تھے۔ ایک تو حذیفہ بن محکم کی آواز میں مٹھاس اور تراوت تھی اور اس پر اس کا خالص عربی لہجہ اور اس پر مستزاد اسمائے ربانی لحن کے ساتھ ادا کرنے کا اس کے انداز نے ایک سماں باندھ کر رکھ دیا۔ ہر طرف خاموشی اور سکوت بکھر گیا تھا اور اس کے سامنے بیٹھا ہوا یسوتائی گردن جھکائے ہوئے تھا اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

ایسا لگتا تھا کہ حذیفہ بن محکم کے اس الحان نے فضاؤں کے اندر رنگوں کی ایک طغیانی اور ان کے اندر خوشبو کا ایک سیل بھر کر رکھ دیا ہو۔ اس کے الحان نے لہو کے اندر ایک ابال اور دل کے اندر بحر کی سی بے قراری بھر دی تھی۔

حذیفہ بن محکم نے رک کر پھر گانا شروع کیا:

اللہ اللہ اللہ اللہ
اللہ اللہ اللہ اللہ

اللہ حفیظٌ حمید
اللہ عزیزٌ شہید

اللہ غنیٌ ودود
اللہ قویٌ مجید

اللہ اللہ اللہ اللہ
اللہ اللہ اللہ اللہ

اللہ جلیلٌ حمید
اللہ وکیلٌ معید
اللہ وسیعٌ رشید
اللہ سمیعٌ وحید

اللہ اللہ اللہ اللہ
اللہ اللہ اللہ اللہ

حذیفہ بن محکم نے گانا ختم کر دیا۔

اس کے دف پر حرکت کرتے ہوئے ہاتھ رک گئے۔

تب چنگیز خان نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے الغوری! گو میں نہیں جانتا کہ تو نے کیا کہا۔ کیا گایا کہ میں اس کا مطلب نہیں سمجھا لیکن پھر بھی اے الغوری! تیرا دف بجانے اور گانے کا انداز یقیناً میرے لیے مسحور کن تھا۔ تیری آواز میں سوز و خوش الحانی، کشش اور کھنچاؤ تھا۔ اب تم یسوتائی کے پاس بیٹھو کہ تم اس کے لشکر کے ایک فرد ہو۔ ابھی میں نے چند ایسے قیدیوں کا فیصلہ کرنا ہے۔ ان سے گفتگو کرنی ہے جن کے ساتھ برسوں سے میری دشمنی اور عداوت چل رہی ہے۔"

الغوری پیچھے ہٹ کر یسوتائی کے قریب بیٹھ گیا۔

اب چنگیز خان کے سامنے جاموقہ اور توقتا بیگ کو پیش کیا گیا۔

توقتا بیگ ان مکریت قبائل کا سردار تھا جو ایک بار چنگیز خان کی بیوی بورتائی کو اٹھا کر لے گئے تھے اور جاموقہ چنگیز خان کا رشتے کا ایک بھائی تھا۔

یہ دونوں ایک طویل عرصے تک طغرل کے پاس رہ کر چنگیز خان کے خلاف کام کرتے رہے اور طغرل کی شکست اور پھر خاتمے کے بعد یہ دونوں اپنی جانیں بچا کر مغرب کے بے دین ترکوں کی طرف بھاگ گئے تھے۔

ان دونوں کو جب چنگیز خان کے سامنے پیش کیا گیا تو ایک بار اس نے ان دونوں کی طرف غور سے دیکھا پھر اس نے توقتا بیگ سے کہا:

"اے توقتا بیگ! جو سزا میں جاموقہ کے لیے تجویز کروں گا وہی سزا تیری بھی ہو گی کہ تم دونوں کی میرے خلاف دشمنی اور عداوت کی مدت کافی طویل ہے۔"

اس کے بعد اس نے غور سے اور قہر بھری نظروں سے جاموقہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا:

"اے جاموقہ! تو نے میرا رشتے کا بھائی ہو کر میرے ساتھ ایسی سخت دشمنی کی۔ اب تو مجھے بتا کہ تو مجھ سے کس طرح کے سلوک کی توقع رکھتا ہے؟"

جاموقہ نے اس نازک اور خطرناک موقعے پر انتہائی جرأت اور بے باکی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے تموجن! میں تم سے ایسے ہی سلوک کی توقع رکھتا ہوں جیسا سلوک میں تم سے کرتا اگر تم گرفتار ہو کر میرے سامنے پیش کیے جاتے۔"

چنگیز خان جاموقہ کے اس جواب پہ دنگ سا رہ گیا تاہم وہ اپنی پریشانی پر فی الفور قابو پا گیا اور دوبارہ پوچھا:

"اگر میں گرفتار ہو کر تیرے سامنے لایا جاتا تو اس صورت میں تو میرے ساتھ کیا سلوک کرتا؟"

جاموقہ کی چھاتی اور تن گئی اور اس نے پھر ویسے ہی حوصلے اور ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

"اگر تم گرفتار ہو کر میرے سامنے آتے تو میں تجھے منگولوں کی قدیم روایت کے مطابق آہستہ آہستہ عذاب کی موت مارتا۔ یعنی اگر تو میرے سامنے لایا جاتا تو میں یکے بعد دیگرے تیرے جسم کے سارے اعضا کاٹ ڈالتا۔ یہ کاٹنے کا عمل میں تیری چھنگلیوں سے شروع کرتا اور اس کے بعد ایک جوڑ یومیہ کے حساب سے میں تجھے کاٹتا چلا جاتا اور یوں تو میرے ہاتھوں ذلت کی بدترین موت مارا جاتا۔"

چنگیز خان نے کہا:

"لیکن میں تجھے ایسی موت نہ ماروں گا کیونکہ میں نے اپنی قوم کے لیے ایک نیا دستور العمل یاسا کی صورت میں مرتب کر دیا ہے جس کے تحت ہم نے بیشتر قدیم روایات کا خاتمہ کر دیا ہے سوائے جاموقہ! میں تیرے لیے ان ہی نئی روایات کے مطابق سزا تجویز کروں گا اور تیرا یہ ساتھی اور مکریت قبیلوں کا سردار بھی اسی سزا کا مستحق ہوگا۔"

پھر ذرا رک کر اس نے کہا:

"دیکھ جاموقہ! اب ہماری نئی روایات میں کسی عالی نسب سردار کا خون بہانا روا نہیں ہے۔ اب ہم تیرے جیسے لوگوں کو یا تو ریشم کے پھندوں سے پھانسی دے دیتے ہیں یا تجھے اور توقتا بیگ جیسے غداروں کو بھاری سموروں کے درمیان دبا کر اس کا دم بند کر کے مار دیتے ہیں ـــ اور سن! یہاں میں ان بیابانوں کے اندر تجھے اور توقتا بیگ کو ریشمی پھندے سے گلا گھونٹ کر مار دوں گا۔"

اس معاملے میں چنگیز خان نے قطعاً کوئی تاخیر نہ کی اور جاموقہ کے علاوہ توقتا بیگ کا بھی اس نے گلا گھونٹ کر خاتمہ کر دیا۔

اس کے بعد وہ وہاں سے اپنے لشکر سمیت قراقورم کی طرف کوچ کر گیا۔

○

سہ پہر کے قریب جب چنگیز خان کا لشکر قراقورم پہنچا اور یسوتائی اپنے گھر کے اندر داخل ہوا تو بولائی نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔

بولائی کو مخاطب کرتے ہوئے یسوتائی نے پُرسکون مسکراہٹ سے کہا:

"اے عم بولائی! ان سے ملو۔ ان کا نام حذیفہ بن محکم ہے اور یہ مسلمان ہیں۔ یہ اس گھر میں تیرے ساتھ رہیں گے۔ چنگیز خان نے بعض غیر معمولی صفات کی بنا پر انہیں اپنے لشکر میں شامل کیا ہے اور یہ اپنے حالات تمہیں خود ہی تفصیل سے بتا دیں گے جبکہ راستے میں اپنے اور تمہارے حالات میں انہیں کھل کر سنا چکا ہوں ـــ اے عم بولائی! تم جیسے میرا خیال کرتے ہو ایسے ہی ان کی دیکھ بھال کرنا۔ میں خوش قسمت ہوں کہ ایک کے بجائے اب میرے دو عم ہو گئے ہیں"۔

بولائی خوشدلی سے مسکراتا ہوا آگے بڑھا اور البغوری سے گلے ملتے ہوئے اس نے کہا:

"اے میرے عزیز! میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ پہلے میں اور یسوتائی اس گھر کے صرف دو افراد تھے۔ میں خوش ہوں کہ اب ہم اس گھر کے تین افراد ہو گئے ہیں۔ یہ ہم پر اللہ کی رحمت اور اس کا کرم ہے"۔

یسوتائی نے کہا:

"اے عم بولائی! تم انہیں اندر لے چلو۔ میں دونوں گھوڑوں کو اصطبل میں باندھ کر ان کے چارے کا انتظام کرتا ہوں"۔

بولائی، حذیفہ بن محکم کا ہاتھ تھامے اُسے اندر لے گیا۔ یسوتائی دونوں گھوڑوں کو گھرے اور چھپر سے بنائے گئے اصطبل میں لایا۔ وہاں اس نے پہلے گھوڑوں کی زینیں اتار کر ایک طرف رکھیں۔ دونوں گھوڑوں کو اصطبل سے باہر بچھائی گئی ریت اور راکھ پر لٹا کر ان کی تھکاوٹ دور کرائی۔ تھوڑی دیر کے لیے اس نے دونوں کو کھریرا کیا۔ پھر ان کے سامنے چارہ ڈال کر اور اپنی چرمی خرجین کندھے پر لٹکائے گھر کے اندر داخل ہوا۔

البغوری اور بولائی دونوں مہمان خانے میں آتش دان کے پاس بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ یسوتائی نے کندھے سے لٹکتی خرجین اتار کر بولائی کے پاس

رکھتے ہوئے کہا:

"اے میرے عم مہربان! اس خرجین کے اندر وہ نقدی ہے جو اس جنگ میں حصہ لینے کی وجہ سے مجھے ملی ہے۔ یہ سنبھال لو"۔

بولائی نے خرجین لے لی۔ ساتھ ہی اس نے یسوتائی کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا:

"اے یسوتائی! میرے بیٹے! تمہارے بعد میں نے ایک بہت اہم فیصلہ کیا ہے۔ جس کا تعلق تمہاری ذات سے ہے اور اے میرے بیٹے! مجھے امید ہے کہ تم میرے اس فیصلے سے روگردانی نہ کرو گے"۔

یسوتائی نے حیرت اور تعجب سے بولائی کی طرف دیکھا۔ پھر پوچھا:

"آپ نے میرے متعلق کیسا اور کونسا فیصلہ کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں آپ نے میرے متعلق کچھ بہتر ہی سوچا ہوگا۔ پھر اے عم! میں کیوں تمہارے فیصلے سے روگردانی کرنے کی کوشش کروں گا"۔

بولائی نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

"تو پھر سنو! اب کی بار جب تم اپنی ماں اور بہن کے مجرموں کی طرف جاؤ تو مجھے بھی ساتھ لے کر جانا تاکہ میں ایک اہم کام کو انجام دے کر لوٹوں؟"

یسوتائی نے استفہامیہ انداز میں حیرت اور تعجب کے ملے جلے جذبات سے پوچھا:

"تمہیں ساتھ لے کر جاؤں؟ لیکن کیوں؟ ـــ اے میرے عم! اس مہم پر آپ کو ساتھ لے جانے سے میرے لیے مصائب اور مسائل میں اضافہ ہوگا۔ میں آپ کو سنبھالوں گا یا اپنے دشمنوں سے نمٹوں گا؟"

بولائی نے فی الفور کہا:

"تم اپنا کام کرنا میں اپنا کام کروں گا"۔

یسوتائی نے کہا:

"اے عم! آپ مجھے چکروں میں نہ ڈالیں۔ صاف بتائیں کہ آپ کا کیا کام ہوگا؟"

بولائی نے کہا:

"اے میرے بیٹے! آج تک تم مجھے زبانی ہی سنجار، نکدار اور ان کی بیٹی قرطبینہ سے متعلق حالات و واقعات سناتے رہے ہو لیکن میں اب ان حالات کو عملی صورت دینے کے لیے تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ میں تمہارے اس گھر کو آباد دیکھنا چاہتا ہوں بیٹے! میں سنجار اور نکدار سے تمہارے لیے قرطبینہ کو مانگوں گا اور مجھے امید ہے کہ وہ لوگ انکار نہ کریں گے۔"

بسوناٹی کی گردن جھک گئی اور وہ سوچنے لگا۔

بولائی نے پھر کہا:

"دیکھو بیٹے! اب تم انکار نہ کر دینا۔"

بسوناٹی نے کہا:

"اے عم! میں انکار نہ کروں گا۔ میں آپ کے سامنے جھوٹ اور غلط بیانی سے کام نہ لوں گا۔ مجھے معلوم نہیں قرطبینہ کے دل میں میرے لیے کیا جذبات ہیں لیکن میں اسے پسند کرتا ہوں۔ وہ ایک اچھی اور دانش مند لڑکی ہے۔"

بولائی مسکرا کر بولا:

"بس اب میرا مسئلہ حل ہو گیا۔ اب تم دونوں بیٹھ کر باتیں کرو۔ میں ذرا دیر میں کھانا تیار کر لوں"۔

بسوناٹی الیغوری کے پاس بیٹھا رہ گیا جبکہ بولائی کھانا بنانے چلا گیا۔

چنگیز خاں جس وقت اپنے مہمان خانے میں اپنے بھائیوں، بیٹوں اور ساتھیوں کے ساتھ مغربی ترکوں اور الیغوریوں کے ساتھ گزشتہ جنگ پہ تبصرہ کر رہا تھا کہ مہمان خانے میں میولی داخل ہوا۔

وہ سیدھا آ کر چنگیز خان کے سامنے بیٹھ گیا۔

اس کے آنے کی وجہ سے گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور کمرے پہ سکوت طاری ہو گیا۔

میولی نے اس خاموشی سے فائدہ اٹھایا اور چنگیز خان کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا:

"اے خان! میں آج اپنی زندگی کی آخری خواہش آپ سے کہنے آیا ہوں، اس امید کے ساتھ کہ آپ اسے ردّ نہ کریں گے۔"

چنگیز خان نے اس کی طرف دھیمی مسکراہٹ مگر تجسس بھری نظروں سے دیکھا اور پوچھا:

"اے میولی! میرے پرانے رفیق!! میرے باپ کے قابلِ اعتماد ساتھی!!! تیری ایسی کون سی خواہش ہے جسے تو آخری خواہش کا نام دے رہا ہے۔ بے جھجک ہو کر کہہ اور اطمینان رکھ۔ اگر وہ میرے بس میں ہوئی اور اس قابل ہوئی کہ اسے پورا کر دیا جائے تو میں ضرور اسے پورا کروں گا۔ کیونکہ تم اور تمہارا بیٹا مقولی دونوں ہی میرے لیے قابلِ عزت ہو!"

میولی نے کہا:

"اے خان! یہ خواہش بھی ایسی ہی ہے کہ جس سے میرا اور میرے بیٹے دونوں کا تعلق ہے۔ اے خان! یہ طے شدہ امر ہے کہ میرا بیٹا مقولی ایک بار بسوناٹی سے مقابلے میں ہار چکا ہے لیکن اے خان! وہ مقابلہ اچانک رونما ہونے والے حالات کی بنا پہ ہوا تھا۔ اس میں ایک لڑکی کا مسئلہ حائل تھا جس کی وجہ سے جوش و غضب میں آ کر بسوناٹی یہ مقابلہ جیت گیا تھا کیونکہ وہ لڑکی اس کی ہم مذہب تھی۔ پھر بسوناٹی پہلے سے اس لڑکی کو جانتا تھا لہٰذا اس موقع پر اس لڑکی کی وجہ سے اس پہ ایک مذہبی جنون طاری ہو گیا تھا اور اسی مذہبی جنون کی کیفیت میں بسوناٹی یہ مقابلہ جیت گیا تھا۔"

قبل اس کے کہ چنگیز خان جواب میں میولی سے کچھ کہتا، تموجن نے غصے اور خفگی کی حالت میں سوالیہ نشان بن کر پوچھا:

"اور اگر اس بار بھی بیسوتائی نے یہ مقابلہ جیت لیا پھر اس کے متعلق تمہارے کیا تاثرات ہوں گے؟"

میولی نے جواب دیا:

"اگر بیسوتائی بھرے میدان میں اس بار بھی یہ مقابلہ جیت گیا تو وہ فاتح اور مقولی مفتوح ——— لیکن اگر میرے بیٹے نے یہ مقابلہ جیت لیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ اور بیسوتائی برابر ہو گئے ہیں۔ اس صورت میں ایک تیسرا مقابلہ ہو گا اور دونوں میں سے جو بھی یہ تیسرا مقابلہ جیتے گا وہ فاتح ہو گا ——— اے خان! انکار نہ کرنا۔ اس مقابلے کا انعقاد آپ کے بس میں بھی ہے اور میری خواہش قابلِ عمل بھی ہے۔"

چنگیز خان مسکرا دیا اور کہا:

"میں جانتا ہوں یہ تیری دیرینہ خواہش ہے کہ بیسوتائی کے مقابلے میں اپنے بیٹے مقولی کو سرفراز دیکھے۔ تو پھر سنو! کل یہ مقابلہ ہو گا اور اے میولی! اگر بیسوتائی جیت گیا تو مقابلہ فیصلہ کن اور اگر مقولی جیتا تو پھر ایک تیسرا مقابلہ ہو گا۔ میں نے اس بنا پر اس مقابلے کے لیے ہاں کی ہے تاکہ لوگ اس مقابلے سے محظوظ ہوں میں پہلے ان دونوں کا مقابلہ کرانے ہوئے اس وجہ سے انکار کر دیتا تھا کہ میرے دل میں ایک خدشہ رہتا تھا کہ نہ جانے کون یہ مقابلہ جیت کر میری نگاہوں میں فراز ہو گا اور کون اس سے کمتر ہو جائے گا۔ اب جبکہ بیسوتائی غالب آ کر میرے دل میں ایک مقام بنا چکا ہے تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس کے اور چھپے ہوئے جوہر دیکھوں۔"

میولی نے کہا:

"میں نے بھی آپ سے اس مقابلے کی التماس اسی بنا پر کی ہے کہ مقولی اس مقابلے کی خوب تیاری کر رہا ہے اور وہ اس کے لیے بے حد بے چین تھا کہ کم از کم ایک بار پھر اسے بیسوتائی سے پنجہ کشی کا موقع ضرور ملے۔ اے خان! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے میری خواہش کا احترام کیا۔"

اس موقع پر تموجن نے غراتے ہوئے کہا:

"اے میولی! یہ یاد رکھنا کہ اگر اس مقابلے میں کسی نے بیسوتائی کے ساتھ کوئی شرارت کرنے کی کوشش کی تو میں، تموجن اس کا خون کر دوں گا۔"

میولی نے اٹھ کر باہر کا رخ کرتے ہوئے کہا:

"مقابلہ انصاف سے ہو گا!"

یسوتائی اور مقولی کے مقابلے کا اہتمام ایک کھلے اور وسیع میدان کے اندر کیا گیا تھا جس کے پہلے سے مٹی کی ایک شہ نشین بنی ہوئی تھی۔

میدان کے اندر منگول، کرایت، ترک، مکریت، تاتاری، الوس، تابجوت اور دیگر قبائل لوگ بھاگ بھاگ کر جمع ہو رہے تھے۔ ان کے نزدیک بیسوتائی اور مقولی کا یہ مقابلہ بہت زیادہ اہمیت رکھتا تھا کیونکہ یہ دونوں چنگیز خان کے چہیتی کے اد خونوں میں سے تھے اور لوگ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کون فراز ہوتا ہے۔ چنگیز خان اپنے بھائیوں اور بیٹوں کے ہمراہ اس شہ نشین پہ براجمان ہو چکا تھا۔

اس کے ایک طرف میولی، مقولی اور ان کے کچھ رفقا بیٹھے ہوئے تھے جبکہ دوسری طرف تموجن کے پاس بیسوتائی، حذیفہ بن محکم اور بولائی بیٹھے ہوئے تھے۔

چنگیز خان خاموش تھا

وہ ابھی تک میدان میں جمع ہونے والے لوگوں کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ جو لوگ میدان کے اندر آ کر بیٹھ چکے تھے وہ بے چینی سے شہ نشین کی طرف دیکھ رہے تھے۔ شاید وہ اس بات کے منتظر تھے کہ اس مقابلے کو اب جلد شروع کرایا جائے۔

جب چنگیز خان نے دیکھا کہ اب صرف اکا دکا آدمی ہی آ کر میدان میں بیٹھ رہے ہیں تو اس نے اپنے دائیں جانب بیٹھے بیسوتائی اور مقولی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"بیسوتائی اور مقولی! تم دونوں میری بات غور سے سنو! یہ امر طے شدہ ہے

کہ تم دونوں ہی مجھے عزیز ہو۔ دونوں ہی کی مجھے ضرورت ہے کہ میدانِ جنگ میں تم دونوں ہمیشہ میرا دایاں اور بایاں بازو بن کر رہے ہو۔ اے مقولی! یہ معاملہ تیری اور تیرے باپ میولی کی خواہش پر کرایا جا رہا ہے حالانکہ اس سے قبل بیسوتائی ایک مرتبہ کھلے میدان میں تمہیں زیر کر چکا ہے۔ یہ اس کی فراخدلی جرأتمندی اور بے باکی ہے کہ وہ دوبارہ تم سے مقابلے کے لیے تیار ہو گیا ہے۔ ورنہ کوئی اسے اس پہ مجبور نہ کر سکتا تھا۔ سنو! جیسا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ مجھے بحیثیت سالارِ اعظم تم دونوں ہی کی اپنے لشکر میں ضرورت ہے لہٰذا اس مقابلے کے دوران دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کو زخمی کرنے کی کوشش نہ کرے گا ——— اور اگر کسی نے ایسا کیا تو جان لو کہ وہ تموچن کے غضب اور قہر اور عذاب کو آواز دے گا۔ اور سنو! تم دونوں کے مابین جو پہلا مقابلہ ہوا تھا وہ اچانک رونما ہو جانے والے ایک حادثے کی بنا پر تھا۔ اس مقابلے کا ہماری طرف سے قبل از وقت کوئی اعلان اور انتظام و انصرام نہ تھا ——— لیکن ——— یہ مقابلہ ایک باقاعدہ اہتمام اور ضابطے کے تحت کرایا جا رہا ہے لہٰذا جو بھی یہ مقابلہ جیتے گا اسے میری طرف سے ایک بھاری رقم انعام میں دی جائے گی اور یہ رقم اس قدر ہو گی کہ اتنی بڑی رقم پہلے کسی اور کو انعام میں نہ ملی ہو گی ——— اب تم دونوں میدان میں اترو کہ لوگ اس مقابلے کے شروع ہونے کا بے چینی اور بے تابی سے انتظار کر رہے ہیں لیکن جو کچھ میں نے سمجھایا ہے اس پہ سختی سے عمل ہو گا۔"

چنگیز خان خاموش ہو گیا۔

بیسوتائی اور مقولی دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور نشستوں سے اتر کر میدان کی طرف بڑھے ان دونوں کے پیچھے ہی تموجا اور ملکوقی بھی میدان میں اترے۔ ان کے ساتھ ایک قوی ہیکل جوان جس نے تانبے کا ایک بڑا طشت اٹھا رکھا تھا اور اس طشت کے اندر وہ ہتھیار تھے جن سے بیسوتائی اور مقولی نے ایک دوسرے کا مقابلہ کرنا تھا جبکہ بیسوتائی اور مقولی دونوں پہلے ہی سے اپنے جسموں پہ زرہ اور سروں پہ خود پہنے ہوئے تھے۔

تموجا اور ملکوقی نے بیسوتائی اور مقولی کو پہلے ایک دوسرے سے ذرا دور ہٹا کر کھڑا کر دیا۔ پھر دونوں کو انھوں نے تلواریں اور ڈھالیں مہیا کر دیں۔ اس کے بعد تموجا نے دونوں کو مخاطب کر کے بلند آواز میں کہا:

"میرے اور ملکوقی کے اس میدان سے نکل جانے کے بعد جب چنگیز خان اپنا ہاتھ فضا کے اندر بلند کرے گا تب تم یہ مقابلہ شروع کرو گے۔"

پھر تموجا اور ملکوقی میدان سے باہر نکل گئے۔ بیسوتائی نے اس موقع پہ آسمان کی طرف دیکھا اور انتہائی عاجزی سے بولا:

"اے خداوندِ ارض و سما!

یہ دنیاوی دستور اور ضابطے تیرے قوانین کے سامنے ہیچ و پست ہیں۔ اس کارگاہِ ربط و علائق میں میرے اللہ! تو ہی واحد کارساز ہے۔ اس مقابلے میں میری مدد فرما جس طرح تو شب کے باطن سے صبح کی روشنیوں کو نمودار کرتا ہے۔ جس طرح تو صحراؤں کے اندر محوِ پرواز پرندوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ جس طرح تو میرے اللہ! ویرانیوں کے اندر سسکتی ہواؤں اور ان کے رخ کا تعین کرتا ہے۔ اے اللہ! تو اس ساری کائنات میں واحد اور خداوندِ بیدار ہے۔ مجھے سرفراز کر کہ تو بے نوا اور خستہ حالوں کو غنی و خوش حال اور خاکساروں کو فوز مند کر دیتا ہے ———

اے پروردگار! جس طرح تو صبح کی گود سے سورج کو نمودار کر کے مریمِ شب کی تاریکیوں کو روشن اور منور کر دیتا ہے۔ ایسے میں میرے مولا! میری بھی مدد اور اعانت فرما!"

بیسوتائی کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

کیونکہ اس نے دیکھا تموجا اور ملکوقی کے میدان سے نکل جانے کے بعد چنگیز خان نے اپنا ہاتھ فضا کے اندر بلند کر کے مقابلہ شروع کرنے کا اشارہ کر دیا تھا۔

دو ازلی دشمنوں اور جنگل کے دو بھوکے اور شکار کے متلاشی درندوں کی طرح بیسوتائی اور مقولی ایک دوسرے کی طرف بڑھے۔ قریب آ کر دونوں ایک دوسرے پہ ٹوٹ پڑے۔

مقولی بڑی تیزی اور پھرتی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ شاید وہ اپنی سابقہ شکست کو تبدیلِ فتح کر دینے

کے درپے تھا لیکن بیسوناٹی کے حملوں میں ایک بالغانہ ٹھہراؤ اور ایک مدبرانہ پختگی تھی۔ وہ مقولی کے تیز حملوں کو روکنے کے علاوہ کبھی کبھی جارحیت کا مظاہرہ بھی کر جاتا تھا۔ مقولی کافی دیر تک اسی رفتار سے مقابلہ کرتا رہا جو رفتار اس نے ابتدا میں رکھی تھی۔ لگتا تھا اس مقابلے کے لیے اس نے تجربہ کی ہے اور اسی لیے شاید وہ ابھی تک تازہ دم اور تیز رو تھا۔

پر اب بیسوناٹی بھی آہستہ آہستہ بے جھجک و بے دانگ ہونے لگا تھا۔ اس کی تیغِ بے کار مرصع کاری پہ اتر آئی تھی۔ پھر مقولی کی ساری تیزی، ساری پھرتی و عیاری سوکھے دل کی مانند ہونے لگی تھی اس لیے کہ بیسوناٹی کے مستور و سربستہ جذبے عیاں ہو گئے تھے۔ وہ موجوں کی مانند بے زار اور بحرِ قہر کی طرح شوریدہ و جنوں خیز ہو گیا تھا۔ اب اس کے جان لیوا اور بھیانک در پہ افتاد حملوں کے سامنے مقولی بے سکون ہو گیا تھا۔

مقولی کی حالت اس ریتلے اور پُر ہول صحرا کی سی ہو گئی تھی جو ہریالی کو ترس گیا ہو۔ بیسوناٹی نے اس کی ہر سعی و ادراک کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر رکھ دیا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا کہ بیسوناٹی نے اسے آلائشِ دہر، آتشِ تر اور دنیا بھر کی آشوب و آزمائش میں ڈال کر رکھ دیا ہو۔

بیسوناٹی اپنے سامنے مقولی کو بری طرح سے ہانکتا ہوا شہ نشین کے پاس عین میولی کے سامنے لایا۔ پھر اس نے اپنی شعلوں کی طرح چمکتی اور گرج جیسی وزنی آواز میں زور سے پکارا:

"اللہ اکبر !"

ساتھ ہی اس نے کہا:

"سنبھل مقولی!"

اور مقولی نے جو گھبرا کر اس کی بلند ہو کر گرتی تلوار کے سامنے اپنی ڈھال کی تو بیسوناٹی نے اس کی کنپٹی پر اس زور سے اپنی ڈھال ماری کہ مقولی اچھل کر شہ نشین پر اپنے باپ کے قدموں میں جا گرا۔ بیسوناٹی نے ہاتھ بڑھا کر اس سے اس کی تلوار اور ڈھال دونوں ہی چھین لیں۔ پھر اپنی اور اس کی تلوار اور ڈھال اس نے چنگیز خان کے پاؤں کے پاس پھینکتے ہوئے کہا:

"اے آقا! یہ مقابلہ تمام ہوا۔ قسم مجھے اپنے اس رب کی! جو دلوں کے بھید جانتا ہے اور جو سب کے ماضی اور حال تمام کا علم رکھنے والا ہے۔ میں اس مقابلے کو بہت پہلے بھی ختم کر سکتا تھا لیکن ایسا کر کے میں مقولی کی دل شکنی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ مقولی اور اس کا باپ میولی یہ خواہش اور آرزو رکھتے ہیں کہ ایک بار میں ان کے سامنے شکست خوردہ ہو جاؤں ——— لیکن اے خان! مقولی پھر بھی میرے لشکر کا ایک اہم رکن اور معزز ارغون ہے اور میرا بہترین ساتھی ہے اس لیے میں اس کی دل شکنی نہیں چاہتا مگر اے آقا! اگر اس مقابلے میں بھی اُس کی اور میولی کی تسلّی نہ ہوئی ہو اور انہوں نے میرے ساتھ ایک اور مقابلے کا اہتمام کرنے کی کوشش کی تو پھر میں مقابلے کو اس کا اصل روپ دوں گا کہ مقولی کا کوئی حصۂ بدن کاٹ کر یہ بات ثابت کر دوں گا کہ وہ اس قابل نہیں ہے کہ کسی میدان میں مجھے للکار سکے ——— اے آقا! ان دونوں سے پوچھ لے کہ کیا یہ اس مقابلے سے مطمئن ہیں؟"

بیسوناٹی ذرا رک کر پھر بولا:

"اور اس موقع پر میں یہ بھی بتا دوں کہ میولی اور مقولی دونوں ہی میرے خلاف حسد اور بغض رکھتے ہیں۔ میولی اس بنا پہ کہ وہ میرے شیر دل باپ سے ہارا تھا اور مقولی اس وجہ سے کہ یہ مجھ سے ہارا ہے۔"

چنگیز خان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر اس نے مقولی سے پوچھا:

"اے مقولی! تُو اس مقابلے کے نتائج سے مطمئن ہے یا پھر ہتھیار اٹھا کر اس مقابلے کو جاری رکھنا چاہتا ہے؟"

مقولی اٹھا اور اس نے فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

"اے خان! میں تسلیم کرتا ہوں کہ بیسوناٹی مجھ سے زبردست اور طاقتور ہے۔ میں اپنے پہلے مقابلے میں ہی اس کی برتری تسلیم کر چکا تھا اور دوبارہ اس سے مقابلہ نہ چاہتا تھا۔ پر اے خان! یہ میرے باپ کی خواہش تھی جس کے تحت مجھے مجبوراً یہ مقابلہ کرنا پڑا۔ اے خان! میں اب بیسوناٹی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ قسم جاودانی نیلے آسمان کی! میں اس قابل ہوں کہ بیسوناٹی کا شاگرد اور اس کا ماتحت بن کر رہوں۔

بیسوناٹی یہ مقابلہ جیت چکا ہے۔ میرے باپ نے اگر پھر کبھی مجھے اُس کے ساتھ مقابلہ کرنے کو کہا تو میں اپنے باپ کے خلاف بغاوت و سرکشی کروں گا“۔

چنگیز خان نے اب میولی سے پوچھا:

”اور میولی! تم اس مقابلے سے متعلق کیا کہتے ہو؟“

میولی نے جواب دیا:

”اے خان! میں بھی اس مقابلے سے مطمئن ہوں۔ میں جان گیا ہوں کہ منگول کبھی بھی بیسوناٹی پر حاوی نہیں ہو سکتا“۔

چنگیز خان مسکرا دیا۔

پھر اس نے بیسوناٹی کو گلے لگا کر اس مقابلے کی فتح مندی پر مبارک باد دی۔ اس کے بعد تموجن، بولاٹی، حذیفہ بن محکم، ملکوتی، قنسار اور چنگیز خان کے بیٹوں اور بہت سے دوسرے لوگوں نے بھی اسے مبارک باد دی۔ پھر وہ میدان خالی ہونے لگا اور لوگ اپنے گھروں کو چل دیے۔

شام کے بے انت اندھیرے پھیل چکے تھے۔

برفانی ہوائیں، ظلمتوں کے بھنور بناتی ہوئی لوگوں کے دروازوں پر دستک دے رہی تھیں۔ سنجار، قرطبینہ اور تکدار اپنے گھر کے مہمان خانے میں بیٹھے ہوئے تھے۔

تکدار ایک طرف کچی مٹی کا بنا ہوا چولھا رکھ کر کھانا تیار کر رہی تھی جبکہ سنجار اور قرطبینہ آتشدان کے پاس بیٹھے تھے۔

کمرے میں خاموشی طاری تھی۔

اچانک سنجار نے قرطبینہ کو مخاطب کر کے کہا:

”قرطبینہ! میری بیٹی!! پہلے تو باہر بڑی تیز ہوا چل رہی تھی لیکن اب ایسا لگتا ہے کہ ہوا میں کچھ نرمی آ گئی ہے یا تھم گئی ہے۔ ذرا باہر نکل کر دیکھو تو“

قرطبینہ اٹھ کر باہر نکل گئی۔

اس پر کھانا تیار کرتی ہوئی تکدار نے کہا:

”اگر برف باری شروع ہو گئی تو پھر کئی روز تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اور ہماری دکان کی آمدنی نہ ہونے کے برابر ہو جائے گی کیونکہ اس برفانی موسم میں کو مسافر یا

کارواں تجارتی سفر نہ کرے گا اور جب کوئی آئے گا ہی نہیں تو پھر دکان سے گھوڑوں کی نعل بندی کرانے کون آئے گا؟"

سنجار نے اسے تسلی دینے کے انداز میں کہا:

"تم ان حالات سے غمگین اور فکرمند نہ ہو جایا کرو۔ رازق میرا اللہ ہے۔ وہی سب کی روزی رزق کا سامان کرتا ہے۔ ہماری روزی اور رزق کا بھی وہ سامان کرے گا ـــــ !"

اتنے میں قرطبینہ دوبارہ اندر آئی اور سنجار کو مخاطب کر کے بولی:

"بابا! تمہارا اندازہ درست ہے۔ باہر تو ہوا بند ہے اور برف باری شروع ہو گئی ہے ـــــ"

پھر اس نے تکدار سے کہا:

"ماں! جلدی کرو ناں! کتنی دیر ہے ابھی۔ مجھے سخت بھوک لگی ہوئی ہے"۔

تکدار نے محبت اور چاہت سے بھرپور آواز میں کہا:

"اے میری بچی! بس تھوڑی دیر اور صبر کرو۔ پھر اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں"۔

سنجار کو اچانک کوئی خیال آیا اور دونوں ماں بیٹی کو مخاطب کر کے اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا:

"کافی دن ہو گئے ہیں بسوتائی ادھر پلٹا ہی نہیں۔ نہ جانے کدھر چلا گیا ہے۔ میں اس سے متعلق فکرمند ہوں۔ اس دن جب وہ ایصان کے ایک بیٹے کا خاتمہ کر کے اور بیطام کو اپنے ساتھ اٹھا کر لے گیا تھا۔ اور پھر قرطبینہ! اے میری بیٹی!! تمہاری سہیلی اور ایصان کی بیٹی نیاہ نے بھی تو بتایا تھا کہ اس کے بھائیوں نے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر اس جوان کا پیچھا کیا تھا جو اس کے بھائی کو قتل کر کے بیطام کو اٹھا کر لے گیا تھا۔ یہ بھی اچھا ہی ہے کہ نیاہ کو خبر نہیں کہ اس کے بھائی کو مارنے اور بیطام کو اٹھا لے جانے والا کون ہے ـــــ لیکن میں بڑا فکرمند ہوں بیٹی! نہ جانے اس کا تعاقب کرنے کا نتیجہ کیا نکلا؟ کہیں انہوں نے بسوتائی کو جا نہ لیا ہو اور اسے کوئی

نقصان نہ پہنچا دیا ہو۔ میں کئی دنوں سے ان ہی اوہام میں مبتلا ہوں اور اسی بنا پر میں اس سے متعلق پریشان اور فکرمند ہوں۔ اے میری بیٹی! میں بسوتائی کو اپنی ذات کا ایک حصہ اور اپنے گھر کا ایک فرد سمجھنے لگا ہوں۔ وہ جب یہاں آتا ہے تو مجھے سکون ملتا ہے اور اس کی یہاں موجودگی ہمارے لیے ایک تحفظ کا باعث بھی بنتی ہے"۔

سنجار چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گیا۔ اس دوران تکدار کھانا تیار ہو چکی تھی (sic)

سنجار نے تکدار کو ذرا دیر بعد مخاطب کر کے کہا:

"تکدار! تم بھی ذرا یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو۔ کھانے سے قبل میں تم دونوں ماں بیٹی سے ایک اہم مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں"۔

تکدار سنجار کے سامنے اور قرطبینہ کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی:

"میں بھی کئی روز سے ایک بات تم سے کہنے کا ارادہ کر رہی تھی۔ پر اب تم اپنی بات کر لو۔ اس کے بعد ہی میں تم سے کہوں گی"۔

سنجار نے بڑی فراخدلی سے کہا:

"اگر تم سمجھتی ہو کہ تمہاری بات زیادہ اہم ہے تو تم ہی پہلے کہہ لو"۔

تکدار نے کہا:

"نہیں۔ تم اپنی بات جاری رکھو"۔

سنجار نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

"تو پھر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں قرطبینہ کو بسوتائی سے بیاہ دینے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ میرا اپنا خیال ہے کہ مجھے میری بیٹی کے لیے بسوتائی سے بہتر کوئی اور زندگی کا ساتھی نہیں مل سکتا۔ وہ امن و تحفظ کا سفیر اور بے غبار و پُرخلوص نوجوان ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ آندھیوں کے زور جیسا طاقتور اور وقت کے بدترین سیلابوں کی طرح پُرقوت ہے۔ گو اس نے آج تک قرطبینہ کے سلسلے میں کبھی مجھ سے بات نہیں کی پھر بھی میں اس کے سلوک اور اس کی عام گفتگو سے اندازہ لگا چکا

ہوں کہ وہ قرطبینہ کو پسند کرتا ہے۔ گو اس کے ہم پر اس قدر احسانات ہیں کہ وہ بڑی بے باکی سے قرطبینہ کو ہم سے مانگ سکتا تھا لیکن وہ ایسی باتوں میں بے باک نہیں ہے اور پھر بد قسمتی یہ کہ اس کے گھر کا کوئی اور فرد بھی نہیں جس کے ذریعے سے وہ ہمیں ایسا کہلواتے اور اس بات کو کم از کم آگے بڑھانے کی کوشش کرے۔ اس لیے میں اس معاملے کو بڑھانے کے لیے خود اپنی طرف سے ہی ابتدا کر رہا ہوں اب تم ماں بیٹی کہو اس موضوع پر کیا کہتی ہو؟"

قرطبینہ فوراً اٹھی اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی وہ ساتھ والے کمرے میں چلی گئی۔

نکدار نے کہا:

"جو بات میں آپ سے کہنا چاہتی تھی وہ آپ نے خود ہی کہہ دی ہے۔ اب میں آپ سے کیا کہوں۔"

سنجار نے گہری مسکراہٹ سے پوچھا:

"تو گویا تم بھی یہی کہنا چاہتی تھیں کہ ہمیں بسوتائی کو اپنی قرطبینہ کی زندگی کا ساتھی بنا دینا چاہیے۔"

نکدار نے کہا:

"ایسا صرف میں ہی نہیں چاہتی بلکہ یہ اپنی قرطبینہ کی بھی خواہش ہے۔ وہ بھی یسوتائی کو پسند کرتی ہے لیکن اس نے کبھی اس کا اظہار نہیں کیا۔ چونکہ مجھے شک ہو گیا تھا اس لیے میں نے ایک روز باتوں باتوں میں اس سے پوچھ لیا کہ کیا وہ یسوتائی کو پسند کرتی ہے؟ تب اس نے میرے سامنے بسوتائی سے محبت کا معاملہ تسلیم کر لیا۔ میں نے تو یہ تک ارادہ کر لیا تھا کہ کسی روز شاہراہ ریشم پر مغرب کی جانب جانے والا کوئی کارواں مل گیا تو میں آپ اور قرطبینہ اس کے ساتھ روانہ ہو جائیں اور بسوتائی کے پاس جائیں گے اور خود اس سے بات کریں گے۔ میں اپنی بیٹی کی خوشی کے لیے ایسا کرنے کو تیار تھی۔"

پھر ذرا رک کر اس نے کہا:

"اور پھر اے قرطبینہ کے باپ! بسوتائی کے نہ جانے کیا حالات ہوں اور وہ کب اس طرف آئے!"

سنجار نے کہا:

"میں مکمل طور پر تم سے اتفاق کرتا ہوں۔ کسی روز ہم ضرور اس کی طرف جائیں گے۔ پر اس وقت آؤ کھانا کھائیں۔ قرطبینہ کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی اور وہ ہماری باتوں کی وجہ سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی ہے۔"

پھر سنجار زور زور سے پکارنے لگا:

"قرطبینہ! قرطبینہ!! کہاں ہو میری بیٹی!!! آؤ کھانا کھائیں۔"

قرطبینہ ساتھ والے کمرے سے نمودار ہوئی اور ابھی آ کر نکدار کے پاس بیٹھی ہی تھی کہ بیرونی دروازے پر زور سے کسی نے دستک دی۔

سنجار چونک پڑا۔

"باہر برف باری ہو رہی ہے اور اس موسم میں ہمارے دروازے پر کون دستک دے سکتا ہے۔ بہرحال میں دیکھتا ہوں کون ہے؟"

قرطبینہ بھی کھڑی ہو گئی:

"بابا! میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔ ہماری کسی سے دشمنی تو نہیں ہے پھر بھی مجھے ڈر لگتا ہے کہ کوئی ایسا آدمی ہی نہ ہو جو اس برف باری میں آپ کو نقصان پہنچا کر بھاگ جائے اور پھر ہمارا کوئی ایسا عزیز و رشتے دار بھی نہیں جو اس برف باری میں ہماری طرف آئے!"

سنجار نے پیار سے کہا:

"اے میری بیٹی! تو غلط سوچیں کیوں سوچتی ہے۔ اس اندھیری رات اور برف باری میں دستک دینے والا یسوتائی بھی تو ہو سکتا ہے۔"

قرطبینہ نے دبی دبی مسکراہٹ اور چھپی چھپی سی خوشی سے کہا:

"اس برف باری میں وہ ادھر کیا کرنے آئیں گے اور اگر وہ آئیں گے تو

ان حالات میں وہ رات سرائے میں بسر کرتے نہ کہ ادھر آتے کیونکہ میں نے اندازہ لگا رکھا ہے کہ وہ کسی کے لیے زحمت نہیں بنتے!"

سنجار نے پیار سے فرطبینہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

"تم فکرمند کیوں ہوتی ہو بیٹی! آؤ دیکھ لیتے ہیں کون ہے۔ رات کے اس پہر ہم سے کوئی کیا لینے آئے گا۔"

اسی لمحے دروازے پر پھر زور سے دستک ہوئی۔

سنجار اور فرطبینہ جوتے پہن کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھے۔ نکدا رحی ان کے پیچھے ہو لی تھی۔

دروازے کے قریب جا کر سنجار نے پٹ کھولنے سے قبل خاصی بلند آواز میں پوچھا:

"کون ہے؟"

باہر سے کسی نے جواب دیا:

"دروازہ کھولو۔ میں بیسونائی کا چچا بولائی ہوں۔"

سنجار نے فوراً دروازہ کھول دیا۔

فرطبینہ کو امید تھی کہ بولائی کے ساتھ بیسونائی بھی ہو گا لہٰذا اس کے ہونٹوں پر خوش رنگ مسکراہٹ اور اس کے عارضوں پر پھولتی شفق جیسے سمے اور آنکھوں میں حسین و رنگین تصورات کی جل پریاں ناچ اٹھیں لیکن جب دروازہ کھلا اور اس نے دیکھا کہ وہاں اکیلا بولائی ہی کھڑا تھا تو وہ جنگل جنگل بھٹکتے مسافر جیسی ویران اور دریا دریا ڈولتے کسی مجبور انسان کی طرح بے بس ہو کر رہ گئی۔ اس کی ساری مسکراہٹ، ساری خوشی اور سارے رنگین تصورات کافور ہو کر رہ گئے۔ وہ سیاہ راتوں کے پھیلاؤ جیسی ملول اور راسباؤں کی تنہائی اور خاموشی جیسی ویران اور سنسان ہو گئی۔

سنجار نے باہر نکل کر بولائی سے مصافحہ کیا پھر اس نے پریشان اور بکھرے بکھرے لہجے میں پوچھا:

"اے بولائی! اس برفانی رات میں تم خیریت سے تو آئے ہو اور کیا تم اکیلے ہی ہو؟"

بولائی نے اپنے کپڑوں پر سے برف جھاڑتے ہوئے کہا:

"اکیلا کہاں ہوں۔ میرے ساتھ بیسونائی بھی ہے۔ وہ اس وقت اپنا گھوڑا تھامے شاہراہِ ریشم پر کھڑا ہے۔ اس نے کچھ لوگوں سے شینسی شہر میں نمٹنا ہے وہ کہہ رہا تھا کہ میں شینسی شہر کی مہم مکمل کر کے رات کے کسی حصے میں پھر ادھر آؤں گا۔ میں نے تو اسے کہا تھا کہ ادھر آنے سے قبل شینسی شہر کی مہم کو فرو کر لیتے ہیں لیکن وہ نہ مانا۔ کہتا تھا کہ میرے ساتھ ہونے سے اس کے لیے مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے اس لیے وہ صرف مجھے یہاں چھوڑنے آیا ہے جبکہ وہ خود اب اس طوفانی اور برفانی رات میں شینسی شہر کی طرف جائے گا اور وہاں اپنا کام مکمل کر کے پھر ادھر آئے گا۔"

ذرا دیر پہلے تک تو فرطبینہ کی حالت بھیگے درخت اور زخمی پرندے کی سی ہو رہی تھی لیکن اب پھر اس کے چہرے اور آنکھوں میں دنیا بھر کی خوشیاں اور راحتیں ناچ اٹھی تھیں۔

سنجار نے فرطبینہ کو مخاطب کر کے کہا:

"فرطبینہ! فرطبینہ! تم خود جاؤ بیٹی اور بیسونائی کو گھر لے کر آؤ۔ وہ کیسی بھی ضد کرے اسے جانے نہ دینا۔ اسے کہنا پہلے ایک بار گھر سے ضرور ہو کر جائے۔ مجھے امید ہے وہ تمہاری بات نہ ٹالے گا۔"

فرطبینہ گھر سے نکلی اور بھاگتی ہوئی شاہراہ ریشم کی طرف چلی گئی۔

اس نے دیکھا شاہراہ کے ایک کنارے بیسونائی اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا تھا۔

فرطبینہ بے محابا آگے بڑھی اور گھوڑے کی باگ اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے جواب طلبی کے سے لہجے میں بولی:

"اس برف باری میں عمِّ محترم بولائی کو ہمارے ہاں بھیج کر آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔

ایسا تو وہ اجنبی بھی نہیں کرتے جن کا کسی کے ساتھ کوئی تعلق یا واسطہ ہی نہ ہو۔ چلیے میرے ساتھ گھر۔ بابا آپ کو بلا رہے ہیں۔"

یسوناٹی نے قرطبینہ کی چاہت بھری جواب طلبی پر مسکراتے ہوئے کہا:

"قرطبینہ! قرطبینہ!! میں نے تمہارے ہاں آنے سے انکار تو نہیں کیا۔ میں تو فی الوقت یہاں صرف بولائی کو چھوڑنے آیا تھا۔ اب میں شنیسی شہر کی طرف جا رہا ہوں، جہاں میں تمان نامی اس شخص سے نمٹوں گا جس نے میرے پیچھے ان لوگوں کو لگایا تھا جو اس سرائے سے باہر ایک بار تمہاری موجودگی میں مجھ سے ٹکرائے تھے ـــــ قرطبینہ! میرا تم سے وعدہ ہے کہ میں آج رات کی تاریکی میں اس سے نمٹ کر یہاں پہنچ جاؤں گا۔"

قرطبینہ نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

"رات کے اس وقت اور وہ بھی برف باری میں کہیں جانے کی ضرورت نہیں آپ میرے آگے آگے گھر کی طرف چلیے وہاں بابا آپ کے منتظر ہیں اور ان سے ملے بغیر آپ نہیں جا سکتے۔"

یسوناٹی نے اپنے کپڑوں سے برف جھاڑتے ہوئے کہا:

"ضد نہ کرو قرطبینہ! مجھے جانے دو۔ میں تمہارے ساتھ وعدہ تو کر رہا ہوں کہ میں شنیسی شہر میں اپنا کام نمٹا کر ادھر ہی کا رخ کروں گا۔"

قرطبینہ نے کہا:

"آپ پہلے گھر چلیں پھر وہاں جا کر فیصلہ ہو گا کہ آپ کو شنیسی شہر کی طرف جانا چاہیے یا نہیں۔ دیکھیے ضد نہ کیجیے۔ بابا نے مجھے آپ کو لانے کے لیے اس لیے اور اس امید کے ساتھ بھیجا ہے کہ آپ میرا کہنا نہ ٹالیں گے لہٰذا آپ سیدھی طرح میرے ساتھ چلیں تاکہ میرے بابا کا یہ بھرم نہ ٹوٹے کہ آپ نے میرا کہا نہیں مانا۔"

یسوناٹی نے ہار ماننے کے انداز میں کہا:

"تم بہت ضدی لڑکی ہو۔ چلو پھر میں تمہارا کہا مان کر تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔

اب چھوڑ دو میرے گھوڑے کی باگ!"

قرطبینہ نے کہا:

"گھوڑے کی باگ میں کیوں چھوڑوں، آپ چھوڑیں اور میرے آگے لگیں۔"

یسوناٹی واقعی اس کے آگے آگے ہو لیا اور قرطبینہ اس کے گھوڑے کو پکڑ کر اس کے پیچھے چل دی۔

دونوں جب گھر کے دروازے پر آئے تو وہاں اسی طرح بولائی، سنجار اور تکدار کھڑے تھے۔

قرطبینہ نے چہکتے ہوئے کہا:

"بابا! یہ رہے آپ کے یسوناٹی ـــــ میرا کام انہیں یہاں تک لانا تھا اب اس سے آگے آپ انہیں سنبھالیں۔"

پہلے تکدار نے آگے بڑھ کر یسوناٹی کی پیٹھ پر پیار سے ہاتھ پھیرا پھر سنجار نے اسے گلے سے لگایا۔ اس کے بعد وہ بولا:

"اے یسوناٹی! میرے بیٹے!! میں تم سے یہ باز پرس نہ کروں گا کہ تم شاہراہ پر کیوں رک گئے تھے اس لیے کہ بولائی مجھے تمہارے سارے حالات اور مجبوریاں بتا چکا ہے اور تمہاری زوردار سفارش بھی کر چکا ہے کہ رات کی تاریکی میں تمہیں شنیسی شہر کی طرف جانے دیا جائے لہٰذا تم اندر آ کر ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ اور پھر بے شک اپنی مہم پر روانہ ہو جاؤ۔ ہم تمہیں زیادہ دیر تک نہ روکیں گے۔"

قرطبینہ نے دونوں گھوڑوں کو صحن میں باندھ کر ان کے آگے دانہ ملا ہوا بھوسہ ڈال دیا تھا۔ چولہا ابھی گرم ہی تھا اس میں مزید لکڑیاں ڈال کر تکدار نے آگ کو بھڑکایا اور کچھ روٹیاں تیار کر لیں۔

پھر سب نے آتش دان کے پاس بیٹھ کر کھانا کھایا۔

حسبِ وعدہ یسوناٹی کھانے کے بعد شنیسی شہر کی طرف کوچ کر گیا۔ سنجار، بولائی، قرطبینہ اور تکدار آتش دان کے قریب بیٹھے رہے۔ ہاں تکدار اور قرطبینہ نے وہاں سے کھانے کے برتن

اٹھا کر ایک طرف رکھ دیے۔ اس کے بعد بولائی نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے سنجار سے کہا:

"اے بزرگ سنجار! میں ایک ضروری کام سے اس طرف آیا ہوں۔ امید ہے آپ لوگ میری بات نہ ٹالیں گے۔"

سنجار نے بڑی نرمی اور دردمندی سے کہا:

"تم کہو بولائی! کیا کہنا چاہتے ہو۔ میں کیوں تمہاری بات کو ٹالوں گا۔"

بولائی نے ہچکچا کر کہا:

"اے سنجار! میں سیدھا سادا آدمی ہوں۔ میں نے زندگی بھر شادی نہیں کی۔ یہ یسونائی ہی میرا سب کچھ ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ایسی بات کیسے شروع کی جاتی ہے۔ بہرحال! میں بغیر کسی تمہید کے کہوں گا کہ میں یسونائی کے لیے قرطینہ کو مانگنے آیا ہوں ـــــ اب بولیں آپ کا کیا جواب ہے!"

سنجار نے مسکراتے ہوئے کہا:

"ہم نے کیا کہنا ہے بولائی! ہماری تو خوش قسمتی ہے کہ تم اس کام کے لیے خود آ گئے ورنہ تمہاری آمد سے پہلے ہم لوگ اسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ اگر تم نہ آتے تو چند روز تک میں خود تم لوگوں کی طرف آتا اور اس رشتے کی بات کرتا ـــــ قرطینہ کے لیے یسوتائی سے بہتر زندگی کا کوئی ساتھی نہیں ہو سکتا اور اگر میرے اندازے غلط نہیں ہیں تو یسوتائی اور قرطینہ دونوں ہی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔"

اس موقع پر قرطینہ نے وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں جانا چاہا لیکن بولائی نے اسے پکڑ کر پھر وہیں بٹھا لیا اور وہ بیچاری وہاں رکنے پر مجبور ہو گئی۔

اپنی ران کے پاس رکھی ہوئی چرمی خرجین کے اندر سے بولائی نے نقدی کی تھیلی نکالی اور اسے سنجار کی گود میں رکھتے ہوئے کہا:

"اب جبکہ یسوتائی اور قرطینہ ایک دوسرے سے منسوب ہو چکے ہیں تو اس خوشی کے موقع پر میں آپ کو نقدی کی یہ تھیلی پیش کرتا ہوں اور ساتھ ہی آپ کو یہ مشورہ بھی دوں گا کہ آپ اب گھوڑوں کی نعل بندی کا کام چھوڑ دیں اور گھر بیٹھ کر سکون کی زندگی بسر کریں۔"

سنجار نے کہا:

"میں نے تو ابھی تک وہ تھیلی بھی سنبھال کر رکھی ہوئی ہے جو اس وقت یسونائی نے دی تھی جب اس نے مقولی جیسے بھیڑیے سے قرطینہ کی عزت اور جان بچائی تھی۔ وہ تھیلی چونکہ قرطینہ کی وجہ سے ملی تھی اس لیے میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اس تھیلی کو قرطینہ کی شادی پر اسے دے دوں گا۔"

پھر ذرا ٹھہر کر اس نے مزید کہا:

"اے بولائی! میں نے ابھی تک اس پہلی تھیلی ہی سے ایک سکہ تک استعمال نہیں کیا اور اب تم مجھ پر ایک اور بوجھ ڈال رہے ہو۔"

بولائی نے کہا:

"میں یہ سب کچھ یسونائی کی خواہش پر کر رہا ہوں۔ آپ نعل بندی کا کام بالکل بند کر دیں اور اس تھیلی اور اس پہلے والی تھیلی کی نقدی کو بھی اپنے کام میں لائیں۔ اب قرطینہ آپ کی نہیں یسوتائی کی ساتھی اور میری بیٹی ہے لہٰذا اس کی ہر آسائش کا خیال رکھنا اب میری اور یسونائی کی ذمہ داری ہے۔ اب آپ اس تھیلی کو سنبھالیں یہ موضوع بند ہوا ـــــ اب میں آپ لوگوں کو یسوتائی کے متعلق ایک دلچسپ واقعہ سناتا ہوں جو گزشتہ دنوں منگولوں کے مسکن میں پیش آیا اور یہ واقعہ یسونائی اور مقولی کے درمیان مقابلہ ہے۔"

قرطینہ نے بولائی کے قریب ہوتے ہوئے کہا:

"یہ واقعہ کب اور کیسے رونما ہوا۔ ذرا تفصیل سے سناؤ عم!"

تکدار نے بھی کہا:

"ہاں بھائی! ذرا تفصیل تو بتاؤ۔"

ساتھ ہی اس نے آتشدان میں کچھ اور لکڑیاں ڈال کر آگ کو تیز کر دیا۔

بولائی نے کہنا شروع کیا:

"گزشتہ دنوں مقولی کے باپ میولی نے منگولوں کے حکمران تموچن، جسے آجکل چنگیز خان کہا جاتا ہے، سے یہ التماس کی تھی کہ یسوتائی اور مقولی کا آپس میں ایک اور مقابلہ ہونا چاہیے اور اس کی توجیہ اس نے یہ کی تھی کہ پہلی بار جب یسوتائی نے مقولی کو ہرایا تھا تو وہ ایک مذہبی جنون تھا جو یسوتائی پہ سوار تھا جس کی بنا پر اس نے مقولی کو ہرا دیا تھا ——— اے قرطینہ! میولی کا اشارہ تمہاری طرف تھا کہ ایک مسلمان لڑکی کی وجہ سے یسوتائی پہ ایک مذہبی جنون سا طاری ہو گیا تھا جس کے باعث وہ جیت گیا تھا لہٰذا اس نے کہا کہ یہ مقابلہ پھر ہونا چاہیے تاکہ فیصلہ ہو سکے دونوں میں سے زبردست کون ہے؟"

قرطینہ نے بے چین ہو کر پوچھا:

"پھر یہ مقابلہ ہوا یا نہیں اور اس کا نتیجہ کیا نکلا؟"

بولائی نے مسکراتے ہوئے جواب میں کہا:

"آہستہ میری بیٹی آہستہ! تم بہت تیز بھاگنے لگی ہو۔ میں سارے واقعات ترتیب سے بتا رہا ہوں اور تم مجھ سے بھی آگے نکلنے کی کوشش کر رہی ہو ——— ہاں! تو ایک کھلے میدان میں عام اور ان گنت لوگوں کی موجودگی میں یہ مقابلہ ہوا اور شیر دل یسوتائی نے لمحوں کے اندر مقولی کو زیر کر لیا ——— وہ مقولی کو بھیڑ کی طرح ہانکتا ہوا اس شہ نشین کے پاس لے آیا جس پہ چنگیز خان، اس کے بیٹے، بھائی اور خود میولی بھی بیٹھا ہوا تھا اور اس شہ نشین کے پاس لا کر یسوتائی نے مقولی کے سر پہ اس زور سے اپنی ڈھال ماری کہ وہ بری طرح سے ہوا میں اچھل کر اپنے باپ کے قدموں میں جا گرا اور پھر اس نے چنگیز خان کے سامنے خود اپنی زبان سے یسوتائی کے ہاتھوں اپنی شکست تسلیم کر لی۔ یہی نہیں بلکہ چنگیز خان نے میولی سے خود پوچھا کہ کیا تم اس مقابلے سے مطمئن ہو؟ تو پتہ ہے اس شرارتی ذہن رکھنے والے عیار میولی نے کیا جواب دیا؟"

قرطینہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا: "کیا جواب دیا؟"

بولائی نے مزہ لیتے ہوئے کہا:

"اس نے بلند آواز میں اس حقیقت کو تسلیم کر لیا کہ اس کا بیٹا مقولی یسوتائی کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتا۔"

چند ثانیوں تک کمرے میں خاموشی رہی۔

پھر سنجار نے پوچھا:

"یہ تمہارا چنگیز خان کیسا آدمی ہے اور یسوتائی کے ساتھ اس کا سلوک کیسا ہے؟"

بولائی تمسخر سے بولا:

"چنگیز خان کا سلوک یسوتائی کے ساتھ تو انسانوں جیسا ہی ہے لیکن بحیثیت مجموعی نہ وہ انسان ہے، نہ درندہ۔ وہ اپنے مقابل یا اپنے دشمن کو زیر کرنے میں صرف اور صرف آتش و آہن ——— یعنی آگ اور تلوار سے کام لیتا ہے۔ وہ ایسا وحشی ہے جو تباہ کاری اور تمدن کشی کا شوقین ہے۔ اس کے ہاں زندگی کی کوئی قیمت نہیں۔ وہ ایک ایسا درندہ ہے جو صرف اپنا مطلب نکالنا جانتا ہے۔ ضرورت کے وقت وہ اپنوں پہ بھی بھیڑیوں اور کرگسوں کی طرح ٹوٹ پڑتا ہے۔ ایک بار بغیر کسی وجہ اور تحقیق کے اس نے اپنے سگے بھائی کو مار دینا چاہا پر اس کی ماں نے ایسا نہ ہونے دیا تھا ——— چنگیز خان ایک ایسا بے وفا شخص ہے کہ کرایت ترکوں کا سردار طغرل اس کے باپ کا بھائی بنا ہوا تھا۔ اس نے بہت سے موقعوں پر اس کی مدد بھی کی تھی وحشی تاتاریوں کو اسی طغرل نے زیر کر کے رکھا۔ وحشی کمریت چنگیز خان کی بیوی بورتائی کو اٹھا کر لے گئے تھے وہ طغرل نے واپس لے کے دی اور اس کوتاہ اندیش انسان نے جب دیکھا کہ ان شمالی بیابانوں کے اندر وہ کافی زور پکڑ گیا ہے اور بہترین عسکری حیثیت اختیار کر لی ہے تو اس نے سانپ کی طرح طغرل کو بھی ڈس لیا۔ پھر اس کے علاقوں پہ قبضہ کر لیا ——— یہ ہے چنگیز خان کی فطرت ——— لیکن بہر حال وہ ہمارے ساتھ اچھا ہے کیونکہ یسوتائی کے باپ منلاش نے کئی بار چنگیز خان کی اس وقت جان بچائی تھی جب وہ چنگیز خان نہ تھا، صرف تموچن تھا ——— اسی لیے وہ

یسوتائی کا خیال رکھتا اور اس کو اہمیت دیتا ہے لیکن اس خیال اور اہمیت میں یسوتائی کا اپنا بہت ہاتھ ہے کیونکہ وہ منگولوں کے اندر سب سے طاقتور[1] اور سب سے زیادہ جنگجو اور جری جوان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چنگیز خان اسے اپنا بہترین ارخون خیال کرتا ہے۔"

بولائی ذرا رکا۔ پھر دوبارہ بولا:

"ارے ہاں۔ ایک نئی بات تو میں آپ لوگوں سے کہنا بھول ہی گیا پہلے میں یسوتائی کا اکلوتا عمّ ہوا کرتا تھا لیکن اب عمّ ایک سے بڑھ کر دو ہو گئے ہیں۔"

سنجار نے سوالیہ لہجے میں کہا:

"وہ دوسرا عمّ کون ہے؟"

بولائی نے جواب دیا:

"وہ بہت اچھا انسان ہے۔ بنیادی طور پر وہ عرب ہے۔ اس کا نام حذیفہ بن محکم ہے لیکن اسے زیادہ تر الیغوری کہہ کر ہی پکارا جاتا ہے۔ جب وہ دف پر عربی، ترکی، الیغوری یا ختا کی سرزمینوں کے گیت گاتا ہے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بہترین کھوجی بھی ہے۔ گزشتہ دنوں چنگیز خان نے مغربی ترکوں اور ایغوریوں کے خلاف جنگ کی تھی اور اس جنگ کے دوران یہ ایغوری ہاتھ لگا تھا۔ وہ مسلمان ہے اور یسوتائی کو بیٹوں کی طرح چاہتا ہے۔ انتہائی مخلص اور نیک انسان ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ میرا جی چاہتا ہے میں قرطبینہ کو دیکھوں جو یسوتائی کی زندگی کی ساتھی بننے والی ہے۔"

سنجار نے کہا:

"اے بولائی! تو نے اس کی اس قدر تعریف کر کے اس کو دیکھنے کا اشتیاق پیدا

---

[1] بقول ہیرلڈ لیم، خود چنگیز خان نے اعتراف کیا تھا کہ منگولوں کے اندر یسوتائی سے زیادہ کوئی طاقتور اور بہتر تیغ زن نہیں ہے۔

کر دیا ہے۔"

بولائی ذرا دیر خاموش رہا پھر دوبارہ بولا:

"قرطبینہ! میری بیٹی! تمہاری کوئی ایسی سہیلی ہے جس کا نام نیاہ ہو۔"

قرطبینہ نے جھٹ کہا:

"ہاں ہے۔ کیا ہوا اسے؟"

بولائی نے کہا:

"یسوتائی آج رات اسے اس کے گھر سے اٹھا کر اپنے ساتھ اپنے مسکن کی طرف لے جائے گا۔"

قرطبینہ نے کسی قدر خفگی اور جواب طلبی کے لہجے میں پوچھا:

"وہ کیوں اٹھا کر لے جائیں گے نیاہ کو۔ اس کا کیا قصور ہے۔ اس کا باپ ایلخان ان کا مجرم ہے باپ کی غلطی کی سزا بیٹی کو کیوں ملے؟"

بولائی نے اپنی جان بچانے کی خاطر کہا:

"وجہ کا تو مجھے علم نہیں ہے بیٹی! میں نے تم سے اصلیت اور حقیقت کہہ دی ہے اب وجہ تم یسوتائی آئے تو اس سے پوچھ لینا۔"

قرطبینہ نے اسی طرح غصے اور خفگی سے کہا:

"میں ضرور پوچھوں گی ان سے۔ میں ہرگز انہیں نیاہ کو یہاں سے نہ لے جانے دوں گی۔"

تکدار نے شاید قرطبینہ کا غصہ اور اس کی تلخی ختم کرنے کے لیے کہا:

"کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم یسوتائی کے آنے تک یہیں آتش دان کے پاس ہی بیٹھ کر باتیں کریں اور اس کا انتظار کریں۔ وہ نہ جانے رات کو کس وقت یہاں آ جائے۔ ایسا نہ ہو ہم گہری نیند سوتے رہیں اور وہ باہر برف باری میں دروازہ ہی کھٹکھٹاتا رہے۔ اس لیے میرے خیال میں بہتر یہی ہے کہ یہیں بیٹھ کر اس کا انتظار کیا جائے۔"

قرطبینہ نے فوراً تائید کی:

"ہاں۔ تم ٹھیک کہتی ہو ماں! سرائے کی طرف چلے جانا ان کی پرانی عادت ہے۔ جب وہ واپس آئے اور دو تین دستک پہ دروازہ نہ کھلا تو پھر وہ رات بسر کرنے کے لیے ضرور سرائے کی طرف چلے جائیں گے"۔

بولائی نے کہا:

"اس بار وہ سرائے کی طرف جائے گا نہیں کیونکہ اس کا ارادہ ہے کہ آج رات ہی نباہ کو لے کر یہاں سے اپنے مسکن کی طرف نکل جائے"۔

قرطبینہ نے منہ بسورتے ہوئے کہا:

"میں دیکھوں گی ناں وہ کیسے نباہ کو یہاں سے اٹھا لے جاتے ہیں۔ اب نباہ اکیلی نہیں۔ اس کی شادی ہو چکی ہے اور وہ اپنے میاں کے ساتھ پرسکون زندگی بسر کر رہی ہے۔ اب میں سمجھی کہ وہ اس اندھیری اور برفانی رات میں شینسی شہر میں اپنا انتقام کیوں لینے گئے ہیں کیونکہ انہیں خبر تھی کہ واپس جاتے ہوئے نباہ ان کے ساتھ ہوگی اس لیے وہ ایسا نہ کر سکیں گے۔ پر میں انہیں نباہ کو یہاں سے نہ لے جانے دوں گی۔ میری سہیلی سے بڑھ کر وہ ہماری ایک مسلمان بہن ہے اور جس جوان سے اس کی شادی ہوئی ہے وہ بھی مسلمان ہے"۔

قرطبینہ خاموش ہو گئی۔

پھر وہ اس موضوع سے ہٹ کر ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے وقت گزارنے کی کوشش کرنے لگے۔

باہر اسی طرح برف باری جاری تھی۔ فضائیں خاموش اور ساکن تھیں اور کمرے کے اندر آتش دان میں آگ دہک رہی تھی!

اندھیری، خاموش اور برفانی رات میں یسوتائی شینسی شہر کی سرائے میں داخل ہوا۔ اپنے گھوڑے کو اصطبل میں لے جانے کی بجائے وہ سیدھا اس کمرے کی طرف آیا جس کے اندر تمان سرائے کا کاروبار چلا رہا تھا۔

اس کمرے کے سامنے بارش اور برفباری سے بچنے کے لیے لکڑی کے تختوں کا ایک چھپر بنا تھا۔ یسوتائی نے اپنے گھوڑے کو اس چھپر تلے کھڑا کیا پھر وہ اس کمرے میں داخل ہوا جس کے اندر تمان آتشدان میں جلتی آگ کے پاس بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔

یسوتائی جب کمرے میں داخل ہوا تو تمان بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

یسوتائی نے ڈھال سنبھالی اور تلوار کو بے نیام کرتے ہوئے کہا:

"گھبراؤ نہیں۔ بیٹھ جاؤ اور حواس باختہ بھی نہ ہو۔ میں تمہیں صفائی کا پورا پورا موقع دوں گا اور اگر تم مجرم ثابت ہوئے تب میں تم پہ وار کروں گا اور اگر تم بے گناہ ثابت ہوئے تو میں اس اندھیری اور برفانی رات میں ابھی اور اسی وقت واپس چلا جاؤں گا"۔

پھر اس نے تلوار اس کی طرف سیدھی کر کے کہا:

"اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ میرا خاتمہ کرانے کے لیے تم نے میرے پیچھے اس وقت چھ جوانوں کو کیوں لگایا تھا جب میں اس طرف سے سینان شہر کی طرف جا رہا تھا"۔

تمان نے ہاتھ جوڑتے ہوئے، روتے ہوئے اور منت کرنے کے انداز میں کہا:

"مجھ پہ رحم کھاؤ یسوتائی! میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ تمہارے پیچھے چھ جوان لگائے گئے تھے لیکن یہ کام مجھ سے کومر کے بھائی مارسین نے زبردستی کرایا تھا۔ یہ مارسین اپنے بھائی کومر ہی کی طرح کا بدمعاش ہے اور اس کے کاموں میں اس کا شریک بھی رہا ہے۔ میں تو خود پہلے کومر سے تنگ اور نالاں تھا اور اب کومر کا یہ چھوٹا بھائی مارسین میرے لیے ایک نہ ختم ہونے والا عذاب بنا ہوا ہے۔ ظالم تو میرے بچوں کا پیٹ کاٹ کر بھی کھا جاتا ہے ـــــ اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے اپنا نام لے کر تمہارے پیچھے کچھ جوان نہ لگائے تو وہ مجھے قتل کر دے گا لہٰذا میں نے اس کے مجبور کرنے پر وہ جوان تمہارے پیچھے لگائے اور

اسی کی دھمکی پر ان جوانوں کو اپنے پاس سے رقم بھی فراہم کی۔"

تھوک نگل کر تمان نے مزید کہا:

"ہم سب کو شک تھا کہ کومرا اور اس کے ساتھیوں کو تم نے قتل کر دیا ہے کیونکہ جو آدمی میری اس سرائے سے تم لے کر گئے تھے وہ شاہراہ ریشم پر مارے گئے تھے اور ان کی لاشیں ان کے کچھ جاننے والے یہاں لائے تھے اور پھر تم نے مجھ سے کہا تھا کہ کومرسینان کی سرائے میں ٹھہرا ہوا ہے اور ان چاروں جوانوں کو اس نے بلایا ہے جبکہ ہم نے اس سرائے سے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ کومریا اس کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی وہاں نہ ٹھہرا ہوا تھا لہٰذا یہ بات یقینی ہو گئی تھی کہ کومرا اور اس کے ساتھیوں کو تم نے قتل کر دیا ہے۔ پھر میری بدقسمتی کہ ایک روز میں اور مارسین سرائے سے باہر شاہراہ ریشم کے کنارے کھڑے تھے کہ میں نے تمہیں دیکھ لیا اور بے خیالی میں میں نے مارسین سے کہہ دیا کہ یہی یسوتائی ہے جس نے تمہارے بھائی کومرا اور اس کے ساتھیوں کو ختم کر دیا تھا۔ اس پر مارسین نے مجھے دھمکیاں دیں (جان سے مار دینے کی) اور مجھے مجبور کر کے ان جوانوں کو تمہارے پیچھے لگا دیا۔ ان بدبختوں نے بھی تمہارے سامنے مارسین کے بجائے میرا ہی نام لے دیا۔"

تمان نے پھر ہاتھ جوڑ دیے اور روہانسی آواز میں بولا:

"جو حقیقت تھی۔ جو اصل حالات تھے وہ میں نے تم سے کہہ دیے اب انصاف تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میری مجبوری کے باوجود چاہو تو مجھے قتل کر دو چاہو تو چھوڑ دو۔ میں نے تم سے کوئی غلط بیانی نہیں کی۔"

یسوتائی نے پوچھا:

"پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ مارسین اس وقت کہاں ہے؟"

تمان نے کپکپاتی آواز میں کہا:

"وہ ساتھ والے کمرے میں سو رہا ہے۔"

یسوتائی نے اپنا لہجہ نرم کر لیا:

"اگر میں مارسین سے تمہاری جان چھڑا دوں اور تمہیں معاف کر کے یہاں سے چلا جاؤں تب؟"

تمان نے پھر ہاتھ جوڑ دیے:

"اگر تم ایسا کر دو تو میں تمہاری پشتوں کا احسانمند رہوں گا اور کبھی تمہاری راہ کا پتھر بننے کی کوشش نہ کروں گا۔"

یسوتائی نے کہا:

"اگر ایسا ہے تو کمرے سے باہر آؤ۔"

تمان فوراً اس کے آگے آگے ہو لیا۔

اپنے گھوڑے کے پاس آ کر یسوتائی نے خرجین میں سے ایک رومال اور رسی نکالی پھر تمان سے کہا:

"چلو اب مارسین کو جگاؤ۔"

تمان آگے بڑھا اور ساتھ والے کمرے پر دستک دینے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد کمرے کے اندر سے کسی کی جھلاتی ہوئی اور غصے سے غراتی ہوئی آواز ابھری:

"کون ہے؟ ___"

جواب میں تمان نے سہمی ہوئی آواز میں کہا:

"دروازہ کھولو مارسین! میں تمان ہوں۔"

"کیا بات ہے؟"

"جلدی دروازہ کھولو۔ تم سے ایک ضروری کام ہے۔"

جب دروازہ کھلا تو وہاں ایک تنومند جوان کھڑا دکھائی دیا۔ یسوتائی نے دیکھا اس کی شکل کافی حد تک کومرا سے ملتی جلتی تھی۔

یہ مارسین تھا۔

اس نے سخت لہجے میں گرج کر تمان سے پوچھا:

"کیا ضروری کام ہے؟"

اسی لمحے اس کی نظر بیسوناٹی پر پڑی:

"اور تمہارے ساتھ یہ جوان کون ہے؟"

نعمان نے کہا:

"یہی جوان تم سے کسی ضروری کام کے سلسلے میں ملنا چاہتا ہے"۔

اونٹ کی طرح منہ اٹھا کر مارسین نے بیسوناٹی کی طرف دیکھا پھر انتہائی بے رخی سے پوچھا:

"تم کون ہو؟ — کہاں سے آئے ہو اور مجھ سے کیا کام ہے؟"

بیسوناٹی نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ پھر کہا:

"اے کومر کے بھائی مارسین! میں منگولوں کی سرزمین سے آیا ہوں۔ میرے نام سے تم یقیناً واقف ہو گے۔ سنو! — میرا نام بیسوناٹی ہے!"

"بیسوناٹی — !"

یہ نام سن کر مارسین چونک پڑا۔ پھر اس نے طنزاً کہا:

"اوہ! تو تم ہو بیسوناٹی۔ تم تو اس قابل ہو کہ تمہیں کھڑے کھڑے اس زمین میں زندہ گاڑ دیا جائے — اب اس سرائے سے تم بچ کر نہ جا سکو گے"۔

جونہی مڑ کر مارسین نے اپنے ہتھیار لینا چاہے بیسوناٹی نے لپک کر اس کی گردن پر اپنی تلوار کی نوک رکھ دی۔ ساتھ ہی اس نے کرخت اور غراتی ہوئی آواز میں کہا:

"خبردار! جہاں کھڑے ہو یہیں کھڑے رہو۔ ایک قدم بھی اِدھر اُدھر ہونے کی کوشش کی تو گردن اڑا دوں گا"۔

مارسین غصے میں لرزتا کانپتا ہوا وہیں رک گیا۔

بیسوناٹی نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی رسی نعمان کی طرف بڑھائی اور بڑی زوردار آواز میں اس سے کہا:

"نعمان! اس کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر خوب کس کر باندھ دو"۔

نعمان فوراً حرکت میں آیا۔

اس نے بیسوناٹی سے رسی لی اور مارسین کے دونوں ہاتھ خوب کس کر اس کی پشت پر باندھ دیے۔ اس کے بعد بیسوناٹی خود آگے بڑھا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا رومال مارسین کے منہ پر کس کر باندھ دیا پھر ایک جھٹکے سے اس نے مارسین کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھایا اور گھوڑے پر ڈال دیا۔

اس کے بعد وہ نعمان سے مخاطب ہوا:

"اے نعمان! میں اسے اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں اور کومر کی طرح میں اس سے بھی تمہاری جان چھڑا دوں گا پر اتنی بات ضرور یاد رکھنا کہ اس کے بعد اگر تم نے کسی وجہ سے کبھی بھی میرے پیچھے کسی انتقام کی خاطر خود آنے یا مسلح جوان لگانے کی کوشش کی تو میں یہاں آ کر تمہاری گردن کاٹ دوں گا"۔

نعمان نے سکون کا لمبا سانس لیا اور کہا:

"بیسوناٹی! تم آج سے میرے بھائی ہو۔ مجھے کیا ضرورت ہے کہ تم سے دشمنی کر کے اپنی جان کو عذاب اور اپنے بال بچوں کو ایک کرب میں مبتلا کر دینے کی کوشش کروں — میری طرف سے تم مطمئن رہو۔ میں اب کبھی بھی اور کسی بھی موقع پر تم سے الجھاؤ پیدا نہ کروں گا"۔

گھوڑے پر سوار ہوتے ہوتے بیسوناٹی کو کوئی خیال گزرا اور اس نے اپنا پاؤں رکاب سے نکال لیا اور نعمان سے پوچھا:

"اے نعمان! تمہاری اس سرائے میں اصطبل میں کلوشس نام کا ایک لڑکا کام کیا کرتا تھا۔ وہ اس وقت کہاں ہے۔ کیا تم اسے جگا کر میرے پاس لانے کی زحمت کرو گے"۔

نعمان نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ اس کی گردن جھک سی گئی۔

بیسوناٹی نے پریشانی سے پوچھا:

"اے تمان! میری بات کے جواب میں تم نے افسوس سے گردن کیوں جھکالی ہے خیریت تو ہے؟"

تمان نے اپنی گردن اٹھا کر کوئی جواب دینا چاہا کہ اسی لمحے سرائے کے مطبخ سے ایک عورت باہر آئی اور اس نے تمان سے پوچھا:

"تمان بھائی! میں نے اپنا کام ختم کر لیا ہے۔ اب میں جاؤں؟"

تمان نے اس عورت کی طرف دیکھے بغیر کہا:

"ذرا رکو بہن!"

پھر تمان نے بیسوتانائی کی طرف دیکھا اور کہا:

"اے بیسوتانائی! یہ جو عورت ہمارے پاس کھڑی ہے یہ کلوش کی ماں ہے۔ اس ظالم مارسین کو کلوش کی باتوں سے اس پہ شک ہو گیا تھا کہ وہ سرائے میں تمہارے لیے خبریں جمع کرتا ہے لہٰذا اس بے رحم نے کلوش کو قتل کر دیا ——— آہ! کلوش کیسا نیک، ایماندار اور محنتی لڑکا تھا۔ اس کا باپ فوت ہو چکا تھا اور وہ اپنی بیوہ ماں اور چھوٹے بہن بھائیوں کا خرچ چلاتا تھا پر اس جلاّد صفت نے اس معصوم کو مار ڈالا۔ اب میں نے کلوش کی اس دکھوں کی ماری ماں کو یہاں سرائے میں ایک اچھے معاوضے پر رکھ لیا ہے۔ یہ سرائے میں برتن دھوتی ہے اور جاتے ہوئے اپنے بچوں کے لیے کھانا بھی یہاں سے لے جاتی ہے۔ میرا بس چلتا تو کب کا اس مارسین کو ذبح کر چکا ہوتا۔ اے بیسوتانائی! میری تم سے درخواست ہے کہ کلوش کے اس قاتل کو ذلت و رسوائی کی موت مارنا۔"

بیسوتانائی نے سرائے کے احاطے میں جلتی مشعل کی روشنی میں دیکھا اس کے سامنے کلوش کی ماں ہچکیوں اور سسکیوں سے رو رہی تھی۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی اور وہ اپنے بھیگے ہوئے پلو سے آنکھوں سے بہ نکلنے والے سیلاب کو روکنے کی سعی کر رہی تھی۔ جوان بیٹے کی مرگ نے اس بے چاری عورت کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

بیسوتانائی کی آنکھوں سے بھی اس عورت کی حالت دیکھ کر آنسو بہ نکلے۔ اپنے عمامے

کے پلو سے اس نے اپنی آنکھیں خشک کیں۔ پھر اپنی خرجین کے اندر سے نقدی کی ایک ... تھیلی نکالی اور کلوش کی ماں کی طرف بڑھا۔ اس کے قریب پہنچ کر اس نے انتہائی ہمدردی میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا:

"نہ رو میری بہن! گو تیرے جوان بیٹے کی مرگ تیرے لیے ناقابلِ برداشت ہے پر تو صبر کر اور دیکھ میں تیرے بیٹے کے قاتل کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں میں اسے سنسان بیابانوں کے اندر لے جا کر ماروں گا اور ایسی بھیانک موت سے دوچار کروں گا کہ اس بیابانی اور اندھیری رات کے شیاطین بھی اس کی موت سے خوف زدہ ہو جائیں گے۔"

پھر ذرا رک کر وہ دوبارہ بولا:

"اے میری بہن! تیرے کلوش کو میں نے اپنا بھائی بنایا ہوا تھا۔ میرا نام بیسوتانائی ہے اور میں منگولوں میں سے ہوں شاید اس نے کبھی تم سے میرا تذکرہ کیا ہو!"

اس عورت نے اپنے آنسو پونچھے پھر ایک بے بس سی نگاہ اس نے بیسوتانائی کے چہرے پہ ڈالی اور کہا:

"آہ! تم ہو بیسوتانائی، جو دشتی میں میرے بیٹے کی مدد کرتے رہے ہو۔ وہ اکثر گھر پہ میرے سامنے یا اپنے بہن بھائیوں کے سامنے تمہاری بے حد تعریفیں کیا کرتا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ کبھی تمہیں اپنے گھر لاتا۔ ہائے حیف! میرے بیٹے کو کس کی نظر کھا گئی! نہ جانے یہ مارسین ایسا ظالم اور بے رحم کیوں ہو گیا کہ اس نے میرے معصوم اور بے گناہ بیٹے کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کاش! میرا کوئی اور جوان بیٹا ہوتا۔ میرا کوئی بھائی ہوتا تو میں اپنے بیٹے کے قاتل مارسین سے اب تک ضرور انتقام لے چکی ہوتی ——— یہاں سرائے میں کام کرنے کے دوران جب کبھی میری اس پہ نگاہ پڑتی تھی تو میرا خون کھول اٹھتا تھا۔ کئی بار میں نے چاہا کہ بے خبری میں اچانک مارسین پہ حملہ کر کے اسے مار ڈالوں اور اپنے بیٹے کا انتقام لے لوں

لیکن اے لیسوناٹی! میرے بیٹے کے محسن!! میں اسے نہ مار سکی اس لیے کہ ڈرتی تھی کہ اگر میں نے اسے مار دیا اور پکڑی گئی تو پھر میرے بعد میرے بچے دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو جائیں گے اور کوئی ان کا پرسانِ حال نہ ہوگا ــــ بس یہ سوچیں میری کمزوری بن گئیں اور اس سے اپنے بیٹے کا انتقام نہ لے سکی ہوں۔ اے لیسوناٹی! میں تیری ممنون ہوں کہ تو نے اس ظالم درندے پر ہاتھ ڈالا ہے یہ اس سرائے کے اندر ایک خونخوار درندے کی طرح دندناتا پھرتا تھا۔ یہ ثمان ایک شریف آدمی ہے اور مارسین نے اس کا بھی جینا حرام کر رکھا تھا۔

لیسوناٹی نے نقدی کی تھیلی اس کی طرف بڑھائی اور کہا:

"اے میری بہن! آج کے بعد تم اس سرائے میں کام نہیں کرو گی۔ یہ نقدی کی تھیلی سنبھالو اور اسے اپنے کام میں لاؤ۔ میں اب آتا رہوں گا اور ایک بھائی کی حیثیت سے تیری دیکھ بھال کرتا رہوں گا۔ یہ تھیلی رکھ لو۔ انکار نہ کرنا ورنہ مجھے دکھ ہوگا ــــ مطمئن رہو۔ اگر تم مارسین سے انتقام نہ لے سکیں تو کیا ہوا۔ میں تیرا بھائی اب تیری جگہ اس سے تیرا انتقام لوں گا۔"

اس نے ممنونیت سے لیسوناٹی کی طرف دیکھا پھر ہاتھ بڑھا کر تھیلی لے لی اور آہستہ سے کہا:

"میرا نام کجار ہے۔ میں ہمیشہ تم جیسے بھائی پر فخر کرتی رہوں گی۔"

اب لیسوناٹی نے ثمان کو مخاطب کر کے کہا:

"اے ثمان! اگر کجار کو کبھی رقم کی ضرورت ہو تو تم اسے بلا جھجک دے دیا کرنا۔ میں جب آیا کروں گا تو جس قدر رقم تم نے اسے دی ہوگی اس کا ڈیڑھ گنا تمہیں ادا کر دیا کروں گا۔ ویسے جو نقدی کی تھیلی میں نے اسے دی ہے اس میں اس قدر رقم ہے کہ کچھ عرصہ تک یہ اپنے بچوں کے ساتھ چین اور بے فکری سے زندگی بسر کر سکے گی ــــ!"

ثمان نے بڑی عاجزی سے کہا:

"اے لیسوناٹی! میرے عزیز!! کیوں شرمندہ کرتے ہو۔ کل تک میں نے بیٹیوں کی طرح رکھا ہوا تھا اور جس طرح تم نے کجار کو بہن کہا ہے ایسے ہی یہ میری بھی بہن ہے۔ تم فکرمند نہ ہو۔ ضرورت کے وقت میں خود اس کی مدد کیا کروں گا اور اس کا معاملہ میں تم سے کچھ نہ لوں گا اس لیے کہ اے لیسوناٹی! اب تیری اور صرف تیری وجہ سے میری سرائے کی آمدنی میں خوب اضافہ ہو جائے گا اور میں دل کھول کر کجار کی مدد کر سکوں گا۔"

لیسوناٹی نے غور سے ثمان کی طرف دیکھا اور پوچھا:

"میری وجہ سے تیری سرائے کی آمدنی میں کیونکر اضافہ ہو جائے گا؟"

ثمان نے مسکراتے ہوئے کہا:

"وہ یوں کہ پہلے میری سرائے کی آمدنی کا ایک بڑا حصہ گومر کھا جاتا تھا۔ اس سے تم نے میری جان چھڑائی تو یہ مارسین میری جان پر مسلط ہو گیا اور میری آمدنی کا زیادہ حصہ یہ نگلنے لگا تھا۔ اب جبکہ اس سے بھی تم میری جان چھڑا رہے ہو تو پھر میری آمدنی میں تو اضافہ ہوگا ہی۔"

لیسوناٹی نے اس بار کجار سے کہا:

"اے میری بہن! میرے آگے آگے چلو اور مجھے اپنے گھر کی نشاندہی کرا دو تاکہ میں کبھی اس طرف اگر آؤں تو مجھے معلوم ہو تمہارا گھر کون سا ہے۔"

کجار سرائے کے صدر دروازے کی طرف چل دی۔ لیسوناٹی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔

کجار نے سرائے سے تھوڑی دور ہی لیسوناٹی کو اپنا گھر دکھا دیا۔

پھر وہاں سے نکل کر لیسوناٹی دوبارہ سرائے کے مالک کے پاس سے ہوتا ہوا شاہراہِ ریشم پر آیا۔ مارسین اسی طرح اس کے آگے گھوڑے پر آدھا دائیں طرف اور آدھا بائیں طرف لٹکا ہوا پڑا تھا۔

برف باری جاری تھی۔

شاہراہ ریشم پر یسوناتی اپنے گھوڑے کو مشرق کی طرف دوڑا رہا تھا۔

تاریک اور برفانی رات میں یسوناتی اپنے گھوڑے پر سینان شہر کی سمت اڑا جا رہا تھا۔ پھر رات کے اندھیرے میں تین میل کی مسافت طے کرنے کے بعد اس نے اچانک گھوڑے کی لگام کھینچ لی۔ اس کی نگاہیں شاہراہ کے کنارے ایک درخت پر جم کر رہ گئی تھیں۔

گھوڑے کو شاہراہ سے اتار کر وہ اس درخت تلے آ رکا جو پتوں سے بے نیاز تھا اور اس کی ٹنڈ منڈ شاخیں برف سے اٹی ہوئی تھیں۔

اس درخت کے نیچے وہ گھوڑے سے اترا اور مارسین کو بھی اس نے نیچے اتار لیا، پھر اس کے منہ سے کپڑا کھول دیا۔

جونہی اس کے منہ سے کپڑا ہٹا اس نے غراتی ہوئی آواز میں یسوناتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے میرے بھائی کے قاتل! بزدل بھیڑیے!! تو نے مجھے مرنے کے اس کرب میں دھوکے سے پکڑ لیا ہے۔ کاش! تو نے مجھے کسی کھلے میدان میں للکارا ہوتا پھر میں دیکھتا میں تیرا کیسا بھیانک حشر کرتا ہوں۔"

یسوناتی نے اسے ملامت کرتے ہوئے کہا:

"اے بدزبان! تیرا بڑا بھائی کومرجن اپنی جگہ گستاخ گیا کرتا تھا لیکن جب میں نے اس پر ہاتھ ڈالا تو وہ ڈھیر ہو کر رہ گیا۔ سن رکھو! جب تیرا بھائی اور اس کے نو ساتھیوں کو گھیر لئے گوبی کے اندر ہلاک کیا تھا۔ پھر ان کے چار اور ساتھیوں کو اسی شاہراہ کے کنارے موت کی نیند سلا دیا۔ اس کے بعد تیرے کہنے اور ترغیب دینے پر شمان نے جو مسلح جوان میرے پیچھے لگائے تھے ان کا بھی میں نے صفحات ہستی سے باہر صفایا کر دیا اور اب اس برفانی اور اندھیری رات میں تو میرے ہاتھ لگ گیا ہے اور میں تمہارے دو جرموں اور گناہوں کی سزا دوں گا ۔۔۔ اول یہ کہ تو نے مجھے ہلاک کرنے کے لیے چھ مسلح جوانوں کو میرے تعاقب میں لگا دیا ۔۔۔ دوم یہ کہ تو نے صرف میری دشمنی کی بنا پر کلوشس کو قتل کر دیا ۔۔۔ سن اے خونی بھیڑیے! اسے میں نے اپنا بھائی بنایا ہوا تھا پھر اس کا قتل میں تجھے کیسے اور کیونکر معاف کر دوں گا؟"

پھر ذرا رک کر اس نے کہا:

"اور یہ جو تو مجھے کسی میدان میں للکارنے کی دھمکی دیتا ہے تو سن! تیرے جیسے باؤلے کتے میں نے اپنی زندگی میں بہت دیکھے۔ تیرا درندہ بھائی کومرا اپنے آٹھ ساتھیوں کے ہمراہ میرا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ اس کے چار ساتھی اس شاہراہ پر میمنہ بن گئے اور اب تو میرے سامنے بکری بنا ہوا ہے اور دیکھ اس ویرانے میں تیری میں کیا حالت کرتا ہوں۔"

مارسین نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہا۔

یسوناتی نے اپنی خرجین میں سے ایک اور رسی نکالی اور اس کا سرا اس نے مارسین کے گلے میں باندھتے ہوئے کہا:

"اے مارسین! میں تجھے مقابلے کا موقع دے کر یقیناً تیری خواہش پوری کرتا مگر میں جلدی میں ہوں اور وقت ضائع کیے بغیر میں سینان شہر پہنچنا چاہتا ہوں۔ میرا گھوڑا برف باری میں مسلسل سفر پر رہا ہے اور اسے بھی آرام کی ضرورت ہے لہٰذا میں وقت ضائع کیے بغیر ان ویرانوں کے اندر بہت جلد تیرا صفایا کر کے یہاں سے سینان شہر کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔ ویسے مجھے افسوس رہے گا کہ میں تیری خواہش کا احترام نہ کر سکا۔"

رسی کا سرا مارسین کی گردن سے باندھ کر یسوناتی نے اس کا دوسرا سرا اس درخت کی ایک مضبوط ٹہنی کے اوپر سے دوسری طرف گرا دیا۔ پھر اس ٹہنی کے اوپر سے ہو کر آنے والا سرا اس نے اوپر کھینچنا شروع کیا اور اس کے دوسرے سرے سے بندھا ہوا مارسین زمین سے اوپر اٹھنا شروع ہو گیا۔

پھانسی کے انداز میں یسوناتی نے مارسین کو زمین سے کافی اونچا کھینچ دیا۔ پھر اپنے ہاتھ کا

سرا اس نے ایک دوسری ٹہنی کے ساتھ خوب کس کر باندھ دیا۔ اب پھانسی کا پھندا مارسین کے گلے میں تھا اور وہ ہوا میں معلق تڑپ رہا تھا۔

یسوتائی تھوڑی دیر تک وہاں کھڑا ہو کر انتظار کرتا رہا۔ پھر جب اس نے دیکھا کہ مارسین بے حس و حرکت ہو گیا ہے تو اس نے آگے بڑھ کر اس کا جائزہ لیا۔

مارسین ختم ہو چکا تھا۔

یسوتائی نے وہ رسی کھول کر خرجین میں ڈال لی جس سے مارسین کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ پھر مارسین کو اس نے پھانسی کے انداز میں وہیں لٹکا رہنے دیا اور خود سیتان شہر کی طرف کوچ کر گیا۔

○

سنجار، بولائی، قرطینہ اور تکدار اسی طرح آتشدان کے پاس بیٹھے آپس میں باتیں اور یسوتائی کا انتظار کر رہے تھے کہ دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔

سنجار نے فوراً قرطینہ سے کہا:

"جاؤ بیٹی! دروازہ کھولو۔ یسوتائی آ گیا ہے!"

قرطینہ تیزی سے اٹھ کر باہر آئی اور بیرونی دروازے کے پاس آ کر اس نے بلند آواز میں پوچھا:

"کون ہے؟"

باہر سے یسوتائی کی مسکراتی ہوئی آواز آئی:

"رات کے اس پہر یسوتائی کے علاوہ کون دستک دے سکتا ہے۔ دروازہ کھولو قرطینہ!"

قرطینہ نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ باہر یسوتائی اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا تھا۔

قرطینہ باہر نکلی۔ اس نے یسوتائی سے اس کے گھوڑے کی باگ لے لی اور پھر اس نے اپنی ساری مٹھاس، اپنا سارا رس اپنی آواز میں بھرتے ہوئے یسوتائی سے کہا:

"آپ مہمان خانے میں چل کر بیٹھیں وہاں سب لوگ جاگ رہے ہیں اور آپ ہی کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں آپ کے گھوڑے کو باندھ کر اس کے دانے اور چارے کا بندوبست کرتی ہوں۔"

یسوتائی نے اپنے کپڑوں پر سے برف جھاڑی اور مکان میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ہی قرطینہ بھی گھوڑے کو اندر لے آئی۔ مکان کے صدر دروازے کو اس نے پہلے کی طرح اندر سے بند کر دیا۔ یسوتائی کے گھوڑے کو دوسرے گھوڑوں کے ساتھ باندھ کر اس کے آگے دانہ ملا ہوا بھوسہ ڈال دیا۔

یسوتائی مہمان خانہ میں داخل ہوتے ہوئے قرطینہ کی طرف پلٹا اور بلند آواز میں اس سے بولا:

"قرطینہ! میرے گھوڑے کی زین نہ اتارنا کہ میں تھوڑی دیر تک پھر باہر جاؤں گا۔"

قرطینہ تیزی سے اس کی طرف آئی۔ اس موقع پر شاید وہ اس سے کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن یسوتائی فوراً ہی پلٹ کر مہمان خانے میں داخل ہو گیا لہٰذا قرطینہ کچھ نہ کہہ سکی ـــ اور اس کے پیچھے ہی اندر داخل ہو گئی۔

یسوتائی کو دیکھتے ہی سنجار اٹھا اور اس کا ہاتھ تھام کر اپنے پاس ہی بٹھا لیا۔ جبکہ قرطینہ کمرے میں آ کر تکدار کے پاس بیٹھ گئی۔

کمرے میں چند ثانیے خاموشی رہی۔ آتشدان میں آگ بدستور دہک رہی تھی۔ پھر بولائی نے یسوتائی سے پوچھا:

"اے بیٹے! جس کام کے لیے تم شینشی شہر کی طرف اس برفانی اور اندھیری رات میں گئے تھے۔ اس کا کیا ہوا؟"

یسوتائی نے ہاتھ آتشدان کی آگ پر پھیلاتے ہوئے کہا:

"اے عم! شینشی کی سرائے کا مالک نشان جس سے میں انتقام لینے کے لیے گیا تھا،

نہ بے گناہ ثابت ہوا اور وہ چھ مسلح جوان جو اس شہر کی سرائے سے باہر مجھ پر حملہ آور ہوئے تھے وہ اس شمان نے بھیجے ضرور تھے پر ایسا اس نے میرے ہاتھوں مرنے والے بدمعاش کومر کے بھائی مارسین کے کہنے پر کیا تھا کیونکہ مارسین بھی اپنے بڑے بھائی کومر کے کاموں میں شامل تھا اور وہ اسی جیسی مجرمانہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس نے شمان کو مجبور کر کے ان چھ مسلح جوانوں کو میرے پیچھے لگایا تھا بلکہ وہ شمان سے اس کی سرائے کی آمدنی کا ایک بڑا حصہ بھی چھین کر کھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ مارسین کا جرم یہ تھا کہ اس سرائے میں کلوشش نام کا ایک غریب اور نادار لڑکا کام کیا کرتا تھا جس کا باپ فوت ہو چکا تھا اور وہ بے چارہ سرائے میں کام کر کے اپنا، اپنی ماں اور چھوٹے بہن بھائیوں کا پیٹ پالا کرتا تھا۔ میں اس لڑکے کی مدد کیا کرتا تھا۔ مارسین کو شک گزرا کہ کلوشش اُن کے خلاف میرے لیے کام کرتا ہے لہٰذا مارسین نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ شمان نے مہربانی کی کہ کلوشش کی ماں کو اپنی سرائے میں ملازم رکھ لیا تاکہ وہ اپنے بچوں کا پیٹ پال سکے۔ میں نے اس نیکی کی وجہ سے شمان کو چھوڑ دیا لیکن کومر کے بدمعاش بھائی مارسین کو میں نے سرائے سے اٹھا لیا اور راستے میں ایک سنسان جگہ پر میں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا — کلوشش کی ماں کو میں نے نقدی کی ایک تھیلی دے دی ہے اور اسے سرائے کی ملازمت چھوڑنے کے علاوہ میں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ عزت کی زندگی بسر کرے میں اس کے اخراجات پورے کروں گا۔ پھر شمان نے بھی اس عورت کی مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے — تو بولائی عم! یہ ہے میری اس تاریک اور برفانی رات کی مہم کی ساری کارگزاری۔"

کمرے میں تھوڑی دیر کے لیے خاموشی طاری رہی۔

بولائی چند ثانیوں تک سر جھکائے سوچتا رہا پھر اس نے انتہائی نرمی و شفقت سے کہا:

"اے یسوتائی! اے میرے بیٹے! تمہاری ایک مہم تو کامیابی کے ساتھ طے ہوئی لیکن تمہاری دوسری مہم پر میری بیٹی قرطبینہ کو سخت اعتراض ہے۔"

یسوتائی نے جواب میں حیرت بھری آواز میں پوچھا:

"میری دوسری مہم پر قرطبینہ کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟"

اس موقع پر قرطبینہ نے انتہائی بے باکی اور جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

"اگر آپ کی دوسری مہم یہ ہے کہ آپ میری سہیلی اور بہن نیاہ کو اس کے گھر سے اغوا کر کے صحرائے گوبی میں منگولوں کے اندر لے جائیں تو اس کے خلاف میں ابھی سے احتجاج کرتی ہوں اور میں کبھی بھی آپ کو ایسا کرنے کی اجازت نہ دوں گی۔"

یسوتائی نے انتہائی نرمی اور شفقت سے قرطبینہ کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے بردباری اور تحمل سے کہا:

"قرطبینہ! مجھے امید ہے کہ تم میرے کاموں کے اندر ایک دیوار کھڑی نہ کرو گی۔ میں جانتا ہوں کہ تم ایلبان کی بیٹی نیاہ کو اپنی بہن جانتی ہو لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ ایلبان میرے دشمنوں میں سرِفہرست ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ نیاہ وہاں منگولوں میں میری بہن بن کر رہے گی — اور پھر اسے یہاں سے اٹھا کر لے جانے میں مجھے دو طرح کے فوائد کی امید ہے — اوّل یہ کہ جب میں نیاہ کو اٹھا لے جاؤں گا تو اس کے بعد ایلبان کو کم از کم یہ احساس ضرور ہوگا کہ اگر ایسا ہی کسی اور کے ساتھ کیا جائے تو اس پر کیا گزرتی ہے — دوسرے میں نیاہ کو اس کے گھر سے اٹھا کر لے جاتے ہوئے اس کے گھر کے افراد کو یہ بتاتا جاؤں گا کہ ایلبان کی بیٹی کو منگولوں کا یسوتائی اٹھا کر لے گیا ہے اور یہ کہ ایلبان کو یسوتائی کا یہ پیغام دے دیا جائے کہ وہ یسوتائی سے اپنی بیٹی کو خود آ کر لے جائے۔ اگر ایلبان غیرت مند ہوا تو نیاہ کو لینے میرے پاس ضرور آئے گا۔ جب وہ ایسا کرے گا تو پھر میں اس سے یہ پوچھ سکوں گا کہ اس نے میری ماں کو کیوں، کہاں اور کس کے ہاتھ فروخت کیا تھا؟ نیاہ بہرطور میرے پاس امانت ہوگی اور ایلبان سے نپٹنے کے بعد میں جس طرح اسے یہاں سے لے کر جاؤں گا، ایسے ہی میں اسے یہاں اس کے گھر آ کر چھوڑ جاؤں گا—

یسوناٹی جب خاموش ہوا تو قرطبینہ نے یسوناٹی کو مخاطب کر کے کہا:

"ان دنوں نیاہ کا باپ الیبان گھر میں نہیں ہے اور نیاہ کے بھائی مارے جا چکے ہیں۔ پھر بھی رات کی تاریکی میں اسے اس کے گھر سے اٹھانا آسان کام نہیں ہے۔ اس لیے کہ الیبان پچھلے دنوں یہاں اپنے گھر آیا تھا اور اس نے نیاہ کی شادی قسیمہ نام کے ایک مسلمان جوان سے کر دی ہے۔ اب قسیمہ، جو نیاہ کا شوہر ہے الیبان کے گھر میں نیاہ کے ساتھ ہی رہتا ہے اور ویسے بھی قسیمہ انتہائی بہادر، نڈر اور دلیر ہے" ——— اس مرتبہ قرطبینہ کے لہجے میں پہلے کی نسبت نرمی تھی اور وہ بڑی آہستگی سے بول رہی تھی:

"لہٰذا اس کی موجودگی میں نیاہ کو وہاں سے اٹھا لے جانا آپ کے لیے اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوگا۔"

یسوناٹی نے ایک بار غور سے قرطبینہ کی طرف دیکھا پھر اس نے ایک پختہ عزم اور مصمم ارادے سے کہا:

"قرطبینہ! نیاہ کا شوہر قسیمہ جرأت مند، شجاع اور جنگی سورما ہی سہی پر نیاہ کو اٹھا لے جانا میرے فرض میں شامل ہے اور میں قسیمہ کو کسی بھی طور اپنے فرض اور اپنے اس اطمینان میں حائل نہ ہونے دوں گا۔"

پھر ذرا رک کر وہ بولا:

"اے قرطبینہ! مجھے امید ہے کہ میں دور دیس سے آنے والی ہواؤں اور گہرائیوں میں ڈوب جانے والے فوریوں کی طرح الیبان کے گھر میں داخل ہوں گا اور فاصلوں میں لپٹی ہوئی خاموشیوں اور اجنبی راتوں کی ناآشناسی صداؤں کی طرح نیاہ کو وہاں سے اٹھا لے جاؤں گا ——— اور ہاں! سنو قرطبینہ!! اگر میرے اس کام میں نیاہ کے شوہر قسیمہ نے حائل ہونے کی کوشش کی یا مجھے ناکام بنانے کا ارادہ کیا تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں نیاہ کی طرح قسیمہ کو بھی کوئی نقصان پہنچائے بغیر ساتھ لے جاؤں گا اور اس طرح نیاہ وہاں میرے پاس منگولوں میں ایک بہن کی طرح رہے گی اور وہاں اس کے شوہر کی حیثیت میرے بھائی کی سی ہوگی اور میں الیبان سے اپنا انتقام لینے کے بعد ان دونوں میاں بیوی کو باعزت طور پر واپس کر دوں گا۔"

یسوناٹی کی یہ گفتگو سننے کے بعد قرطبینہ کے چہرے پہ دھیمے جذبے بکھر گئے تھے۔

چند لمحوں تک وہ آسودہ اور مطمئن سی بیٹھی کچھ سوچتی رہی پھر اس نے یسوناٹی کی طرف دیکھتے ہوئے اجلے، ریشم جیسے لہجے اور نرم آواز میں کہا:

"آپ کی گفتگو سے مجھے اطمینان ہو گیا ہے لہٰذا اگر آپ نیاہ اور اس کے شوہر کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا لیکن ساتھ ہی میری آپ سے یہ شرط بھی ہوگی کہ آپ نیاہ اور اس کے شوہر قسیمہ کو پہلے یہاں ہمارے ہاں لائیں۔ میں انہیں سارا معاملہ سمجھا دوں گی اور مجھے امید ہے کہ وہ دونوں بخوشی آپ کے ساتھ جانے کو رضامند ہو جائیں گے اور آپ انہیں یہاں سے صحرائے گوبی تک لے جانے میں ان کے خلاف کسی قسم کی جدوجہد اور کشمکش میں مبتلا نہ ہونا پڑے گا بلکہ میں تو آپ سے یہ کہوں گی کہ آپ جب نیاہ اور قسیمہ کو اٹھانے ان کے گھر جائیں تو مجھے اپنے ساتھ لے جائیں۔ میں وہیں ان سے بات کر لوں گی اور مجھے امید ہے کہ وہ آپ کے ساتھ جانے پر رضامند ہو جائیں گے اور ان دونوں کو لے جانے میں نہ ہی آپ کو زبردستی کرنی پڑے گی اور نہ ہی ان کے خلاف تلوار کو بے نیام کرنا پڑے گا۔"

یسوناٹی نے سنجیدگی سے کہا:

"اے قرطبینہ! مجھے تمہاری پیشکش بہت عمدہ اور قابلِ تعریف محسوس ہوئی ہے لیکن میں اسے قابلِ عمل نہیں سمجھتا کیونکہ جب تم میرے ساتھ ان کے ہاں جاؤ گی تو وہاں، حویلی کے اندر رہنے والوں کو خواہ وہ اس حویلی کے مالک ہوں یا ملازم، یہ علم ہو جائے گا کہ الیبان کے خلاف اس مہم میں تم بھی میرے ساتھ شامل ہو اور میں یہ نہیں چاہتا۔ اس لیے کہ اگر ایسا ہو گیا تو میری غیر موجودگی میں الیبان تمہیں بھی اپنے

ظلم، بے انصافی، ستم اور بے حمیتی کا نشانہ بنائے گا، ظاہر ہے یہ حالات میرے لیے ناقابلِ برداشت ہوں گے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ ان حالات کے دباؤ میں آ کر میں ایلمان کی بیٹی نیاہ اور اس کے داماد قسیمہ کے خلاف کوئی سخت کارروائی کرنے پر مجبور ہو جاؤں ــــ لہٰذا ــــ ایلمان کی حویلی کی طرف جاتے ہوئے میں تمہیں اپنے ساتھ نہ لے جاؤں گا ــــ یہ کام میں اکیلا ہی کروں گا اور ہاں! ــــ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں ان کو اٹھا کر پہلے یہاں لاؤں گا۔ تمہیں اختیار ہے کہ ان سے گفتگو کر لو۔ اس کے بعد میں ان دونوں کو لے کر یہاں سے صحرائے گوبی کی طرف آج ہی رات کو کوچ کر جاؤں گا۔"

قبل اس کے کہ قرطبینہ کوئی جواب دیتی، سنجار نے درمیان میں بولتے ہوئے کہا:

"اے یسوتائی! میرے بیٹے! میں کسی بھی حالت میں تمہیں اجازت نہ دوں گا کہ تم اس برف باری میں یہاں سے کوچ کرو۔ تم جانتے ہو کہ تم نے کتنی مسافت طے کی ہے اور ابھی کتنی اور طے کرنی ہے۔ اگر تم نیاہ اور اس کے شوہر کے ساتھ اس برف باری میں یہاں سے کوچ کرتے ہو تو پھر تمہارے بعد ہم تمہاری سلامتی کے متعلق سخت فکر مند رہیں گے اور میں ایسا نہیں چاہتا اس لیے جب تک برف باری جاری ہے تم اور بولائی دونوں یہیں رہو گے۔ ہاں جب برف باری ختم ہو جائے گی تو تم کسی بھی لمحہ بولائی، نیاہ اور قسیمہ کو لے کر یہاں سے کوچ کر جانا، ہم تمہاری راہ نہ روکیں گے۔"

قرطبینہ نے آسودہ لہجے میں کہا:

"بابا نے جو فیصلہ کیا ہے وہ بہتری، بھلائی اور فضیلت پر مبنی ہے لہٰذا اس کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھائی جائے گی۔"

یسوتائی نے کہا:

"مجھے یہ فیصلہ منظور ہے لیکن ساتھ ہی میری ایک شرط بھی ہے۔"

قرطبینہ نے جلدی سے پوچھا:

"وہ کیا؟"

یسوتائی نے کہا:

"وہ یہ کہ اگر برف باری آج رات کے کسی حصہ میں ختم ہو گئی تو میں اور بولائی یہاں سے نیاہ اور اس کے شوہر کو لے کر آج ہی رات صحرائے گوبی کی طرف کوچ کر جائیں گے۔"

جواب میں سنجار نے تسلی اور اطمینان سے کہا:

"ٹھیک ہے یسوتائی بیٹے! ہمیں بھی تمہارا فیصلہ منظور ہے۔ اگر آج رات کے کسی پہر میں برف باری ختم ہو گئی تو تمہیں یہاں سے کوچ کرنے کی اجازت ہوگی۔"

یسوتائی نے گردن اثبات میں ہلا دی۔

قرطبینہ کے صندلیں چہرے کے خطوط پر شیشے کے تالاب جیسا سکون اور قلب کی راحت جیسا اطمینان بکھر گیا تھا۔

سنجار نے پھر سلسلۂ کلام جوڑا اور کہا:

"اے یسوتائی! تمہیں یہ جان کر خوشی ہوگی کہ تمہارے شینسی شہر کی طرف روانگی کے بعد ہم نے بولائی کے مشورے سے تمہارے اور قرطبینہ کے رشتے کی بات طے کر لی ہے۔ اب میں جاننا چاہوں گا کہ تم لوگ کب تک قرطبینہ کو شادی کے بعد یہاں سے لے جانا پسند کرو گے۔"

یہ سن کر حسین قرطبینہ چپ سی ہو گئی۔

اس کا رنگ سرخ ہو گیا اور اپنا چہرہ چھپا کر وہ اپنی ماں کی اوٹ میں چھپ سی گئی۔

دوسری طرف یسوتائی سنجار کے سوال کا جواب دینے کے بجائے ایسی نگاہوں سے بولائی کو دیکھ رہا تھا جن میں یہ اشارہ تھا کہ:

"اے عم بولائی! اس سوال کا جواب بھی تم ہی دو۔"

بولائی اس کا مطلب سمجھ گیا لہٰذا اس نے سکوت توڑتے ہوئے کھنکار کر سنجار سے کہا:

"اے قرطبینہ کے باپ! یہاں سے قرطبینہ کو لے جانے میں ابھی ہم آپ سے چند ماہ کی مہلت چاہیں گے۔ اس دوران میں مجھے امید ہے کہ ہم یسوتائی کی ماں اور بہن کا سراغ

لگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ہماری خواہش ہے کہ وہ دونوں ماں بیٹی بیسوناٹی کی شادی میں شرکت کریں۔ اس طرح ہماری خوشی میں اور اضافہ ہو گا اور ان کی شرکت ہمارے دلوں اور ہمارے ضمیر کے لیے اطمینان اور سکون کا باعث بھی ہو گی"۔

سنجار نے اپنی خوشی اور رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے بولاٹی! ہمیں تمہارا یہ فیصلہ منظور ہے"۔

جب سنجار خاموش ہوا تو تکدار نے انتہائی نرم لہجہ میں سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اب تم سب اٹھو اور آرام کر لو۔ میں اور قرطبینہ جاگیں گی۔ اگر برف باری تھم گئی تو ہم تم لوگوں کو جگا دیں گے"۔

سنجار اٹھا اور بیسوناٹی اور بولاٹی کو آرام کرنے کے لیے وہ ساتھ والے کمرے میں لے گیا جبکہ تکدار اور قرطبینہ دونوں ماں بیٹی وہیں آتشدان کے پاس بیٹھی حالات پر غور کرنے لگیں۔

اس رات برف باری نہ تھمی ـــ

لہٰذا ـــ بیسوناٹی اور بولاٹی کو وہاں رکنا پڑا۔

اگلے روز سہ پہر کے قریب برف گرنا بند ہو گئی۔ تاہم آسمان پر گھرے بادل اسی طرح جھکے جھکے سے چھائے رہے۔

بیسوناٹی اور بولاٹی نے اگلے روز مکمل طور پر آرام کیا۔ جب دوسری رات آئی تو سب لوگ پہلے کی طرح آتشدان کے قریب بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ پھر جب رات آدھی کے قریب بیت گئی تو بیسوناٹی اٹھ کھڑا ہوا اور سنجار سے بولا:

"میں اب ایبان کی حویلی کی طرف جاتا ہوں۔ وہاں سے نیاہ اور اس کے شوہر کو یہاں لاتا ہوں۔ پھر میں اور بولاٹی یہاں سے کوچ کر جائیں گے"۔

سنجار کی طرف سے کسی جواب کا انتظار کیے بغیر بیسوناٹی اس بار بولاٹی سے بولا:

"اے عم بولاٹی! میرے لوٹنے تک تیار رہنا۔ تاکہ یہاں سے کوچ کرتے ہوئے وقت ضائع نہ ہو"۔

جواب میں بولاٹی نے مسکراتے ہوئے کہا:

"تم اندیشہ نہ کرو بیسوناٹی! جب تم ایبان کی حویلی سے لوٹو گے تو مجھے کوچ کے لیے تیار پاؤ گے"۔

اس کے ساتھ ہی بیسوناٹی تیزی کے ساتھ مہمان خانے سے باہر آیا۔ اپنے گھوڑے پر زین ڈالی۔ پھر اسے دہانہ چڑھا کر وہ مکان سے نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اس نے اسے ایڑ لگا دی۔

⭘

لہروں پر بہتی، دروازوں پر دستک دیتی ظلمتوں کے بھنور اور گھنے سناٹوں میں ڈوبی کالی رات وقت کے دوش پر بھاگی چلی جا رہی تھی۔

ہر طرف ایک خاموشی اور ہُو کا عالم تھا جیسے پورا اسیلنان شہر نیند کی اتھاہ گہرائیوں اور خاموشی کے فاصلوں میں کھو گیا ہو۔

تیز برفانی ہواؤں کے جھکڑوں کے سامنے برگد، پیپل اور املی کے بھیگے، ٹھٹھرے درخت اُن پرندوں کی طرف چیخ اور چلا رہے تھے۔ پیڑوں سے لپٹی پتوں سے بے نیاز بیلیں سردی میں لرزنے والے ہونٹوں کی طرح کپکپاہٹ کا شکار ہو گئی تھیں۔ ننگ دھڑنگ، ٹنڈ منڈ درخت یوں اپنی ٹہنیوں کی باہیں پھیلائے کھڑے تھے کہ جیسے انہیں کسی نجات دہندہ یا کسی ایسے ٹوٹنے والے ستارے کا انتظار ہو جو اپنی پھیلتی، بکھرتی روشنی سے ان کے لیے حرارت اور ہمت کا سامان مہیا کرے۔

کبھی کبھی فضا میں بھوکے بھیڑیوں اور گیدڑوں کے چیخنے چلانے کے باعث یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ریگستانوں کے اندر پھیلتے طوفانوں نے ہولناک کیفیت طاری کر دی ہو۔

ایسے میں بیسوناٹی اپنے گھوڑے کو برف پر دوڑاتا ہوا سرائے کے سامنے سے گزر کر اس کھلے میدان میں

داخل ہوا جس سے متصل ایصان کی حویلی تھی۔

میدان کے آخری کنارے اور ایصان کی حویلی کے قریب جا کر بیسوناٹی نے اپنے گھوڑے کو روک لیا۔ پھر وہ پھلانگ کر نیچے اترا اور اپنے گھوڑے کو املی کے ایک درخت کے ساتھ باندھا پھر اس نے زین کے تنے پہ رکھا ہوا اپنا آہنی خود اٹھایا۔ سر پر سے اس نے اپنا عمامہ اتار کر آہنی خود سر پر رکھا۔ پھر اس کے اوپر حسب سابق اس نے عمامہ باندھ لیا۔ گھوڑے کی زین سے لٹکتی ہوئی ڈھال اس نے اپنی پشت پہ باندھ لی اور زین ہی کے ساتھ لٹکتی ہوئی اپنی چرمی خرجین کو اس نے اپنے کندھے سے لٹکا لیا۔

پھر وہ احتیاط کی خاطر ادھر ادھر دیکھتا ہوا دبے پاؤں ایصان کی حویلی کی طرف بڑھنے لگا۔ دیوار پھلانگ کر بیسوناٹی ایصان کی حویلی میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا حویلی کے صدر دروازے کے اندرونی حصے میں جلتی ہوئی ایک چھوٹی سی مشعل کے باعث روشنی پھیل رہی تھی اور وہاں ایک محافظ اپنے ہاتھ میں ننگی تلوار اور ڈھال لیے ٹہل رہا تھا۔

بیسوناٹی محتاط ہو گیا۔

دروازے سے دور ہٹ کر وہ حویلی کی دوسری سمت چل پڑا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ حویلی کے کمروں کا گہری نظر سے جائزہ بھی لیتا جا رہا تھا۔ ایک کمرے کے سامنے اس کے اندر سے آنے والی ہلکی ہلکی روشنی کے باعث بیسوناٹی وہاں رک گیا۔ کمرے کے اردگرد گھوم کر اس نے جائزہ لیا۔ اس نے دیکھا جس طرف حویلی کے صدر دروازے پہ کھڑا محافظ صاف دکھائی دے رہا تھا اس طرف اس کمرے کا دروازہ تھا۔

بیسوناٹی نے دیوار کے ساتھ چھپکلی کی طرح چپک کر اس دروازے میں سے کمرے کے اندر جھانکا۔ اس نے دیکھا کمرے میں صرف دو افراد تھے۔ وہ جان گیا کہ وہ ایصان کی بیٹی نیاہ اور اس کا داماد قسیمہ ہیں لہٰذا اس نے دیوار کے ساتھ چپکے ہی چپکے دروازے پہ کھڑے محافظ کو نگاہوں میں رکھا اور جونہی اس محافظ کی پیٹھ اس کی طرف ہوئی، بیسوناٹی حرکت میں آیا اور برق کی طرح اچھل کر کھڑکی میں سے کمرے میں جا پہنچا۔

کمرے کے اندر دو مسہریاں تھیں۔

ایک پہ نیاہ اور دوسری پہ اس کا شوہر قسیمہ گہری نیند سو رہے تھے۔ کمرے میں ایک ننھی صندل کی قندیل روشنی اور خوشبو دیتی ہوئی جل رہی تھی۔

بیسوناٹی نے حرکت کی اور کندھے پر لٹکتی ہوئی خرجین میں ہاتھ ڈال کر اس نے ایک رسی اور رومال نکالا۔ پھر وہ کسی بھوکے چیتے کی طرح بغیر آواز پیدا کیے قسیمہ کی طرف بڑھا۔ اس کی مسہری پہ ایک طوفانی انداز میں اس نے اپنے دونوں گھٹنے قسیمہ کے بازوؤں پہ جمائے اور تیزی سے رومال کے ساتھ اس کا منہ کس کر باندھ دیا۔

قسیمہ بہت پھڑپھڑایا پر بیسوناٹی کی گرفت ایسی مضبوط اور زوردار تھی کہ وہ بیسوناٹی سے اپنے آپ چھڑا نہ سکا۔

قسیمہ کا منہ باندھنے کے بعد بیسوناٹی نے اس کے دونوں بازو پکڑے اور ایک سخت جھٹکے کے ساتھ اسے اوندھا کر دیا پھر فوراً ہی اس کے دونوں ہاتھ بھی کس کر اس کی پشت پہ باندھ دیے۔ پھر قسیمہ کو چھوڑ کر وہ نیاہ کی طرف بڑھا اور جو طریقہ اس نے قسیمہ کے لیے استعمال کیا تھا وہی طریقہ اپناتے ہوئے بیسوناٹی نے اپنی خرجین کے اندر سے ایک اور کپڑا اور رسی نکال کر نیاہ کا منہ اور اس کے ہاتھ بھی پشت پر باندھ دیے۔

اس کے بعد بیسوناٹی ایک فوق البشر کے انداز میں حرکت میں آیا۔ قسیمہ کو اٹھا کر اس نے اپنے دائیں کندھے پر اور نیاہ کو بائیں کندھے پہ ڈالا۔ پھر وہ کھڑکی کی طرف بڑھا مگر قسیمہ اور نیاہ دونوں نے زور زور سے اپنی ٹانگوں کو حرکت دی اور خوب مچلے کہ بیسوناٹی کی کھڑکی سے نکلنے کی کوشش کو ناکام بنا دیں لیکن ان پہ بیسوناٹی کی گرفت ایسی مضبوط اور بھرپور تھی کہ وہ دونوں اپنی سعی میں ناکام رہے۔

تاہم کمرے کی اس کھڑکی کے پاس جا کر بیسوناٹی چونک سا گیا۔ فوراً پلٹ کر اس نے قسیمہ اور نیاہ کو ایک مسہری پر ڈالا اور اپنی ڈھال اور تلوار سنبھال کر مستعد ہو گیا۔ اتنی دیر میں کھڑکی کے اندر سے صدر دروازے پہ پہرہ دینے والا محافظ کود کر اندر آیا۔ اس کے ہاتھوں میں بھی ڈھال اور تلوار تھی۔ اندر آتے ہی وہ بے جھجک آگے بڑھا پھر اس نے تلوار لہرا کر بیسوناٹی کو شور بھرے، غصیلی آواز اور کھولتے ہوئے لہجے میں مخاطب کیا:

"اے اجنبی! میں نہیں جانتا کہ تو کون ہے لیکن میں تجھے یقین دلاتا ہوں کہ میری موجودگی میں تو میرے آقا کی بیٹی اور اس کے شوہر کو مجبور و بے بس کر کے یہاں سے زبردستی نہیں لے جا سکتا کہ میں اس گھر کا محافظ ہوں اور اس حویلی کے ہر فرد کی حفاظت میرا فرض ہے ـــ اے اجنبی! تو مٹی کے گھروندوں سے کھیلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اپنی تلوار اور ڈھال ایک طرف پھینک کر خود کو میرے حوالے کر دے ورنہ یاد رکھ! میں تجھے اپنے سامنے بے بس و مجبور کر کے ایسی مار ماروں گا کہ تو اپنا ماضی و حال سب کچھ بھول جائے گا"۔

ایصان کے اس محافظ کی گفتگو پر یسوتائی کا حلق کڑوا اور زبان کا ذائقہ تلخ ہو گیا تھا۔ اس کی جلال بھری نظروں میں ویرانیاں اور خوفزدہ کر دینے والے جذبے رقص کرنے لگے تھے غصے میں اس کی رگیں کھنچ گئیں اور اس کا چہرہ تنا ہو کر رہ گیا پھر اس نے ابال کھاتے ہوئے لہجے میں کہا:

"اے ایصان کے محافظ! میں نہیں جانتا کہ تیرا نام کیا ہے پھر بھی لاریب تو نے سچ کہا کہ میں مٹی کے گھروندوں سے کھیلنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ قسم مجھے اپنے اس رب کی جو واحد و مہربان ہے! اس سنگین و سنسان رات کے گھپ اور سیاہ اندھیرے میں میں تمہاری ذات کے نوشتہ تقدیر اور تمہارے شور زندگی کو بدرنگ کر کے رکھ دوں گا ـــ سنو! اے ایصان کے محافظ!! زندگی کی اس مسافت اور وقت کے اس بدترین کش مکش کے اندر آج رات نیاوا اور اس کے شوہر کو اپنے ساتھ لے جانا میری زندگی کے اہم ترین مقاصد میں سے ایک ہے ـــ میں جانتا ہوں کہ تم آسانی کے ساتھ میرے سامنے سے نہیں ٹلو گے لہٰذا سنبھلو! میں تم پر حملہ آور ہو رہا ہوں پھر دیکھ! کیسے میں اپنے رب کی نصرت کے ساتھ تجھ پر غالب آتا اور سرفراز رہتا ہوں"۔

اس کے ساتھ ہی اس نے وقت کے منجمد کر دینے والے طوفانوں اور صاعقہ وار جھپٹ پڑنے والی بدترین آندھیوں کی طرح ایصان کے اس محافظ پر حملہ کر دیا۔

یسوتائی کے حملوں میں سمندر کی ہیبت، بحرِ ذخار کی وحشت، لہروں کی تڑپ اور شعلوں کی لپک تھی۔ ایصان کے محافظ نے لاکھ کوشش کی کہ یسوتائی کو ایک جگہ روک کر اپنے سامنے جم کر لڑنے پر مجبور کر سکے لیکن وہ بری طرح ناکام رہا تھا اس لیے کہ یسوتائی اپنے خطرناک اور موت بکھیرتے ہوئے حملوں کے باعث اسے سیماب کے ایک ریلے کی طرح بہا لے گیا تھا۔ اب اس کے چہرے پر بدحواسیاں ہی بدحواسیاں تھیں جبکہ یسوتائی کے حملوں میں غضب کی شعلہ فگنی اور گہری تازگی و دلجمعی تھی۔

پھر اس کمرے کے اندر یسوتائی نے آہستہ اور دھیمی سی آواز میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے ایک ہی وقت میں اپنی تلوار اور ڈھال ایصان کے محافظ پر دے ماری۔ محافظ نے یسوتائی کی تلوار کو اپنی ڈھال پر روک لیا ـــ مگر ـــ اسی لمحے یسوتائی کی ڈھال اس کی کنپٹی پر پڑی اور وہ چکرا کر فرش پر گر پڑا۔

یسوتائی نے اس کی تلوار اور ڈھال اس سے چھین لی پھر اس نے بستر کی دو چادریں لیکر اس کا منہ اور اس کے ہاتھ پشت پر باندھتے ہوئے کہا:

"افسوس ہے کہ تمہیں اس مقابلے کے لیے زیادہ وقت نہ دے سکا اس لیے کہ میرے پاس وقت کم ہے اور میں بہت جلد اپنی منزل کی طرف کوچ کر جانا چاہتا ہوں ـــ"

حویلی میں داخل ہوتے وقت چونکہ یسوتائی نے اپنے چہرے پر اپنے خود کا نقاب ڈال لیا تھا لہٰذا وہ محافظ اس کا چہرہ نہ دیکھ سکا۔ پھر اسے اٹھا کر یسوتائی نے کمرے کے ایک کونے میں ڈال دیا۔

اس دوران قسیمہ نے مسہری کے پائے سے اپنے چہرے کو رگڑتے ہوئے وہ رومال ہٹا دیا جو یسوتائی نے اس کے منہ پر باندھا تھا... قبل اس کے کہ قسیمہ شور مچا کر کسی کو اپنی مدد کے لیے پکارتا کہ یسوتائی نے اسے دیکھ لیا۔ تیزی سے آگے بڑھ کر دوبارہ اس کے چہرے کو باندھتے ہوئے اس نے کہا:

"اچھا ہوا کہ تم نے مجھ پر واضح کر دیا ہے کہ منہ پر بندھا ہوا یہ کپڑا اٹھایا بھی جا

سکتا ہے۔ اب میں تمہارے اس محافظ کا کوئی اور بہتر بندوبست کر کے یہاں سے جاؤں گا"۔

جواب میں قسیمہ نے انتہائی نرمی اور عاجزی کے ساتھ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے اجنبی! میں نہیں جانتا کہ تو کون ہے اور یہ کہ تیرا نام کیا ہے — پر میں مطمئن ہوں کہ مجھ پہ کم از کم یہ انکشاف ضرور ہو گیا ہے کہ تو بھی ہماری طرح مسلمان ہے۔ میری تم سے التماس ہے کہ اپنے چہرے سے خود کا نقاب ہٹاؤ تاکہ میں دیکھوں کہ تم کون ہو اور میری تم سے یہ بھی التجا ہے کہ تم ہمیں یہ بھی بتا دو کہ تم ہم دونوں میاں بیوی کو کس جرم میں یہاں سے نکال لے جانا چاہتے ہو اگر تم نے ہمیں قصوروار یا مجرم ثابت کر دیا تو قسم ہے مجھے اپنے اس ربّ کی! جس کے نام کی تکبیر تھوڑی دیر قبل تم نے اس کمرے میں بلند کی، میں اور میری بیوی نباہ تم سے کوئی سوال یا مزاحمت کیے بغیر خود ہی اٹھ کر تمہارے ساتھ ہو لیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ اور پھر جو سزا تم تجویز کرو گے وہ ہمیں بخوشی قبول ہو گی کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہے لہٰذا وہ کسی معاملے میں اس پہ زیادتی نہیں کرتا — میں تم سے مزید گذارش یہ کرتا ہوں کہ میری بیوی کے منہ پہ بندھا ہوا کپڑا ہٹا دو کہ وہ ایسے سلوک کی عادی نہیں ہے۔ ہم دونوں تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ ہم شور کر کے کسی اور کو اپنی مدد کے لیے نہ پکاریں گے کیونکہ اس موقع پر ہم اگر کسی کو اپنی مدد کے لیے پکارنا چاہیں گے تو ہم تمہیں کو آواز دیں گے کہ مصیبت کے وقت ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی ہی کو اپنی مدد اور حمایت کے لیے آواز دے سکتا ہے"۔

یسوتائی نے قسیمہ کے منہ پر سے کپڑا ہٹا لیا۔

اب اس نے بغور اس کمرے کا جائزہ لیا۔ اس نے دیکھا اس کمرے کی اندرونی دیوار کے اندر ایک اور دروازہ بھی تھا جو شاید کسی اور کمرے میں کھلتا تھا۔

یسوتائی اس دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے دروازے کے پٹ پہ دباؤ ڈالا تو وہ اندر کی طرف کھل گیا۔

یسوتائی نے دیکھا وہ دروازہ واقعی ایک اور بغلی کمرے میں کھلتا تھا۔ سر کو جھکا کر اس نے کچھ سوچا۔ پھر وہ واپس آیا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے ایلسان کے محافظ کو اٹھا کر اس دوسرے کمرے میں پہنچایا اور وہاں بچھی ہوئی مسہری پہ اسے لٹا کر اس نے مسہری کی چادروں سے اسے مسہری کے ساتھ ہی باندھ دیا۔ پھر اس نے دروازے کو پہلے کی طرح بند کر دیا۔

اس کے بعد وہ نباہ کی طرف بڑھا۔ اس کے منہ پہ بندھا ہوا رومال اس نے کھول دیا —

اور —

ساتھ ہی اس نے اپنے چہرے سے بھی آہنی خود کا نقاب ہٹا دیا۔

نباہ نے یسوتائی کی طرف دیکھا اور پھر وہ حیرت و تعجب، پریشانی و فکرمندی سے اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔

اس کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے وہ برق و رعد، آتش و آہن کا شکار ہو گئی ہو۔

اس کے دل میں تردد و خلجان کے طوفان اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی پر کہہ نہ سکی۔

لگتا تھا اس کی زبان میں کانٹے اور حلق میں پھندے ہوں۔

بڑی مشکل سے اس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ پھر اس نے انتہائی مایوسی اور پریشانی میں یسوتائی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:

"اے یسوتائی! جب سے تو نے منگولوں کے سردار تموجن کے ہاتھوں خطا کی لڑکیوں کو باعزت طور پر رہائی دلائی ہے تب سے ہی اے یسوتائی! ہم اس سرزمین میں تمہاری بہادری، جرأت مندی، استقلال، اولوالعزمی اور حوصلہ مندی کی قسمیں کھایا کرتے تھے۔ تمہارے اس کردار کی بدولت خطا و ختن کی حسین ترین لڑکیاں

بھی تجھ پر اپنی جان قربان کر دینے کو ایک سعادت سمجھنے لگی تھیں اور پھر اے یسوتانی! ہمیں یہ بھی خبر ہو گئی تھی کہ تم مسلمان ہو۔ اس بنا پر ہم تمہیں اپنے جسم کی خوش حالی روح کی رہائی اور اپنے چراغوں کی روشنی سمجھنے لگے تھے کیونکہ اپنے عمدہ کردار کی وجہ سے تو ہمارے ہاں دوستی کی صبح جیسا خوش اخلاق اور لبوں کی مٹھاس جیسا پسندیدہ ہو گیا تھا —— پھر کس بنا پر تو بے ضمیری کے خوابوں کا شکار رہا۔ کیوں تو نے کردار کی بلندی اور پستی کو فراموش کر دیا۔ کس وجہ سے تو جرائم کی یورش اور جھوٹی امیدوں کی حقیر خواہشوں کا شکار ہو گیا!"

نیاہ کہتی چلی گئی:

"اے یسوتانی! کیا تو بتائے گا کہ کس بنا پر تو نے یہ بدی اور گناہ کا راستہ اختیار کر لیا؟"

چند ساعتوں تک خاموش رہنے کے بعد نیاہ پھر یسوتانی کو مخاطب کرتے ہوئے گویا ہوئی:

"اے یسوتانی، کاش! میرا ضمیر مردہ اور میرا جسم بے روح ہو گیا ہوتا —— کاش! میری بصارت اور میری سماعت ہی نہ رہتی —— کاش! اگر یہ نہیں ہو سکتا تھا تو میں مر ہی گئی ہوتی کہ میں اپنے ایک مسلمان بھائی کو اس حالت میں نہ دیکھتی —— اے یسوتانی! مجھے اس بات پر بھی فخر تھا کہ میری بہن قرطبہ تمہیں پسند کرتی ہے۔ اے یسوتانی! تو نے تو میری ساری ہی امیدوں کو مایوسیوں کے جلتے ہوئے الاؤ میں ڈال دیا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی وہ خاموش ہو گئی اور اس کی گردن مایوسانہ انداز میں جھک کر رہ گئی۔

یسوتانی آگے بڑھا اور اس نے نیاہ کے پشت پر بندھے ہوئے دونوں ہاتھ کھول دیے۔

نیاہ نے کوئی حرکت نہ کی اور اسی طرح مایوسانہ انداز میں اپنی جگہ پر خاموش

بیٹھی رہی۔

تب —— یسوتانی نے نیاہ کو مخاطب کر کے کہا:

"اے نیاہ! میری بہن!! تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے اور یہ کہ تو نے میری سیرت اور میرے اخلاق و کردار کا غلط اندازہ لگایا ہے —— اے میری بہن! میں نے نہ ہی بدی اور گناہ کا راستہ اختیار کیا ہے اور نہ ہی میں جرائم کی یورش اور جھوٹی امیدوں کی حقیر خواہشوں کا شکار ہوا ہوں۔ اگر یہ بات تم نے اس بنا پر کہی ہے کہ میں تمہیں اور تمہارے شوہر کو رات کی اس تاریکی میں چوروں کی طرح یہاں سے اٹھانے آیا ہوں تو اے میری بہن! سن رکھو!! اس کے پیچھے بھی ایک مضبوط وجہ اور ایک واضح بنیاد ہے —— کاش! مجھ پر الزام تراشی سے قبل تم نے وہ حالات سنے ہوتے جو تمہارے باپ کے خلاف میرے جگر میرے ضمیر میں کھولتے ہوئے لاوے کی طرح اذیت پیدا کرتے ہیں۔"

یسوتانی کی باتوں پر نیاہ چونک پڑی۔

جونہی یسوتانی خاموش ہوا تو نیاہ نے انتہائی بے تابی سے پوچھا:

"اے یسوتانی! میرے باپ کے متعلق جو کچھ تم نے کہا ہے کیا تم اس کی تفصیل کہو گے؟"

جواب میں یسوتانی نے اپنی ماں اور بہن کے اٹھائے جانے، اس کے باپ کے اس معاملہ میں ملوث ہونے اور پھر اس کے باپ ایلیان کے حکمران شہر سے اسے دیکھ کر بھاگ جانے کے سارے ہی واقعات تفصیل سے کہہ دیے۔

اس کے علاوہ اس نے اپنے باپ کے منگولوں کے اندر داخل ہونے، شادی کرنے اور پھر قتل ہو جانے کی ساری کیفیت بھی بیان کر دی۔

نیاہ چند لمحوں تک غائر نظروں سے یسوتانی کی طرف دیکھتی رہی۔ اس کے چہرے پر بے کراں کرب میں ڈوبے جذبے رقص کر رہے تھے۔

کمرے میں سنسان و نزولیدہ سکوت اور موت کا سناٹا طاری تھا۔ باہر طوفانی

رات میں درختوں کی شاخیں چلا رہی تھیں۔

فضا کی سانس بوجھل ہو رہی تھی!

دوسری طرف قسیمہ کی حالت بھی عجیب ہو رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ طوفانوں سے لڑنے اور وحشتوں کے اندھیروں سے بچنے کی کش مکش میں مبتلا ہو۔

نیاہ نے ایک بار غور سے بیسوتائی کی طرف دیکھا۔

اُس کی حالت آتش زنی اور خونریزی برپا کر دینے والے کسی مہیب وحشی کی سی ہو رہی تھی۔

اس کی آنکھوں میں نیاہ کُن آندھیاں اور چہرے پر وحشت و بربریت کی سنسنی آرائیاں سجا دینے والے جذبے تھے۔

نیاہ اپنے باپ کے بدی اور گناہ سے بھرپور کارنامے سن کر غضب ناک اور غصے میں جوالا مکھی ہو رہی تھی۔ اس کا چہرہ تلے ہوئے جیسا سخت ہو رہا تھا۔ پھر بھی اس نے بیسوتائی کو مخاطب کرتے ہوئے بے حد نرمی اور عقیدت مندی سے کہا:

"اے بیسوتائی! اب میں نے جانا کہ جس روز میرا باپ ٹنکوان شہر سے رات کے وقت بدحواسی میں گھر لوٹا تھا تب سے وہ آرام و سکون بھول چکا ہے اور اپنے گھر بیٹھنے کے بجائے وہ چوروں اور مجرموں کی طرح ادھر اُدھر ہی بھاگا پھرتا ہے۔ اے بیسوتائی! میری مسلم قوم کے عظیم فرزند! اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ میرا باپ گناہوں کی آگ اور بدی کی لہروں سے کھیلتا پھرتا ہے، اے بیسوتائی! میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ میں اپنے باپ سے تمہاری ماں کی خرید و فروخت کا اور تمہاری بہن کے اغوا کا خوب خوب حساب لوں گی۔ تم دیکھو گے کہ میں اس سے اس کی اس درندہ صفتی کا کیسے حساب وصول کرتی ہوں —— اے میرے بھائی! میری اس یقین دہانی کے باوجود اگر تم مجھے اور میرے شوہر کو اپنے ساتھ صحرائے گوبی کی طرف لے جانا چاہو تو اس کے لیے ہمارے ہاتھ اور منہ باندھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم حکم دو، بخدا ہم دونوں میاں بیوی اٹھ کر ادنیٰ غلام و لونڈی کی طرح تمہارے آگے آگے چل

دیں گے۔"

بیسوتائی نے جب نیاہ کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور سر جھکائے خاموشی سے کھڑا رہا تو نیاہ نے پھر انتہائی خلوص سے کہا:

"اے میرے بھائی! یہ تو نے انتہائی دانش مندی اور دُور اندیشی کا کام کیا جو تو نے ہماری حویلی کے اس محافظ کو باندھ کر دوسرے کمرے میں ڈال دیا ہے۔ کیونکہ یہ میرے باپ کے ذاتی محافظوں میں سے ہے اور یہ ہمارے معاملے میں پُر خلوص نہیں ہو سکتا۔ اسے اس گفتگو کا علم نہیں ہونا چاہیے تھا جو ہمارے تمہارے درمیان ہو رہی ہے۔"

بیسوتائی نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا۔

وہ خاموشی کے ساتھ قسیمہ کی طرف بڑھا اور وہ رسی کھول دی جس سے قسیمہ کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔

اس کے بعد وہ خاموشی سے جانے کے لیے کھڑکی کی طرف بڑھا۔

اس پر قسیمہ نے انتہائی ارادت مندی اور ہمدردی سے کہا:

"اے بیسوتائی! تم بھی کیسے بھائی ہو؟ احسان بھی کرتے ہو اور اجنبی بھی بنتے ہو۔ مسلمان جان کر ہم سے مخاصمت بھی کرتے ہو اور ہماری باتوں کا جواب دیے بغیر یہاں سے کوچ بھی کرتے ہو۔ اے میری ملت کے برادرِ عزیز! ستاروں اور پھولوں کا تبسم بھی دکھاتے ہو اور ساتھ ہی ساتھ موجوں کا ظلم اور خاموشی کی بے قراری بھی دینا چاہتے ہو —— اے میرے عزیز! کہ تو نگاہِ فقر اور قلبِ درویش رکھتا ہے پھر بھی ہم سے یوں قطع تعلق کیے جاتا ہے —— اور سنو! ...."

اس کے آگے قسیمہ کچھ نہ کہہ پایا۔

اس کی آواز، یوں لگتا تھا ہچکیوں اور آہوں میں ڈوب گئی ہو۔ اس کے قریب بیٹھی نیاہ بھی اس کی اِس گفتگو پر رو رہی تھی۔

وہ دونوں میاں بیوی چند لمحوں تک کھڑکی کے پاس خاموش اور سر جھکائے کھڑے

یسونائی کو دیکھتے رہے۔ پھر وہ اٹھ کر اس کے پاس آئے تو انہوں نے دیکھا یسونائی کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل نکل کر اس کے گالوں پہ پھسلتے ہوئے ٹھوڑی کے پاس جاکر قطروں کی صورت اختیار کرنے کے بعد فرش پہ گر رہے تھے۔

قسیمہ اور نیاہ اُسے دیکھتے رہے اور ان دونوں کی آنکھوں سے بھی آنسو بہتے رہے۔۔۔ ایسے آنسو، جن میں اسلامی قومیت اور مسلم قوم کا درد اور ملت کا خلوص تھا۔۔۔ ہاں! وہ ایسے ہی آنسو تھے جن کی کوئی قیمت اور کوئی مول نہیں لگایا جاسکتا!

چند لمحوں تک ایسا ہی سماں رہا۔

پھر یسونائی نے اپنے عمامہ کے پلو سے اپنی آنکھیں اور چہرہ صاف کیا اور ساتھ ہی اس نے گلوگیر اور کپکپی ہوئی آواز میں ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"میں اب جاتا ہوں کہ میں نے آج ہی رات یہاں سے صحرائے گوبی کی طرف کوچ کر جانا ہے۔ میں اب ایمان کا معاملہ تم دونوں پر چھوڑتا ہوں۔ ہاں اے میرے عزیز بھائی بہنو! میں اس وقت کا بڑی بے چینی سے انتظار کروں گا جب مجھے ایمان سے یہ معلوم ہوگا کہ اس نے میری ماں اور بہن کو کہاں اور کس کے ہاتھ بیچا ہے؟"

نیاہ نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ پھر اس نے درد آمیز آواز میں کہا:

"اے میرے بھائی! قسم ہے مجھے اپنے اس رب کے جلال کی، جسے ہم لوگ واحد یکتا، بے ہمتا اور لاشریک مانتے ہیں، میں، نیاہ اب خود اپنے باپ کے خلاف حرکت میں آؤں گی اور میرے شوہر قسیمہ اس معاملے میں میرا پورا پورا ساتھ دیں گے اور اے یسونائی! تم دیکھو گے کہ ہم لوگ ایک روز اپنے باپ کو تمہارے مجرم کی حیثیت سے تمہارے سامنے پیش کریں گے۔ اے یسونائی! میرے باپ ایمان نے تمہاری ماں بہن کو نہیں بلکہ ہماری ماں بہن کو بیچا ہے اس لیے کہ مسلمان ہوتے ہوئے ہم ایک ہی خاندان کے افراد ہیں اس لیے تمہاری ماں ہماری ماں ہے سو اس کا

انتقام لینا جس طرح تمہارے لیے ایک فرض ہے ایسے ہی ہمارے اوپر بھی فرض ہے۔ اے میرے بھائی! یہاں سے تم مطمئن ہو کر صحرائے گوبی کی طرف جاؤ۔ عنقریب تم دیکھو گے کہ ہم اپنے وعدے کو خوب نبھائیں گے۔"

یسونائی نے قسیمہ سے مصافحہ کیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

○

اپنے گھوڑے کو باہر ہی کھڑا کر کے یسونائی جب سنجار کے مکان میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ صحن میں ایک طرف سنجار اور مکدار کھڑے تھے اور ان کے قریب ہی قرطبینہ بولائی کے لیے خرجین میں کھانے کی چیزیں ڈال رہی تھی جبکہ بولائی پانی کا مشکیزہ بھر کر گھوڑے کی زین سے باندھ رہا تھا۔ صحن کے اندر ایک چھوٹی سی مشعل جل رہی تھی جس نے صحن کے سارے حصوں کو روشن کر رکھا تھا۔

یسونائی جب اندر داخل ہوا تو اسے دیکھتے ہی وہ چاروں اس کے قریب آ گئے۔ پھر قرطبینہ نے بے چینی سے پوچھا:

"آپ کا گھوڑا کہاں ہے اور کیا آپ قسیمہ کو ساتھ نہیں لائے اور نیاہ کہاں ہے؟"

وہ ایک ہی سانس میں کہہ گئی۔

یسونائی نے اسے جواب دیتے ہوئے کہا:

"میرا گھوڑا باہر کھڑا ہے میں اسے اندر نہیں لایا اس لیے کہ میں ابھی بولائی کے ساتھ یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔"

اس کے بعد اس نے جلدی جلدی اور اختصار کے ساتھ وہ سارے حالات ان سے کہہ دیے جو اسے ایمان کی حویلی میں نیاہ اور قسیمہ کی زبانی سے معلوم ہوئے اور پیش آئے تھے۔

پانچوں تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر قرطبینہ نے ہی اس طویل خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا:

"نیاہ اور اس کا شوہر قسیمہ انتہائی پُرخلوص اور ہمدرد ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ ایصان۔ بے شک نیاہ کا باپ ہی سہی لیکن وہ دونوں اس کے خلاف ضرور آپ کے حق میں حرکت میں آ جائیں گے۔"

پھر اس نے بڑے یقین سے کہا:

"اور انشاء اللہ! بہت جلد آپ دیکھیں گے کہ جس طرح ان دونوں نے آپ سے وعدہ کیا ہے، وہ ایصان کو پکڑ کر ایک مجرم کی حیثیت سے ضرور آپ کے سامنے پیش کر دیں گے۔"

یسونائی نے بھی ایک تسلّی اور اطمینان سے کہا:

"مجھے بھی ان دونوں سے ایسی ہی امید ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ وہ دونوں مسلمان کی حیثیت سے اسلام سے محبت اور عقیدت کے بہترین جذبے رکھتے ہیں اس لیے میں نے ان دونوں کو اپنے ساتھ لے جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنی مسلم قوم کا ایک بھائی اور بہن سمجھ کر ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی یسونائی نے آگے بڑھ کر سنجار سے مصافحہ کرنے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا:

"آپ لوگ اب آرام کریں۔ میں اور بولائی اب یہاں سے کوچ کریں گے۔"

سنجار نے گرمجوشی کے ساتھ اس سے مصافحہ کیا۔

یسونائی کے بعد بولائی نے سنجار سے مصافحہ کیا اور گلے ملا۔

پھر وہ دونوں مکان سے نکلے اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں سے کوچ کر گئے۔

سنجار، قرطبینہ اور تکدار دروازے پر کھڑے انہیں الوداع کہہ رہے تھے یسونائی اور بولائی نے جب اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا دی اور شاہراہِ ریشم پر ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو ان تینوں نے بھی گھر کا دروازہ بند کر لیا۔

چنگیز خان اپنی بیوی بورتائی اور چاروں بیٹوں جوچی، چغتائی، اوغدائی اور تولائی کے ساتھ اپنے مہمان خانے میں محوِ گفتگو تھا۔ اس کی ماں اب فوت ہو چکی تھی۔ گو چنگیز خان نے اپنے سب بیٹوں کے لیے اپنی رہائش علیحدہ کر لی تھی پر اس کے گھر کے افراد کی تعداد پہلے سے بڑھ چکی تھی ان کے سارے بیٹے بھی اپنی اپنی بیویوں اور بچوں والے ہو چکے تھے۔

وہ غالباً کسی گھریلو مسئلہ پر گفتگو کر رہے تھے کہ چنگیز خان کے محافظ دستے کا ایک اندر آیا اور اس نے چنگیز خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے خان! شمالی چین کے خاندان کن کے شہنشاہ کی طرف سے ایک وفد آیا ہے وفد کے سربراہ کا نام ہیروشو ہے۔ میں نے ان لوگوں کو مہمان خانے میں بٹھا دیا ہے یہ لوگ چار کی تعداد میں ہیں اور کسی اہم کام کے سلسلے میں آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ وفد کے سربراہ ہیروشو کے پاس اپنے شہنشاہ کی طرف سے آپ کے نام ایک تحریری مراسلہ بھی ہے۔ اے خان! اب کہیے میرے لیے کیا حکم ہے؟"

چنگیز خان چند لمحوں تک گردن جھکائے سوچتا رہا پھر اس نے سر اٹھا کر ارخون کو تحکمانہ انداز میں کہا:

"جاؤ! بسوتائی کے ساتھ رہنے والے ایغوری، سوبدائی، مقولی اور جی نویان، سب کو بلا کر لاؤ۔ ان سے کہو کہ وہ میرے مہمان خانے میں اس چینی وفد کے پاس آ کر بیٹھیں۔"

پھر ذرا رک کر اس نے کہا:

"اور جب یہ سارے لوگ آجائیں تو تم مجھے اطلاع کر دینا۔"

جب وہ ارخون چلا گیا تو چنگیز خان نے اپنے بیٹے جوجی کو مخاطب کر کے کہا:

"اے جوجی! تم اٹھو اور اپنے تینوں چچاؤں کو بلا کر لاؤ۔ ان تینوں سے کہو میرے مہمان خانے میں آ کر بیٹھیں۔"

جوجی نے ادب سے سر جھکایا اور خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔

چنگیز خان وہیں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کا بیٹا اپنے تینوں چچاؤں کو اس کا پیغام دے کر لوٹ آیا۔ پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد اس کا ارخون بھی لوٹ آیا اور مؤدب لہجہ میں چنگیز خان سے کہا:

"اے آقا! جن لوگوں کو آپ نے طلب کیا تھا وہ مہمان خانے میں چینی وفد کے پاس بیٹھے آپ کے منتظر ہیں۔"

چنگیز خان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اپنے چاروں بیٹوں کو اس نے اپنے ساتھ آنے کو کہا۔ پھر وہ ان کے ساتھ اپنے مہمان خانے کی طرف بڑھا۔

جب وہ اپنے بیٹوں کے ساتھ مہمان خانے میں داخل ہوا تو چینی وفد کے ارکان اٹھ کھڑے ہوئے اور باری باری انہوں نے ارکان سے مصافحہ کیا۔ پھر وہ سب اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔

اس کے بعد چنگیز خان نے اس وفد کے اراکین کی طرف دیکھ کر پوچھا:

"تم لوگوں میں ہیروشو کون ہے؟"

ان میں سے ایک کھڑا ہوا اور جواب میں بولا:

"میرا نام ہیروشو ہے اور میں اس وفد کا سربراہ ہوں۔"

چنگیز خان نے ایک بار غور سے ان چاروں کو دیکھا۔ پھر ہیروشو کو مخاطب کرتے ہوئے بولا:

"کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ شمالی چین کے شہنشاہ کی طرف سے تم میرے لیے کیا پیغام لے کر آئے ہو؟"

ہیروشو نے انتہائی بے باکی سے اسے جواب دیتے ہوئے کہا:

"اے خان! تم جانتے ہو کہ تمہارا نام بھی گوبی کی سرزمین میں رہنے والے ان حاکموں میں شامل ہے جو شمالی چین کے ماتحت اور خراج گذار سمجھے جاتے ہیں۔ اے خان! تمہارا نام آج بھی ہمارے شہنشاہ کے بہی کھاتوں میں ایک خراج گذار کی حیثیت سے شامل ہے۔ اس برس ہمیں تمہارے پاس ایک وفد کی صورت میں خراج ہی وصول کرنے کے لیے آنا چاہیے تھا لیکن ہمارے مہربان شہنشاہ نے تمہارا اس سال کا خراج معاف کرتے ہوئے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اپنے لشکر کا ایک حصہ شمالی چین کی سرزمینوں کی طرف بھیجو تاکہ وہ ہمارے لشکر میں شامل ہو کر جنوبی چین کے خلاف جنگ میں حصہ لے ——— اور یہ کہ تم یہ ثابت کرو کہ چنگیز خان اب بھی خطا کے شہنشاہ کا ماتحت ہے۔"

اس موقع پر چنگیز خان کے بھائیوں اور بیٹوں کی حالت غصہ میں غضب ناک ہو گئی تھی۔ قبل اس کے کہ ان میں سے کوئی ہیروشو کو کوئی سخت جواب دیتا، چنگیز خان نے انہیں آنکھ کے اشارہ سے خاموش رہنے کو کہا۔

ہیروشو کہہ رہا تھا:

"اے خان! ہمارا شہنشاہ اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ خیمہ زن ہے جہاں شاہراہِ ریشم شمالی چین سے جنوبی چین کی حدود میں داخل ہوتی ہے۔ جب تمہارا لشکر اس کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے اس کے لشکر میں جا شامل ہو گا، تب ہمارا شہنشاہ اپنے مرکزی شہر ینگ کنگ کی طرف روانہ ہو جائے گا جبکہ اس کا بیٹا ایک

بیٹا ایک سالارِ اعظم کی حیثیت سے جنوبی چین کے خلاف حرکت میں آئے گا —

اے خان! شہنشاہ کے اس بیٹے کا نام ینان ہے۔ اسے خان! تمہیں یاد ہوگا کہ جنوبی چین میں دریائے ینگ سی کے اُس پار سنگ خاندان حکومت کرتا ہے اور ہمارے شہنشاہ کو یہ خبریں ملی ہیں کہ سنگ خاندان کا بادشاہ اپنی عسکری قوت کو مضبوط کرنے کے بعد بہت جلد ہمارے خلاف حرکت میں آئے گا اور شمالی چین پر حملہ آور ہو جائے گا لہٰذا ہمارے شہنشاہ نے پیش بندی کے طور پر پہلے ہی اس پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اے خان! یہ انکشاف بھی شاید تمہارے لیے نیا نہ ہو کہ ارد گرد کی اور بہت سی اقوام بھی ہمارے شہنشاہ کے حکم پر اس کے لشکر میں شامل ہو چکی ہیں۔ اب ہمارے شہنشاہ کو تمہاری طرف سے لشکر کا انتظار ہے، اس کے بعد وہ اپنی مہم کا آغاز کرے گا۔"

ہیروشو نے رک کر سانس لیا اور پھر کہا:

"اب کہو اے خان! تم اس کے جواب میں کیا کہتے ہو؟"

چنگیز خان نے چند ثانیوں تک خاموش گہری سوچ میں ڈوبا رہا پھر اس نے وفد کے سربراہ ہیروشو سے پوچھا:

"کیا تمہارے پاس میرے لیے تمہارے تاجدار زریں کا کوئی تحریری نامہ بھی ہے؟"

ہیروشو نے جواب دیا:

"ہاں میرے پاس ایسی تحریر ہے۔"

اس نے اپنے لباس کے اندر سے بانس کے کاغذ پر لپٹی ہوئی تحریر نکال کر چنگیز خان کو تھما دی۔

چنگیز خان نے اپنے نام شہنشاہ کی اس تحریر کو دیکھا پھر اس نے یسوتائی کے ساتھ رہنے والے ایلغوری کو مخاطب کر کے کہا:

"اے ایلغوری! میرے قریب آؤ اور شہنشاہ کا یہ پیغام سب کو پڑھ کر سناؤ۔

میں جانتا ہوں تم اَن گنت زبانوں پر عبور رکھتا ہے۔"

ایلغوری اٹھ کر چنگیز خان کے پاس آیا اور چین کے شہنشاہ کی وہ تحریر پڑھ کر سب کو سنائی جس میں چنگیز خان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ فی الفور اپنی طرف سے ایک لشکر اس کی طرف روانہ کرے۔

چنگیز خان چند لمحوں تک خاموش رہا پھر اس نے ہیروشو سے پوچھا:

"اگر میں یہ جاننا چاہوں کہ تم کب تک یہاں سے کوچ کرنا چاہو گے تو تمہارا جواب کیا ہوگا؟"

ہیروشو نے کہا:

"اگر تم اپنا کوئی لشکر شہنشاہ کی طرف روانہ کرنا چاہو تو ہم ابھی اس لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔"

چنگیز خان نے بڑی شفقت اور نرمی سے کہا:

"تو پھر مطمئن رہو، یہاں سے کل ہی میرا ایک لشکر تمہارے شہنشاہ کی طرف روانہ ہوگا۔"

پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا:

"لہٰذا تم آج کی رات مہمان کی حیثیت سے ہمارے پاس قیام کرو اور کل صبح ہی یہاں سے تم لوگوں کا کوچ ہوگا۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے آواز دے کر اپنے ارخون کو اندر بلایا اور اسے حکم دیتے ہوئے کہا:

"چینی وفد کے ان اراکین کو قراقرم کے مہمان خانے کی طرف لے جاؤ اور ان کی رہائش اور کھانے کا عمدہ انتظام کرو۔"

چنگیز خان کا ارخون چینی وفد کے ارکان کو اپنے ساتھ لے کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

ان کے وہاں سے چلے جانے کے بعد چند ساعتوں تک کمرے کے اندر خاموشی

طاری رہی پھر چنگیز خان نے وہاں بیٹھے اپنے سارے ارخونوں، بھائیوں اور بیٹوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"تم لوگوں کو حیرت ہوگی کہ میں نے چینی وفد کے اس سربراہ کی گفتگو کیسی نرمی سے برداشت کی۔ تم لوگوں کو شاید اس پہ بھی تعجب ہوگا کہ ان لوگوں نے مجھے شمالی چین کے شہنشاہ کا باجگزار اور ماتحت قرار دیا اور میں خاموش رہا۔ تم لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال بھی ضرور اٹھا ہوگا کہ انہوں نے مجھے ایک لشکر اپنی مدد کے لیے بھیجنے کا حکم دیا اور بغیر کسی اعتراض کے میں نے ان کے اس حکم کو بھی تسلیم کر لیا ـــــ شاید میری نرمی، عاجزی اور جھکاؤ کو تم لوگ میری کمزوری جانو لیکن اے میرے ارخونو! میرے بھائیو! میرے بیٹو!!! ایسا ہرگز نہیں ہے۔ میں نے شہنشاہ کے حکم پر دو وجوہات کی بنا پر لشکر اس کی مدد کے لیے روانہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ ہمارے حالات فی الوقت ایسے نہیں ہیں کہ ہم شمالی چین کے شہنشاہ کے خلاف بغاوت کر کے اس پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں۔"

ذرا رک کر اس نے مزید کہا:

"ایسی صورت میں شمالی چین کا شہنشاہ اپنے اس لشکر کا رخ ہماری طرف پھیر دے گا جس سے وہ جنوبی چین پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ اس لشکر میں چونکہ چینی لشکریوں کے علاوہ دوسری اقوام کے عساکر بھی شامل ہیں لہٰذا ایسے وقت شمالی چین سے ہمارا ٹکراؤ محض ہمارے ہی لیے نقصان کا باعث ہوگا اور اس کی ایک دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارا جو لشکر شمالی چین کے لیے مدد کے تحت جائے گا، وہ ان کے دشمنوں کے خلاف جنگ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے سارے علاقوں پہ گہری نگاہ رکھتے ہوئے ان کی قوت اور رہن سہن اور دوسرے عوامل کا جائزہ بھی لے گا اور واپس لوٹ کر یہ ساری اطلاعات مجھے پہنچائے گا اور اس کے بعد اپنی عسکری تیاری کر کے تم لوگ دیکھنا کہ میں کیسے شمالی چین کے خلاف حرکت میں آتا ہوں

تم میں سے کسی کو اگر میرے اس فیصلہ پہ اعتراض ہو تو وہ بلا جھجک اٹھ کر اپنی رائے کا اظہار کرے۔"

وہاں بیٹھے ارخونوں، چنگیز خان کے بیٹوں اور بھائیوں میں سے کوئی بھی نہ اٹھا اور سب نے اطاعت کے اظہار میں چنگیز خان کے سامنے اپنی گردنیں خم کر دی تھیں۔

چنگیز خان ان کے اس رویہ پر خوش ہو گیا۔

پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا:

"سنو! میرے ہر دلعزیز ارخونو! میرے بھائیو اور میرے بیٹو! کل یہاں سے ایک لشکر شمالی چین کے شہنشاہ کے حکم کے مطابق چینی وفد کے اراکین کے ساتھ کوچ کرے گا۔ یہاں سے روانہ ہونے والے ہمارے اس لشکر کا سالار یسوتائی اور نائب جبی نویان ہوگا ـــــ اے یسوتائی اور جبی نویان! تم دونوں غور سے سنو میرے ہر دلعزیز ارخونو! تم دونوں چینی سرزمین کے اندر اپنی آنکھیں کھلی اور کان ہوشیار رکھنا اور وہاں سے اپنی معلومات میں اضافہ کر کے لوٹنا۔ اس سرزمین کی نشانیاں یاد رکھنا۔ جب تم دونوں ان جنگوں میں حصہ لینے کے بعد صحرائے گوبی کی طرف آؤ تو تم دونوں کے ذہنوں میں اس سرزمین کا مکمل نقشہ ہونا چاہیے۔ وہاں کے عام لوگوں، غلاموں، کسانوں، عالم فاضل لوگوں، سپاہیوں، فقیروں اور امراء و ملوک کی زندگی کا بغور مطالعہ کرنا ـــــ وہاں کے حالات کا گہری نگاہ سے جائزہ لینا اور تمہاری ہی فراہم کردہ اطلاعات کو بنیاد بنا کر میں شمالی چین کو اپنا ہدف بناؤں گا۔ پھر تم دیکھنا کہ شہنشاہِ شمالی چین، جو آج مجھے اپنا باجگزار اور ماتحت سمجھنے کے علاوہ قراقرم میں اب بھی مجھے باغیوں کا دشمن سالار کے لقب سے پکارتا ہے، میں اس پہ ایسی ضرب لگاؤں گا کہ میں اس کے تعاقب میں اور وہ میرے آگے ہوگا اور سن رکھو میرے ارخونو! ـــــ چین سے نمٹنے، اس پہ قبضہ کرنے اور اسے اپنا ماتحت بنانے کے بعد ہم مغرب کا رخ کریں گے اور اس طرف پھیلی ہوئی ان گنت

اقوام پر حملہ کر کے اپنی سلطنت کو اور زیادہ وسیع کریں گے "۔

" اب تم لوگ اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو جاؤ اور وہاں تیاری کرو۔ اور یسوتائی اور جی نوبان! تم دونوں کل کوچ کے لیے تیار رہنا اور ہاں اے یسوتائی! تم ایلغوری کو بھی اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو "۔

اس کے ساتھ ہی چنگیز خان اٹھ کر اپنے مکان کے سکونتی حصے میں چلا گیا۔

دوسرے سب لوگ بھی اٹھ کر اس مہمان خانے سے نکل کر اپنے گھروں کی طرف چل دیے تھے!

دوسرے روز یسوتائی اور جی نوبان ایک لشکر کو لے کر چینی وفد کے ارکان کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گئے۔

چنگیز خان نے اسے جو لشکر مہیا کیا تھا اس میں زیادہ تر کرایت ترک، تائیجوت اور مکریت قبائل کے جنگجو تھے۔

یسوتائی اور جی نوبان اپنے لشکر کے ساتھ چینی وفد کی راہنمائی میں سفر کرتے ہوئے ایک دن اور ایک رات کے مسلسل اور تیز رفتار سفر کے بعد جنوبی چین کی سرحد پر شاہراہِ ریشم کے اس حصے میں جا پہنچے جہاں شمالی چین کا شہنشاہ اپنے لشکر سمیت خیمہ زن تھا۔

○

وفد کے سربراہ ہیروشو نے وہاں پہنچ کر یسوتائی کو مخاطب کر کے کہا:

"آپ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں ہمارے عساکر کے ایک طرف پڑاؤ کریں۔ میں اپنے شہنشاہ کو آپ کے آنے کی اطلاع کرتا ہوں "۔

یہ کہہ کر ہیروشو اپنے ساتھی اراکین وفد کے ہمراہ وہاں سے اپنے لشکر کے خیموں میں چلا گیا جبکہ یسوتائی اور جی نوبان وہاں اپنے لشکر کے پڑاؤ کا انتظام کرنے لگے!

تھوڑی ہی دیر کے بعد ہیروشو ایک بار پھر اپنا گھوڑا دوڑاتے ہوئے وہاں آیا۔ اس وقت یسوتائی اور جی نوبان اپنے لشکر کے نصب ہوتے خیموں کی نگرانی کر رہے تھے۔

ہیروشو نے آتے ہی کہا:

"اے عظیم یسوتائی! ہمارا شہنشاہ اور اس کا بیٹا تیان اور شہنشاہ کی ہر دلعزیز بیٹی کوانتی تم سے ملنے آ رہے ہیں۔ ہمارے شہنشاہ کا بیٹا ایک ہی یعنی تیان ہے لیکن بیٹیاں دو ہیں۔ ایک کوانتی دوسری سکات۔ ان دونوں میں سکات بڑی اور کوانتی چھوٹی ہے لیکن شہنشاہ اپنی بیٹی کوانتی سے جنون کی حد تک پیار کرتا ہے۔ جہاں تک اس کی خوبصورتی کا تعلق ہے تو دونوں بہنیں شکل و شباہت میں ایک ہی جیسی ہیں لیکن کوانتی میں کچھ زائد خصوصیات ہیں۔ انہی خصوصیات کی بنا پر شہنشاہ اسے سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں اور اس کوانتی کی صفات یہ ہیں کہ وہ بہترین جنگجو، انتہائی دلیر اور جرأت مند لڑکی ہے۔ وہ اکثر جنگوں میں حصہ لیتی رہتی ہے اور شہنشاہ کے لشکر کے ایک حصہ کی کمان بھی کرتی ہے۔ اے یسوتائی! جنگ میں وہ بڑے سے بڑے سورماؤں کو زیر کرنے کا فن خوب جانتی ہے۔ نوشتوں کو بدل دینے والی وہ لڑکی شورِ طوفان جیسی تیز اور مرگ واجل جیسی اٹل ہے ۔۔ مجھے امید ہے کہ تم اس سے مل کر خوش ہو گے اور وہ بھی تمہیں دیکھ کر خوشی کا اظہار کرے گی کیونکہ میں اُن لوگوں کو بتا چکا ہوں کہ یسوتائی نام کا نوجوان جو اس لشکر کا سالار بن کر آ رہا ہے منگولوں کے اندر اس جیسا کوئی اور بہادر، جنگجو اور طاقتور نہیں ہے "۔

ذرا سانس لے کر اس نے پھر کہا:

"اور اے یسوتائی! ہمارے جنگ کے دیوتا کا نام بھی کوانتی ہے۔ چونکہ بادشاہ کی یہ لڑکی انتہائی دلیر، پُر شجاعت اور جنگجو ہے لہٰذا جنگ کے دیوتا کی نسبت سے اس کا نام بھی کوانتی رکھا گیا ہے اور اے یسوتائی! اس کے علاوہ . . . . . "

ہیروشو ایک دم خاموش ہو گیا۔

کیونکہ اس نے دیکھا کہ شمالی چین کا شہنشاہ، اس کا بیٹا نیان اور بیٹی کوانتی قریب آ گئے تھے لہٰذا اپنے گھوڑے سے اتر کر وہ بھی یسوتائی کے پاس مؤدبانہ کھڑا ہو گیا جبکہ جی نوبان وہاں سے ذرا فاصلے پر اپنے لشکریوں کو پڑاؤ کراتے ہوئے ان کی نگرانی کر رہا تھا۔

ہیروشو اور یسوتائی کے قریب آ کر شہنشاہ، اس کا بیٹا نیان اور کوانتی تینوں اپنے گھوڑوں سے اتر گئے اور جب وہ قریب آ گئے تو ہیروشو نے شہنشاہ سے کہا:

"اے آقا! یہ وہ جوان ہے جس کا نام یسوتائی ہے اور یہی منگولوں کی طرف سے آنے والے اس لشکر کا کماندار ہے۔ یہی وہ یسوتائی ہے کہ منگولوں کے اندر کوئی اس جیسا جنگجو اور طاقتور نہیں ہے۔"

شہنشاہ اور نیان نے آگے بڑھ کر یسوتائی کے ساتھ پُرجوش مصافحہ کیا جبکہ کوانتی نے صرف اپنی گردن کو خم کر کے یسوتائی کو پذیرائی دی۔

یسوتائی نے بغور کوانتی کی طرف دیکھا۔ اس نے محسوس کیا کوانتی راگ جیسی حسین لبوں کی مٹھاس جیسی پُرکشش اور روشنی جیسی اجلی اور جاذب نظر تھی۔ اس کی آنکھوں میں شام کے جلوے اور اس کا بے غبار حسن سراپا بہار تھا۔

کوانتی کی طرف دیکھتے ہوئے اچانک یسوتائی چونک پڑا کیونکہ کوانتی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے چاندی کی ایک ردا اور ملاحوں کے گیت جیسی ملائم آواز میں کہا تھا:

"ہم آپ کو اپنے لشکر میں خوش آمدید کہتے ہیں"۔

یسوتائی نے محسوس کیا کہ لب گلاب، رخسار آفتاب اور کلی و سمن جیسی حسین حکایتوں کا کوانتی کی آواز میں خوشبو کے سفر جیسی ایک جاذبیت اور الفاظ کی رقص کرتی ہوئی ایک کشش تھی۔ اس کے مخاطب کرنے کے انداز میں سیال خوشبو کا ایک بہاؤ، نیز مہک کا لہراؤ اور دلربا لہجوں کا ٹھہراؤ تھا اور اس لمحہ کوانتی کی سحر خیز آنکھوں میں ان گنت خوشیاں اور مسکراہٹیں رقصاں تھیں ——

اسی اثنا میں جی نوبان اور الیغوری بھی وہاں آ گئے۔

یسوتائی نے ان دونوں کا سب سے تعارف کرایا۔ پھر شہنشاہ نے یسوتائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"تم ہمارے ساتھ خیمہ میں چلو وہاں تفصیل سے تمہارے ساتھ گفتگو ہو سکے گی اور سنو! —— تمہارے لشکر کی خوراک اور دیگر سب ضروریات کی ذمہ داری ہم پر ہوگی۔ اب تم ہمارے ساتھ آؤ"۔

یسوتائی، جی نوبان اور الیغوری خاموشی سے ان کے ساتھ ہو لیے!

○

راستے میں ہیروشو نے بڑی رازداری سے یسوتائی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے منگولوں کے بے مثل کماندار! ہم اپنے شہنشاہ کو اس کے نام سے یا بادشاہ کہہ کر نہیں پکارتے بلکہ ہم اسے موقی ران تسی کہہ کر بلاتے ہیں۔ اے یسوتائی! اگر تم اسے مختصر کرنا چاہو تو تم شہنشاہ کو اپنی گفتگو میں عظیم تسی کہہ کر مخاطب کر سکتے ہو۔ اس طرح وہ تم سے خوش ہوگا اور تمہارا زیادہ احترام کرے گا"۔

یسوتائی جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اتنے میں وہ لوگ ایک بہت بڑے خیمے کے اندر داخل ہو گئے۔ اس کی مختلف راہداریوں میں سے گزرتے ہوئے وہ ایک بہت بڑے کمرے میں داخل ہوئے جس کے اندر پہلے سے ایک لڑکی موجود تھی۔ اس موقع پر حسین کوانتی نے یسوتائی کو مخاطب کر کے اس لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"یہ میری بڑی بہن سکات ہے"۔

یسوتائی نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ اپنے حلیے اور شکل و شباہت میں کوانتی سے مشابہت رکھتی تھی۔

کوانتی نے آگے بڑھ کر سکات سے یسوتائی، جی نوبان اور الیغوری کا تعارف کرایا۔

یسوتائی نے شاہی خیمے کا بغور جائزہ لیا۔

وہ ایک انتہائی وسیع کمرہ تھا جس کا بیرونی حصہ چمڑے کا تھا جسے اندر سے ریشم کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا تھا۔ کمرے کے سامنے والے حصے میں اژدھے کی شکل کا ایک تخت بچھا تھا، یہ تخت ساگوان کی لکڑی کا تھا۔

شہنشاہ اس تخت پر بیٹھ گیا جبکہ تیان اس کے دائیں اور کوانتی اور سکات بائیں بیٹھ گئی تھیں۔ یسوتائی، جبی نویان اور ایلغوری سامنے والی خالی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ کمرے میں چند لمحوں تک خاموشی رہی۔

اس دوران یسوتائی ان دونوں باپ بیٹے کا بغور جائزہ لیتا رہا۔

دونوں ہی کچے ریشم کا رنگ برنگا لباس پہنے ہوئے تھے۔ خود شہنشاہ پستہ قد اور بھرکم تھا اور اس کا بیٹا تیان خوب دراز قامت تھا اور اس کی داڑھی خوب گھنی تھی۔

اسی لمحہ شہنشاہ نے یسوتائی کو مخاطب کر کے کہا:

"اے منگولوں کے کماندار! تمہیں خبر ہو گی کہ ہمارے لشکر میں تمہارے علاوہ اور بہت سی اقوام و قبائل کے سالار اپنے لشکروں کے ساتھ شامل ہوئے ہیں۔ اور یہ لشکر ترتیب دینے کا ایک مقصد یہ ہے کہ دریائے ینگ سی کے اس پار حکومت کرنے والے ینگ خاندان کے بادشاہ کے خلاف کارروائی کی جائے۔ اس لیے کہ ہمیں خبریں ملی ہیں اس نے اپنی عسکری حیثیت میں بہت زیادہ اضافہ کر لیا ہے اور عنقریب وہ ہم پر حملہ آور ہو کر ہم سے ہمارا کچھ علاقہ چھیننا چاہے گا۔ لہٰذا ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ پیشتر اس کے کہ وہ ہمارے خلاف اپنے عساکر کو حرکت میں لائے ہم پہلے ہی اس پر حملہ کر کے اس کے ارادوں کو خاک و خون میں ملا کر رکھ دیں۔"

چند ساعتوں تک خاموش رہ کر اور یسوتائی کا جائزہ لینے کے بعد شہنشاہ نے پوچھا:

"اے یسوتائی! منگولوں کے عظیم کماندار! تم کب تک یہ جنگ شروع کرنے کے لیے ہمارا ساتھ دے سکو گے۔ اس لیے کہ تمہارا لشکر ابھی یہاں وارد ہوا ہے اور کچھ دن آرام کرنے کی ضرورت ہے لہٰذا اپنے لشکر کی حالت دیکھتے ہوئے جو دن اور وقت تم ہمارے ساتھ مقرر کرو گے اس وقت ہم یہاں سے دشمن کی طرف کوچ کریں گے۔"

یسوتائی نے کہا:

"اے عظیم تیسی! میں اور میرے لشکری زیادہ آرام کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ میں تو اپنے لشکر کے ہمراہ ابھی اور اسی وقت کوچ کرنے کے لیے تیار ہو سکتا ہوں۔"

شہنشاہ نے یسوتائی کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا اور انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے کہا:

"تم نے ہمیں مخاطب کرنے کا کیا خوب انداز اور کیا عمدہ الفاظ اپنائے ہیں۔ تمہارے اس انداز میں ہماری نگاہوں میں تمہاری قدر و عزت کو بڑھا دیا ہے اور اس جواب نے بھی ہمارے حوصلوں کو اعتماد اور بلندی عطا کی ہے کہ تم کسی بھی وقت ہمارے ساتھ کوچ کرنے کو تیار ہو — بہرحال ہم یہاں سے آنے والی صبح کو اپنے دشمن کی طرف کوچ کریں گے۔ اب تم ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔"

یسوتائی نے جواب میں سر ہلا دیا۔

شہنشاہ نے مزید کہا:

"اے یسوتائی! پہلے میرا ارادہ تھا کہ میں لشکر تیان کے سپرد کر کے واپس چلا جاؤں گا لیکن اب میں تمہارے اور لشکر کے ساتھ ہی رہوں گا۔"

یسوتائی نے انتہائی مؤدب ہو کر کہا:

"اے عظیم تیسی! اگر آپ برا نہ مانیں تو میں کھانا اپنے لشکریوں میں بیٹھ کر کھانا چاہوں گا۔"

شہنشاہ نے حیرت سے پوچھا:

"وہ کیوں؟"

یسوتائی نے جواب دیا:

"اس لیے کہ میں ایسا کرنے کا عادی ہوں۔ پھر اس کے کئی فوائد بھی ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"اس کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ جب کوئی کمان دار اپنے لشکریوں کے ساتھ زمین کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر ان کے ساتھ کھاتا ہے تو لشکریوں کے ذہنوں میں اس کے لیے ایک اعتماد، بھروسہ اور عزت و وقار استوار ہوتے ہیں۔ لشکری سمجھتے ہیں کہ ہمارا سالار ہمیں سے ہے اور وہ ہم پر اپنے آپ کو فوقیت نہیں دیتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لشکری بد سے بدتر حالات میں بھی اپنے ایسے کمان دار کا بڑی بے جگری اور سرفروشی کے ساتھ اتباع کرتے ہیں اور کمان دار کے لیے ایسا کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ وہ اگر کبھی کمان دار نہ رہے، ایک عام لشکری کی حیثیت سے اسے کام کرنا پڑے تو وہ عام لشکریوں کے ساتھ بیٹھتے ہوئے شرمندگی اور اجنبیت محسوس نہ کرے گا۔"

شہنشاہ حیرت سے سن رہا تھا۔

یسوتائی نے آخر میں کہا:

"لہٰذا آپ سے میری التماس ہے کہ آپ مجھے میرے لشکر ہی میں کھانا کھانے کی اجازت دیں۔"

بادشاہ چند لمحوں تک بڑی رازداری سے شہزادہ تیان اور شہزادی کوانتی سے گفتگو کرتا رہا۔

ان کے چہروں کے تاثرات اور ہلقوں کی حرکات سے پتہ چلتا تھا کہ وہ کسی بڑے اہم موضوع پر رازدارانہ گفتگو کر رہے ہیں۔

یسوتائی جبی نویان اور رابغوری خاموشی اور انہاک سے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر بادشاہ یسوتائی کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے پہلے کی نسبت زیادہ محبت اور شفقت سے کہا:

"اے منگولوں کے عظیم سالار! تمہاری گفتگو جتنی قیمتی اور تمہارے خیالات جتنے عمدہ اور تمہاری باتیں جتنی لائق غور و عمل ہیں میں اس سے متاثر ہوا ہوں اور خوش ہوا ہوں کہ تم کھانا اپنے لشکریوں کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہو۔ اس موقع پر میں تمہیں یہ بھی کہوں گا کہ جتنا عرصہ تم ہمارے ساتھ ہو اس دوران میرا بیٹا تیان اور بیٹی کوانتی دونوں تمہارے ساتھ رہیں گے تاکہ وہ تم سے جنگی آداب اور اعلیٰ عسکری فنون حاصل کرنے کے علاوہ تمہاری اچھی عادات اور قیمتی خیالات سے بھی مستفیض ہو سکیں اور مجھے امید ہے کہ تمہیں ان دونوں کو اپنے ساتھ رکھنے پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ یہ اگر تمہارے جنگی فنون اور عسکری بصیرت سے فائدہ اٹھا سکیں تو یہ ان کے لیے اور ان کے ساتھ ساتھ میرے لیے بھی سودمند ہوگا۔"

ذرا رک کر اس نے مزید کہا:

"اے یسوتائی! شاید اس سے قبل ہیروشو تمہیں بتا چکا ہو کہ میری بیٹی کوانتی عسکری فنون کی ماہر ہے اور یہ جنگوں میں میرے بیٹے اور تیان کے بھائی کی حیثیت سے کام کرتی ہے۔ اے منگولوں کے سالار! اکثر موقعوں پر میری بیٹی کوانتی نے دشمنوں کے عساکر کا منہ موڑ کر رکھ دیا ہے۔ پھر بھی یہ دونوں بہن بھائی تم سے بہت کچھ حاصل کر سکیں گے۔"

یسوتائی اب اٹھ کھڑا ہوا اور بولا:

"اے عظیم تسی! اب مجھے اپنے لشکر میں جانے کی اجازت دیں کہ میں اپنے لشکریوں کے آرام اور ان کے کھانے کی نگرانی کر سکوں۔"

بادشاہ نے سر ہلا کر اسے جانے کی اجازت دیدی۔

جبی نویان اور رابغوری بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب وہ خیمے سے باہر جانے لگے تو کوانتی اور تیان بھی اٹھ کر یسوتائی کے ساتھ ہو لیے!

دوسرے روز علی الصبح اس متحدہ لشکر نے جنوب کی طرف کوچ کیا۔

لشکر کے آگے آگے دو بڑی بڑی جنگی رتھیں تھیں جن میں چار چار گھوڑے جتے تھے اور ان رتھوں میں پیتل کے دو بڑے بڑے بُت رسیوں کے ساتھ باندھ کر رکھے گئے انہی دو بتوں کے پیچھے پورا لشکر اپنی منزل کی طرف رواں تھا۔

یسوناٹی جو بادشاہ کے ساتھ اپنے لشکر کے اگلے حصے میں تھا، اس نے اپنے سفر کرتے ہوئے تیان اور کوانتی کی طرف دیکھ کر پوچھا:

"کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ لشکر کے آگے آگے جنگی رتھوں میں یہ جو دو بُت لدے ہوئے ہیں، یہ کس کے ہیں اور انہیں اپنے آگے آگے یوں لے جانے میں کیا منطق ہے؟"

یسوناٹی کے سوال پر حسین کوانتی کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس نے گہری نگاہوں سے یسوناٹی کو دیکھا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی، اس کا خاوند تیان بول پڑا:

"اے یسوناٹی! جو بت دائیں طرف ہے وہ ہمارے جنگ کے دیوتا کوانتی کا ہے اور جو بائیں طرف ہے وہ استاد گوان کا بُت ہے اور اس کو ہم کنفیوشس بھی کہتے ہیں"

یسوناٹی نے غور سے تیان کو دیکھتے ہوئے پوچھا،

"کیا تم مجھے ان دونوں کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ گے؟"

تیان نے خوش طبعی سے کہا:

"کیوں نہیں۔ سنو میں تمہیں ان دونوں کے بارے میں کھول کر بیان کرتا ہوں یہ جو کوانتی ہے یہ پہلے کسی دور میں بے حد طاقتور، رحمدل اور جنگجو جوان تھا۔ ہماری قوم کا اصل نام چن ہے اور یہ اُن وقتوں کی بات ہے جب ہماری چن قوم کے آباؤ اجداد موجودہ سرزمین کے بجائے شمال کے برفستانوں کے اندر وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اسی دور میں کوانتی نام کا یہ جوان نمودار ہوا اور یہ اپنے زمانے میں اپنی قوم کا سب سے پُر قوت اور جذبوں سے بھرپور جوان تھا۔ اُس دور میں شمالی برفستانوں کے اندر رہنے والے وحشی قبائل ہر وقت ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار رہتے تھے اور کوانتی اپنے دور میں اپنی چن قوم کا سربراہ تھا۔

اے یسوناٹی! کوانتی کے متعلق مشہور ہے کہ یہ اپنے دشمنوں پر سمندر کے طلسم اور پہاڑوں کے عزم کی طرح حملہ کرتا تھا۔ دشمنوں کو یہ مار مار کر ایسے کر دیتا تھا جیسے شعلے چوبِ خشک کی شکل بگاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ یہ اپنے خوف ناک حملوں سے دشمن پر جاں کنی کی کیفیت طاری کر کے ان کے ہوش و خرد پر خوف مسلط کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے سارے ارادوں اور عزم کو منقطع کر کے رکھ دیا کرتا تھا۔

اے یسوناٹی!

ہمارے داستان گو جو کوانتی دیوتا کے متعلق قدیم داستانیں سناتے ہیں انہی داستانوں میں وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حسین چنچل کنواریاں اپنے کورے پنڈوں کے ساتھ کوانتی پر نچھاور ہوا کرتی تھیں لیکن کوانتی ایسا نیک، بااخلاق اور بلند کردار تھا کہ وہ کسی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا۔ اس کی انہی صفات کی بنا پہ بعد میں آنے والے ہماری قوم کے افراد نے اسے غیر فانی حیثیت دے دی اور آج ہم لوگ بڑے فخر و انبساط کے ساتھ اسے اپنا جنگی دیوتا تسلیم کرتے ہیں۔

اے یسوناٹی!

یہ تو مختصر تفصیل کوانتی کے متعلق ہے۔ اب میں تمہیں کنفیوشس کے بارے میں بتاتا ہوں۔

سنو یسوناٹی! جیسا کہ میں جانتا ہوں کہ تم مسلمان ہو۔ پھر جس طرح مسلمانوں کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، جس طرح عیسائیوں کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور یہودیوں کے بے شمار نبی اور رسول ہیں۔ جس طرح ہندوستان کے لوگ رام، کرشن اور بدھا کو پیغمبر مانتے ہیں اسی طرح کنفیوشس بھی ہماری قوم کا ایک پیغمبر تھا اور میری قوم کے لوگ اسے استاد گورنگ کہہ کر بھی پکارتے ہیں۔ اب ہمارے اس لشکر ہی میں نہیں بلکہ پوری قوم کے دوسرے لوگ بھی کوانتی کو دیوتا ماننے کے ساتھ

ساتھ کنفیوشس کو بھی استاد مانتے ہیں لہٰذا جنگ میں لوگوں کی حمایت اور فطری برکت حاصل کرنے کے لیے ہم ہر جنگ میں کوانتی اور کنفیوشس کے بتوں کو اپنے لشکر کے آگے آگے رکھتے ہیں"۔

تیان خاموش ہو گیا۔

یسوتائی نے استفہامیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا اور پوچھا:

"کیا تم مجھے کنفیوشس کی تعلیمات کے بارے میں کچھ بتاؤ گے اور کیا کنفیوشس نے تمہیں یوں بتوں کو فطری برکت اور حمایت کے لیے استعمال کرنے کی تعلیم دی تھی؟"

تیان جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بادشاہ ان کی طرف متوجہ ہو گیا لہٰذا تیان نے یہ سلسلۂ گفتگو بند کرنے کی خاطر جلدی جلدی اور دھیمی آواز میں یسوتائی سے کہا:

"کنفیوشس کی تعلیمات کے متعلق میں تمہیں پھر کسی وقت بتاؤں گا"۔

اس کے بعد سفر خاموشی سے طے ہونے لگا۔

دریائے ینگ سی کو عبور کرنے کے بعد یہ لشکر جنوبی چین کے سنگ حکمرانوں کی عملداری میں داخل ہو گیا۔

○

دریائے ینگ سی سے کوئی دس میل اندر کی طرف جانے کے بعد شمالی چین کے بادشاہ نے اپنے لشکر کو رک جانے اور خیمہ زن ہونے کا حکم دیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک ہی ان کا دشمن پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔

اس کے ساتھ ہی بادشاہ نے اپنے اطراف میں اپنے جاسوسوں کا ایک جال سا پھیلا دیا، تاکہ دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں۔ اس طرح دونوں طرف سے جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔

دو دن تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کیے رہے اور کسی نے بھی حملہ آور ہونے میں پہل نہ کی۔ عظیم تیسی اس لیے جنگ کی ابتدا نہ کر رہا تھا کہ اسے اپنے جاسوسوں کا انتظار تھا کہ وہ دشمن کے متعلق کیا اطلاعات لے کر آتے ہیں۔

دوسرے روز ——

شام سے تھوڑی دیر پہلے جبکہ شمالی چین کا بادشاہ عظیم تیسی، اس کا بیٹا تیان، بیٹی کوانتی یوتائی، الیغوری اور جسی نوبان اکٹھے بیٹھے آنے والی جنگ پر تبادلۂ خیالات کر رہے تھے کہ ان کے اپنے جاسوس لوٹ آئے اور ان میں سے ایک نے انتہائی مؤدب انداز میں سر کو زمین کی طرف جھکاتے ہوئے کہا:

"اے آقا! اے فرزندِ آسمان!! ہم دشمن سے متعلق انتہائی اہم خبریں اور کارآمد معلومات لے کر آئے ہیں"۔

وہ سب ہمہ تن گوش ہو گئے۔

عظیم تیسی نے کہا:

"بیان کرو"۔

اسی جاسوس نے کہنا شروع کیا:

"وہ اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کریں گے۔ ایک حصہ ہم پر شمال مغرب کی طرف سے اور دوسرا شمال مشرق کی طرف سے حملہ کرے گا۔ ان کے لشکر کا تیسرا حصہ ان کے ہراول دستوں کے علاوہ لشکر کے انتہائی جنگجو اور جاں نثار لشکریوں پر مشتمل ہے اور جس کا سالار، بادشاہ کا بیٹا ہے۔ یہ لشکر رات کی تاریکی میں مشرق کی طرف سے ایک لمبا چکر کاٹ کر شمال کی طرف بڑھتے ہوئے دریائے ینگ سی کے کنارے آ کر رکے گا۔ یہاں سے وہ اپنا رخ مغرب کی طرف پھیرے گا اور پھر ہماری پشت کی طرف حملہ آور ہونے کے علاوہ اس پل کو بھی ہمارے لیے مسدود کر دے گا جس پر سے گزر کر ہم نے دریائے ینگ سی کو عبور کیا ہے۔ ان کا ارادہ ہمیں روکنے کا نہیں بلکہ وہ ہماری تباہی اور خاتمے کے خواہش مند ہیں۔ اگر وہ ہمیں صرف روکنا ہی چاہتے تو ہماری یہاں آمد سے قبل ہی وہ دریائے ینگ سی کے پل کو گرا دیتے یا آگ لگا کر اسے ناکارہ بنا دیتے"۔

بادشاہ گردن جھکا کر تھوڑی دیر تک گہرے تفکرات میں ڈوبا رہا پھر اس نے تینوں جاسوسوں کو نقدی کی چھوٹی چھوٹی تھیلیاں انعام میں دیتے ہوئے کہا:

"اب تم جاؤ اور دشمن کے حالات اور اس کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھو ـــ اور سنو! جاتے جاتے ہیروشو کو میرے پاس بھیج دو۔"

تینوں جاسوس وہاں سے ہٹ گئے۔

ان کے جانے کے بعد بادشاہ نے باری باری نیان، کوانتی، یسوتائی اور پھر جبی نویان اور رالیغوری کی طرف دیکھا پھر ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا:

"کیا تم میں سے کوئی ان اطلاعات کے بارے میں کچھ کہے گا جو ابھی ابھی تینوں جاسوس دے کر گئے ہیں؟"

نیان نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ یسوتائی کی طرف دیکھ کر کہا:

"میں نے جو کچھ کہنا ہے اس کے لیے میں یسوتائی کے حق میں دست بردار ہوتا ہوں۔"

اس کے خاموش ہونے پر کوانتی نے فوراً اس کی تائید میں کہا:

"اور میں بھی ایسا ہی کرتی ہوں اور مجھے امید ہے کہ اس کے متعلق یسوتائی کوئی بہتر اور مفید مشورہ دے گا۔"

یسوتائی نے بے حد سنجیدگی سے کہا:

"دشمن کے ان ارادوں کے سامنے ہمیں بھی اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر لینا چاہیے۔ لشکر کے دو حصے یہاں رک کر دشمن کے دونوں حصوں کا مقابلہ کیا جائے اور تیسرا حصہ ینگ سی کے کنارے ابھی اور اسی وقت مشرق کی طرف روانہ ہو جائے اور دشمن کے اس لشکر سے نمٹنے کی کوشش کرے جو ایک لمبا چکر کاٹ کر دریائے ینگ سی کے کنارے ہماری پشت پر حملہ آور ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے لیے دریا کے پل کا راستہ بھی بند کر دینا چاہتا ہے۔"

ذرا رک کر اس نے پھر لبوں کو حرکت دی:

"میں یہاں پر یہ بھی کہنا پسند کروں گا کہ اگر کسی کو میرے ساتھ اس سرزمین کے اندر جو میرے لیے اجنبی ہے، رہبر اور راہنما مقرر کر دیا جائے تو میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ دشمن کا وہ لشکر جو چکر کاٹ کر دریا کے کنارے کنارے اس طرف آنے کا ارادہ رکھتا ہے میں اس کی تباہی کا باعث بن جاؤں گا اور میں اپنے ساتھ صرف وہی لشکر لے جاؤں گا جسے میں اپنے ساتھ صحرائے گوبی سے لے کر آیا ہوں کاش! میں ان سرزمینوں سے واقف ہوتا تو پھر دشمن کو روکنے اور اس پر حملہ آور ہونے کے لیے مجھے کسی رہبر کی ضرورت نہ ہوتی۔"

اس موقع پر حسین کوانتی نے فوراً آگے جھک کر اپنے باپ کے کان میں کچھ کہا، جسے سن کر اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ساتھ ہی ساتھ وہ خوشی کے اظہار میں کوانتی کی کسی بات یا خواہش کا احترام کرتے ہوئے اپنے سر کو بھی ہلا رہا تھا۔

جب کوانتی پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئی تو بادشاہ نے یسوتائی کو مخاطب کرتے ہوئے مسکرا کر کہا:

"اے یسوتائی! قسم مجھے استاد کوانگ اور کوانتی دیوتا کی کہ میں جو سوچتا تھا، وہی تم نے کہا۔ مجھے سوال کرنے سے پہلے ہی امید تھی کہ تم ایسا جواب دو گے لہٰذا میں نے ہیروشو کو بلوایا ہے کہ وہ ان سرزمینوں کے اندر تمہاری رہنمائی کرے گا اس کے علاوہ اے یسوتائی! ابھی ابھی میری بیٹی کوانتی نے تمہارے ساتھ رہ کر اس جنگ میں حصہ لینے کی خواہش ظاہر کی ہے لہٰذا ہیروشو کے ساتھ ساتھ کوانتی بھی تمہارے ساتھ جائے گی اور میں اس سلسلے میں تم پر مکمل بھروسہ اور اعتماد کرتا ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی امید رکھتا ہوں کہ ہیروشو کے ساتھ ساتھ کوانتی بھی تمہاری بہترین رہنمائی کرے گی اور اس جنگ میں تمہیں بے حد مفید مشورے بھی دے سکے گی۔ اور ہاں یسوتائی! ـــ"

بادشاہ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

ہیروشو اندر داخل ہوا تھا لہٰذا بادشاہ کے تخاطب کا رخ اس کی طرف ہو گیا اور اس نے ہیروشو سے کہا:

"اے ہیروشو! تمہیں اس لیے بلوایا گیا ہے کہ تم ابھی یسوتائی کے ساتھ اس کے لشکر سمیت مشرق کی طرف روانہ ہو جاؤ اور اس سرزمین کے اندر جس سے تم خوب واقف اور آگاہ ہو، یسوتائی اور اس کے لشکر کی رہنمائی کرو کیونکہ کچھ جاسوس جن کو میں نے تمہیں بلانے بھیجا تھا وہ یہ خبر لائے ہیں کہ دشمن کے لشکر کا ایک حصہ دریائے ینگ سی کے کنارے ہوتا ہوا نہ صرف ہماری پشت پر حملہ آور ہو گا بلکہ ہمارے لیے دریا کے راستے کو بھی مسدود کر کے رکھ دے گا۔ تمہارے علاوہ میری بیٹی کوانتی بھی یسوتائی کے ساتھ روانہ ہو گی۔"

جواب میں ہیروشو نے زمین کی طرف خوب جھکتے ہوئے کہا:

"اے خاندانِ چن کے آقا! میرے لیے یہ خوش بختی اور سعادت ہے کہ میں دشمن کے خلاف یسوتائی کے ساتھ روانہ ہو کر اس کی رہنمائی کروں۔"

بادشاہ نے اس بار یسوتائی کی طرف دیکھ کر کہا:

"تو پھر اب تم اے یسوتائی! یہاں سے کوچ کی تیاری کرو۔ نیان تمہارے ہمراہ جائے گا اور جس چیز کی تمہیں ضرورت ہو وہ تمہیں مہیا کر دے گا۔ اس کے علاوہ وہ تمہارے آگے آگے مشرق کی طرف چند ایسے جاسوس بھی روانہ کر دے گا جو وقتاً فوقتاً تمہیں دشمن کے متعلق اطلاعات فراہم کرتے رہیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی یسوتائی، جبی نویان، البغوری اور نیان وہاں سے رخصت ہو گئے جبکہ بادشاہ اور اس کی بیٹی سکات وہیں بیٹھے رہے۔

تھوڑی دیر کے بعد یسوتائی اپنے لشکر، کوانتی اور ہیروشو کے ساتھ وہاں سے دریائے ینگ سی کے کنارے کنارے مشرق کی طرف کوچ کر گیا اور نیان دوبارہ بادشاہ کی خدمت میں آ بیٹھا۔

یسوتائی نے دریائے ینگ سی کے کنارے کنارے انتہائی بے داری اور استقامت کے ساتھ دس میل کا سفر طے کر لیا تھا۔ رات کی تاریکی میں اس نے دریا کے کنارے لشکر کو روک دیا۔ اس لیے کہ ہیروشو نے اسے ایسا ہی اشارہ کیا تھا۔

یسوتائی نے دیکھا کہ سامنے کی طرف سے دو سوار ان کی طرف آ رہے تھے۔ وہ انہیں پہچان گیا تھا۔ یہ وہی جوان تھے جن کو بادشاہ کے بیٹے نیان نے دشمن کے خلاف جاسوسی کرنے کے لیے روانہ کیا تھا۔

چاند ستاروں کی روشنی میں وہ دونوں جوان یسوتائی کے سامنے آ رکے۔ دونوں نے اپنے گھوڑوں پر بیٹھے ہی بیٹھے اپنے سروں کو زمین کی طرف جھکا دیا۔

یسوتائی نے بے چینی سے ان سے پوچھا:

"کیا تم دونوں دشمن سے متعلق کوئی ایسی خبر لائے ہو جو ہمارے لیے سودمند ثابت ہو سکتی ہے؟"

ان دونوں نے اپنی گردنیں سیدھی کیں۔ پھر ان میں سے ایک نے یسوتائی کو جواب دیتے ہوئے کہا:

"اے آقا! یہاں سے صرف پانچ میل مشرق کی طرف اسی دریائے ینگ سی کے کنارے دشمن کا ایک لشکر پڑاؤ کیے ہوئے ہے اور یہ وہی لشکر ہے جو ہماری پشت پر شب خون مارنے پر مقرر کیا گیا ہے۔ ہمارا اندازہ ہے کہ لشکر اس لیے وہاں پڑاؤ کیے ہوئے ہے کہ رات کے کسی مناسب حصہ میں وہاں سے کوچ کرے اور پھر ہم پر شب خون مار کر ہمیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچائے ـــ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اپنے بادشاہ کے ساتھ کوئی وقت پہلے سے طے کر لیا ہو گا جب انہوں نے ہم پر حملہ آور ہونا ہو گا۔"

ذرا رک کر اس نے مزید کہا:

"بہر حال دشمن کا وہ لشکر جو دریا کے کنارے پڑاؤ کیے ہوئے ہے وہ کسی بھی وقت اس طرف کوچ کر سکتا ہے کیونکہ انہوں نے وہاں اپنے لیے خیمے نصب نہیں کیے صرف جانوروں کی پیٹھوں پر سے ضرورت کا سامان اتار رکھا ہے جسے وہ کسی بھی لمحہ دوبارہ اُن پہ لاد کر مغرب کی طرف کوچ کر سکتے ہیں"۔

اس کے بعد جاسوس خاموش ہو گیا۔

یسونتائی چند لمحے گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا پھر اس نے جبی نوبان کی سمت دیکھا اور اٹل لہجے میں کہا:

"اے جبی نوبان! جو جنگی حربہ دشمن ہمارے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہے وہی اب ہم اس کے اوپر کام میں لائیں گے — اے جبی نوبان! اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دو۔ سارے کرایت ترکوں کے ساتھ کر دو جبکہ نایچوت اور مکریت لشکری تمہارے ساتھ رہیں گے۔ میں اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ، دریا کے دائیں طرف پھیلے صحرا کے بیچوں بیچ ایک لمبا چکر کاٹ کر دشمن کے بائیں پہلو پر ضرب لگاؤں گا۔ تم دریائے ینگ سی کے کنارے کنارے سیدھے آگے بڑھو اور سامنے کی طرف سے دشمن پر ٹوٹ پڑو۔ اس دو طرفہ حملے کے سامنے مجھے امید ہے کہ دشمن بوکھلا کر رہ جائے گا کیونکہ ہماری طرف سے انہیں کسی ایسے حملے کی امید نہیں ہے اور مجھے پوری امید ہے کہ ان پہ اچانک شب خون مار کر ہم ان کے پاؤں تلے سے مٹی نکالتے ہوئے انہیں پسپا ہونے پر مجبور کر دیں گے۔ ہمارے سامنے سے بھاگنے کے لیے دشمن کے پاس صرف ایک ہی رستہ رہ جائے گا اور وہ یہ کہ وہ دریا کے کنارے اور زیادہ مشرق کی طرف بھاگ کر ہم سے جان بچانے کی کوشش کریں لیکن میں انہیں ایسا بھی نہ کرنے دوں گا۔ میں اپنے لشکر کو یوں پھیلا دوں گا اور دریا کے کنارے مشرق کی طرف ایسے موجود رہوں گا کہ ان کے فرار کے سارے ارادوں کو کچے دھاگوں کی طرح کاٹ کر رکھ دوں گا"۔

ذرا رک کر اس نے پھر کہنا شروع کیا:

"اب ان کے سامنے ایک آخری رستہ ہو گا اور وہ بھاگ کر دریائے ینگ سی میں کود جائیں گے اور میں جانتا ہوں کہ اگر وہ ایسا کر بھی گئے تو دریا کو عبور کر کے اپنی جانیں نہ بچا سکیں گے لہٰذا دشمن کا جو لشکری بھی دریا میں کود دے گا اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا کیونکہ اس دریا کا پاٹ ایسا چوڑا ہے کہ اس کو تیر کر عبور کرنا ناممکن نہیں تو بے حد مشکل ضرور ہے۔ سو جو دریا میں نہ کود دے گا وہ ہمارے ہاتھوں مارا جائے گا۔ یوں ہم دشمن کے لشکر کا مکمل طور پہ صفایا کر دیں گے"۔

جبی نوبان نے اطمینان بھری نظروں سے یسونتائی کی طرف دیکھا اور کہا:

"اے یسونتائی! میں اس جنگی حربے میں آپ کے ساتھ مکمل طور پہ اتفاق کرتا ہوں لیکن کیا آپ ایک کام نہ کریں گے؟"

یسونتائی نے پوچھا:

"وہ کیا؟"

جبی نوبان نے کہا:

"وہ یہ کہ آپ ہیروشو کو میرے ساتھ کر دیں کہ اس مہم میں یہ ان اجنبی سرزمینوں میں میری رہنمائی کرے"۔

یسونتائی نے غور سے جبی نوبان کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا:

"اے جبی نوبان! یہ بات تو میں خود تم سے کہنے والا تھا کہ ہیروشو تمہاری رہنمائی کے لیے تمہارے ساتھ رہے گا۔ کوانتی ان صحراؤں کے اندر میری رہبری کرتی رہے گی — اب تم فوراً حرکت میں آؤ اور اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر ڈالو"۔

جبی نوبان وہاں سے ہٹ کر لشکر کے مرکز کی طرف چلا گیا تو یسونتائی نے ستاروں کی روشنی میں حسین کوانتی اور ہیروشو کی طرف دیکھتے ہوئے استفہامیہ انداز میں پوچھا:

"دشمن سے نمٹنے کا جو طریقہ ہم اپنا رہے ہیں کیا تم دونوں اس سے اتفاق کرتے ہو؟"

یسوتائی کو جواب دینے کی بجائے ہیروشو غور سے سوالیہ انداز میں کوانتی کی طرف دیکھنے لگا۔ شاید وہ یہ چاہتا تھا کہ یسوتائی کے اس سوال کا جواب کوانتی ہی دے لہٰذا کوانتی نے یسوتائی کی طرف دیکھا پھر اس بنتِ مہتاب نے مغنیہ کی طرح نغمات سے لبریز اپنی آواز فضا میں بکھیر دی:

"اے منگولوں کے عظیم سالار! آپ دشمن سے نمٹنے کے لیے جو طریقہ اپنا رہے ہیں آج رات کی تاریکی میں اگر آپ نے اپنے ارادوں کی تکمیل کر لی تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ دشمن کے خلاف یہ ہماری شاندار فتح ہوگی۔ میں آپ کے ان ارادوں اور عسکری بصیرت سے مکمل اتفاق رکھتی ہوں۔ آپ اس طرف سے بھی بے فکر رہیں کہ آپ کو دریا کے ساتھ پھیلے ہوئے اس صحرائی خطے میں سے کاوا کاٹ کر دشمن پر ضرب لگانی ہوگی۔ میں آپ کے ساتھ ہوں اور اس صحرائی خطے کے اندر آپ کی رہنمائی کروں گی کیونکہ یہ علاقے میرے خوب دیکھے بھالے ہوئے ہیں۔"

چند ساعتوں تک خاموش رہنے کے بعد کوانتی نے مزید کچھ کہنا چاہا مگر رک گئی کیونکہ جبی نوبان لوٹ آیا تھا۔ اس نے قریب آ کر کہا:

"اے یسوتائی! میں نے آپ کی خواہش اور آپ کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اس وقت دریا کے کنارے تابجوت اور مکریت کھڑے ہیں جو میرے ساتھ روانہ ہوں گے اور دریا سے ہٹ کر کرایت ترکوں کا لشکر تیار کھڑا ہے جو آپ اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔"

یسوتائی نے سمجھانے کے انداز میں کہا:

"اے جبی نوبان! تم اپنی رفتار ذرا معتدل رکھ کر دریا کے کنارے کنارے آگے بڑھنا جبکہ میں تیز رفتاری سے کاوا کاٹ کر ان کے پہلو پر بروقت حملہ آور ہونے کی کوشش کروں گا۔ میرے وہاں پہنچنے کی رات کے وقت تمہارے لیے یہ نشانی

ہوگی کہ میں دشمن پر حملہ کرتے ہوئے بلند آواز میں اپنا نعرۂ تکبیر روایتی جوش کے ساتھ بار بار دہراؤں گا۔"

ذرا رک کر یسوتائی نے پھر کہا:

"میرا یہ نعرہ تمہارے لیے تنبیہ ہوگی کہ تم بھی فوراً دشمن پر ٹوٹ پڑو۔ لیکن اگر تم مجھ سے پہلے وہاں پہنچ گئے تو دشمن سے ذرا دور رک کر میرے نعرے کا انتظار کرنا۔ اور میرے ساتھ ہی دشمن پر حملہ آور ہونا۔"

پھر اس نے ہیروشو کی طرف دیکھ کر کہا:

"اب تم، ہیروشو کے ساتھ آگے بڑھ جاؤ۔ میں کوانتی کے ساتھ لشکر کو لے کر دائیں طرف اندرونی حصے کی طرف بڑھتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی دونوں اپنے اپنے لشکر کے ساتھ علیحدہ ہو کر اپنی اپنی سمتوں کی طرف بڑھ گئے!

○

کوئلے کی طرح سلگتی رات میں کوانتی صحرا کے اندر یسوتائی اور اس کے لشکر کی رہنمائی کر رہی تھی یہاں تک کہ وہ دشمن تک آ پہنچے۔

یسوتائی نے اپنی دھاڑتی ہوئی آواز میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور دشمن پر پل پڑا۔ اس کے جواب میں دریا کے کنارے کی طرف سے جبی نوبان بھی شور و غوغا کرتا ہوا ٹوٹ پڑا۔

حسین کوانتی جو پوری طرح مسلح تھی اور جنگی لباس پہنے ہوئے تھی، یسوتائی کے پہلو بہ پہلو تھی۔ اس نے دیکھا کہ یسوتائی یوں حملہ آور ہوا تھا جیسے سویا ہوا سمندر بیدار اور تلاطم خیز ہو کر بربادی پر تل گیا ہو۔

اپنے لشکر کی رہنمائی کرتا ہوا وہ آوارہ گرد خواہشوں کی طرح اک جذبِ کہربائی اور مسحور کن لہر ٹوٹ پڑا تھا۔ اس کے حملہ آور ہونے میں اک ربط و ضبط، اک ہجومِ شوق تھا

قرب و بُعد کے سارے امتیازات کو فراموش کرتے ہوئے وہ موت کی سی خاموشی، قوت ار
بیٹھی تڑپ کی طرح دشمن کے اندر گھستا چلا گیا۔

اک مرگِ ناگہاں اور سیلِ بلاخیز اور عذاب ناک موت کی طرح وہ اپنے سامنے آنے وا
دشمن کے ہر لشکری کو ریگ و راکھ کی طرح شکستہ و منہدم اور ریشم و بلور کی طرح کاٹ اور توڑ رہا
مجموعی طور پہ یسونائی اپنے کرائیت ترکوں، تائیجوتوں اور مکریتوں پہ مشتمل لشکر کے
ساتھ سیلاب کے اس ریلے، گرد کے اس بادل اور طوفان کی اس خوف ناکی کی سی کیفیت اختیا
کر گیا تھا جس کے سامنے کوئی دیوار، کوئی رکاوٹ اور کوئی بند نہ ٹھہر سکتا ہو۔

رات کی تاریکی میں جنگ اپنی پوری ہولناکی کے ساتھ عروج پہ پہنچ چکی تھی۔

سامنے کی طرف سے جبی نوبان خونخوار مکریت اور تائیجوت قبائل کے ساتھ سنگ لش
پر موت کی ہیبت طاری کر رہا تھا۔

جبکہ بائیں پہلو کی طرف سے یسونائی ترکوں کے ساتھ نہ ٹلنے والی موت کی صورت میں
دشمن کے اندر گھس کر تباہی برپا کرنے والے عذاب کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

سنگ لشکر زیادہ دیر تک اس دوطرفہ دباؤ کو برداشت نہ کر سکا اور پھر یہ اچانک ہو
والا حملہ ان کی امیدوں سے کہیں باہر تھا کیونکہ وہ ایسے کسی شب خون کی امید ہی نہ رکھتے تھے
اور ابھی تک وہ یہ اندازہ لگانے میں ہی کامیاب نہ ہو سکے تھے کہ رات کی اس تاریکی میں ان پر
حملہ آور ہونے والے لوگ کون ہیں؟

سنگ لشکر یسونائی اور جبی نوبان کے شدید اور موت کا انداز لیے ہوئے حملوں کے
سامنے جم نہ سکا۔

لہٰذا وہ دریائے ینگ سی کے کنارے آہستہ آہستہ مشرق کی طرف پسپا ہونا شروع
ہو گیا۔

پھر یہ پسپائی فرار اور انجام کار ایک بھگدڑ کی صورت اختیار کر گئی اور ہر کوئی بھاگنے
میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرنے لگا لیکن یہاں یسونائی نے اپنی عمدہ جنگی
مہارت اور بہتر بن عسکری بصیرت کا ثبوت دیا۔

اس نے بڑی تیزی کے ساتھ اپنے لشکر کے دستوں کو مشرق کی طرف پھیلا کر دشمن
کے فرار کی تمام راہیں بند کر دیں اور ساتھ ہی پوری قوت سے دشمن پر یلغار کر دی۔

سنگ لشکری موت کے اس بوجھ اور عذاب کی قہرمانیت کو برداشت نہ کر سکے اور
اپنی جانیں بچانے کے لیے دریائے ینگ سی میں کودنے لگے۔ یہی یسونائی کا مدعا بھی تھا۔
یہاں تک کہ سنگ لشکر کی اکثریت یسونائی اور جبی نوبان کے ہاتھوں تہ تیغ ہو گئی اور جو باقی
بچے انہوں نے دریا میں کود کر اپنی جانیں گنوا دیں۔

یسونائی نے دشمن کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا۔

جنگ کے خاتمے پر جب یسونائی دشمن کے پڑاؤ میں آ کر اپنے گھوڑے سے اترا تو
کوانتی بھی اپنے گھوڑے کو دوڑاتی ہوئی اس کے قریب آئی اور نیچے اتر کر اس کی طرف بڑھی۔
اس لمحہ اس کے سوسنی ہونٹوں پر گہری اور دلفریب مسکراہٹ تھی۔

پھر اس نے یسونائی کو مخاطب کرتے ہوئے حرف و حکایت کی بھرپور لذت سے کہا:

"اے یسونائی! اے منگولوں کے عظیم سالار! اس جنگ میں آپ نے کیا خوب
شعورِ ذات، رفعتِ حیات اور بیداریٔ جاں کا مظاہرہ کیا ہے۔ قسم کوانتی کی!
میں نے آج تک اپنی زندگی میں آپ جیسا کوئی اور شبر دل، بے باک، جنگجو اور
جنگی فنون کا ماہر سپہ سالار نہیں دیکھا جو یوں لمحوں کے اندر دشمن کے ان گنت
لشکریوں کو زندگی کی آخری سرحدوں تک پہنچا دے! قسم کوانتی کی! جس وقت
آپ نے جنگ کی ابتدا کی اور اپنا مخصوص نعرہ مارا تھا اسی لمحے آپ نے دشمن کے
ذہن، دل اور سانسوں میں خوف اور دہشت بھر دی تھی۔"

کوانتی شاید اپنی بات جاری رکھتی مگر اسی وقت جبی نوبان، الیغوری اور میروشو
وہاں آ گئے لہٰذا وہ خاموش ہو گئی۔

اس موقع پہ یسونائی نے کہا:

"میروشو! ابھی اور اسی وقت یہاں سے اپنے بادشاہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔
انہیں میرا پیغام دو کہ وہ دشمن کی طرف سے چوکنے رہیں۔ ہو سکتا ہے کہ دشمن کو اپنے

لشکر کی تباہی کا علم ہو جائے یا یہ دیکھتے ہوئے کہ ان کا جو لشکر شب خون مارنے کے لیے بھیجا گیا تھا اس نے اپنی کاروائی شروع نہیں کی اور اس بنا پر وہ ہم پہ حملہ ہی کر دیں اور اگر دشمن حملہ نہیں کرتا تو وہ صبح تک اس پر کوئی کاروائی نہ کریں۔ لیکن جونہی رات ختم ہو اور سورج مشرق سے طلوع ہو رہا ہو تو دشمن پر حملہ کر دیں؛ کیونکہ اس وقت دشمن کے لشکری اپنے کھانے یا دیگر ضروریات میں مصروف ہوں گے۔ تب تک میں بھی وہاں پہنچ کر اپنے لشکر کے ساتھ دشمن پہ عقب سے حملہ کر دوں گا۔ جس طرح ہم نے یہاں دشمن کو موت کے گھاٹ اتارا ہے اسی طرح ہم وہاں بھی ان کا بُرا حشر کریں گے۔ اگر تم اپنے ساتھ حفاظت کے لیے کچھ سپاہی لے جانا چاہو تو جبی نویان تمہیں وہ بھی مہیا کر دے گا۔"

جواب میں ہیروشو نے کہا:

"اے یسوتائی! آپ کے لشکر میں ہمارے تین جاسوس بھی شامل ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ میں انہیں اپنے ساتھ لے جاؤں؟"

یسوتائی نے برضا و رغبت کہا:

"اے ہیروشو! تم نے تو میری ساری مشکل ہی حل کر دی۔ جو پیغام میں نے ابھی تمہیں دیا ہے وہ ان جاسوسوں کو سمجھا دو کہ وہ یہ پیغام جلد از جلد بادشاہ تک پہنچا دیں"۔

پھر اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا:

"اور اے ہیروشو! تم سے میں اب ایک اور کام لوں گا اور وہ یہ کہ دشمن کے اس پڑاؤ سے جو کچھ حاصل ہو گا وہ سب لے کر تم اپنے بادشاہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور اس سامان کی حفاظت کے لیے میں تمہارے ساتھ اپنے لشکریوں کا ایک دستہ بھی روانہ کر دوں گا۔ اب تم جاؤ اور ان جاسوسوں کو یہاں سے میرا پیغام دے کر روانہ کر دو"۔

ہیروشو فوراً وہاں سے ہٹ گیا!

یسوتائی، جبی نویان، کوانتی اور الیغوری اپنے لشکر کے ساتھ مل کر دشمن کے پڑاؤ کا ماان انہیں کے جانوروں پر لدوانے لگے۔ تھوڑی ہی دیر بعد ہیروشو بھی آ کر ان کے ام میں لگ گیا۔

زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ انہوں نے سارا سامان سمیٹ کر ہیروشو کی سرکردگی میں وہاں روانہ کر دیا۔

اب یسوتائی اپنے لشکر کو لے کر کوانتی کی رہنمائی میں دریا کے ساتھ چلنے والی صحرائی لے بیچوں بیچ مغرب کی طرف بڑھ رہا تھا!

O

شمالی چین کا بادشاہ اور اس کا بیٹا نیان جاگ کر دشمن پر نگاہ کیے ہوئے تھے جبکہ ہر سُو نی طاری تھی اور تاروں بھری رات تیزی سے اپنے ہدف کی طرف بھاگی جا رہی تھی۔

اتنے میں بادشاہ کا ایک محافظ وہاں آیا اور اپنے آپ کو زمین کی طرف خوب جھکا دینے کے لسنے کہا:

"اے بادشاہ! جو لشکر آپ نے منگولوں کے سالارِ عظیم یسوتائی کی سرکردگی میں روانہ کیا تھا اس کی طرف سے ہمارے کچھ جاسوس آئے ہیں۔ ان کے پاس یسوتائی کا آپ کے نام ایک پیغام ہے"۔

بادشاہ نے فوراً کہا:

"انہیں جلدی یہاں لے کر آؤ"۔

محافظ بھاگتا ہوا واپس چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے تینوں آنے والے جاسوسوں کو بادشاہ اور نیان کے سامنے لا کھڑا کیا۔

بادشاہ نے بڑی بے چینی اور بے تابی کے ساتھ ان سے پوچھا:

"قبل اس کے کہ تم یسوتائی کا پیغام مجھے دو، میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ وہ اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے؟"

ان تینوں میں سے ایک جاسوس نے کہا:

"اے بادشاہ! یسوتائی اپنے کام میں پوری طرح فوزمند رہا ہے اور اس نے دشمن کے سارے لشکر کا صفایا کر کے رکھ دیا ہے۔ دشمن پر حملہ آور ہوتے ہی اس نے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک لشکر کے سامنے سے اس کے نائب جبی نویان کی سرکردگی میں حملہ آور ہوا اور ہیرونشو اس کی رہنمائی کر رہا تھا جبکہ آپ کی شیر دل بیٹی کوانتی، یسوتائی کی رہبری کر رہی تھی اور اس نے صحرائی پٹی کے اندر ایک کاواکاٹنے کے بعد دشمن کے پہلو پر ضرب لگائی۔ یوں ان دونوں نے مل کر دشمن کی اکثریت کو تہ تیغ کر دیا اور جو جان بچا کر بھاگے وہ دریا میں کود کر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔"

ذرا سانس لے کر اس جاسوس نے مزید کہا:

"اے بادشاہ! یسوتائی بھی عجیب جوہر شناس اجری، زہر آلودہ، فسوں خیز آتشیں و مہربان و بے نظیر انسان ہے کہ وہ عذاب کے غضب ناک قہر، پت جھڑ کی ویرانی اور شب کی ہولناک عفریت کی طرح دشمن پر حملہ آور ہوا اور ان کے اندر بگولوں کے برج اور قہر کی لاٹھی کی طرح مرگ کا طوفان کھڑا کر کے ان کا خاتمہ کر دیا ——— اے بادشاہ! یسوتائی ان جوانوں میں سے ہے جو آسمان کی اونچائیوں پر چڑھنے زمین کی گہرائیوں میں اترنے اور ضرورت کے وقت انگاروں کے سمندر میں کود جانے کا فن جانتے ہیں۔"

بادشاہ نے اطمینان کا اظہار کیا اور خوش ہو کر بولا:

"یسوتائی کی جو تعریف تم نے کی ہے قسم کوانتی کی! وہ یقیناً اس کا حقدار ہے۔ اس نے دشمن کے اس لشکر کو مکمل طور پر موت کے گھاٹ اتار کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہر لحاظ سے اس پر مکمل بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ اب تم وہ پیغام

کہو جو یسوتائی نے دے بھیجا ہے۔"

جاسوس نے جواب میں کہا:

"اے بادشاہ! یسوتائی نے کہلا بھیجا ہے کہ صبح تک دشمن کی طرف سے آپ چوکنے اور بیدار رہیں۔ ہو سکتا ہے کہ دشمن اپنے لشکر کی تباہی کا سن کر یا یہ جان کر کہ اس کے لشکر نے حملہ آور ہونے میں ضرورت سے زیادہ دیر کر دی ہے، بدحواس ہو کر حملہ ہی نہ کر دے۔"

"کہتے رہو!" بادشاہ نے کہا۔

جاسوس نے مزید کہا:

"اس کے ساتھ ہی یسوتائی نے یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ جب رات ختم ہو اور مشرق کی طرف سے سورج طلوع ہو رہا ہو تو آپ پوری قوت کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیں۔ اس وقت تک یسوتائی بھی یہاں پہنچ کر دشمن کے عقب سے اس پر حملہ کر دے گا۔"

بادشاہ نے مطمئن لہجے میں کہا:

"ٹھیک ہے۔ یسوتائی کے پیغام پر حرف بہ حرف عمل ہو گا۔ اب تم جاؤ۔"

جاسوس باہر نکل گئے

دریائے ینگ سی کے کنارے دونوں لشکر جاگتے ہوئے ایک دوسرے پر گہری نظر رکھے ہوئے تھے۔

جس وقت سورج مشرق سے ابھر رہا تھا شمالی چین کے بادشاہ نے اپنے بیٹے کے ساتھ اس کے مشورے کے مطابق دشمن پر حملہ کر دیا ——— لیکن اس اچانک حملے کا دشمن پر کسی بھی طرح برا اثر نہ ہوا کیونکہ جنوبی چین کا سنگ لشکر بھی کسی اچانک حملہ کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ جنوبی چین کے بادشاہ نے نہ صرف اس حملہ کو پوری طرح روک دیا بلکہ اس نے شمالی چین

کے لشکر پر جوابی حملے بھی شروع کر دیے۔ اس طرح دونوں لشکر دفاع کے ساتھ ساتھ جارحیت پر بھی اتر آئے تھے۔ ہر کوئی دوسرے کو زیر اور پسپا کرنے کی فکر میں تھا۔

جنوبی چین کے بادشاہ کو شاید ابھی تک اپنے اس لشکر کی تباہی کا علم نہ ہوا تھا جس کی کمانداری اس کا بیٹا کر رہا تھا اور جس کا بیسوتائی نے دریائے ینگ سی کے کنارے مکمل خاتمہ کر دیا تھا۔

بہرحال دونوں طرف سے لشکری اپنی جانوں پر کھیل کر اپنی فتح اور کامیابی کو یقینی اور مستحکم بنانے کی کوشش کر رہے تھے۔

سورج ذرا سا جب اور بلند ہوا اور دونوں لشکر بری طرح ایک دوسرے کے برسرِپیکار تھے تو بیسوتائی اور کوانتی اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کے عقب میں نمودار ہوئے پھر بیسوتائی نے یوں تیزی اور جرأت کے ساتھ دشمن پر حملہ کیا جیسے سربستہ راز شور کرتے ہوئے کھل گئے ہوں یا گہری ذلت کا طوفانِ بلاخیز اور بھڑکتے حروف کی جلن لیے ہوئے ہزار عذاب اچانک کسی پر ٹوٹ پڑی ہو۔

بیسوتائی کے حملوں میں علو ہمتی، محنت کشی، غضب ناکی، قساوت، دلسوزی اور انگیزی تھی۔ وہ کالی تاریکیوں کی طرح حملہ آور ہو رہا تھا اور اپنے سامنے آنے والے ہر دشمن کو شکستہ و منہدم کر کے دشمن کے لشکر کو خود شناسی و خود نگہداری سے محروم کرتا جا رہا تھا۔

اس نے اپنے تپش آمیز حملوں اور خوں ریز ضربوں سے دشمن کی رگوں میں سنسنی اس کی سانسوں میں ایک اضطراب اور بے ہمتی سی پھیلا دی تھی۔

شمالی چین کے لشکریوں کو جب یہ پتہ چلا کہ منگولوں کے سالار بیسوتائی نے اپنے کے ساتھ ان کے دشمن پر عقب سے حملہ کر دیا ہے تو ان کے حملوں میں تیزی اور سختی آ گئی۔ اب پہلے کی نسبت اور زیادہ ہولناک ہو گئی تھی۔

بیسوتائی کے اچانک حملے نے جنوبی چین کے لشکر کی تنظیم اور صفوں کے ضبط کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا اس لیے اب انہیں اپنے لشکر کا ایک حصہ اپنے عقب سے حملہ آور ہونے والے بیسوتائی کے لیے الگ کرنا پڑا تھا۔ اس نئی ترتیب کی وجہ سے لشکر کے اندر بد نظمی اور بے ترتیبی

سی پیدا ہو گئی تھی۔

شمالی چین کے بادشاہ نے اپنے بیٹے نیان کے ساتھ سامنے کی طرف سے اور بیسوتائی نے پشت کی طرف سے اس افراتفری سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور انہوں نے دشمن کے اندر گھس کر جان لیوا حملے شروع کر دیے تھے جس کے نتیجے میں دشمن کے اندر پریشانی اور فرار کے آثار پیدا ہونے لگے تھے۔

دشمن کے لشکر میں فرار اور پسپائی کے آثار وبا کی طرح پھیلتے اور بکھرتے چلے گئے یہاں تک کہ وہ بائیں جانب سے مکمل طور پر فرار ہو گئے۔

شمالی چین کے بادشاہ نے بیسوتائی کے ساتھ مل کر تھوڑی دور تک دشمن کا تعاقب کیا۔ اس کے بعد وہ دوبارہ میدانِ جنگ میں لوٹ آئے کیونکہ دشمن کا اس کے اپنے علاقے میں دور تک تعاقب خود ان کے لیے بھی خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ لہٰذا وہ واپس آ کر دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کرنے لگے۔

جب دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو جمع اور پھر علیحدہ علیحدہ کر کے شمار کر لیا گیا تو شمالی چین کا بادشاہ اپنے بیٹے نیان اور بیٹی کوانتی کے ساتھ اپنے خیمے میں آ گیا۔ پھر اس نے اپنے محافظ دستے کے سالار کو بھیج کر بیسوتائی کو بلوایا۔

تھوڑی دیر کے بعد بیسوتائی اس کے خیمے میں داخل ہوا تو بادشاہ نے اسے ہاتھ کے اشارے سے اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔

بیسوتائی کے بیٹھ جانے پر بادشاہ نے کہا:

"اے بیسوتائی! میں یہ کہتے ہوئے عار اور کمتری محسوس نہیں کرتا کہ تم نے ہمارے دشمن کے خرد و ہوش پر مسلط اور سوار ہو کر ہمارے لیے فتح و کامرانی کو استوار کیا ہے۔ اے بیسوتائی! تم نے کیا خوب ہمارے من کو دکھ اور جی کو جلن میں ڈال کر ایک انوکھی دل آزاری اور وحشت میں لپٹی شاموں، اندھیروں سے بھرپور شکست اور ڈسنی ہوئی ویرانیوں سے بچا لیا ہے —— اے بیسوتائی! تو نے کس خوبی کے ساتھ دشمن کی باغی خواہشوں کو اس کے بنجر ارادوں میں بدل کر اس کی اپنی

سرزمین کو اسی کی سراسیمگی اور حزن سے بھر دیا ہے۔ قسم ہے کوانتی کی یہ فتح تمہارے باعث ہے۔ اگر آج تم اس لشکر میں شامل نہ ہوتے تو ایسی فتح ہمارے لیے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھی۔"

تھوڑی دیر خاموش رہ کر بادشاہ نے پھر کہا:

"اے یسوتائی! اگر تمہارا دوست اور مہربان ساتھی الغوری میرے پوچھنے پر یہ نہ بتا چکا ہوتا کہ قرطبینہ نام کی ایک لڑکی کو تمہارے ساتھ منسوب کیا جا چکا ہے تو قسم مجھے کنفیوشس کی! میں چنگیز خان سے تمہیں مانگ لیتا۔ تمہیں اپنے لشکر میں سالارِ اعظم مقرر کرتا اور اپنی بیٹی کوانتی کو تم سے بیاہ دیتا ـــــ لیکن ـــــ اب میں ایسا کر کے کسی پہ ظلم اور ناانصافی مسلط کرنا نہیں چاہتا اس لیے کہ جو لڑکی تم سے تمہاری مرضی اور خواہش کے مطابق منسوب کی جا چکی ہے وہ کوانتی کی نسبت تمہاری زیادہ حقدار ہے لہٰذا اے یسوتائی! ـــــ آج بلکہ ابھی تھوڑی دیر بعد ہم یہاں سے واپس کوچ کریں گے۔ دشمن کے پڑاؤ سے ملنے والی ہر چیز تمہارے سامنے ہے۔ اپنے لشکر کے حصے کے طور پر جو کچھ بھی تم لینا چاہو تمہیں اس کی آزادی ہے۔"

یسوتائی نے تشکر آمیز نگاہوں سے بادشاہ کی طرف دیکھا اور کہا:

"اے عظیم تسی! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری اس قدر حوصلہ افزائی کی، لیکن میں جنگ میں سے ملنے والے سامان میں سے کچھ بھی آپ سے طلب نہ کروں گا۔ ہاں آپ اپنی خوشی سے اگر میرے لشکر کو کچھ دے دیں تو میں اسے آپ کی طرف سے انعام سمجھ کر قبول کر لوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی تشکر کے انداز میں یسوتائی کی گردن جھک گئی۔

بادشاہ نے بے حد خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے یسوتائی! تم ایک عظیم انسان ہو۔ تم میں لالچ اور لوبھ نہیں ہے۔ تمہاری جنگ میں کارگزاری سے تو میں پہلے ہی مطمئن تھا لیکن تمہاری ان باتوں نے مجھے

اور بھی خوش کر دیا ہے اور تم پہ میرے بھروسے اور اعتماد میں اور اضافہ ہو گیا ہے ـــــ اے یسوتائی! تمہاری کارگزاری اور اخلاق و کردار کو دیکھتے ہوئے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ اس جنگ میں ہمیں جو کچھ بھی دشمن سے ملا ہے اسے تین برابر حصوں میں بانٹ دیا جائے۔ ان تینوں میں سے ایک حصہ تمہارا اور دو حصے ہمارے ہوں گے۔ میں امید کرتا ہوں کہ تم میرے اس فیصلے سے خوش ہو گے۔ اب اٹھو کہ کوچ کی تیاری ہو چکی!"

یسوتائی اٹھ کھڑا ہوا اور بولا:

"اے بادشاہ! میں آپ کے ہر فیصلے پر خوش ہوں۔"

اس کے بعد وہ سب باہر آئے۔

سامان کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد ایک حصہ یسوتائی کے حوالے کر دیا گیا اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا جبکہ تھوڑی دیر کے بعد چین کا بادشاہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ واپس لوٹ گیا!

شام کے پریشان لمحوں کا فراز، رات کی طلسمی خواب گاہوں میں ایک رنگ ایک روپ بھرنے لگا تھا۔ ابر آلود آسمان پر چاند اور ستارے بادلوں کی گود میں چھپ رہے تھے۔ حریمِ شب کی تاریکیوں میں خاموشیاں رقص کرنے لگی تھیں۔ دور افتادہ افق کے کناروں پر شفق ماتم گیت گاتی ہوئی کوچ کی تیاریاں کر رہی تھی۔

نیاہ کا شوہر قسیمہ بدحواسی و پریشانی کے عالم میں بھاگتا ہوا نیاہ کے کمرے میں داخل ہوا جہاں نیاہ بیٹھی قسیمہ کے لیے اس کا کوئی کپڑا سی رہی تھی۔

قسیمہ کو اس حالت میں دیکھ کر وہ بھی پریشان سی ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور قبل اس کے کہ قسیمہ خود کچھ کہتا، نیاہ نے بکھری بکھری اور فکر مندسی آواز میں اس سے پوچھا:

"خیریت تو ہے! آپ اس قدر گھبرائے ہوئے اور پریشان کیوں ہیں؟"

قسیمہ نے کہا:

"میں واقعی پریشان ہوں کہ میں تمہارے لیے تمہاری سہیلی قرطبینہ سے متعلق ایک بدترین خبر لے کر آیا ہوں۔"

نیاہ نے فکر مندی سے پوچھا:

"کیا ہوا قرطبینہ کو؟"

قسیمہ اپنی تیزی سے چلتی سانس پر قابو پا کر بولا:

"یہ تو تم جانتی ہو کہ میں نے اس محافظ کو جو تمہارے باپ کی طرف سے ہم پر مقرر ہے ایک بھاری رقم دے کر اپنے ساتھ ملا لیا ہے اور اسے تاکید کر دی تھی کہ وہ مجھے تمہارے باپ الیصان کے بارے میں ساری خبریں اور معلومات فراہم کرتا رہے ——— اسی محافظ نے تھوڑی دیر قبل آ کر مجھے یہ ہولناک خبر سنائی ہے کہ تمہارے باپ نے تھوڑی دیر پہلے اپنے کچھ ساتھیوں کو قرطبینہ کے گھر کی طرف اس لیے بھیجا ہے کہ وہ قرطبینہ اور اس کے ماں باپ کو موت کے گھاٹ اتار دیں۔ تمہارے باپ کو یہ خبر ہو گئی ہے کہ یسوتائی کا سنجار کے ہاں آنا جانا ہے اور یہ کہ قرطبینہ کو یسوتائی کے ساتھ منسوب کر دیا گیا ہے۔ اب وہ ان تینوں کا خاتمہ کر کے یسوتائی کو ایک کرب اور اذیت میں مبتلا کرنا چاہتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے باپ کی طرف سے یسوتائی اور قرطبینہ کے خلاف یہ انتہائی بدترین اور گھناؤنا فعل ہے ——— وہ محافظ مجھے یہ بھی بتا رہا تھا کہ جس وقت تمہارے باپ الیصان نے اپنے ساتھی قرطبینہ کے گھر کی طرف روانہ کیے تھے میں اسی وقت یہاں آ کر اطلاع کرنا چاہتا تھا لیکن اس کا کہنا ہے کہ تمہارا باپ اسے لے کر اپنے ایک دوست کے ہاں چلا گیا۔ وہاں جا کر محافظ نے الیصان سے بہانہ کیا کہ آپ کی بیٹی نیاہ نے مجھے کسی کام کے سلسلے میں بلایا ہے لہٰذا تھوڑی دیر کے لیے مجھے گھر جانے دیں۔ یہ بہانہ کر کے وہ یہاں آیا اور مجھے یہ اطلاع دے کر واپس چلا گیا ہے۔ جب تمہارا باپ گھر آئے تو تم اس محافظ کے بہانے کی تصدیق ضرور کر دینا۔"

نیاہ نے انتہائی دل گرفتگی اور بے زاری سے کہا:

"وہ تو میں اپنے باپ کو مطمئن کر ہی دوں گی لیکن فکر تو یہ ہے کہ قرطبینہ اور اس کے والدین کا کیا ہو گا۔ پتہ نہیں میرے باپ کے بھیجے ہوئے آدمی ابھی

تک قرطبینہ کے گھر پہنچے ہیں یا نہیں۔ بہر حال ہم دونوں کو فوراً قرطبینہ کے ہاں پہنچ کر انہیں اس واقعہ کی اطلاع دینی چاہیے بلکہ میں تو کہوں گی کہ رات کی اس تاریکی میں ہم انہیں وہاں سے یہاں اپنی حویلی میں لے آئیں تاکہ وہ میرے باپ کے شر اور بدی سے محفوظ رہ سکیں ــــــ پھر صبح سورج طلوع ہونے سے پہلے انہیں یہاں سے یہ کہہ کر صحرائے گوبی میں یسوتائی کی طرف روانہ کر دیں گے کہ اب وہ یہاں مزید نہ رہیں کیونکہ ان کی جانوں کو اب یہاں خطرہ ہے اور قسم ہے مجھے اپنے پیدا کرنے والے کی کہ میں اب اپنے باپ سے اس کے گناہوں اور بدکاریوں کا حساب ضرور لوں گی۔ میں پہلے ہی یسوتائی کے سلسلے میں اس کے خلاف تھی، اب اس خبر نے میرے باپ کے خلاف میری نفرتوں اور کدورتوں کو اور ہوا دے دی ہے۔ اب میں بہت جلد اس سے یسوتائی اور قرطبینہ کا حساب لوں گی ــــــ میرے خیال میں ہمیں یہاں مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے بلکہ فی الفور قرطبینہ کے گھر کی طرف چلنا چاہیے تاکہ ہم ان لوگوں کو آنے والے قاتلوں سے بچا سکیں"۔

جواب میں قسیمہ نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا:

"تو آؤ۔ پھر دیر کا ہے کی!"

نیاہ فوراً اس کے ساتھ ہو لی۔

قسیمہ باہر جاتے جاتے مڑا اور کمرے سے تلوار اور ڈھال اٹھالی اور پھر دونوں تیز تیز چلتے ہوئے باہر نکل گئے۔

○

قرطبینہ، سنجار اور تنکدار رات کا کھانا کھانے کے بعد اکٹھے بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ باہر کے دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔

سنجار نے پریشانی سے قرطبینہ اور تنکدار کی طرف دیکھتے ہوئے سوالیہ انداز میں زیرِ لب کہا:

"اس وقت کون ہو سکتا ہے؟"

وہ دونوں ماں بیٹی چند لمحوں تک خاموش رہیں۔ پھر تنکدار نے کہا:

"آپ جا کر دروازہ تو کھولیں۔ میرا دل کہتا ہے یہ دستک دینے والا یسوتائی ہی ہو گا"

اتنے میں دروازے پر پھر زوردار دستک ہوئی۔

قرطبینہ نے ماں کی بات پر پوچھا:

"اے میری ماں! دستک دینے والے یہ یسوتائی کیسے ہو سکتے ہیں؟"

"کیوں ــــــ وہ کیوں نہیں ہو سکتا؟"

اس پر قرطبینہ نے کہا:

"اس لیے کہ وہ تو چند روز پہلے چین کی مہم سے واپس جاتے ہوئے ہمیں مل کر گئے ہیں اور انہیں ایسا کون سا کام ہو سکتا ہے کہ چند ہی دن کے وقفے سے وہ پھر یہاں آنے پر مجبور رہوں"۔

اتنے میں دروازے پر کسی نے پھر تیز دستک دی اور ساتھ ہی کسی کی کراہت آمیز اور گرجدار آواز ابھری:

"دروازہ کھول دو ورنہ ہم اسے توڑ دیں گے"۔

اس پر سنجار چونک پڑا اور اس نے قرطبینہ کو مخاطب کر کے کہا:

"اے قرطبینہ! میری بیٹی!! اس دستک دینے والے کی آواز اور لہجے نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ یہ یسوتائی نہیں ہے۔ اے میری بیٹی! میرا دل کہتا ہے کہ یسوتائی کے دشمنوں کو اس کے ساتھ ہمارے تعلق اور تمہارے رشتہ کی خبر ہو گئی ہے۔ اے میری بیٹی! اگر یہ آنے والے یسوتائی کے دشمن ہیں تو پھر یقیناً یہ تمہیں اٹھا لے جانے کو آئے ہیں تاکہ اس طرح وہ یسوتائی کو اذیت دے سکیں

کیونکہ تم اب بیسو تائی کی منسوبہ ہو اور یہ یقیناً وہی لوگ ہیں جو پہلے بیسو تائی کی ماں اور بہن کو فروخت کر کے اسے ایک اذیت میں مبتلا کر چکے ہیں۔ اے میری بیٹی! اس گھر میں اس وقت ان آنے والوں سے سب سے زیادہ خطرہ تمہاری ذات ہی کو ہے اس لیے کہ یہ آنے والے تمہاری جان اور عزت دونوں کے دشمن ہو سکتے ہیں ..... اے میری بیٹی! تم فوراً اٹھ کر تہ خانے میں چلی جاؤ میں جا کر دروازہ کھولتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ وہ مجھ سے اور تمہاری ماں سے کوئی تعرض نہ کریں گے اور اگر انہوں نے مجھ سے تمہارے متعلق پوچھا تو میں کہہ دوں گا کہ میں نے قرطبینہ کی نسبت پہلے ہی بیسو تائی کے ساتھ طے کر دی تھی اور چند روز ہوئے کہ میں نے قرطبینہ کی رخصتی بھی کر دی ہے اور بیسو تائی اسے اپنے ساتھ صحرائے گوبی کی طرف لے جا چکا ہے۔"

سنجار کی گفتگو کے جواب میں قرطبینہ نے کچھ کہنا چاہا لیکن سنجار نے پہلے ہی پیش بندی کے طور پر کہا:

"اے میری بیٹی! اس موقع پر کچھ کہنے کی بجائے فوراً اٹھ کر تہ خانے کی طرف چلی جاؤ۔ اب تمہارا کچھ کہنا وقت ضائع کرنے کے علاوہ کچھ کام نہ دے گا اور اتنی دیر میں اگر دستک دینے والے دروازہ توڑ کر اندر آ گئے تو اے میری بیٹی! ایسا نہ ہو تمہاری عزت اور جان کی حفاظت کرتے ہوئے مجھے اپنا آپ بھی قربان کرنا پڑے اور تم بھی نہ بچ سکو۔"

سنجار کی یہ ہولناک گفتگو سن کر قرطبینہ بیچاری کچھ بھی نہ کہہ سکی۔ اس نے کمرے کے اندر پڑی ہوئی ایک تلوار اور ڈھال لی۔ پھر وہ بھاگتی ہوئی باورچی خانے میں آئی اور چولہے کے سامنے بیٹھ کر کام کرنے کے لیے جو لکڑی کی چوکی بنی ہوئی تھی اس کو اٹھا کر اس نے ایک طرف رکھا۔ اس کے نیچے لکڑی کا ایک چھوٹا سا دروازہ تھا۔

دروازے کو اٹھا کر وہ نیچے اترتی ہوئی سیڑھیوں میں داخل ہوئی۔ چوکی کو پہلے

کی طرح اس نے دروازے کے اوپر جما کر دروازہ بند کر دیا اور خود تہ خانے کے اندر چلی گئی۔

سنجار احتیاط کی خاطر باورچی خانے کی طرف آیا اور جب اس نے دیکھا کہ قرطبینہ تہ خانے میں اتر گئی ہے تو اس نے تہ خانے کے دروازے کے اوپر رکھی ہوئی لکڑی کی چوکی کو خوب درست کر کے رکھا پھر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

جب اس نے اپنے گھر کا صدر دروازہ کھولا تو دیکھا کہ دروازے کے باہر چار گھوڑ سوار اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے کھڑے تھے۔

جونہی دروازہ کھلا، وہ سنجار کو دھکا دے کر ہٹاتے ہوئے گھر کے اندر داخل ہو گئے۔

انہوں نے سنجار یا تکدار سے کسی قسم کی کوئی گفتگو نہ کی بلکہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کو اشارہ کرتے ہوئے گھر کی تلاشی لینے لگے۔

جب وہ سارے کمروں کو دیکھ چکے تو چاروں اس جگہ آئے جہاں سنجار اور تکدار بے حد پریشانی اور سراسیمگی کے عالم میں کھڑے حیرت اور تعجب سے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ چاروں سنجار اور تکدار کے اردگرد آن کھڑے ہوئے۔ پھر ان میں سے ایک نے سنجار کو مخاطب کرتے ہوئے سخت لہجے میں کہا:

"قبل اس کے کہ ہم تمہیں بتائیں کہ ہم کون ہیں اور تم سے یہ سلوک کیوں کر رہے ہیں، تم یہ بتاؤ تمہاری بیٹی قرطبینہ کہاں ہے؟"

سنجار نے انتہائی غصہ کی حالت میں پوچھا:

"تم لوگ کون ہو۔ کیوں زبردستی ہمارے ہاں داخل ہوئے ہو اور میری بیٹی کے بارے میں پوچھنے والے تم کون ہو؟"

ان چاروں میں سے اب دوسرے نے سنجار کو جواب دیتے ہوئے کہا:

"اگر تم تفصیل جاننا ہی چاہتے ہو تو سنو! ــــ ہم ایلچان کے آدمی ہیں،

تم جانتے ہو کہ ایلصان کی صحرائے گوبی کے رہنے والے منگول بسوتائی سے دشمنی ہے جبکہ بسوتائی کا تمہارے ہاں آنا جانا ہے۔ پھر تم نے اپنی بیٹی قرطبینہ کی اس کے ساتھ نسبت بھی طے کر رکھی ہے کیونکہ بسوتائی نے ایلصان کے بیٹوں کے علاوہ اس کے اور بہت سے عزیز و اقارب کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ہے لہٰذا ہم تمہاری بیٹی کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آئے ہیں تاکہ جب یہ خبر بسوتائی کے پاس پہنچے تو وہ اس طرف کا رخ کرے اور جب وہ ادھر آئے گا تو ایلصان کے بیٹوں کا انتقام لینے کے لیے ہم اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے سنو سنجار! ایسا کرنے کے بعد ہم تمہاری بیٹی کو آزاد کر دیں گے اور جب تک بسوتائی یہاں نہیں آتا اس وقت تک وہ ہمارے پاس اسیر رہے گی۔ اب تم بولو کہ اس بارے میں کیا کہتے ہو؟"

سنجار نے فوراً اپنے آپ کو سنبھالا۔ اس بار اس نے بظاہر مکمل طور پر اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے کسی قدر دھیمی اور نرم آواز میں کہا:

"اگر تم چاروں اس غرض کے تحت میرے گھر میں داخل ہوئے ہو تو پھر اس معاملہ میں تمہیں مایوسی ہو گی کیونکہ تم لوگ دیر سے آئے ہو جبکہ میری بیٹی قرطبینہ کو بسوتائی پہلے ہی اپنے ساتھ لے جا چکا ہے ...... تم جانو میں نے پہلے ہی ان دونوں کی نسبت طے کر دی تھی۔ گذشتہ دنوں بسوتائی منگولوں کے سردار کی طرف سے ایک لشکر شمالی چین کے بادشاہ کی مدد کے لیے لے کر اس طرف آیا تھا اور اس کی یہ مہم جنوبی چین کے بادشاہ کے خلاف تھی۔ اپنی اس مہم میں کامیابی کے بعد واپسی پر وہ یہاں میرے ہاں رکا۔ اس موقع پر میں نے ان دونوں کا نکاح کر دیا اور بسوتائی اسی روز قرطبینہ کو اپنے ساتھ صحرائے گوبی کی طرف لے گیا تھا!"

ان چاروں کے تیسرے ساتھی نے غضب ناکی کے عالم میں سنجار کو دیکھا، پھر کسی آدمخور درندے کی طرح دھاڑ کر بولا:

"تم بکواس کرتے ہو۔ قرطبینہ ابھی تک بسوتائی کے ساتھ نہیں گئی اور ہماری آمد پر تم نے یا تو کہیں اسے چھپا دیا ہے یا اسے گھر سے نکال کر کسی محفوظ جگہ پر پہنچا دیا ہے۔ سن رکھو! اگر تمہاری بیٹی اس وقت یہاں نہیں ہے تو پھر تم دونوں میاں بیوی مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ہم رات کی اس تاریکی میں تمہیں قتل کر کے یہاں سے نکل جائیں گے۔ اب بولو کیا قرطبینہ بسوتائی کے ساتھ صحرائے گوبی کی طرف چلی گئی ہے یا تم نے یہیں کہیں اسے چھپا رکھا ہے۔"

سنجار نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا:

"یہ تمہاری بھول ہے کہ تم مجھے اور میری بیوی کو قتل کرنے کی دھمکی دے کر مجھ سے کچھ اگلوانے میں کامیاب ہو جاؤ گے ...... یاد رکھو۔ جب میں نے ایک بار تم سے کہہ دیا ہے کہ قرطبینہ یہاں نہیں بلکہ اپنے شوہر بسوتائی کے پاس صحرائے گوبی میں ہے تو پھر تم کیونکر مجھے اپنا بیان بدلنے پر مجبور کر سکتے ہو ...... سنو! میں اپنی بیٹی قرطبینہ کی جان و ناموس کی خاطر جان بھی قربان کر سکتا ہوں اور ایسا ہی میری بیوی بھی کر گزرے گی ...... یہ بھی یاد رکھو کہ اگر قرطبینہ یہاں ہوتی تب بھی میں اسے کسی صورت تمہارے حوالے نہ کرتا۔"

ان کا تیسرا ساتھی سنجار کی یہ باتیں سن کر آگے بڑھا اور اس نے سنجار کو اس کی گردن سے پکڑ لیا اور پھر اس پر مکوں اور ٹھڈوں کی بارش کر دی۔ تکدار نے آگے بڑھ کر اپنے شوہر کو بچانا چاہا تو ان کے ایک ساتھی نے اسے دھکا دے کر دور پھینک دیا اور وہ بھی سنجار کو پیٹنے لگا۔

دونوں کچھ دیر تک سنجار کو مارتے رہے پھر جب وہ فرش پر گر پڑا تب ان میں سے ایک نے اسے طنز اور حقارت سے دیکھتے ہوئے پوچھا:

"کیا اب بھی نہیں بتاؤ گے کہ قرطبینہ کہاں ہے؟"

سنجار نے اپنی جھکی ہوئی گردن سیدھی کی اور ان چاروں کو غور سے دیکھتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں بولا:

"ہرگز نہیں۔ میں تم لوگوں کی طرح اتنا گھٹیا، گھناؤنا اور بے غیرت نہیں ہوں کہ اپنی بیٹی کو تمہارے حوالے کر دوں۔ یہ کام تمہی لوگ کرتے ہو اور تم لوگ ہی ایسی بے حمیتی کو برداشت کر سکتے ہو۔"

تب ان میں سے ایک نے باقیوں سے کہا:

"اس سے اس کی بیٹی سے متعلق پوچھنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے اس کے رویہ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اس کا پتہ نہ بتائے گا۔ اگر اس نے بتانا ہوتا تو اب تک ایسا کر چکا ہوتا۔ میری مانو تو آؤ ان دونوں کا خاتمہ کر کے ایقان سے جا کر یہ کہہ دیں کہ قرطبہ تو بسوناٹی کے پاس صحرائے گوبی میں جا چکی ہے البتہ اس کے باپ اور ماں کو موت کے گھاٹ اتار آئے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کام میں ہمیں جلدی کرنی چاہیے کیونکہ آس پاس کے مکانوں یا سرائے کے اندر سے ان لوگوں کی مدد کے لیے کوئی آ گیا تو ہمارے لیے مسائل اور خطرات اٹھ کھڑے ہوں گے!"

سب نے اس مشورے پر اتفاق کیا۔

پھر انہوں نے سنجار اور تکدار کو قتل کر دیا اور مکان سے باہر نکل کر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں سے کوچ کر گئے!

قسیمہ اور اس کی بیوی نیاہ بھاگتے ہوئے جب سنجار کے مکان کے سامنے آئے تو قسیمہ نے دیکھا کہ مکان کا بیرونی دروازہ کھلا ہے۔ تب اس نے نیاہ کو مخاطب کرتے ہوئے اندیشوں اور تفکرات میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا:

"اے نیاہ! سنجار کے مکان کا بیرونی دروازہ کھلا ہے اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ تمہارے باپ کے بھیجے ہوئے آدمی یہاں اپنا کام ختم کر کے جا چکے ہیں۔ اگر وہ قرطبہ کے ماں باپ کو ٹھکانے لگانے کے بعد قرطبہ کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لیے سخت بد قسمتی کی بات ہے کیونکہ ہم نے بسوناٹی سے وعدہ کیا تھا کہ ہم تمہارے باپ کو جو کہ اس کا مجرم ہے، ایک روز اس کے سامنے لا کھڑا کریں گے لیکن یہاں تو بسوناٹی کی منسوبہ قرطبہ کی جان اور عزت کا سوال اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ میں سوچتا ہوں اب ہم کس منہ سے اس کا سامنا کریں گے کہ تمہارے باپ کو روکنے کے بجائے اس کے گناہوں کی فہرست پہلے سے بھی زیادہ طویل ہو گئی ہے۔"

جواب میں نیاہ نے ہلکی اور روتی ہوئی آواز میں قسیمہ سے کہا:

"جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ درست ہے لیکن پہلے ہمیں اندر چل کر یہ تو دیکھنا چاہیے کہ گھر کا دروازہ کیوں کھلا ہے اور قرطبہ اور اس کے ماں باپ پر یہاں کیا گزری ہے۔"

دونوں بھاگتے ہوئے جب مکان میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا مکان کے برآمدے میں سنجار اور تکدار دونوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

اس موقع پر قسیمہ نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا:

"ہائے بد قسمتی! وہی ہوا جس کا مجھے اندیشہ تھا۔ اے نیاہ! تمہارے باپ کے آدمی اپنا کام مکمل کرنے کے بعد یہاں سے جا چکے ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ جاتے جاتے قرطبہ کو بھی اپنے ساتھ لیتے گئے ہیں۔"

نیاہ بیچاری وہاں کھڑی ہو کر زور زور سے رونے لگی۔

پھر اچانک اسے کچھ خیال گزرا اور اس نے اپنی ہچکیوں اور سسکیوں کو ضبط کیا اور پاگلوں کی طرح ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں بھاگتے ہوئے قرطبہ کو تلاش کرنے لگی!

سارے گھر میں گھومنے کے بعد جب وہ پھر قسیمہ کے سامنے آئی تو اس نے روتی اور بین کرتی ہوئی آواز میں کہا:

"آہ! میرا گناہ گار باپ یہاں بھی کامیاب رہا ہے۔ قرطبینہ کو یہاں سے اٹھا کر اور اس کے ماں باپ کو قتل کرا کے اس نے اپنی بدی اور گناہوں میں اضافہ کر لیا ہے۔ قسم مجھے اپنے پروردگار کی! وہ بے شک میرا باپ ہی ہے لیکن میں اس سے اس کا انتقام انتہائی بھیانک طریقہ سے لوں گی۔ بیسوناٹی کو میں اپنا بھائی کہہ چکی ہوں اور میں کیسے برداشت کر سکتی ہوں کہ میری مسلم قوم کے ایک بھائی کی عزت اور ناموس کو کوئی یوں اٹھا کر لے جائے اور میں اس کے خلاف حرکت میں نہ آؤں۔"

پھر اس نے قسیمہ کی طرف دیکھ کر کہا:

"قسم پروردگار کی! اے میرے شوہر! گواہ رہنا کہ میں نے اپنے باپ سے بیسوناٹی کی ماں، بہن اور قرطبینہ کا انتقام لینے کی قسم کھائی ہے۔"

اچانک نیاہ کو پھر کوئی خیال گزرا۔

اس نے قسیمہ کی طرف دیکھتے ہوئے دوبارہ گلوگیر آواز میں کہا:

"آپ تھوڑی دیر یہیں رکیں۔ میں ایک بار پھر سارے کمروں کا چکر لگا آؤں قرطبینہ کو پکارتی ہوں۔ ہو سکتا ہے وہ کہیں چھپ کر بیٹھی ہو اور اس کے بعد میرے باپ کے آدمی اس کی ماں اور باپ کو قتل کر کے چلے گئے ہوں۔"

قسیمہ نے کمزور اور دھیمی آواز میں کہا:

"ٹھیک ہے۔ تم ایسا کر کے دیکھ لو۔ اگر قرطبینہ یہیں کہیں چھپی ہوئی ہوگی تو اس مکان کے اندر ہمیں ضرور مل جائے گی مگر ہائے حیف! ہم اسے اس کے ماں باپ کیسے دلا سکیں گے؟"

نیاہ نے قسیمہ کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

وہ ایک ایک کمرے میں باری باری داخل ہوئی اور بلند آواز میں قرطبینہ کو پکارا سارے کمروں حتیٰ کہ باورچی خانے میں بھی اس نے قرطبینہ کو آوازیں دیں۔ آخر مایوس ہو کر وہ دوبارہ قسیمہ کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

قسیمہ نے غور سے نیاہ کی طرف دیکھا جبکہ بچاری نیاہ کی گردن مایوسانہ انداز میں جھکی ہوئی تھی۔ سسکیوں اور آہوں میں ڈوبی ہوئی قسیمہ کی آواز رات کی تاریکی اور خاموشی میں بلند ہوئی:

"کاش! اس نازک گھڑی میں ہم قرطبینہ اور اس کے ماں باپ کے کسی کام آ سکتے اور ۔۔۔۔۔۔"

قسیمہ کہتے کہتے رک گیا۔

ناگاہ اس نے دیکھا کہ باورچی خانے کی طرف سے قرطبینہ کی بین کرتی ہوئی آواز بلند ہوئی تھی اور پھر وہ اپنے والدین کی لاشوں سے لپٹ کر رونے لگی تھی۔

نیاہ، قرطبینہ کا اس طرح بلک بلک کر رونا برداشت نہ کر سکی اور خود بھی اس کے ساتھ لپٹ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

قسیمہ ان دونوں کے قریب ہی گردن جھکائے کسی ستون کی طرح خاموش اور ساکن کھڑا تھا اور اس کی آنکھوں سے بے چارگی کے آنسو بارش کے قطروں کی طرح زمین پر گر رہے تھے۔

کافی دیر بعد نیاہ نے خود کو سنبھالنے کے ساتھ ساتھ قرطبینہ کو بھی سنبھالا اور اس کو لپٹائے ہوئے بے حد شفقت سے پوچھا:

"اے میری بہن! کیا تو مجھے بتائے گی کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ اور یہ کہ تمہارے ماں باپ کو قتل کرنے والے کون لوگ تھے؟ ۔۔۔ تا کہ میں ان سے تمہارے معصوم اور بے گناہ ماں باپ کے خون کا انتقام لے سکوں؟"

قرطبینہ نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کہا:

"میں اور میرے ماں باپ کھانا کھانے کے بعد اکٹھے بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ باہر کے دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔ ہم ابھی آپس میں کوئی فیصلہ نہ کر پائے تھے کہ باہر کون ہو سکتا ہے! کہ دروازے پر دستک دینے والوں میں سے کسی نے چیخ کر کہا کہ دروازہ کھول دو ورنہ ہم توڑ کر اندر آ جائیں گے ۔۔۔ یہ سننے کے بعد میرے بابا مضطرب ہو گئے۔ انہوں نے مجھے گھر کے تہ خانے میں

چھپنے کو کہا۔ میں چاہتی تھی کہ ان کے ساتھ رہوں پر انہوں نے مجھے مجبور کر کے خاموشی سے تہ خانے میں بھیج دیا۔ بہرحال میں تہ خانے میں چلی گئی۔ اس کے بعد میرے ماں باپ پر کیا گزری؟ قاتل کون تھے اور ہم سے ان کی کیا دشمنی تھی؟ یہ میں نہ جان سکی۔ کاش! میں ان کے چہرے دیکھ سکتی۔ میں انہیں پہچان سکتی کہ وہ کون لوگ ہیں تاکہ بعد میں تیں اپنے منسوب بسوتائی سے مل کر کم از کم ان سے اپنے ماں باپ کے قتل کا حساب تو بے باک کر سکتی"۔

نیاہ نے اسے اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہا:

"اے میری بہن! اب تم مستقبل کے متعلق فکرمند نہ ہو۔ میں تمہاری بہن نیاہ خود تمہارے ماں باپ کے قاتلوں سے انتقام لوں گی۔ آؤ اب اٹھو تینوں مل کر پہلے تمہارے ماں باپ کو اسی گھر کے صحن میں دفن کر دیں۔ پھر تم ہمارے ساتھ چل کر ہماری حویلی میں قیام کرو۔ رات کے پچھلے پہر ہم تمہیں اپنے ساتھ لے کر صحرائے گوبی کی طرف روانہ ہو جائیں گے!"

پھر ذرا رک کر اس نے کہا:

"اے قرطبینہ! یہاں اب تمہارے لیے خطرات ہی خطرات ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ تم مزید یہاں رہ کر اپنے ماں باپ کی طرح اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو۔ لہٰذا میں اور قسیمہ دونوں تمہیں خود صحرائے گوبی میں بسوتائی کے پاس چھوڑ کر آئیں گے بلکہ وہاں کچھ دن رک کر تمہاری شادی بھی بسوتائی کے ساتھ کر کے واپس آئیں گے"۔

اس کے بعد تینوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

قرطبینہ گھر کے اندر سے کدال نکال لائی۔ پھر انہوں نے گھر کے صحن میں دو گڑھے کھودے اور سنجار اور زنکدار کو وہاں دفن کرنے کے بعد قسیمہ اور نیاہ دونوں، قرطبینہ کو اپنی حویلی میں لے گئے!

O

اپنی حویلی کے قریب جا کر قسیمہ نے رازداری کے ساتھ نیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے نیاہ! تم اور قرطبینہ ذرا رک جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ محافظ جو تمہارے باپ کی باتیں ہم سے کہتا ہے وہ تمہارے باپ سے رقم لے کر ہماری باتیں ایلیھان سے کہتا ہو اور اس طرح وہ دونوں اطراف کو دھوکے میں رکھ رہا ہو۔ میں پہلے جا کر دیکھتا ہوں۔ اگر وہ موجود نہ ہوا تو پھر میدان ہمارے لیے صاف ہے اور اگر حویلی میں واپس آ چکا ہے تو پھر میں اس سے نمٹنے کا حیلہ کروں گا کیونکہ اس کی موجودگی میں ہمارا قرطبینہ کو لے کر حویلی میں داخل ہونا اور پھر اس کے ساتھ صحرائے گوبی کی طرف کوچ کرنا صرف قرطبینہ ہی کے لیے نہیں بلکہ ہم دونوں کے لیے بھی خطرناک ہوگا لہٰذا تم دونوں یہیں رکو۔ میں جا کر حالات کا جائزہ لیتا ہوں اور جلد ہی واپس آ کر معاملہ کی اصلیت کہوں گا"!

قرطبینہ اور نیاہ، قسیمہ کے کہنے کے مطابق اندھیرے میں حویلی کی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئیں جبکہ قسیمہ آگے بڑھ گیا۔

قسیمہ حویلی میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ ایلیھان کا محافظ واپس آ چکا تھا اور اس وقت وہ حویلی کے صدر دروازے کے پاس ہی کھڑا تھا جبکہ حویلی کا دروازہ کھلا تھا۔ جونہی اس نے قسیمہ کو دیکھا تو لپک کر اس کی طرف آیا اور انتہائی پریشانی کے عالم میں بولا:

"آپ اور نیاہ دونوں کہاں چلے گئے تھے؟"

قسیمہ نے اطمینان سے جواب میں پوچھا:

"کیوں ___ کوئی خاص بات تھی جو تم اس قدر پریشان ہو"۔

"نہیں ___ خاص بات تو نہیں تھی لیکن جب میں قرطبینہ کے بارے میں آپ کو مطلع کرنے کے بعد ایلیھان کے پاس واپس گیا تو اس کے کچھ مہمان آ گئے۔ وہ ان کے ساتھ گفتگو میں لگ گیا اور مجھے اس نے واپس یہاں بھیج دیا۔

میں جب یہاں پہنچا تو حویلی کا دروازہ بند تھا لیکن اندر نہ آپ تھے اور نہ ہی نیاہ! میں بے حد فکرمند ہوا۔ اگر تھوڑی دیر اور آپ نہ آتے تو میں یقیناً آپ اور نیاہ کی تلاش میں نکل پڑتا"۔

قسیمہ نے فکرمندی کے انداز میں محافظ سے کہا:

"جب اس دروازے پر کھڑے تم نے مجھے قرطبینہ کے متعلق اطلاعات فراہم کیں تو میں بھاگتا ہوا حویلی کے اندرونی حصے کی طرف گیا لیکن میں دنگ رہ گیا کہ جس کمرے میں میں نے نیاہ کو چھوڑا تھا وہ وہاں نہ تھی۔ میں تم سے اس کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا مگر تم جا چکے تھے۔ میں نے حویلی کا کونہ کونہ چھان مارا، پر نیاہ مجھے نہ ملی لہٰذا میں حویلی کا دروازہ بند کر کے اسے تلاش کرنے کے لیے باہر نکل گیا لیکن ابھی تک اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکا"۔

قسیمہ نے ایک سکہ نکال کر اس محافظ کی ہتھیلی پر رکھا اور کہا:

"تم بھاگتے ہوئے جاؤ جہاں اس وقت ایصان ٹھہرا ہوا ہے اور وہاں دیکھو کہ کہیں نیاہ اس طرف تو نہیں چلی گئی اور واپس آ کر مجھے فوراً اس کے بارے میں مطلع کرو"۔

محافظ خاموشی سے روانہ ہو گیا۔

جب وہ قسیمہ کی نگاہوں سے تاریکی میں اوجھل ہو گیا تو قسیمہ مڑا اور بھاگتا ہوا نیاہ اور قرطبینہ کے پاس آیا —— پھر تیز آواز میں بولا:

"جلدی کرو۔ تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔ وہ محافظ حویلی ہی میں تھا لہٰذا تم وقت ضائع کیے بغیر میرے ساتھ آؤ تاکہ جو کچھ ہم نے کرنا ہے، کر گزریں —— اور اے نیاہ! ہمارا پہلا کام یہ ہوگا کہ اصطبل میں جا کر تین گھوڑے تیار کریں اور پھر کھانے پینے اور ضروریات کا دیگر سامان گھوڑوں کی خرجینوں میں ڈال لیں اس کے بعد تم دونوں اپنے گھوڑوں کے ساتھ حویلی سے نکل کر باہر کسی کھلے میدان کی طرف چلے جانا اور کسی جھنڈ کی آڑ لے کر کھڑے ہو جانا۔ میں اس محافظ

کی واپسی کا انتظار کروں گا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھ تمہارا باپ بھی لوٹ آئے کیونکہ میں جب حویلی میں داخل ہوا تو محافظ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ آپ لوگ کہاں چلے گئے تھے تو میں نے اسے چکمہ دے دیا کہ جب تم مجھے پہلی بار خبر دے کر گئے تھے تو میں حویلی کے اندرونی حصے کی طرف گیا مگر نیاہ وہاں نہیں تھی۔ میں نے اسے بہت تلاش کیا لیکن وہ مجھے کہیں نہیں ملی لہٰذا میں اسے تلاش کرنے باہر نکل گیا لیکن میں اسے تلاش کرنے میں ناکام رہا ہوں۔ اب میں نے اسے یہ کہہ کر ایصان کی طرف بھیجا ہے کہ تم جاؤ اور دیکھو کہ نیاہ کہیں ایصان کی طرف تو نہیں چلی گئی —— لہٰذا آؤ۔ اس کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر ہم اپنی تیاری مکمل کر لیں"۔

نیاہ نے قرطبینہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور تیزی کے ساتھ قسیمہ کے ہمراہ ہو لی۔

قسیمہ نے ابھی تک قرطبینہ پہ یہ ظاہر نہ ہونے دیا تھا کہ اس کے ماں باپ کو قتل کرنے میں نیاہ کے باپ ایصان کا ہاتھ ہے۔

وہ تینوں بھاگتے ہوئے حویلی کے اصطبل میں آئے۔ وہاں تینوں نے جلدی جلدی اپنے لیے گھوڑے تیار کیے۔ پھر نیاہ اور قرطبینہ نے گھوڑوں کی چرمی خرجینوں میں کھانے پینے اور ضروریات کا دیگر سامان رکھا۔ اب گھوڑے تیار تھے۔

اس موقع پہ قسیمہ نے نیاہ سے کہا:

"اے نیاہ! تم اور قرطبینہ دونوں اپنے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر گھر کے مغربی حصے میں جو کھلا میدان ہے، اس کے اندر اہلی کے کسی درختوں کے جھنڈ کے پیچھے جا کر ٹھہرو —— اور سنو نیاہ! ہو سکتا ہے کہ تمہاری گمشدگی کا سن کر تمہارا باپ ایصان بھی محافظ کے ساتھ ہی آ جائے۔ اور اگر ایسا ہوا تو میں اسے بھی اپنے ساتھ ہی لیتا آؤں گا تاکہ ہم اسے مجرم کی حیثیت سے بسوتانی کے سامنے پیش کر سکیں"۔

نیاہ نے جواب میں کہا:

"میں آپ سے مکمل اتفاق کرتی ہوں۔ اگر میرا باپ محافظ کے ہمراہ آجائے تو اسے ضرور ساتھ لے کر آئیں ـــــ لیکن اگر وہ نہ آیا تو پھر آپ محافظ سے کیا کہیں گے؟"

قسیمہ نے کہا:

"اگر محافظ اکیلا ہی آیا تو میں اسے کہوں گا کہ حویلی کا خیال رکھے اور میں نیاہ کی تلاش میں جا رہا ہوں ـــــ اس کے بعد میں تم دونوں سے آملوں گا ـــــ پھر ہم تینوں رات کی اس تاریکی میں منزل کی طرف روانہ ہو جائیں گے"۔

تینوں نے اس تجویز پر اتفاق کر لیا

نیاہ اور قرطینہ گھوڑوں کی باگیں تھامے حویلی سے باہر نکل کر اس میدان کی طرف چلی گئیں جہاں جگہ جگہ املی کے درختوں کے جھنڈ تھے۔

قسیمہ وہیں رک کر محافظ کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

اسے زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا کہ محافظ لوٹ آیا ـــــ وہ اکیلا ہی تھا۔ ایصان اس کے ساتھ نہ آیا تھا۔

قسیمہ نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا:

"کیا پتہ چلا ـــــ کیا نیاہ وہاں موجود ہے؟"

محافظ نے مایوسی سے جواب دیا:

"میں ایصان کو جس دوست کے ہاں چھوڑ کر آیا تھا۔ وہ اب وہاں نہیں ہے۔ شاید وہ ان لوگوں کے ساتھ ہی چلا گیا ہے جو اس سے ملنے آئے تھے"۔

قسیمہ نے بظاہر مایوسی اور بے بسی سے کہا:

"ایصان مل جاتا تو اچھا تھا۔ بہرحال تم حویلی کا خیال رکھنا۔ میں نیاہ کی تلاش میں جا رہا ہوں"۔

اصطبل سے قسیمہ نے اپنا گھوڑا نکالا اور حویلی سے باہر نکل گیا۔

وہ اپنے گھوڑے کو میانہ روی سے ہانکتا ہوا اس کھلے میدان میں داخل ہوا اور وہاں

یا اور نیاہ کو دیکھنے لگا۔

اچانک املی کے ایک جھنڈ کے پاس سے نیاہ نے اسے آہستہ سے پکارا۔ قسیمہ یا اور رازداری سے بولا:

"اے نیاہ! اس محافظ کو تمہارا باپ نہیں ملا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کہیں اور چلا گیا ہے"۔

نیاہ نے جواب میں کہا:

"میرا باپ جرائم پیشہ ہے۔ ایسے لوگوں کا ایک ٹھکانا نہیں ہوتا۔ وہ جگہ جگہ چھپتا پھر رہا ہے لیکن میں اسے ہرگز معاف نہ کروں گی۔ ایک روز میں ضرور اسے مجرم کی حیثیت سے یسوناتی کے سامنے لا کھڑا کروں گی"۔

جواب میں قسیمہ اور قرطینہ خاموش رہے۔

پھر املی کے جھنڈ سے نکل کر وہ شاہراہ ریشم پر آئے اور مغرب کے رخ پہ صحرائے گوبی کی طرف اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا دیا۔

چین کی مہم میں حصہ لینے کے بعد جب یسوتائی اور جبی نویان اپنے مسکن میں دا
ہوئے تو چنگیز خان نے قراقورم شہر سے باہر نکل کر اپنے بھائیوں، بیٹوں اور دیگر معزز
کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔

چنگیز خان کو جب یسوتائی نے یہ بتایا کہ اس جنگ میں جو کچھ بھی شمالی چین کے
بادشاہ کے ہاتھ لگا اس میں سے تیسرا حصہ ہم اپنے ساتھ لے آئے ہیں تو یسوتائی کی اس
کارگزاری پر اس نے اور زیادہ خوشی اور اعتماد کا اظہار کیا۔

پھر اس نے سارا سامان اپنے بھائی ملکوتی اور قسار کی نگرانی میں ذخیرہ خانوں میں
بھجوا دیا اور لشکریوں کو آرام کرنے کا حکم دیا جبکہ یسوتائی اور جبی نویان کو لے کر وہ اپنے
مہمان خانے میں آ گیا۔ اس کا بھائی تموجہ اور اس کے بیٹے بھی اس کے ہمراہ تھے۔

چنگیز خان نے پہلے تو ان کی خوب تواضع کی پھر پوچھا:

"اے یسوتائی! کیا تم اور جبی نویان نے چین کی سرزمین اور وہاں کے رہنے
والوں سے متعلق معلومات حاصل کی ہیں؟"

یسوتائی مسکرایا۔ پھر سنجیدگی سے بولا:

"اے خان! ہم نے اس علاقے اور وہاں کے رہنے والوں کو خوب دیکھا
بھالا ہے۔ اے خان! — وہ لوگ ہماری نسبت بہت خوش حال ہیں
دریاؤں کے کنارے پتھر کے چبوتروں پہ پکّی اور صاف سڑکیں دور تک
پھیلی ہوئی ہیں — لکڑی کے کشتی دریاؤں میں بہتے پھرتے ہیں —
بڑے شہروں کی دیواریں اتنی اونچی ہیں کہ گھوڑے پھلانگ کر انہیں پار نہیں
کر سکتے — وہاں کے لوگ قیمتی پارچات اور رنگ برنگے ریشم کی صدریاں
پہنتے ہیں — بعض غلاموں کے پاس تو سات صدریاں ہیں —
بوڑھے داستان گوؤں کے علاوہ شعراء اور مے خانے بھی ان لوگوں کی تفریح کا
سامان ہیں —"

چنگیز خان بڑے غور سے سن رہا تھا۔ اس کے بھائی اور بیٹے بھی ہمہ تن گوش
تھے اور یسوتائی کہہ رہا تھا:

"اہلِ چین کے پاس اتنے بڑے بڑے جنگی رتھ ہیں کہ بیس بیس گھوڑے
ان کو کھینچتے ہیں۔ ان کی منجنیقیں بھی ایسی ہیں کہ دس دس آدمی مل کر بمشکل انہیں
کھینچ پاتے ہیں۔ اور ان کے ذریعے اپنے ہدف پہ پتھر پھینکنے کی خاطر دو دو سو
آدمیوں کو ان کی بڑی بڑی رسّیاں کھینچنی پڑتی ہیں — ان کے پاس
اڑتی ہوئی آگ کا ایک ہتھیار بھی ہے اور یہ آگ بانس کے ٹکڑے میں بارود
بھر کر پیدا کی جاتی ہے اور پھر اسے فضا میں پھینکا جاتا ہے۔ اس سے دشمن کا
نقصان تو نہیں ہوتا مگر اس پہ خوف ضرور طاری کیا جا سکتا ہے — ان کا بادشاہ
بہرے ساتھ رہتا ہے۔ اس کے اہلِ خانہ رنگ برنگے ریشم کے کپڑے پہنتے
ہیں جبکہ ان کے غلام سوتی کپڑے پہنے ننگے پاؤں ہی ادھر ادھر بھاگے پھرتے
ہیں۔ ان کے اعلیٰ افسر، رؤسا اور امراء کے سروں پر ان کے خدام چھتریاں
تانے رہتے ہیں۔ مکانوں کی چوکھٹوں کے اندر شیاطین سے بچنے کے لیے
پردے کھڑے کیے جاتے ہیں!"

ذرا سانس لے کر یسوتائی نے آگے کہنا شروع کیا:

"ان کے ہاں تفریح کے لیے جھیلیں بنی ہوئی ہیں جن کے اندر لوگ کشتیوں میں سوار ہو کر چاول کی شراب پیتے ہیں اور عورتوں کے ہاتھوں میں بجتی ہوئی چاندی کی گھنٹیوں کے خوش آئند نغمے سنتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ اپنی کشتیوں کو کھپریلوں کی چھتوں والے پگوڈوں کے پاس لا کھڑا کرتے ہیں اور وہاں وہ مندر کے گجر کی آوازیں عقیدت سے سنتے ہیں۔ وہ لوگ بانس کے کاغذ پر لکھی ہوئی قدیم اور بھولے بسرے زمانوں کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں ـــــ وہ کوانتی کو اپنا جنگی دیوتا اور کنفیوشس کو اپنا پیغمبر مانتے ہیں لیکن اس کی تعلیمات کو ان لوگوں نے پسِ پشت ڈال دیا ہے ـــــ اے خان! ان کا لشکر ہم سے کم تربیت یافتہ ہے اور ضرورت کے وقت ہم ہر محاذ پر انہیں شکست اور پسپائی سے دوچار کر سکتے ہیں!"

چنگیز خان نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے یسوتائی! تو نے اس سرزمین اور وہاں کے باسیوں کا کیا خوب نقشہ پیش کیا ہے۔ قسم بوگدو کی! اب چین کی یہ سرزمین ہماری یلغار اور ترکتاز سے نہ بچ سکے گی۔ چین کا بادشاہ ہمیں اب بھی اپنا ماتحت اور باجگذار خیال کرتا ہے لیکن ہم اب اس قدیم اور فرسودہ نظریے کو بدل ڈالیں گے۔ اب ہم چین کی وہ حالت کریں گے کہ وہ ہمارا ماتحت اور خراج گزار بن کر رہے گا اور اس کے لیے ہمیں خوب جنگی تیاریاں کرنی ہوں گی ـــــ لیکن چین کے خلاف حرکت میں آنے سے پہلے ہمیں ایک اور مہم آن پڑی ہے اور اے یسوتائی! تم اور جبی نویان اگر اس پر رضامندی کا اظہار کرو تو میں پرسوں ہی اس مہم پر روانہ ہو جانا چاہوں گا۔"

یسوتائی نے غور اور تجسس سے چنگیز خان کی طرف دیکھا اور پوچھا:

"اے خان! یہ کون سی مہم ہے جسے آپ اس قدر اہمیت دے رہے ہیں؟"

چنگیز خان نے نرم لہجے اور پُرشفقت آواز میں کہا:

"اے یسوتائی! فی الوقت میرے لیے تین اقوام کو مغلوب کرنا مقصود ہے ـــــ اوّل جنوب کے تبتی اور قراختائی۔ . . . . تم دونوں جانتے ہو کہ یہ دونوں ہی اقوام انتہائی جنگجو ہیں بلکہ یہ دبلے پتلے تبتی جنہیں لوگ قزاق بھی کہہ کر پکارتے ہیں، زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ ان کا پیشہ ہی قزاقی اور راہزنی ہے اور اب تو یہ لوگ ہمارے صحرائے گوبی تک بھی لوٹ مار کرنے لگے ہیں جبکہ ان تبتیوں کے جنوب میں رہنے والے قراختائی اس کام میں تبتیوں کی مدد کرتے ہیں اور اگر ہم نے جلد ہی ان لوگوں کی سرکوبی نہ کی تو یہ لوگ شاہراہِ ریشم کو بھی خطرے میں ڈال دیں گے، کیونکہ ان کے حملے اور لوٹ مار اب شاہراہِ ریشم تک پھیل چکے ہیں اور گزشتہ دنوں میں انہوں نے کئی تجارتی کارواں لوٹ لیے ہیں اور اگر شاہراہِ ریشم بند ہو گئی تو تجارتی کارواں ہماری طرف آنا بند ہو جائیں گے اور اگر ایسا ہوا تو یاد رکھو ہم لوگ صحرائے گوبی میں ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے لہٰذا سب سے پہلے میں ان تبتیوں اور قراختائیوں کے خلاف ہی حرکت میں آؤں گا۔"

ذرا رک کر چنگیز خان نے کہا:

"دوسری قوم جس نے ہمارا ہدف بننا ہے وہ چینی ہے۔ چین کا بادشاہ ہمیں اپنا غلام اور محکوم سمجھتا ہے لیکن ہم نے اس پر غالب آنا ہے کہ اب ان صحراؤں کے وحشی اور بھولے بسرے لوگ اس قابل ہو گئے ہیں کہ چین کو اپنا محکوم اور غلام بنا کر رکھیں۔ . . . . اور تیسری قوم جس کے خلاف ہمیں حرکت میں آنا ہے وہ ہمارے مغرب میں بسنے والے وحشی کرغیز ہیں۔ ان کو زیر کرنے کے بعد ہم مزید مغرب کی طرف پیش قدمی کریں گے اور میں تم دونوں کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم ان ساری مہموں میں کامیاب و کامران رہیں گے کیونکہ مغرب اور مشرق کو مفتوح و تاراج کرنا ہمارے مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔"

یسوتائی نے غور سے چنگیز خان کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے گہری سنجیدگی سے اس سے پوچھا:

"اے خان! یہ بات آپ اس قدر وثوق اور اعتماد کے ساتھ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

ہلکی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ چنگیز خان نے کہا:

"اے یسونائی! میں یہ دعوٰے ایک اعتماد اور بھروسے کے ساتھ اس بنا پر کر سکتا ہوں کہ میرے مشرق و مغرب کو تاراج اور فتح کرنے سے متعلق میرے پاس میرے بزرگوں کا ایک خواب، اس کی تعبیر اور پیش گوئی موجود ہے۔"

یسونائی نے اس بار مزید تجسس سے چنگیز خان کی طرف دیکھا اور حیرت سے پوچھا:

"اے خان! کیا میں وہ خواب، اس کی تعبیر اور اس سے متعلق پیش گوئی جان سکوں گا؟"

چنگیز خان نے کہا:

"اے یسونائی! قسم بوگدو کی! میں نے تمہیں اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ عزیز رکھا ہوا ہے پھر کیونکر میں تمہیں اس خواب سے متعلق نہ بتاؤں! تم دونوں میرے انکشافات غور سے سنو!"

چنگیز خان نے اصل بات شروع کی اور کہا:

"ایسا ہے کہ ہم مغلوں کا جدِ اعلیٰ ایک شخص لوز نجر نام کا تھا۔ وہ اپنے قبیلے کا سردار تھا۔ اس کا بیٹا لوقا خان اور لوقا خان کا بیٹا تومبن خان تھا۔ تومبن خان کے بیٹے کا نام قائدو خان اور اس کے بیٹے کا نام بایسنقر خان تھا۔ بایسنقر خان کے بیٹے کا نام تومنہ خان تھا جس کے گیارہ بیٹے تھے۔ ان میں سے نو[۹] تو اس کی ایک بیوی سے اور دو[۲] دوسری بیوی سے تھے۔ ان دو کے نام اس نے قبل خان اور قاچولی جادر رکھے۔ یہ دونوں سگے بھائی توام پیدا ہوئے تھے۔

ایک روز قاچولی جادر نے خواب میں دیکھا کہ اس کے بھائی قبل خان کے گریبان سے ایک ستارہ نکل کر آسمان پہ پہنچا اور اپنی روشنی زمین پہ بکھیرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ستارہ غائب ہو گیا اور اس کی جگہ دوسرا ستارہ نمودار ہوا اور اپنی روشنی سے زمین کو منور کرنے لگا۔ پھر یہ بھی غائب ہوا اور تیسرا ستارہ نمودار ہوا۔ پھر اس کے بعد چوتھا ستارہ ظاہر ہوا اور یہ چوتھا ستارہ اسقدر بڑا اور تیز روشنی والا تھا کہ تمام جہان اس کی روشنی سے منور ہو گیا۔ اس بڑے اور روشن ستارے کے بعد کئی چھوٹے چھوٹے ستارے آسمان پر نمودار ہو گئے تھے۔

یہ خواب دیکھنے کے بعد قاچولی جادر کی آنکھ کھل گئی اور وہ اس کی تعبیر کے متعلق غور و فکر کرنے لگا کہ اس پر پھر نیند کا غلبہ ہوا اور وہ سو گیا۔ اس بار پھر اس نے ایک خواب دیکھا اور وہ یہ کہ خود اس کے اپنے گریبان سے ایک ستارہ نکلا اور آسمان پہ چمکنے لگا۔ اس کے بعد دوسرا، پھر تیسرا غرضیکہ یکے بعد دیگرے سات ستارے نمودار ہوئے اور ان سات کے بعد ایک آٹھواں اور بہت بڑا روشن ستارہ نمودار ہوا جس کی روشنی سے تمام جہان روشن ہو گیا اور اس بڑے اور روشن ستارے کے غائب ہونے پر آسمان کئی چھوٹے چھوٹے ستاروں سے بھر گیا۔ ....
اس کے بعد قاچولی کی آنکھ کھل گئی۔

اگلے روز اس نے یہ دونوں خواب اپنے باپ تومنہ خان اور بھائی قبل خان کو کہہ سنائے اور باپ سے ان کی تعبیر پوچھی۔

تومنہ خان نے ان دونوں خوابوں کی تعبیر بتاتے ہوئے کہا کہ پہلے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ قبل خان کی چوتھی پشت میں کوئی عظیم الشان بادشاہ پیدا ہوگا اور دوسرے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ قاچولی جادر کی آٹھویں پشت میں بھی کوئی عظیم الشان بادشاہ[۵] پیدا ہوگا اور یہ کہ تومنہ خان کی نسل ایک عرصہ دراز تک حکومت و سلطنت کی مالک رہے گی۔

اس کے بعد تومنہ خان نے دونوں بھائیوں کو متحد و متفق رہنے کی نصیحت اور تلقین کی اور قاچولی جادر (قاچولی بہادر) اور قبل خان کے مابین ایک عہد نامہ لکھ کر اُن

دونوں کے دستخط کرالیے اور اس پہ اپنی مہر ثبت کر کے اپنے خزانچی کے سپرد کرتے ہوئے کہا کہ:

"یہ عہد نامہ نسل در نسل باقی رہنا چاہیے"۔

اس عہد نامے میں تحریر تھا کہ بادشاہت اور حکومت قبل خان کی اولاد میں رہے گی اور فوج کی سپہ سالاری قاچولی جادر کی اولاد کے لیے مخصوص ہوگی۔

اور اے بیسوتائی! پہلے خواب کی تعبیر کے مطابق قبل خان کی نسل سے جو بڑا اور زیادہ روشن ستارہ نمودار ہوا وہ میں ہوں۔ اس لیے کہ قبل خان کے بعد اس کا بیٹا قوبلہ خان اور قوبلہ خان کا بیٹا برتان خان مغلوں کا حکمران ہوا۔ برتان خان میرا دادا تھا۔ اور برتان خان کے بعد میرا باپ یسوکائی حاکم بنا اور اب چوتھی جگہ میں مغلوں کا بادشاہ بنا ہوں..... اور قاچولی جادر کے اس پہلے خواب کے مطابق میں ضرور مغرب و مشرق میں دور دور تک حکمرانی کروں گا اور میری طرح وہ بھی ایک عظیم اور خوش قسمت بادشاہ ہوگا جو قاچولی جادر کی آٹھویں[1] پشت میں سے ہوگا۔ اے بیسوتائی! کیا اب تم مانتے ہو کہ مشرق و مغرب کی فتوحات میرا مقدر ہیں"۔

بیسوتائی نے کہا:

"یہ آپ نے آج عجیب سا انکشاف کیا ہے۔ تاہم میں اسے تسلیم کرتا ہوں اب آپ یہ بتائیں کہ آپ جنوب کے تبتیوں اور قراختائیوں کے خلاف کب یلغار کرنا چاہتے ہیں"۔

لے قاچولی بہادر کی آٹھویں پشت کا یہ خوش قسمت بادشاہ تیمور لنگ تھا کیونکہ قاچولی جادر کا بیٹا امیر وجمی برلاس تھا۔ پھر برلاس کا بیٹا امیر سوعق مجیس حاکم ہوا۔ پھر اس کا بیٹا امیر قراچار۔ قراچار کے بعد اس کا بیٹا امیر ابجل۔ پھر امیر بلنگر۔ پھر امیر برکل۔ اس کے بعد امیر تراخانی (تیمور کا باپ) اور آخر میں آٹھویں پشت پر تراخانی کا بیٹا امیر تیمور ہوا جس نے چنگیز خان سے بھی بڑھ کر نام پیدا کیا۔

چنگیز خان نے فیصلہ کن لہجے میں کہا:

"میں چاہتا ہوں کہ پرسوں ہم یہاں سے جنوب کی طرف اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر جائیں اور تبتیوں اور قراختائیوں کو ایسا سبق دیں کہ آنے والے دنوں میں وہ قزاقی اور لوٹ مار ترک کر کے ہمارے مطیع و فرمانبردار بن کر رہیں۔ اگر ہم ان پہ غلبہ پانے میں کامیاب رہے تو اس کا یہ فائدہ بھی ہوگا کہ شاہراہِ ریشم محفوظ ہو جائے گی اور مغرب و مشرق اور جنوب کے تجارتی کارواں باقاعدگی سے ادھر کا رخ کر کے ہمارے ساتھ مال کا لین دین کرتے رہیں گے اور ان کے آنے سے نہ صرف انہیں بلکہ ہمیں بھی فوائد حاصل ہوتے رہیں گے لہٰذا میری طرف سے یہ طے ہے کہ پرسوں ہم جنوب کی طرف کوچ کریں گے"۔

جبی نویان جو اب تک خاموش تھا، اس نے بھی زبان کھولی اور کہا:

"اے خان! یہ جو آپ نے دو خواب بیان کیے ہیں یہ عجیب سے ہیں اور انہوں نے مجھے ایک جستجو میں ڈال دیا ہے"۔

چنگیز خان نے مسکراتے ہوئے کہا:

"یہ تو کچھ بھی نہیں۔ سنو! میں اپنے اور اپنے قبیلے سے متعلق دو اور ایسے واقعات تم کو سناتا ہوں جو اور زیادہ حیرت زدہ کر دینے والے اور عجیب ہیں۔ ان میں پہلا یہ ہے کہ..... یہ بات تو تم لوگوں کے علم میں ہوگی کہ ان سرزمینوں کے اندر جتنے بھی قبائل آباد ہیں وہ بنیادی طور پہ ترک ہیں اور یہ سب ترک یافث بن نوحؑ کی اولاد سے ہیں۔ سنو! ہمارے بھائی سلجوقی ترکوں کے مسلمان ہونے اور خراسان کی طرف خروج کرنے سے پہلے ترکوں میں دو اور نئے قبیلے دو حقیقی بھائیوں کے نام سے نامزد ہو چکے تھے اور ان حقیقی بھائیوں کے نام مغول اور تاتار تھے۔ سلجوقیوں کے مسلمان ہونے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کے وقت یہ دونوں قبیلے ناقابلِ التفات اور بہت ہی بے حقیقت اور کم حیثیت تھے۔

پھر رفتہ رفتہ مغول اور تاتار کی اولاد میں ترقی اور نفوس کی کثرت ہوتی چلی گئی اور ان دونوں قبیلوں نے الگ الگ جگہوں پر سکونت اختیار کر کے جدا جدا سرداریاں قائم کر لیں۔

مغول اور تاتار کے باپ کا نام السنجر خان تھا۔

مغول کا بیٹا قراخان اور قراخان کا بیٹا ارغون خان تھا۔ ارغون خان کے عہد میں اس کے قبیلے کے ایک شخص نے پہیوں والا رتھ ایجاد کیا۔ ارغون خان نے اس ایجاد کو بے حد پسند کیا اور رتھ بنانے والے کو قانقلی کا خطاب دیا۔ چنانچہ ترکی زبان میں گاڑی اور رتھ کو قانقلی کہا جاتا ہے اور موجد کی اولاد کو قبیلہ قانقلی کہہ کر پکارا جانے لگا۔

ہاں تو ارغون خان کا بیٹا تنگیز خان تھا اور آگے اس کا بیٹا منگلی خان اور منگلی کا بیٹا ایل خان تھا۔ ایل خان کے بیٹے کا نام قیان اور قیان کے بعد اس کا بیٹا تیمور تاش اس کا جانشین ہوا۔

تیمور تاش کا بیٹا منگلی اور منگلی کا بیٹا بلادز خان تھا۔ سنو میرے عزیزو! بلادز خان کی ایک بیٹی تھی جس کا نام الان قوا تھا۔ الان قوا کی شادی اپنے چچا زاد دوبو بیان سے ہوئی جس سے الان کے ہاں دو بیٹے یکدائی اور یکجدائی پیدا ہوئے یہ دونوں بچے ابھی کم سن ہی تھے کہ ان کا باپ دوبو بیان مر گیا اور اس کی مرگ پر اس کی بیوی الان قوا کو قبیلے کا سردار بنا دیا گیا۔

ایک روز الان قوا اپنے کمرے میں رات کو سونے کے لیے تنہا لیٹی تھی کہ اس نے اپنے کمرے کی کھڑکی میں سے ایک روشنی اندر داخل ہوتے دیکھی اور یہ روشنی قرص آفتاب کی شکل میں تھی۔ یہ روشنی اچانک الان قوا کے منہ میں داخل ہو گئی۔ الان قوا گھبرا کر اٹھ بیٹھی اور اپنی ماں کے علاوہ اپنی سہیلیوں کو بھی اس واقعہ کی اطلاع کر دی۔

اس واقعہ کے چند ہی روز بعد الان قوا نے اپنے آپ کو حاملہ محسوس کیا۔

پھر جب اس کے حمل کے آثار نمایاں ہوئے تو لوگوں نے پتہ چلنے پر اپنی ملکہ الان قوا کو خوب لعن طعن کی۔

اس پر ملکہ الان نے اپنے تمام اکابرانِ قوم کو جمع کیا اور ان سے کہا:

"مجھے اس معاملے میں الزام نہ دو۔ اگر تم لوگ حقیقتِ حال جاننا چاہتے ہو تو چند راتوں تک میرے محل سے باہر قیام کرو۔ پھر تم پر آپ سے آپ سارا حال کھل جائے گا۔"

چنانچہ اکابرانِ قوم میں سے کچھ نے رات کے وقت ملکہ کی خواب گاہ کے باہر پہرہ دینا شروع کر دیا۔

رات کو انہوں نے دیکھا کہ ایک روشنی آسمان سے اترتی ہے اور ملکہ کی خوابگاہ کی طرف چلی جاتی ہے۔ کچھ دیر بعد یہ روشنی ملکہ کے کمرے سے نکلتی ہے اور واپس بلندیوں کی طرف نکل جاتی ہے۔

اس مشاہدے کے بعد سب کو ملکہ کی صداقت کا یقین آ گیا۔

ایامِ حمل بعد سے ہوئے تو ملکہ کے ہاں تین بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام—

۱۔ بوتون قیقی

۲۔ یوسفین سالجی اور

۳۔ بوزنجر[1]

رکھے گئے۔ اب ملکہ کے پانچ بیٹے ہو گئے تھے۔

یکدائی اور یکجدائی کی اولاد تو قبیلہ درلیکین سے موسوم ہوئی۔ بوتون قیقی کی اولاد قوم قیقین کے نام سے اور یوسفین سالجی کی اولاد قوم سالجیوت کہلائی۔ جبکہ بوزنجر کی اولاد بوزنجری کہلائی۔ ملکہ الان قوا کا بیٹا بوزنجر اپنی ماں کے بعد اس کا

---

[1] بوزنجر اپنے آپ کو آفتاب کا بیٹا کہا کرتا تھا۔ یہ مشہور عباسی جرنیل ابو مسلم خراسانی کے زمانے میں گزرا ہے۔ چنگیز خان اور تیمور لنگ دونوں اسی کی نسل سے تھے۔

جانشین بنا ۔ ۔ ۔ ۔ اور میں اسی بوزنجر کی اولاد میں سے ہوں جیسا کہ میں تمہیں پہلے خواب کے سلسلے میں بتا چکا ہوں ۔

یہ تو ایک واقعہ ہے ۔

اب دوسرا واقعہ سنو جو میری اپنی ذات سے متعلق ہے!

اپنے بچپن میں اے میرے عزیزو! میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں تلواریں ہیں اور جب میں نے اپنے دونوں بازو مشرق اور مغرب کی طرف پھیلائے تو ان دونوں تلواروں کے سرے افقِ مشرق و مغرب تک جا پہنچے ۔ یہ خواب جب میں نے اپنی ماں سے کہا تو اس نے یہ تعبیر بتائی کہ :

"میرا بیٹا مشرق و مغرب کے تمام لوگوں کو آگاہ کرے گا اور اس کے ہاتھوں سے بڑی خونریزی ہو گی"۔

اسی طرح میری ماں یہ بھی کہا کرتی تھی کہ :

"جب میں پیدا ہوا تو میرے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بند تھیں اور جب ان مٹھیوں کو کھول کر دیکھا گیا تو ان کے اندر خون منجمد تھا ۔ اس منجمد خون کو دیکھ کر لوگوں نے یہ رائے قائم کی کہ یہ لڑکا بڑا خونریز ہو گا ۔

اب اے یسوتائی اور جبی نویان! تم دونوں بتاؤ کہ یہ دونوں واقعات اس خواب والے واقعے سے بھی عجیب تر ہیں یا نہیں ؟"

چنگیز خان کے ان انکشافات پہ یسوتائی تو اپنی جگہ پر خاموش بیٹھا رہا پہ جبی نویان نے بے حد اثر انگیزی سے کہا :

"اے خان! ایسے اور اس قسم کے خرقِ عادات دو واقعات میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار سنے ہیں لہٰذا میں ان سے بے حد متاثر ہوں ۔ اے خان! کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم دونوں اب جا کر آرام کریں کہ پرسوں ہمیں تبتیوں اور قراختائیوں کے خلاف مہم پہ روانہ ہونا ہے"۔

چنگیز خان نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا :

"ہاں ۔ اب تم دونوں جا کر آرام کرو کہ پرسوں ہم لوگوں نے ایک نئی مہم کا آغاز کرنا ہے"۔

یسوتائی اور جبی نویان دونوں وہاں سے اٹھ گئے ۔

جب وہ دونوں مہمان خانے سے باہر آئے تو یسوتائی نے دیکھا وہاں بولائی کھڑا بے چینی سے اس کا انتظار کر رہا تھا ۔

بولائی نے آگے بڑھ کر یسوتائی کو گلے لگاتے ہوئے کہا :

"اے جانِ عم! میں کب سے یہاں کھڑا تمہارا منتظر ہوں"۔

پھر اس نے اس سے الگ ہوتے ہوئے کہا :

"میں اندر آ جاتا لیکن پھر سوچا کہ شاید اس وقت چنگیز خان تم دونوں سے کسی اہم مسئلے پر گفتگو کر رہا ہو لہٰذا میں نے مہمان خانے کے اندر جانا مناسب نہ سمجھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس وقت الیغوری گھر پہنچا اور اس نے مجھے یہ بتایا کہ تم اپنی مہم میں پوری طرح کامیاب لوٹے ہو، میں اسی وقت بھاگتا ہوا ادھر چلا آیا"۔

یسوتائی، بولائی کی باتوں پر مسکرا رہا تھا جبکہ وہ اسے اپنے ساتھ لپٹائے ہوئے گھر کی طرف لے جا رہا تھا ۔

یادوں کے آبگینوں کی گرد کی طرح اڑتی رات اپنے اختتام پر تھی ۔

دور مشرق میں اندھیروں کی کوکھ سے سورج طلوع ہوا ۔ فضاؤں کی رگ رگ میں روشنی اور نور کی کرنیں دوڑ گئی تھیں ۔

رقصاں کلیاں، گاتے گاؤں، روشن دھرتی، وحشی اندھیروں کی رخصتی کے بعد نواحِ بحر و بر کی مدح ثنائی کرنے لگے تھے ۔ بہاریں پھولوں کی دف پہ پانیوں میں گھنٹیوں کی آوازوں جیسے گیت گانے لگی تھیں ۔ شاخ شاخ اپنے گھونسلوں سے نکل کر پرندے لمبی مسافتوں

کی نھکن پر روانہ ہونے لگے تھے۔ کوچے کوچے میں ہانپتی اور گلی گلی میں سر پٹختی ہوئی ہوائیں اب انسانوں کے شور میں گم ہونے لگی تھیں۔

ایسے میں تموجن، جھیل بیکال کی طرف سے شہر کی طرف آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے چند مسلح ساتھی تھے۔

جھیل کی سطح پر گہری کہر پھیلی ہوئی تھی اور قراقورم شہر بھی اس وقت ہلکی ہلکی کہر میں ڈوبا ہوا تھا۔

تموجن شہر کے نزدیک آیا تو اس نے دیکھا تین افراد شہر قراقورم کے اندر داخل ہونے کو تھے۔

تموجن نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

"یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں جو اتنی صبح شہر میں داخل ہونے والے ہیں جیسے کہ آسمان کے جلا وطن فرشتے ساگوان کے جنگل میں داخل ہونے کو ہوں۔ ان میں سے دو عورتیں ہیں اور ایک مرد ..... آؤ دیکھتے ہیں یہ کون لوگ ہیں؟"

اس کے ساتھ ہی تموجن نے گھوڑے کو مہمیز لگا دی۔ اس کے ساتھی بھی اپنے گھوڑے اس کے ساتھ ساتھ دوڑا رہے تھے۔

تموجن جب اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے قریب پہنچا تو وہ تینوں اپنے گھوڑوں کو روک کر کھڑے ہو گئے۔

یہ تینوں قرطینہ، نیاہ اور قسیمہ تھے!

تموجن نے قرطینہ کو پہچان لیا اور اسے مخاطب کر کے کہا:

"اے میری بیٹی! اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو تمہارا نام قرطینہ ہے۔ میں نے تمہیں اس وقت دیکھا تھا جب یہاں، اسی سرزمین میں یسو ناٹی نے مقولی سے تمہاری حفاظت کی تھی اور مجھے یہ بھی علم ہے کہ اب تم میرے پیارے یسو ناٹی کی منسوبہ ہو۔"

قرطینہ نے کسی قدر پریشانی اور تجسس سے تموجن کی طرف دیکھا اور کہا:

"آپ کا اندازہ درست ہے۔ میں یسو ناٹی کی منسوبہ قرطینہ ہوں اور یہ میرے ساتھ میری بستی ہی کے رہنے والے ہیں۔ ان کے نام قسیمہ اور نیاہ ہیں — یہ دونوں میاں بیوی ہیں۔"

تموجن نے گھوڑا آگے بڑھا کر قسیمہ سے مصافحہ کیا اور کہا:

"شاید آپ تینوں مجھ سے واقف نہ ہوں۔ میں منگولوں کے سردار چنگیز خان کا چھوٹا بھائی تموجن ہوں اور ایک طرح سے یسو ناٹی کا عم بھی ہوں کہ یسو ناٹی کے باپ کی موت کے بعد منگولوں کے اندر سب سے زیادہ میں نے ہی اس کی دیکھ بھال کی ہے۔"

پھر تموجن نے قرطینہ سے پوچھا:

"پر اے بیٹی! تو اکیلی اس طرف کیوں آئی ہے۔ تیرے ماں باپ کہاں ہیں۔ میں تو یسو ناٹی کو اس بات پر آمادہ کر رہا ہوں کہ وہ جلدی سے تجھے بیوی بنا کر اپنے گھر لے آئے لیکن وہ شاید اپنی ماں اور بہن کے ملنے پر ایسا کرے ہاں تو میں نے پوچھا تھا کہ تمہارے ماں باپ کہاں ہیں۔ یسو ناٹی مجھے تم لوگوں کے بارے میں سب کچھ بتا چکا ہے۔"

تموجن کے سوال پر قرطینہ رو دی۔

قسیمہ نے تموجن کو قرطینہ کے ماں باپ کے قتل ہو جانے اور پھر اسے صحرائے گوبی یسو ناٹی کی طرف لانے کی تفصیل سنائی۔

تموجن یہ حالات سن کر افسردہ ہو گیا جبکہ قرطینہ ابھی تک سر جھکائے رو رہی تھی۔ وہ سنبھلا اور اسے تسلی دیتے ہوئے بولا:

"اے میری بیٹی! نہ رو۔ ہم تیرے ماں باپ کے قاتلوں کو تلاش کر کے انہیں خوفناک سزا دیں گے۔"

اس وقت قسیمہ نے کہا:

"قرطینہ کے ماں باپ کے قاتلوں کی تلاش میں اور میری بیوی نے اپنے ذمہ

لے لی ہے اور ہم عنقریب اصل مجرم کو یسوناٹی کے سامنے لا کھڑا کریں گے۔ پھر وہ جو چاہے اسے سزا دے"۔

قرطبینہ نے اپنے آپ کو سنبھالا۔

پھر تموجو نے کہا:

"تم لوگ میرے ساتھ آؤ"۔

قرطبینہ، نیاہ اور قسیمہ نے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور اس کے ساتھ ہو لیے۔

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد تموجو پھر بولا:

"قرطبینہ! میری بیٹی!! یسوناٹی ان دنوں قراقورم شہر میں نہیں ہے کیونکہ ہمارا لشکر جنوب کے تبتیوں اور قراختائیوں کی سرکوبی کے لیے گیا ہوا ہے اور وہ لشکر کے ہمراہ گیا ہے۔ مجھے امید ہے بہت جلد ہمارا لشکر اس مہم کو نمٹا کر لوٹ آئے گا۔ اپنے بھائی چنگیز خان کی عدم موجودگی میں اب مسکن کی حفاظت اور نگرانی میرے ذمے ہے۔ اب تم یہیں رہو گی میری بیٹی! بولاٹی اور الیغوری بھی یہیں ہیں۔ وہ دونوں تمہیں خوش رکھیں گے۔ الیغوری کو چنگیز خان اپنے ساتھ لے جاتا مگر ان دنوں اس کی طبیعت ناساز تھی لہٰذا اسے یہیں چھوڑ دیا گیا۔ بہرحال اب وہ بالکل ٹھیک ہے"۔

قرطبینہ غور سے تموجو کی باتیں سنتی رہی۔

یہاں تک کہ وہ یسوناٹی کے گھر کے سامنے آ کر رک گئے۔ تموجو نے بلند آواز میں پکار کر کہا:

"بولاٹی! بولاٹی!! ـــــ الیغوری! کہاں ہو تم دونوں؟"

بولاٹی اور الیغوری تقریباً بھاگتے ہوئے باہر آئے۔

قرطبینہ کو دیکھ کر بولاٹی تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ پیار سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا اور الیغوری سے اس کا تعارف کرایا۔

اتنی دیر میں قرطبینہ، نیاہ اور قسیمہ تینوں اپنے گھوڑوں سے اتر آئے۔

الیغوری نے بھی قرطبینہ کے سر پر دستِ شفقت پھیرا۔

اس موقع پہ اداس اور غم میں ڈوبی ہوئی یاسیت سے بھرپور آواز میں قرطبینہ نے بولاٹی سے کہا:

"یہ میرے ساتھ میری سہیلی نیاہ اور اس کا شوہر قسیمہ ہے۔ یہ دونوں مجھے یہاں چھوڑنے آئے ہیں اس لیے کہ میرے ماں باپ مارے گئے ہیں"۔

پھر اس نے رو رو کر بولاٹی اور الیغوری کو سارے واقعات سے آگاہ کیا۔

بولاٹی اور الیغوری بے حد پریشان ہو گئے۔ تاہم دونوں بڑی فراخدلی کے ساتھ نیاہ اور قسیمہ سے ملے۔

تموجو نے بولاٹی اور الیغوری کو ایک طرف بلایا اور راز داری کے ساتھ ان سے کہا:

"سنو! شاید تم دونوں کو علم نہ ہو لیکن میں جانتا ہوں کہ یہاں کچھ لوگ قرطبینہ کے دشمن بھی ہیں لہٰذا یسوناٹی کے لوٹنے تک اس کی حفاظت میری ذمہ داری ہے، میں اپنے دو جوانوں کو یہاں مقرر کر رہا ہوں جو دن رات تمہارے مکان کے آس پاس رہ کر قرطبینہ کی حفاظت کریں گے۔ اب تم انہیں اندر لے جا کر ان کی دیکھ بھال کرو"۔

الیغوری فوراً ان تینوں کے گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گیا جبکہ بولاٹی نیاہ قسیمہ اور قرطبینہ کو مکان کے اندر لے گیا۔

چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ صحرائے گوبی کے جنوب میں تبتیوں اور قراختائیوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔

تبتیوں اور قراختائیوں کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ وہ ان پر حملہ آور ہونے آ رہا ہے لہٰذا

انہوں نے پہلے ہی اپنی تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔

• دونوں قوموں نے مل کر ایک لشکرِ جرار تیار کیا اور اپنی بستیوں اور آبادیوں سے دور انہوں نے ویران اور کھلے میدانوں کے اندر چنگیز خان کے لشکر کی راہ روک دی۔

ماضی میں چونکہ ان تنتیوں اور قراختائیوں کے خلاف کبھی کسی نے مناسب کارروائی نہ کی تھی اور وہ اپنے اطراف میں اپنی خواہش اور مرضی کے مطابق لوٹ مار اور قتل و غارت کرتے رہتے تھے لہٰذا ان کے حوصلے بہت بلند تھے اور دونوں قومیں مل کر چنگیز خان کے سامنے ایسا لشکر لے آئی تھیں جس کی تعداد منگولوں سے کہیں زیادہ تھی۔

چنگیز خان نے جب دیکھا کہ تنتی اور قراختائی کھلے میدانوں اور ویرانوں کے اندر اس کی راہ روک کر کھڑے ہیں تو وہ فوراً محتاط ہو گیا۔

اس نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ تنتی اور قراختائی کوچ کی حالت میں تھے اور وہاں انہوں نے اپنا پڑاؤ قائم نہ کیا تھا لہٰذا اس نے جان لیا تھا کہ وہ کسی بھی وقت اس پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ اس بنا پر اس نے اپنے لشکر کی ترتیب اور تنظیم مکمل کر لی تھی۔

اپنے سارے لشکر کو اس نے فوراً پانچ حصوں میں تقسیم کر لیا تھا؛

قلب اس نے اپنے پاس رکھا تھا؛

میسرہ پر سوبدائی کو اور ـــ

میمنہ پر مقولی کو کماندار مقرر کیا۔

لشکر کا چوتھا اور پانچواں حصہ کرایت ترکوں، تاینجوتوں اور مکریتوں پر مشتمل تھا ـــ ایک حصہ یسونتائی کی کمانداری میں اور دوسرا جبی نویان کی سپرداری میں دیا گیا۔

پھر اپنے سارے ارخونوں کے ساتھ مل کر چنگیز خان نے جلدی جلدی یہ فیصلہ کر لیا کہ سامنے کی طرف سے چنگیز خان، سوبدائی اور مقولی دشمن سے ٹکرائیں گے جبکہ دائیں اور بائیں سے یسونتائی اور جبی نویان دشمن پر ناقابل برداشت ضربیں لگا کر ان کی صفوں اور تنظیم کو درہم برہم کر دیں گے۔

چنگیز خان نے ابھی جنگ کا یہ لائحہ عمل مکمل کیا ہی تھا کہ تنتیوں اور قراختائیوں نے

وحشیانہ نعروں کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا۔

چنگیز خان، سوبدائی اور مقولی نے اپنے اپنے قلب، میسرہ اور میمنہ کے ساتھ دشمن کے اس حملے کو روک دیا۔

پھر لشکر کے عقبی حصے سے یسونتائی اور جبی نویان نمودار ہوئے اور دشمن کے دائیں بائیں پہلو پر انہوں نے ضربیں لگانی شروع کر دیں۔

جنگ شروع ہوئی تو یوں لگتا تھا کہ جیسے حقارت کے سناٹوں کے اندر تاریخ کی گھنگھور گھٹائیں اور خوف و اندیشوں سے لبریز کوئی طوفانِ اجل داخل ہو گیا ہو۔ جوہر کی صلابت پر قطرۂ خون کی تمازت ابھرنے لگی تھی۔

سامنے کی طرف سے چنگیز خان، سوبدائی اور مقولی نے تنتیوں اور قراختائیوں کے زوردار حملوں کو پوری سختی سے روک دیا تھا اور دشمن کو اپنی صفوں میں گھسنے نہ دیا تھا۔

دوسری طرف یسونتائی اور جبی نویان نے پہلوؤں پر حملہ آور ہو کر دشمن پر کوہساروں کی ہیبت کا نزول، سمندر کے جلال کا خوف اور آسمان کی رفعتوں جیسا واہمہ طاری کر دیا تھا ـــ وہ دونوں خون پینے دنوں اور ہڈیاں چبا جانے والی رات کی طرح حملہ آور ہوئے اور دشمن کے منافقت کی پرچھائیوں جیسے ارادوں اور اس کی دوغلی ہواؤں جیسی خواہشوں کو انہوں نے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

تنتی اور قراختائی اس سہ طرفہ حملوں کے سامنے محسوس کر رہے تھے جیسے کسی نے ان کا بہاروں پر مشتمل لباس اتار کر انہیں صدیوں کے کال، زرد نسلوں کے بوجھ اور اندھے کنوؤں کی گونج کا شکار بنا دیا ہو۔

یسونتائی اور جبی نویان نیند کے سیال طوفان، نمود کے لیے بے کل تحریکوں، شکوک، اوہام اور اٹھتی گرتی لہروں کے شور کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے۔

بغاوت و سرکشی، لوٹ مار، قتل اور تباہ کاری و خونریزی کے عادی تنتی اور قراختائی اپنے لیے بدترین پسپائی اور ذلت آمیز شکست کا خطرہ محسوس کرنے لگے تھے کیونکہ ان کی صفیں درہم برہم ہو رہی تھیں اور لحظہ بہ لحظہ ایک ہولناک بدنظمی اور بددلی ان میں پھیلتی جا رہی تھی۔ ان کے

کمانداروں نے جب اپنے لشکر کی یہ حالت دیکھی تو انہوں نے شکست و ذلت سے بچنے کے لیے ایک منظم پسپائی شروع کر دی۔

اس منظم پسپائی کو وہ ایک جنگی چال کے طور پر استعمال کر کے اپنے لشکر کو قتل و غارت سے بچا لینا چاہتے تھے لہٰذا وہ اپنے پورے جوش و جذبے کے ساتھ لڑتے ہوئے پیچھے ہٹ رہے تھے۔

چنگیز خان اور اس کے ارخونوں نے بھی اس پسپائی کو ایک جنگی چال ہی سمجھا لہٰذا تھوڑا سا آگے جا کر چنگیز خان نے اپنے لشکر کو رک جانے کا حکم دیا جبکہ دشمن کا لشکر اپنے سالاروں کے حکم پر ویسی ہی تنظیم کے ساتھ پسپا ہو رہا تھا۔

تبتی اور قراختائی وہاں تک ہٹتے چلے گئے جہاں ان کی ضروریات کی اشیاء کا ذخیرہ تھا۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے پڑاؤ کر لیا ــــ پھر پڑاؤ کے سامنے گڑھے کھود کر ان کے اندر انہوں نے اپنے بہترین تیر انداز بٹھا دیے۔

چنگیز خان اور اس کے ارخون دشمن کی طرف حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد دشمن کے لشکر میں سے چار سوار نمودار ہوئے۔ وہ فضا میں سفید رنگ کا جھنڈا بلند کیے ہوئے تھے اور اپنے گھوڑوں پر وہ چنگیز خان کی طرف آ رہے تھے۔

وہ چاروں سوار اس جگہ آ کر رک گئے جہاں اپنے لشکر کے ساتھ چنگیز خان، یسوتائی، سوبدائی، جبی نویان، مقولی کے علاوہ اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے ہمراہ کھڑا تھا۔

آنے والے سوار گھوڑوں سے اترے۔ پھر ان میں سے ایک نے بلند آواز میں کہا:

"ہم منگولوں کے سردار چنگیز خان سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

چنگیز خان نے بھی بلند آواز میں کہا:

"میں ہی وہ ہوں جس سے تم ملنا چاہتے ہو۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

چاروں سوار اس کے سامنے آ کر اس کی عزت افزائی کے لیے پہلے خوب زمین کی طرف جھکے پھر وہی شخص دوبارہ اس سے مخاطب ہوا:

"اے خان! ہم تمہارے ساتھ جنگ نہیں صلح چاہتے ہیں۔ اس جنگ کا تاوان بھی ہم ساتھ لے کر آئے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی جو شرائط تم کہو گے امن اور صلح کی خاطر ہم ان کو تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔ ہم تبتی اور قراختائی سردار ہیں اور ہمیں ہر طرح کی شرائط طے کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی ان چاروں سرداروں نے اپنے گھوڑوں کی خرجینوں سے کچھ تھیلیاں نکال کر چنگیز خان کے قدموں میں ڈال دیں۔

چنگیز خان نے ان تھیلیوں کا جائزہ لیا۔ وہ نقدی، جواہرات اور سونے کی ڈلیوں سے بھری ہوئی تھیں۔

کسی قدر مطمئن انداز میں اس نے کہا:

"تمہاری طرف سے یہ تاوان میں قبول کرتا ہوں لیکن صلح کے لیے میری چند شرائط ہیں اور اگر میری وہ شرائط مان لی گئیں پھر تو یہ جنگ ٹل جائے گی اور تمہیں مزید کوئی نقصان پہنچائے بغیر ہم اپنی سرزمینوں کو لوٹ جائیں گے۔"

چاروں سوار سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے رہے۔

چنگیز خان نے کہا:

"سنو اے صلح کے لیے آنے والو! اگر یہ جنگ جاری رہتی تو پھر ہم تمہارا کوئی شہر، کوئی بستی سلامت نہ رہنے دیتے اور مزید یہ بھی جان لو کہ جب تم لوگ پسپا ہو کر منظم طریقے سے پیچھے ہٹ رہے تھے تو شروع میں ہم نے بھی اندازہ لگایا تھا کہ شاید یہ تمہاری کوئی جنگی چال ہے۔ اسی لیے ہم لوگ مستعد اور محتاط ہو گئے تھے لیکن اب ہمیں خبر ہو گئی ہے کہ تم واقعی ہمارے سہ طرفہ حملوں کی تاب نہ لا کر اور جنگ میں اپنے آپ کو ہمارے ہاتھوں قتلِ عام سے بچانے کے لیے پسپا ہوئے تھے ــــ اس انکشاف کا اعلان جب ہم اپنے لشکر میں کریں گے تو ہمارے لشکریوں کے حوصلے پہلے سے بھی بلند ہو جائیں گے اور ان میدانوں کے اندر اگر دوبارہ جنگ کی نوبت آئی تو میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمارا لشکر اب

لمحوں کے اندر تم تبتیوں اور قراختائیوں کا قتلِ عام کر کے رکھ دے گا لہٰذا ہماری اس غارت گری سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ جو شرائط ہم پیش کریں تم لوگ انہیں مان لو ورنہ ہمارا عذاب ہماری قہرمانیت تم لوگوں کا مقدر ہو جائے گی!"

ان سرداروں میں سے ایک نے کہا:

"آپ کی وہ کون سی شرائط ہیں جن پر آپ ہم سے صلح کرنا پسند کریں گے۔ آپ وہ شرائط بتائیں۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم آپ کی شرائط مان کر اس جنگ کو ٹالنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

چنگیز خان نے غور سے ان چاروں کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں ان تبتی اور قراختائی سرداروں کو مخاطب کر کے پوچھا:

"شرائط سننے سے قبل ایک بات بتاؤ۔"

اسی سردار نے کہا:

"پوچھیے!"

چنگیز خان نے پوچھا:

"کیا تم تبتیوں اور قراختائیوں کے بادشاہ بھی یہاں لشکر میں تم لوگوں کے ساتھ موجود ہیں؟"

ایک سردار نے جواب دیا:

"ہاں خان! ہم دونوں اقوام کے بادشاہ بھی اس لشکر میں موجود ہیں۔"

چنگیز خان نے پوچھا:

"تو جنگ کے دوران وہ کہاں تھے؟"

سردار نے کہا:

جنگ کے دوران وہ اس جگہ تھے جہاں اس وقت ہمارا لشکر پڑاؤ کیے ہوئے موجود ہے۔"

چنگیز خان نے پھر پوچھا:

"کیا ان دونوں بادشاہوں کے اہلِ خانہ بھی ان کے ساتھ ہی لشکر میں موجود ہیں؟"

جواب ملا:

"ہاں۔ ان کے اہلِ خانہ بھی ہمراہ ہیں۔"

چنگیز خان سوچ میں پڑ گیا۔

پھر دوسرے ہی لمحے اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا:

"جو کچھ تم لوگوں نے جنگ کے تاوان کے طور پر مجھے پیش کیا ہے وہ تو میں قبول کر چکا ہوں اس کے علاوہ میری جو شرائط ہیں وہ غور سے سنو اور فوری فیصلہ کرو کہ تمہیں یہ شرائط قبول ہیں یا نہیں؟

میری پہلی شرط یہ ہے کہ تم دونوں بادشاہوں میں سے جس کی شہزادی حسین ہو وہ میرے حرم میں داخل کی جائے۔

میری دوسری شرط یہ ہے کہ میرے ساتھ تم دونوں اقوام عہد کرو کہ آئندہ تم دونوں اقوام اپنے شمال کی طرف لوٹ مار کے لیے ترکتاز نہ کرو گے۔"

چنگیز خان کی اس شرط پر وہ چاروں سردار حیرت و تعجب سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

اسی دوران چنگیز خان نے ان پر آخری ضرب لگاتے ہوئے کہا:

"اگر تم لوگ اپنے شاہی خاندان کی کسی لڑکی کو میرے حرم میں داخل کرنے پر رضامند نہیں ہو تو پھر واپس چلے جاؤ تاکہ ہم جنگ کی ابتدا کریں اور سن رکھو! یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک تمہاری بستیاں آتش و آہن اور تمہارے لوگ خونریزی کا شکار نہ ہو جائیں۔"

ان چاروں سرداروں نے باہم مشورہ کیا۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا:

"اے خان! ہمیں آپ کی یہ شرط بھی منظور ہے۔ اب ہم جاتے ہیں اور

آپ کی اس شرط کو پورا کرنے کی تیاری کرتے ہیں"۔

وہ سردار واپس چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد دونوں عساکر میں صلح ہو گئی۔

شاہی خاندان کی ایک لڑکی[1] چنگیز خان کے حرم میں داخل کر دی گئی اور چنگیز خان اپنے لشکر کو لے کر واپس چلا گیا!

[1] ہیرلڈلیم بھی اس شاہی خاندان کی لڑکی کو چنگیز خان کے حرم میں داخل کیے جانے کا ذکر تفصیل کے ساتھ کرتا ہے!

چاند تاروں کے روشنی کے مِیناروں اور شفق کے رنگوں کی قوسوں کے اندر شام
نا ہیں ڈھل گئی تھی۔

دھرتی کی آنکھیں اونگھنے لگی تھیں۔ دھند اپنے آپ کو آنسوؤں میں بھگو رہی تھی۔ رس
ماتے بادلوں کی طرح رات کا بھیگاپن، ندی نالوں، ساگر و بحر کا منہ چومنے لگا تھا۔ چنچل اور
ہیں پرندے، بے کل لہریں، کروٹ لیتا ہر لمحہ، یوں چپ اور خاموش تھا جیسے وہ
لے آکاش اور دھرتی میں کسی انوکھے اور نئے راز کے بے کل ہو جانے کے منتظر ہوں۔
تد رس برساتی برکھا اور پتھریلے کہسار چاندنی اور ہوا کی لذت آمیز سسکیوں میں کھوئے
ئے تھے۔

یسوتائی کے مکان کے باہر تموجن نے قرطبینہ کی حفاظت کے لیے جو دو سپاہی مقرر کیے
تھا ایک چھپر تلے آگ کا الاؤ روشن کیے بیٹھے تھے اور البغوری ان کے پاس بیٹھا آگ پہ
ہلاتے اپنے آپ کو گرم رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

رات کے اس گہرے سکوت میں ایک محافظ نے اپنے دونوں ہاتھ آگ پر گرم کرنے
ے چہرے پہ پھیرتے ہوئے البغوری سے پوچھا:

"اے الیغوری! آج بولائی تمہارے ساتھ باہر آ کر نہیں بیٹھا۔ کیا وجہ ہے؟"

الیغوری نے مسکراتے ہوئے کہا:

"وہ آج تھکا تھکا سا تھا۔ کہہ رہا تھا۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے لہٰذا آج وہ سویرے سے ہی سو گیا ہے"۔

پہریدار نے کہا:

"اے الیغوری! آج جی چاہتا ہے کہ تم سے کچھ سنیں۔ میرے خیال میں ہماری بہن قرطبینہ اب تک سو چکی ہو گی۔ لہٰذا کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ تم مکان کے اندر جا کر اپنی دف اٹھا لاؤ اور ہمیں قرطاسِ وقت پر حُسن کے تبسم سے لکھا ہوا کوئی صدیوں کے ویران ذہنوں کو تر و تازہ کر دینے والا کوئی گیت سناؤ۔ اس طرح اس رات کی ان سنسانیوں کے اندر ہمارا وقت بھی اچھا گزر جائے گا اور ہم تمہارے گانے سے لطف اندوز بھی ہو پائیں گے"۔

الیغوری نے کہا:

"میں انکار نہ کروں گا"۔

پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور دف لانے کے لیے وہ مکان کے اندر چلا گیا۔

جونہی الیغوری اندر داخل ہوا۔ دنگ رہ گیا۔

اس نے دیکھا، مکان کے عقبی حصے میں کسی نے گارے کی بنی ہوئی دیوار کے ا نقب لگا کر اس قدر راستہ بنایا ہوا تھا جس کے اندر سے ایک آدمی جھک کر آسانی کے سا گزر جائے۔

الیغوری فکر مند ہو گیا۔

اس نے سمجھا شاید کسی نے نقب لگا کر گھر میں چوری کی واردات کی ہے۔ وہ بھاگ بھاگ کر سارے کمروں میں ادھر ادھر دیکھنے لگا لیکن وہ حیران ہوا گھر کی ہر شے اپنی جگہ پر موجود تھی۔ پھر وہ بھاگ کر اس کمرے میں آیا جس میں نقب لگی تھی اور جس کے اندر بولائی سویا ہوا تھا۔

"بولائی! بولائی!! میرے عزیزو! اٹھو اٹھو۔ بولائی!"

لیکن بولائی اس کی آوازوں کے جواب میں کچھ نہ بولا۔ ناچار وہ آگے بڑھا اور بولائی کے اوپر سے لحاف اٹھا کر اس نے اسے پھر آواز دی:

"بولائی! بولائی!! جاگو۔ تم ایسی غفلت کی نیند تو کبھی نہ سوتے تھے۔ بولائی بولائی! جاگو میرے بھائی۔ دیکھو تو مکان کے اندر کسی نے نقب لگا رکھی ہے"۔

اتنے میں باہر آگ کے الاؤ کے پاس بیٹھے دونوں محافظ بھاگتے ہوئے اندر آئے اور بدحواسی کے عالم میں انہوں نے پوچھا:

"اے الیغوری! خیریت تو ہے۔ تم یوں گھبرائی ہوئی آواز میں بولائی کو کیوں پکار رہے تھے؟"

مکان کے اندر جلتی ہوئی ننھی سی مشعل کی روشنی میں دیوار کی طرف اشارہ کر کے الیغوری نے کہا:

"میرے عزیزو!! ادھر دیکھو۔ کوئی نقب لگا کر مکان میں داخل ہوا ہے۔ گو ہم باہر بیٹھے جاگ رہے تھے لیکن یہ خبر نہیں ہونے پائی کہ کب کسی نے نقب لگائی۔ میں سارے مکان میں گھوم پھر کر دیکھ چکا ہوں کوئی چیز چوری نہیں ہوئی"۔

دونوں محافظ کچھ پریشان ہو گئے۔

پھر ان میں سے ایک بھاگ کر بولائی کی طرف آیا اور اسے جھنجھوڑنے لگا لیکن وہ نہ اٹھا۔

محافظ نے گھبرا کر اس کی ناک کے اوپر ہاتھ رکھا۔ پھر وہ چلّا اٹھا:

"بوگدو کی قسم! بولائی زندہ نہیں ہے۔ کسی نے گلہ گھونٹ کر اسے مار ڈالا ہے۔ آہ! یہ کیسا غضب ہوا۔ نموجو ہمیں زندہ نہ چھوڑے گا"۔

الیغوری پریشان ہو کر اس کمرے کی طرف گیا جس میں قرطبینہ سوئی ہوئی تھی — اس نے لحاف اٹھا کر دیکھا — قرطبینہ کو بھی کسی نے گلہ گھونٹ کر مار دیا ہوا تھا۔

الیغوری بھاگتا ہوا ان محافظوں کے پاس آیا اور بدحواسی سے بولا:

"اے میرے عزیز و! ظلم ہو گیا۔ بولائی کے ساتھ ساتھ کسی نے قرطبینہ کا بھی گلہ گھونٹ کر مار ڈالا ہے۔ میں اسے دیکھ کر آرہا ہوں۔ وہ اپنے بستر میں مردہ پڑی ہے۔"

پھر الیغوری نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر واویلا کرنے کے انداز میں کہا:

"اے خدائے لم یزل! اے مالکِ کون و مکاں! کیا آج شب کے سناٹوں میں ظلم کا آسمان ہمارے اوپر پھٹ پڑا ہے۔ آہ! اس پیلے چاند کی روشنی میں زندگی کے ان نیم اندھیرے راستوں کے اندر زیست کی ہر کٹھنائی، زندگی کا ہر غم و الم ہم پہ انڈیل دیا گیا ہے۔ کاش! — اس ویران رات کے اندر کوئی بے معنی و فرسودہ الفاظ کو سنوارتا، کوئی میرے بے کل نفس کا قرار اور میری بے چین یادوں کا چارہ گر بنتا۔ اے خداوندِ کبیر! اے جبار و متکبر و جلیل!! تو ہی مدد فرمانے والا ہے۔ اے میرے خدا! تو ہی —"

ایک محافظ نے رازداری سے کہا:

"اے الیغوری! صبر سے کام لو اور خاموش رہو۔ سنو! بولائی اور قرطبینہ کے قتل کی آج رات میں کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونی چاہیے وگرنہ قاتل محتاط ہو جائیں گے یا اپنی جانیں بچانے کی خاطر فوراً شہر سے بھاگ کر کہیں اور چلے جائیں گے۔ اگر ایسا ہو گیا تو تموجو ہمیں کبھی معاف نہ کرے گا اور ہماری بوٹیاں کر کے کتوں کے آگے ڈال دے گا۔"

پھر ذرا رک کر اس نے مزید کہا:

"دیکھو اس وقت خاموشی ہی میں بہتری ہے۔"

اس کے بعد اس نے دوسرے محافظ سے کہا:

"تم یہیں الیغوری کے پاس رہو۔ میں تموجو کو جا کر بولائی اور قرطبینہ کے مارے جانے کی خبر کرتا ہوں۔ ہو سکتا ہے وہ کوئی ایسا قدم اٹھائے جس سے ہم قاتلوں کو پکڑنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

پھر وہ ان دونوں کے جواب کا انتظار کیے بغیر بھاگتا ہوا گھر سے نکل گیا۔

وہ محافظ بھاگتا ہوا تموجو کے گھر کی طرف آیا اور دروازے پہ اس نے زوردار دستک دی۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا تو محافظ نے دیکھا کہ دروازہ خود تموجو نے خود کھولا تھا۔ ں نے محافظ کو رات کے اس پہر اور پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ دیکھا تو چونک کر پوچھا:

"کیا بات ہے؟ تم گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟ تمہاری سانس پھول رہی ہے خیریت تو ہے!"

محافظ نے گھبراہٹ سے کہا:

"اے خان! ظلم ہو گیا۔ ہم دونوں بسوتائی کے مکان کے باہر آگ روشن کیے پہرہ دے رہے تھے۔ الیغوری بھی ہمارے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ہم نے اسے کہا کہ اندر سے اپنی دف لاؤ اور آج ہمیں کوئی اچھا سا گیت سناؤ — الیغوری جب مکان کے اندر گیا تو اس نے دیکھا کہ مکان کی عقبی دیوار میں کسی نے نقب لگا رکھی تھی۔ وہ گھبرا کر زور زور سے بولائی کو پکارنے لگا۔ لہٰذا ہم دونوں اس کے اس طرح چلانے پر بھاگتے ہوئے مکان کے اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ دیوار میں نقب لگی ہوئی تھی۔ ہم ابھی تک یہ تعین نہیں کر سکے کہ نقب لگانے والے کتنے تھے لیکن اے خان! ہماری بدنصیبی کہ ان نقب لگانے والوں نے بولائی اور قرطبینہ دونوں کا گلہ گھونٹ کر ان کا خاتمہ کر دیا ہے!"

تموجو نے انتہائی دکھ سے کہا:

"آہ! میں نے تم دونوں کو قرطبینہ کی حفاظت سونپی تھی لیکن تم دونوں ناکام رہے ہو۔ ہائے بدقسمتی! تم نے شب کے ان سناٹوں میں، فکرِ زوال، برسرِ پیکار ظلمتوں اور بغاوت کے گبنوں جیسی کیسی منحوس خبر دی ہے۔ میں کس منہ سے بسوتائی کا سامنا کروں گا۔ میرا بھائی مجھے مسکن کا محافظ اور پاسبان بنا کر گیا تھا۔ میں قرطبینہ اور بولائی کے قتل پہ اسے کیا جواب دوں گا۔ آہ! میں نہ مجرم تھا

نہ گنہ گار لیکن تم دونوں نے مجھے اپنے بھائی کا مجرم اور یسوتائی کا گنہ گار بنا کر رکھ دیا ہے۔ آہ! یہ انتہائی برا ہوا لیکن میں قاتلوں کو بچ کر نکلنے نہ دوں گا تم ایسا کرو بھاگ کر جاؤ اور شہر کی ناکہ بندی کرا دو اور میری طرف سے تاکید کر دو کہ جب تک میں نہ کہوں کسی کو نہ شہر سے نکلنے دیا جائے اور نہ داخل ہی ہونے دیں ـــــ اب تم فوراً جاؤ اور اس کام کی تکمیل کرو۔ وقت ہرگز ضائع نہ کرو۔ اور سنو! کم از کم بیس مسلح جوان یسوتائی کے گھر کی طرف بھیج دو۔ میں بھی تیار ہو کر آ رہا ہوں۔"

محافظ بھاگتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

تموجن اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد باہر آیا تو پوری طرح مسلح تھا۔ اس کے ساتھ اس کے تین محافظ بھی تھے۔

پھر وہ بڑی تیزی سے یسوتائی کے گھر کی طرف چل پڑا۔

جب وہ وہاں پہنچا تو اس کے حکم کے مطابق بیس مسلح جوان وہاں پہنچ چکے تھے۔

تموجن نے پہلے بولائی اور قرطینہ کی لاشوں کا جائزہ لیا۔ پھر اس نے اپنے ایک محافظ کو مخاطب کر کے کہا:

"تم فوراً جاؤ اور مسلمانوں کے امام کو مسجد سے بلا کر لاؤ۔ میں ابھی اور اسی وقت بولائی اور قرطینہ کو دفن کرا دینا چاہتا ہوں۔ شہر میں کسی کو خبر تک نہیں ہونی چاہیے کہ بولائی اور قرطینہ کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ اس طرح قاتل ہوشیار ہو جائیں گے۔ میں نے شہر کی ناکہ بندی کرا دی ہے۔ اب یہاں سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ اپنے بھائی چنگیز خان اور یسوتائی کی آمد سے پہلے پہلے میں قاتلوں کو تلاش کر کے اپنی گرفت میں لے لینا چاہتا ہوں۔ میں ان قاتلوں کو منگولوں کے لیے عبرت بنا دوں گا۔"

محافظ بھاگتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ مسجد کے امام اور قراقورم میں ٹھہرے ہوئے چند

مسلمانوں کو بلا لایا جن کی معیت اور نگرانی میں بولائی اور قرطینہ کو مغربی پہاڑیوں کے دفن کر دیا گیا۔

واپس آ کر تموجن نے یسوتائی کے مکان میں جو نقب لگائی گئی تھی وہ پُر کرا دی۔ پھر نے فیصلہ کن انداز میں الغوری سے کہا:

"اے الغوری! میں جانتا ہوں تم ایک بہترین کھوجی ہو۔ دیکھو میں صبح تک یہیں تمہارے پاس ان مسلح جوانوں کے ساتھ موجود رہوں گا۔ تم ایسا کرو کہ ان قاتلوں کے پاؤں کے نشانات تلاش کر کے ان کا کھوج لگاؤ اور ان کو تلاش کرنے میں میری مدد کرو تاکہ میں اپنے بھائی چنگیز خان اور یسوتائی کے سامنے اپنی صفائی پیش کر سکوں۔ یہ کام میں ان کی آمد سے پہلے پہلے مکمل کر لینا چاہتا ہوں۔"

الغوری نے کہا:

"اے خان! آپ فکر مند نہ ہوں۔ آپ کے کہنے سے قبل ہی میں اس کا اہتمام کر چکا ہوں۔ میں نے کمرے کے اندر مشعل کی روشنی میں قاتلوں کے پاؤں کے نشانات تلاش کر کے ان پہ برتن الٹے کر کے رکھ دیے ہیں تاکہ یہ نشانات ضائع نہ ہوں۔ مصیبت اور رسوائی کی یہ سوار یہ رات ختم ہونے کے بعد جب سورج طلوع ہو گا تو انہی محفوظ کیے ہوئے نشانات کی مدد سے میں آپ کو قاتل تلاش کر کے دوں گا۔"

پھر ذرا رک کر اس نے کہا:

"ان نشانات کو دیکھنے کے بعد میں نے اندازہ لگایا ہے کہ یہ قاتل تعداد میں چار تھے اور ان میں سے ایک کا بایاں جوتا نیچے سے ٹوٹا ہوا ہے۔ اگر یہ لوگ قراقورم شہر چھوڑ کر یہاں سے جا نہیں چکے تو میں انہیں ضرور تلاش کر لوں گا۔ اس کے بعد ان کو سزا دینا آپ کا کام ہے۔"

الغوری خاموش ہو گیا۔

تموجن نے کہا:

"ابھی وہ قاتل قراقرم سے بھاگے نہ ہوں گے اس لیے کہ میں نے شہر کی ناکہ بندی بھی کرا دی ہے۔ شہر میں کوئی داخل ہو سکتا ہے اور نہ بھاگ سکتا ہے۔"

الیغوری نے فکرمندی سے کہا:

"اگر وہ قاتل شہر کی اس ناکہ بندی سے پہلے ہی بھاگ چکے ہوتے تو پھر؟"

تموجن نے کہا:

"وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے اس لیے کہ وہ یہاں سے صرف صبح ہی کے وقت فرار ہو سکتے ہیں کیونکہ ہمارے منگول بھوت پریت اور بد ارواح سے ڈرتے ہوئے چھوٹے چھوٹے گروہوں میں رات کے وقت صحرائے گوبی میں سفر نہیں کرتے۔ رات کے وقت وہ صحرائے گوبی میں اس وقت سفر کرتے ہیں جب وہ کسی بڑے سے لشکر یا کارواں میں شامل ہوں۔"

الیغوری کو کچھ اطمینان ہوا اور اس نے کہا:

"اے خان! اگر یہ بات ہے تو پھر بولائی اور قرطبینہ کے چاروں قاتل ہم سے بچ کر بھاگ نہیں سکتے۔"

تموجن نے زہریلے لہجے میں کہا:

"ان چاروں کی وجہ سے کئی اور لوگ بھی گرفت میں آئیں گے اور وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے بظاہر شرافت اور نیکی کا نقاب اوڑھ رکھا ہے لیکن باطن میں وہ انتہائی گھناؤنے مجرم ہیں۔"

تموجن اور الیغوری محافظوں کے ساتھ بیٹھ کر رات کے گزرنے کا انتظار کرنے لگے!

تشنہ و آشفتہ اور خشک پھولوں کے سوکھے سایوں جیسی رات تمام ہوئی۔

گیہوں کی بالیوں کے ادھ کچے دودھ جیسی تازہ اور دعاؤں کے تازہ کنول جیسی پرکشش سحر نمودار ہونے لگی تھی۔

اسی لمحے تموجن اٹھ کھڑا ہوا اور ایسی آواز میں بولا جیسے وہ صدیوں کے انتقام میں ڈوبی ہوئی ہو:

"اے الیغوری! اب اٹھ جاؤ کہ قاتلوں کے پاؤں کی تلاش میں ان کے گھروں تک پہنچنے کی کوشش کریں۔"

الیغوری اٹھ کھڑا ہوا۔

ایک بار اس نے قاتلوں کے پاؤں کے ان نشانات کو غور سے دیکھا جن کے اوپر اس نے گھریلو استعمال کے برتن رکھ کر انہیں محفوظ کر رکھا تھا۔ پھر مکان سے نکل کر وہ اس جگہ آیا جہاں مکان کے عقبی حصے میں نقب لگائی گئی تھی۔

الیغوری نے وہاں سے ان چاروں قاتلوں کا کھرا شروع کیا اور ان کے قدموں کے نشانات کے سہارے آگے بڑھنے لگا۔ تموجن اور اس کے بیس مسلح جوان اور تین ذاتی محافظ بھی اس کے ساتھ تھے۔

ایک مکان کے سامنے جا کر الیغوری رک گیا۔ پھر اس نے تموجن سے کہا:

"اے خان! اس مکان تک چاروں قاتل اکٹھے آئے ہیں۔ ایک جس کے پاؤں کا جوتا ٹوٹا ہوا ہے وہ اس گھر میں گیا ہے۔ باقی تینوں اس گھر میں داخل نہیں ہوئے اور آگے بڑھ گئے ہیں۔"

تموجن نے کہا:

"اب ذرا رکو۔ پہلے اس گھر میں داخل ہو کر اس کو پکڑتے ہیں جس کا جوتا بقول تمہارے ٹوٹا ہوا ہے اور جو اس گھر میں داخل ہوا ہے۔"

تموجن دروازے پر دستک دینے ہی کو تھا کہ رک گیا۔ کیونکہ کچھ مسلح جوان ایک طرف سے نمودار ہوئے۔ انہوں نے چار جوانوں کو رسیوں سے جکڑ رکھا تھا۔

تموجن کے قریب آ کر ایک جوان نے کہا:

"اے خان! یہ چاروں جوان شہر سے بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہمیں ان پر شک ہوا لہٰذا ہم انہیں پکڑ کر آپ کے پاس لے آئے ہیں۔"

الغوری آگے بڑھا۔ اس نے ان چاروں کے پاؤں کے نشانات کو غور سے دیکھا اور خوشی سے چلا اٹھا:

"قسم ہے مجھے اپنے خدائے بحر و بر کی! یہ وہی چاروں ہیں جس کا کھرا تلاش کرتے ہوئے ہم اس طرف آئے ہیں۔ ان میں سے ایک کا جوتا ٹوٹا ہوا ہے۔"

تموجن نے ان چاروں کا ایک ایک پاؤں اٹھا کر دیکھا۔ ان میں سے ایک کا جوتا واقعی نیچے سے ٹوٹا ہوا تھا۔ تموجن کے لبوں پر سکون اور اطمینان بھری مسکراہٹ بکھر گئی۔

پھر اس نے واپس جاتے ہوئے اپنے مسلح جوانوں سے کہا:

"ان چاروں کو لے کر میرے ساتھ آؤ۔"

وہ مسلح جوان ان چاروں کو بھیڑ بکریوں کی طرح اپنے آگے آگے ہانکتے ہوئے تموجن کے ساتھ ہو لیے۔ تموجن دوبارہ یسوتائی کے گھر آیا۔ ان چاروں مجرموں کو ایک کمرے میں لا کر اس نے اپنے سامنے کھڑا کر لیا پھر اس نے اپنے غصے اور غضب کو کسی قدر ضبط کرتے ہوئے پوچھا:

"اے ظالمو! اے بدبختو!! تم لوگوں نے کیوں اور کس بنا پر بولائی اور معصوم قرطبینہ کو قتل کر دیا ہے۔ آہ! میں چنگیز خان اور یسوتائی کو کیا جواب دوں گا؟"

وہ چاروں خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔

تموجن جوالا مکھی کی طرف بھڑک اٹھا اور کسی بھوکے درندے کی طرح غراتے ہوئے اس نے کہا:

"اے غلیظ کتو! میں نے تم چاروں سے کچھ پوچھا ہے اور تم لوگ خاموشی سے بے اعتنا ہو کر کھڑے ہو۔ یاد رکھو! یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تم چاروں ہی بولائی اور قرطبینہ کے قاتل ہو۔ میں تم چاروں سے صرف ان دونوں کے قتل کا سبب

جاننا چاہتا ہوں اور اگر تم لوگوں نے کچھ نہ بتایا اور اپنی زبان بند رکھی تو قسم بوگد کی! تم چاروں جانتے ہو میں تم جیسے قاتلوں کے لیے بہت برا، انتہائی ظالم اور بے رحم انسان بن سکتا ہوں۔ سن رکھو! اگر تم چاروں نے خاموشی ہی اختیار کیے رکھی تو پھر میں ابھی آگ میں لوہے کی سلاخیں گرم کراتا ہوں اور جب وہ سلاخیں آگ میں تپ کر سرخ ہو جائیں گی تو وہ ٹکڑے اور سلاخیں میں تم چاروں کی بغلوں میں رکھوا دوں گا۔ پھر میں دیکھوں گا تم کیسے نہیں بولتے پھر تم میری منتیں کرو گے کہ ہم سب کچھ بتاتے ہیں۔ پر اس وقت تمہارے لیے میں اندھا اور بہرہ بن جاؤں گا اور تمہاری کوئی بے بسی نہ دیکھوں گا ـــــ تمہاری کوئی فریاد نہ سنوں گا۔ کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ وہ وقت آنے سے پہلے ہی تم ہر بات میرے آگے اگل دو۔"

پھر اس نے زہر بھرے لہجے میں مزید کہا:

"اور سنو! اگر میں نے تم لوگوں کے لیے لوہے کے ٹکڑے گرم کروا کے تمہاری بغلوں میں رکھوا دیے تو تمہارے شانوں کی چربی اور گوشت تک پگھل جائے گا۔ اور تمہاری ہڈیاں برہنہ ہو کر تم لوگوں کو اوروں کے لیے عبرت خیز بنا دیں گے۔"

تموجن کی باتوں کا خاطر خواہ اثر ہوا ـــــ اور ان میں سے ایک نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا:

"اے خان! آپ ہمارے ساتھ یہ سلوک نہ کریں۔ ہم واقعی لالچ اور لوبھ میں بھٹک گئے تھے۔ اگر ہمیں ایک بھاری رقم کا لالچ نہ دیا جاتا تو قسم بوگد کی ہم ہرگز قرطبینہ کو قتل نہ کرتے کیونکہ وہ ہمارے ایک عمدہ ترین ارخون یسوتائی کی بیوی بننے والی تھی۔ ہمیں ایک بھاری رقم کے عوض یسوتائی کو بھی قتل کر دینے کی ترغیب دی گئی تھی لیکن ہم نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ہم نے صاف کہہ دیا تھا کہ ہم کسی بھی صورت میں یسوتائی پہ وار نہ کریں گے۔ اے خان! ہم نے جو کچھ کیا ایک لالچ، ترغیب اور برانگیختی کے تحت کیا ہے!"

تموجن نے غضب ناک نگاہوں سے ان چاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"رکو مت —— پوری بات بتاؤ اور یہ بھی کھل کر کہو کہ یہ برانگیختی، لالچ اور ترغیب دینے والا کون ہے"۔

وہ چاروں سوالیہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر ان میں سے ایک بولا:

"اے خان! ہمیں میولی نے ایک بھاری رقم کا لالچ دے کر قرطبینہ، بولاٹی اور الیغوری کو قتل کرنے کے لیے کہا تھا"۔

پھر اس نے سر جھکا لیا اور مزید کہا:

"سو ہم نے اس رقم کے عوض قرطبینہ اور بولاٹی کو تو قتل کر دیا مگر الیغوری ہمارے ہاتھوں سے بچ گیا کیونکہ جس وقت ہم وہاں پہنچے، وہ آپ کے مقرر کردہ محافظوں کے پاس مکان سے باہر بیٹھا ہوا تھا۔ اگر الیغوری اس وقت وہاں آگ کے الاؤ کے پاس نہ بیٹھا ہوتا تو اب تک یہ بھی ہمارے ہاتھوں قتل ہو چکا ہوتا —— میولی کو خدشہ تھا کہ اگر بولاٹی اور قرطبینہ کو قتل کر دیا گیا اور الیغوری کو رہنے دیا گیا تو الیغوری ہمارے قدموں کے نشان دیکھ کر ہمیں ڈھونڈ نکالے گا اور ایسا ہی ہوا کہ الیغوری ہمارے قدموں کی تلاش میں آپ کے ساتھ ہمارے گھروں تک پہنچ گیا"۔

تموجن نے فوراً چھ مسلح جوانوں کو علیحدہ کیا اور ان سے کہا:

"تم سب ابھی اور اسی وقت میولی کے گھر کی طرف روانہ ہو جاؤ اور جب تک ہمارا لشکر جنوبی مہم سے لوٹ نہیں آتا اس وقت تک ..... نہیں، بلکہ اس کے بعد بھی جب تک میں تم سے نہ کہوں تم سب باری باری دن رات میولی کے گھر پہ پہرہ دیتے رہو گے۔ اس پہ نگاہ رکھو گے کہ وہ کہیں فرار نہ ہونے پائے۔ وہ جہاں کہیں بھی جائے تم اس کا تعاقب کرو گے اور ساتھ ہی ساتھ مجھے اس سے آگاہ کرتے رہو گے کہ وہ کیا حرکات کرتا ہے —— اب تم روانہ ہو جاؤ۔

وقت ضائع نہ کرو۔ میولی پہ کڑی نگاہ رکھو کہ وہ یہاں سے کہیں جا نہ سکے"۔

وہ چھ کے چھ مسلح جوان وہاں سے چلے گئے۔

تموجن نے الیغوری کی طرف دیکھا اور کہا:

"اے الیغوری! تم اب یہیں رہو۔ جب تک اس معاملے کا تصفیہ نہیں ہو جاتا۔ دو جوان اس گھر میں تمہاری حفاظت کرتے رہیں گے۔ ان چاروں مجرموں کو میں اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ ان کا فیصلہ یسوتائی کی موجودگی میں میرا بھائی چنگیز خان کرے گا"۔

پھر وہ اپنے باقی کے مسلح جوانوں کے ساتھ ان چاروں مجرموں کو لے کر وہاں سے چلا گیا!

○

جنوب میں تبتیوں اور قراختائیوں کے خلاف کامیاب یلغار کے بعد چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ جب قراقورم شہر میں داخل ہوا تو تموجن نے ان کے استقبال کا بہترین انتظام کیا تھا۔ جس وقت لشکری اپنے اپنے گھروں کو جا رہے تھے تو تموجن اپنے بھائیوں اور بھتیجوں سے علیحدہ ہو کر یسوتائی کے پیچھے ہو لیا۔

یسوتائی جب اپنے گھوڑے کو مکان کے باہر کھڑا کر کے اندر داخل ہوا تو اس نے دیکھا مکان خالی پڑا تھا۔

اس نے بلند آواز میں پکارا:

"بولاٹی! بولاٹی!! الیغوری! —— تم کہاں ہو؟"

لیکن اس کی آواز گھر میں محض گونج کر رہ گئی اور کسی نے جواب نہ دیا۔

یسوتائی کچھ پریشان سا ہو گیا اور پلٹتے ہی اس نے دیکھا کہ تموجن سر جھکائے اندر داخل ہوا اور بکھری بکھری آواز میں اس نے کہا:

"اے میرے عزیز! میرے بیٹے!! بولاٹی اب یہاں نہیں ہے۔ وہ مار دیا گیا۔

اور اس سے بھی بڑا ستم یہ ہے کہ قرطبینہ بھی موت کے گھاٹ اتار دی گئی۔"

یسوتانی چیخ اٹھا:

"نموجو! نموجو!! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

نموجو اسی افسردگی سے بولا:

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں میرے عزیز بیٹے! سنو۔ قرطبینہ کی ماں اور باپ کو کسی نے قتل کر دیا تھا اور اس نے اپنے مکان کے تہ خانے میں چھپ کر اپنی جان بچائی تھی۔ پھر اس کی سہیلی نیاہ اور اس کا شوہر قسیمہ دونوں قرطبینہ کو یہاں چھوڑنے آئے مگر افسوس! جب وہ یہاں پہنچے تو تم لشکر کے ساتھ جنوب کی مہم پر جا چکے تھے۔ قسیمہ اور نیاہ دو دن یہاں رہ کر چلے گئے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ہم قرطبینہ کے ماں باپ کے قاتل کو پکڑ کر یسوتانی کے سامنے پیش کریں گے۔ میں خوش تھا کہ قرطبینہ یہاں آ گئی ہے اور میں نے سوچ لیا تھا کہ جب تم اس مہم سے لوٹو گے تو میں ایک دھوم دھام اور ایک جشن کے ساتھ تم دونوں کو بیاہ دوں گا۔ پھر بھی مجھے یہ خطرہ تھا کہ میولی کہیں قرطبینہ کو نقصان نہ پہنچائے لہٰذا میں نے قرطبینہ کی حفاظت کے لیے دو مسلح جوان مقرر کر دیے تھے جو رات کو مکان سے باہر پہرہ دیتے تھے۔

لیکن ہائے افسوس! وہی ہو کر رہا جس کا مجھے خطرہ تھا۔ چار مسلح جوانوں نے مکان کے عقبی حصے میں نقب لگائی۔ اندر داخل ہوئے اور قرطبینہ اور بولاتی کو قتل کر کے نکل بھاگے۔ میں نے ایغوری کی مدد سے ان چاروں قاتلوں کو تلاش کیا اور ان کو پکڑ کر جب میں نے ان سے پوچھ گچھ کی تو انہوں نے بتایا کہ میولی نے ایک بھاری رقم کے عوض انہیں بولاتی اور قرطبینہ کو قتل کرنے پر آمادہ کیا تھا وہ ایغوری کو بھی قتل کر دیتے تاکہ وہ ان کا کھوج نہ لگا سکے لیکن ایغوری ان کے ہاتھوں سے بچ گیا کیونکہ جب قرطبینہ اور بولاتی قتل ہوئے ایغوری مکان سے باہر پہرہ دینے والے دونوں جوانوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میولی کے مقرر کردہ

ان قاتلوں نے بولاتی اور قرطبینہ کا گلا گھونٹ کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا اور کوئی کھٹکا تک نہ ہونے دیا۔ اب وہ چاروں قاتل میرے قبضے اور گرفت میں ہیں جبکہ میں نے چھ مسلح جوانوں کا پہرہ میولی پر بھی لگا دیا ہے تاکہ وہ فرار نہ ہونے پائے!"

یسوتانی نے انتہائی غیظ و غضب کے عالم میں کہا:

"میں میولی پر ابھی اور اسی وقت نزول کروں گا اور اسے اُن گنت ٹکڑوں میں کاٹ کر رکھ دوں گا۔"

نموجو نے آگے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور کہا:

"نہیں میرے بیٹے! یوں نہیں۔ یہ ایک جذباتی فیصلہ ہے۔ دیکھو۔ میں ابھی جا کر تموچن، ملکوتی، قتساز اور تموچن کے چاروں بیٹوں کو تموچن کے مہمان خانے میں جمع کرتا ہوں۔ پھر تم وہاں آنا اور فریاد کے انداز میں تموچن سے کہنا، اے خان! میرا انصاف کرو — اور جب تموچن پوچھے: "کیسا انصاف؟" — تو تم میولی پر الزام لگانا کہ میری ماں اور بہن کو اغوا کرانے کے علاوہ بولاتی اور قرطبینہ کو قتل بھی اُسی نے کرایا ہے —— تموچن جب میولی کو بلا کر پوچھے گا تو وہ لازماً انکار کر دے گا تب میں بیطام نامی نوجوان کو، جو تم نے میرے پاس امانت کے طور پر رکھا ہوا ہے اور ان چاروں قاتلوں کو مہمان خانے کے ساتھ والے کمرے میں بٹھا چکا ہوں گا۔ میرے تالی بجانے پر وہ تموچن کے سامنے پیش کر دیے جائیں گے اور وہاں سب کی موجودگی میں میولی کا گناہ اور جرم ثابت ہو جائے گا۔"

یسوتانی نے نموجو کی بات پر غور کیا۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے کہا:

"تم ٹھیک کہتے ہو نموجو! جیسا تم نے کہا ہے ویسا ہی ہو گا لیکن بولاتی اور قرطبینہ کی لاشوں کا تم نے کیا کیا؟"

نموجو نے جواب دیا:

"میں نے مسجد کے امام اور چند مسلمانوں کو بلایا تھا۔ بولاتی اور قرطبینہ کا

جنازہ اور تجہیز و تکفین سب کچھ ان کی نگرانی میں ہوا تھا۔ شہر کے مغرب میں جو طویل کوہستانی سلسلہ ہے اس کی تین چوٹیوں میں سے درمیانی چوٹی پہ ان دونوں کو دفن کر دیا گیا تھا۔"

یسوتائی نے پوچھا:

"اورا یغوری اس وقت کہاں ہے؟"

تموجو نے پُرخیال انداز میں کہا:

"میں اسے بلانے آیا تھا کہ لشکر شہر میں داخل ہونے والا ہے آؤ اس کا استقبال کریں —— لیکن وہ کہنے لگا۔ میں بدقسمت کیسے اس کا استقبال کروں گا۔ قرطبینہ اور بولائی میری موجودگی میں مارے گئے اب میں کیسے یسوتائی کا سامنا کر سکوں گا —— میرے خیال میں وہ قرطبینہ اور بولائی کی قبروں کی طرف چلا گیا ہو گا۔ میں نے اس پہ دو محافظ بھی مقرر کر رکھے ہیں لیکن وہ اکثر اپنی حفاظت کو نظرانداز کر کے وہاں چلا جاتا ہے۔"

یسوتائی نے فیصلہ کن لہجے میں کہا:

"اے تموجو! تم چلو۔ میں ایغوری کو اپنے ساتھ لے کر آتا ہوں۔ اس موقع پہ اُس کی موجودگی بھی ضروری ہے تاکہ اس کی موجودگی میں میولی اور دوسرے مجرموں کو سزا ملے اور ایغوری کی حالت سنبھل جائے۔"

تموجو وہاں سے رخصت ہو گیا۔

یسوتائی نے گھوڑے کو اصطبل میں باندھا۔ اس کی خرجین اتار کر اپنے کندھے پر ڈالی اور گھوڑے کو چارہ ڈال کر خود بھی گھر سے نکل گیا۔

(۱۰)

قراقورم شہر کی مغربی پہاڑیوں میں سے یسوتائی اس چوٹی پہ آیا جس [illegible] بولائی کو دفن کیا گیا تھا۔

اس نے دیکھا۔ دونوں قبریں پاس پاس تھیں۔ دونوں قبروں پر خشک پھولوں کا ایک [illegible] لگا ہوا تھا اور کچھ بالکل تازہ جنگلی پھول بھی وہاں پڑے ہوئے تھے جس سے یسوتائی نے [illegible]یا کہ ایغوری ضرور اس طرف آیا ہے۔

یسوتائی نے باری باری دونوں قبروں پہ فاتحہ کہی۔

اس موقع پہ اس کی حالت قابلِ رحم تھی۔ اس کے ہونٹ کپکپا رہے تھے، زبان لڑکھڑا [illegible] آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور لگتا تھا جیسے طویل بیماری نے اس پہ نقاہت اور [illegible]گی طاری کر دی ہو۔

فاتحہ کہنے کے بعد اس نے ادھر ادھر دیکھا اور جب ایغوری اسے کہیں بھی نظر نہ [illegible] بے چارگی سے وہیں بیٹھ گیا اور بڑی عقیدت کے ساتھ دونوں قبروں پہ ہاتھ پھیر کر [illegible]ٹی درست کرنے لگا۔

اچانک وہ چونک پڑا۔

اس کے کانوں میں ایک آواز پڑی تھی —— ایغوری کی آواز!

ان کوہستانوں کے اندر ایغوری بے حد دکھی لہجے، انتہائی دردمندی اور دکھ کے [illegible] رہا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا وہ گاتے ہوئے رو بھی رہا ہو۔

یسوتائی ایک دم اٹھ کھڑا ہوا اور جس طرف سے ایغوری کی آواز آ رہی تھی اس طرف رخ [illegible]غور سے سننے لگا۔ ساتھ ہی وہ یہ اندازہ بھی لگانے لگا کہ ایغوری کہاں ہو سکتا ہے؟ [illegible]ا روتی، بین کرتی، دکھی دکھی آواز، فضاؤں کے اندر بلند ہو رہی تھی۔ یسوتائی اس [illegible]دکھ، کرب اور غم میں کھو کر رہ گیا:

میرے دُکھتے دل کا کندن جاتا رہا

میری پریشان حال روح کی ہنسی کھو گئی

ان کوہستانوں کے اندر کوئی مہک ایسی نہیں

ان آبادیوں کے اندر نقشِ پا ایسا نہیں

[illegible] مرنے والوں کی باتوں کے سرور و سکون

اوران کی یادوں کی تنہائی و دلکشی کو مجسم کر دے
کاش! میری زبان پتھر اور میرا جسم سنگ ہو گیا ہوتا
کاش! ان نیلگوں فضاؤں میں میرا احساس منجمد ہو گیا ہوتا

ان بھوری راتوں، چاندنی گلیوں میں
ان سکھی پرندوں کے گیتوں میں
میرے لیے کوئی کشش نہیں ہے!

قراقرم کی اس کالی ریت میں
گارے اور پھونس کے ان مکانوں میں
یورتوں کی ان مدوّر چھتوں میں
کوہستان کے ڈوبتے چاند میں
گرتی برف میں
میرے لیے اب کوئی طراوت نہیں ہے

اے اللہ!
کہ تو اس خواب گھر ظلمت کے اندر
عالمِ غیب و شہود ہے!
اے اللہ!!
کہ تو ماورائے گمان و قیاس و خیال ہے
وقت کا یہ کارواں تیرے کُن سے رواں ہے
اے اللہ!!!
تیری ربوبیت نیک و بد سے بالا تر ہے
ذات و صفات کی ساری تعریفیں تیرے لیے ہیں
دہر کی رزاقی تیری ربوبیت ہے
کون و مکاں کی تنہائیاں تیرا جمال

نفس نفس کی صدائے طرب میں تیرا خیال
لہو میں وحشی گیتوں کی سرشاری تیرے کُن سے
بنجر زمینوں میں نمی کی خواہش تیری دُھن سے

آہ!
وہ دونوں ہم سے یوں کھو گئے ہیں
جیسے —— خوشبو گلابوں کے باطن میں چلی گئی ہو
جیسے —— برف زاروں کی پگھلتی چاندنی پانیوں میں اتر گئی ہو

تاریک ویران راتوں میں
صحراؤں کے سکوت کوہساروں کے سناٹوں میں
دوسرے مُردوں کی طرح، ان کی روحیں بھی
سکون و چین کی تلاش میں
ادھر ادھر بھٹکتی پھرتی ہوں گی
کاش!
کوئی رات کو جنوب کی طرف شاہراہِ ریشم پر
طلوع و غروب ہوتی روشنیوں کی طرح انہیں منوّر کر دے
کاش!
پہلی برف باری اور گھاس کی پتیوں کی نمود کی طرح
کوئی انہیں بھی جاذب و دلکش کر دے!

یہاں پر آکر الغوزی خاموش ہو گیا۔
یسوتائی کو یوں لگا جیسے الغوزی کی آواز ہچکیوں اور آہوں میں ڈوب کر رہ گئی ہو۔
وہ اس طرف بھاگا جس طرف سے الغوزی کی آواز آ رہی تھی۔ تھوڑا آگے جا کر اس نے الغوزی ایک چٹان کی اوٹ میں ایک پتھر پر سر جھکائے خاموش اور غمگین بیٹھا تھا۔

قریب جا کر بیسوتائی نے اسے پکارا :

"ایلغوری ! اے میرے عم ! تم کیسے ہو؟"

ایلغوری چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر بیسوتائی کو اپنے سامنے دیکھ کر پشیمانی کے انداز میں اس کی گردن جھک گئی اور رندھی ہوئی آواز میں اس نے کہا :

"اے بیسوتائی ! یقیناً تموجو نے تمہیں سارے حالات کہہ دیے ہوں گے۔ میں اپنے آپ کو مجرم گردانتا ہوں کہ قرطبینہ اور بولائی تو مارے گئے اور میں بچ گیا۔ اسی شرمندگی کے باعث میں تیرے استقبال کو نہ آسکا۔ کاش ! — قرطبینہ اور بولائی کی طرح مجھے بھی زمین نے نگل لیا ہوتا"

بیسوتائی نے آگے بڑھ کر اسے خود سے لپٹاتے ہوئے کہا :

"اے عم ! اس میں تمہارا کیا قصور۔ تم اگر اس وقت ان کے ساتھ گھر کے اندر ہوتے تو تم بھی مارے جاتے۔ خدا کا شکر ہے کہ تم تموجو کے پہریداروں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اپنے بچ جانے پہ خدا کا شکر ادا کرو۔ آؤ اب چلو میرے ساتھ اور دیکھو کہ ان دونوں کے قاتلوں کا کیا حشر ہوتا ہے۔ چنگیز خان کے مہمان خانے میں تموجو بڑی بے چینی سے ہمارا انتظار کر رہا ہوگا"۔

ایلغوری چپ چاپ اس کے ساتھ ہولیا۔

دونوں قرطبینہ اور بولائی کی قبروں کے پاس آئے۔ پھر وہاں سے وہ کوہستان کی اترائی کی طرف چل پڑے۔

○

بیسوتائی اور ایلغوری دونوں چنگیز خان کے مہمان خانے میں داخل ہوئے۔ اس وقت وہاں چنگیز خان کے ساتھ اس کے سارے بھائی اور بیٹے بھی موجود تھے۔ چنگیز خان کے پاس ہی تموجو بیٹھا تھا اور اس کے قریب ہی ایک انتہائی پُرہیبت شکل کی بھاری اور برہنہ شمشیر رکھی تھی۔

بیسوتائی اور ایلغوری جب مہمان خانے میں خالی نشستوں پہ بیٹھ گئے تو چنگیز خان نے پوچھا :

"اے بیسوتائی ! تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ تموجو نے ہم سب کو اکٹھا کر کے یہاں بٹھا رکھا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ بیسوتائی کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اے بیسوتائی ! تمہیں اگر کسی چیز کی ضرورت ہے یا میری ذات سے تمہیں کوئی شکوہ ہے تو تمہیں تموجو کا سہارا لینے کی ضرورت نہ تھی۔ تم مجھے نجی طور پہ، علیحدگی میں بھی کہہ سکتے تھے کہ میرے لیے تم میرے بیٹوں جیسے ہو۔ اگر کوئی ایسی بات ہے جو تم سب کے سامنے کہنا چاہتے ہو تو پھر کہو"۔

بیسوتائی نے غصے اور غضب بھری آواز میں کہا :

"اے خان ! میں انصاف چاہتا ہوں"۔

چنگیز خان چونک پڑا :

"کس کے خلاف ؟"

بیسوتائی نے پھر اسی لہجے میں کہا :

"اپنی ماں اور بہن کے اغوا اور بولائی کے علاوہ اپنی منسوبہ قرطبینہ کے قتل کا انصاف"۔

چنگیز خان نے حیرت اور تعجب سے پوچھا :

"قرطبینہ یہاں کب آئی اور کس نے اسے اور بولائی کو قتل کیا ہے؟" اس کی آواز میں اب غیظ و غضب بھی تھا۔

بیسوتائی نے کہا :

"قرطبینہ کے ماں باپ کو کسی نے قتل کر دیا اور وہ اس وقت یہاں آئی جب ہم جنوبی مہم پہ تھے اور چند روز قبل ہماری عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر بولائی اور قرطبینہ کو قتل کر دیا گیا۔ تموجو نے ان دونوں کو شہر کی مغربی سمت ایک پہاڑ کی چوٹی پہ دفن کر دیا ہے۔ میری ماں بہن کے اغوا اور بولائی و قرطبینہ کے قتل میں میولی

کا ہاتھ ہے لہٰذا اے خان! میں آپ سے میولی کے خلاف انصاف طلب کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ آپ مجھے مایوس نہ کریں گے۔"

چنگیز خان چند ثانیوں تک گردن جھکائے سوچتا رہا پھر اس نے الاؤ کی بھڑکتی ہوئی آگ جیسے لہجے میں چغتائی کو مخاطب کر کے کہا:

"اے چغتائی! کسی کو بھیج کر میولی اور مقولی دونوں کو یہاں بلواؤ۔"

چغتائی تھوڑی دیر کے لیے باہر گیا۔ کسی کو میولی اور مقولی کی طرف بھیج کر وہ دوبارہ مہمان خانے میں اپنی نشست پر آ کر بیٹھ گیا۔

چند لمحوں کے گہرے سکوت کے بعد چنگیز خان نے پھر کہا:

"اے یسوتائی! تم میولی پر دو بہت بڑے الزامات لگا رہے ہو۔ ان الزامات کو ثابت کرنے کے لیے تمہارے پاس ٹھوس ثبوت ہونے چاہئیں ایسا نہ ہو ہم میولی پر یہ الزامات ثابت نہ کر سکیں اور پھر لوگوں کے سامنے مجھے اور تمہیں دونوں کو خفت اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے۔"

یسوتائی کے بجائے تموجن نے بولتے ہوئے کہا:

"اے میرے بزرگ بھائی! میولی کے خلاف ہم ایسے ثبوت پیش کریں گے جن سے وہ انکار اور فرار نہ کر سکے گا۔"

چنگیز خان نے کہا:

"اگر ایسا ہے تو سن رکھو! قرطبینہ مجھے بیٹیوں جیسی عزیز تھی اور وہ یسوتائی کی منسوبہ تھی۔ بولائی مجھے بھائیوں جیسا عزیز تھا کہ وہ یسوتائی کے باپ اور میرے بھائی منلاش کا عاشق تھا۔ قرطبینہ اور بولائی کا قاتل کوئی بھی ہو میں اسے معاف نہ کروں گا۔ اسے ایسی سزا دوں گا جو اوروں کے لیے درسِ عبرت ہوگی —— "

وہ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

کیونکہ مہمان خانے میں میولی اور اس کا بیٹا مقولی داخل ہو رہے تھے۔

جب وہ دونوں خالی نشستوں پر بیٹھ گئے تو چنگیز خان نے غصے اور رعب

کی ملی جلی آواز میں میولی کو مخاطب کر کے بلند آواز میں پوچھا:

"اے میولی! یسوتائی تم پر الزام لگاتا ہے کہ تم اس کی ماں اور بہن کے اغواء کے علاوہ بولائی اور قرطبینہ کے قتل میں بھی ملوث ہو۔ اس کے لگائے ہوئے ان الزامات کے جواب میں تم کیا کہو گے؟"

میولی کے بولنے سے قبل ہی مقولی نے حیرت اور تعجب سے پوچھ لیا:

"بولائی کب قتل ہو گیا —— اور یسوتائی کی منسوبہ کب یہاں آئی اور کیسے انہیں مار دیا گیا؟"

چنگیز خان نے کہا:

"وہ بیچاری اس وقت یہاں آئی جب ہم جنوبی مہم پر تھے۔ ہماری غیر موجودگی ہی میں اسے اور بولائی کو قتل کر دیا گیا۔"

مقولی نے اس بار یسوتائی کی طرف دیکھتے ہوئے نرمی اور ہمدردی سے کہا:

"اے یسوتائی! مجھے بولائی اور تمہاری منسوبہ کے مرنے کا دکھ ہے۔ بوگرد کی قسم! اس واردات میں میرے ملوث ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا —— ہاں! دیکھتے ہیں کہ میرا باپ ان الزامات کے جواب میں کیا کہتا ہے جو اس پر لگائے جا رہے ہیں۔"

مقولی جب خاموش ہوا تو میولی نے ایک بار مہمان خانے میں بیٹھے سب لوگوں کا جائزہ لیا پھر گونجدار آواز میں بولا:

"اے خان! آپ کا بھائی تموجن اور یسوتائی دونوں مل کر مجھ پر جو الزامات عائد کر رہے ہیں ان میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یسوتائی کو مجھ سے پرخاش یہ ہے کہ میں اپنے بیٹے مقولی کا اس سے مقابلہ کراتا رہا ہوں۔ گو یہ اس مقابلے کو جیتتا رہا ہے۔ پھر بھی ایسا مقابلہ کرانے میں بھی اس کی ناپسندیدگی شامل ہے رہا تموجن —— تو یہ چونکہ یسوتائی کے باپ منلاش کی موت کے بعد یسوتائی کی پرورش کرتا رہا ہے اس لیے اسے یسوتائی سے محبت اور ہمدردی ہے اور اسی

ہمدردی کی بناء پر یہ اس کام میں یسوتائی کا ساتھ دے رہا ہے"۔۔۔

تموجہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا:

"اے میولی! جھوٹ اور دروغ گوئی سے کام نہ لو۔ ابھی تو تم پر صرف دو ہی الزام لگائے گئے ہیں۔ تیسرا الزام یہ ہے کہ یسوتائی کے باپ کے قتل میں بھی تم شریک ہو ۔۔۔ اور سنو! میں یونہی ہمدردی کے تحت یسوتائی کے حق میں نہیں بول رہا ہوں۔ یہ بات طے ہے کہ جو الزامات تم پر لگائے گئے ہیں ان میں تم پوری طرح ملوث ہو"۔

چنگیز خان نے تموجہ کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر میولی سے پوچھا:

"اے میولی! اگر ان الزامات کے لیے ثبوت اور گواہ کھڑے کر دیئے جائیں۔ تب ۔۔۔؟"

میولی نے اکھڑتی ہوئی آواز میں کہا:

"اگر ایسا کوئی ثبوت اور گواہ ہے تو یہ ضرور لائیں"۔

چنگیز خان نے باری باری یسوتائی اور تموجہ کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا۔

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ تموجہ نے ہاتھ فضا میں بلند کیے اور تالی بجائی۔

اس تالی کے جواب میں تموجہ کے محافظ قرطینہ اور بولائی کے چاروں قاتلوں کے علاوہ بیطام نامی اس شخص کو بھی مہمان خانے میں لے آئے جسے یسوتائی سینان شہر سے اٹھا لایا تھا اور اس سے سارے احوال جاننے کے بعد اس نے اسے تموجہ کے پاس امانت کے طور پر رکھا ہوا تھا۔

ان سب کو وہاں دیکھ کر میولی کا چہرہ زرد ہو گیا۔

اس دوران چنگیز خان بڑے غور اور انہماک سے میولی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اسی وقت تموجہ نے بلند آواز میں کہا:

"یہ جو چار جوان ہمارے سامنے ہیں انہوں نے میولی کے کہنے پر قرطینہ اور بولائی کو قتل کیا تھا کیونکہ میولی نے ان کو ایک بڑی رقم کا لالچ دے کر ایسا کرنے پہ اکسایا تھا ۔۔۔ اور یہ جو پانچواں جوان ہے اس کا نام بیطام ہے۔ یہ ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے میولی کے ایما پر یسوتائی کی ماں اور بہن کو اغوا کیا تھا اور جن لوگوں نے یسوتائی کے باپ کو قتل کیا تھا وہ بھی یہی لوگ ہیں۔ گو یسوتائی نے قاتلوں کے ایک بڑے گروہ کو قتل کر دیا ہے، لیکن اس جوان کو ہم نے اپنے پاس رکھ لیا تھا کہ یہ بوقتِ ضرورت بطورِ ثبوت میولی کے خلاف کام آسکے۔ بیطام نام کا یہ جوان پچھلے کئی ماہ سے میرے ہاں اسیری کی زندگی بسر کر رہا ہے"۔

تموجہ خاموش ہو گیا۔

چنگیز خان نے بیطام کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:

"کیا تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جس کا نام میولی ہو؟"

بیطام نے فوراً ہاتھ سے میولی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"یہ میولی ہے"۔

چنگیز خان نے پوچھا:

"تم میولی کو کیسے جانتے ہو؟"

بیطام نے جواب دیا:

"ہم لوگ ادھر پھل فروخت کرنے آیا کرتے تھے۔ میولی سے آشنائی ہوئی تو اس نے ہمیں جوبانی اور اس کی بیٹی کو اغوا کرنے کی ترغیب دی۔ ہم نے جوبانی اور اس کی بیٹی کو اغوا کر کے ٹنکوان شہر کے رئیس کاموری کے پاس پہنچا دیا۔ کاموری اس سے شادی کرنا چاہتا تھا اور اس کے لیے اس نے جوبانی کو طرح طرح کی ترغیبات دیں لیکن جوبانی نے انکار کر دیا۔ ایک عرصہ تک جوبانی اور اس کی بیٹی کاموری کے پاس اسیری کی زندگی بسر کرتی رہیں پھر کاموری نے جوبانی اور اس کی بیٹی کو سینان شہر کے ایک شخص ایلصان کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جوبانی کی بیٹی کو تو ایک بوڑھا مسلم مبلغ اپنے ساتھ لے گیا مگر جوبانی کو ایلصان نے کسی سوداگر کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اب وہ دونوں ماں بیٹی کس حال میں ہیں میں نہیں جانتا۔ تاہم میرے

علاوہ اس کام میں جو لوگ ملوث تھے انہیں یسوتائی پہلے ہی قتل کر چکا ہے۔ یا یہ کہ جوبانی کو فروخت کرنے والا ایصان اس کے ہاتھوں سے ابھی تک بچا ہوگا۔"

چنگیز خان نے سر ہلاتے ہوئے کہا:

"اس جوان نے جو کہنا تھا کہہ چکا۔"

پھر اس نے ان چاروں منگولوں سے کہا:

"اب تم کہو۔ میولی کے متعلق تم لوگ کیا کہتے ہو؟"

وہ چاروں انتہائی خوف و دہشت سے چنگیز خان کی طرف دیکھ رہے تھے پھر ان میں سے ایک نے کہا:

"اے خان! ہم نے جو کچھ کیا میولی کے کہنے پر کیا ہے۔ اس نے ہمیں ایک بھاری رقم کا لالچ دے کر اس کام پر آمادہ کیا تھا اور اس رقم کی تحریص میں آ کر ہم نے بولائی اور قرطینہ کو قتل کر دیا۔ پر افسوس! ہم پکڑے گئے۔ اے خان! ہم سے غلطی ہوئی۔ ہمیں معاف کر دیا جائے۔ میولی نے تو ہمیں ایک بھاری رقم کے عوض یسوتائی کو بھی قتل کر دینے پر آمادہ کرنا چاہا تھا مگر ہم نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ یسوتائی ہمارے لشکر کے بہترین ارخونوں میں سے ہے لہٰذا ہم اسے قتل نہ کریں گے۔ اے خان! ہم سے بھول ہوئی جو ہم میولی کی ترغیب میں آ گئے۔ ہمیں معاف کر دو۔"

مہمان خانے میں خاموشی طاری ہو گئی۔

ہر کوئی غور اور جستجو سے چنگیز خان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

چنگیز خان کی حالت ایسی ہولناک ہو رہی تھی جیسے ان گنت آسیب اس کے بدن سے لپٹ گئے ہوں۔ اس کے چہرے پر تخلیق کے لمحوں جیسا کرب تھا۔ اس کی آنکھوں میں غصے اور غضب کے طوفان اٹھ رہے تھے۔

ہر کوئی اسے دیکھ رہا تھا پر میولی کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔

پھر چنگیز خان بھوکے اور شکار کے طالب درندے کی طرح دھاڑا:

"اے میولی! جو کچھ تیرے خلاف کہا گیا ہے کیا تو نے اس کے جواب میں کچھ کہنا ہے۔ اس وقت تمہیں آزادی ہے کہ اپنی حیثیت واضح کر لو۔ بعد میں جب حالات اپنے انجام کی طرف آئیں تو شاید تمہیں اس کا موقع نہ ملے لہٰذا جو الزامات تم پر لگائے جا رہے ہیں ان کے جواب میں اگر تم نے کچھ کہنا ہے تو بلا جھجک کہو میں تمہیں اپنی صفائی کا پورا پورا موقع فراہم کروں گا —— اے میولی! میں انصاف کروں گا۔ جو بے گناہ ہوگا اس پر کسی بھی صورت ہاتھ نہ ڈالا جائے گا اور جو مجرم ہوگا اسے کسی بھی حال میں معاف نہ کیا جائے گا۔"

میولی کے بولنے سے قبل ہی اس کا بیٹا مقولی چنگیز خان کو مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھا:

"اے خان! کیا میں بھی اس سلسلے میں کچھ کہہ سکتا ہوں؟"

چنگیز خان نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور کہا:

"اپنے باپ کی سفارش کرنے کے علاوہ تم سب کچھ کہہ سکتے ہو۔"

مقولی نے ایک مرتبہ اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ پھر کہا:

"میں اپنے باپ کی سفارش کرنے کے بجائے آج ایک ایسے راز سے پردہ اٹھا رہا ہوں جو مسلسل میرے لیے ایک خلش اور کانٹا بنا ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج اس سے نجات پانے کا دن آ گیا ہے —— اے خان! کچھ عرصہ پہلے سمرقند کا ایک سوداگر اس طرف آیا تھا۔ اتفاق سے اس نے میرے باپ میولی سے یسوتائی اور اس کے باپ منطاشش کے بارے میں پوچھا تھا۔ اس سوداگر کا کہنا تھا کہ سمرقند سے مجھے جوبانی نے منطاشش اور یسوتائی کا پتہ کرنے اس طرف روانہ کیا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ جوبانی کو کسی نے سمرقند کے ایک تاجر کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ آج کل وہ اس تاجر کے پاس ہی ایک ملازمہ کی حیثیت سے رہتی ہے اور وہ سوداگر جو اس طرف تجارت کی غرض سے آیا تھا اس کے ہاتھ جوبانی نے اپنے شوہر اور بیٹے کا پتہ کرایا تھا۔"

یسوتائی نے اس موقع پر کہا:

"اے مقولی! میرے عزیز!! کاش تم نے یہ بات مجھے پہلے بتادی ہوتی تو میں اب تک اپنی ماں کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو چکا ہوتا۔ کاش! میری ماں اور بہن کے ساتھ ایسا ظلم نہ ہوتا ___ کاش! میرا بے گناہ باپ قتل نہ کر دیا جاتا!"

پھر جذبات سے مغلوب ہو کر وہ چلا اٹھا:

"اے خان! میں میولی کے خلاف آپ سے انصاف چاہتا ہوں"۔

اس بات پر چنگیز خان کی حالت پھاڑ کھانے والے درندے کی سی ہو گئی مگر وہ اپنے آپ کو ضبط میں رکھتے ہوئے بولا:

"اے مقولی! پھر تمہارے باپ میولی نے جوبانی کے بھیجے ہوئے اس سوداگر کو کیا جواب دیا؟"

مقولی نے بے دھڑک جواب دیا:

"اے خان! میرے باپ نے اس سوداگر سے کہا کہ جوبانی سے کہنا کہ اس کا شوہر منطاش اور اس کا بیٹا یسوتائی دونوں اس کی تلاش میں نکلے تھے پھر واپس نہیں آئے۔ بعد میں پتہ چلا کہ ان دونوں کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس سوداگر نے بولائی کا بھی پوچھا لیکن میرے باپ نے کہا کہ بولائی مر چکا ہے ___ لہٰذا وہ سوداگر ایک طرح سے مایوس ہو کر واپس لوٹ گیا۔

اے خان! میرے باپ کی یہ حرکت میرے دل میں پھانس سی بنی ہوئی تھی۔ میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ جب یسوتائی اور بولائی دونوں ہی زندہ ہیں تو پھر میرا باپ ان دونوں کو مردہ کیوں قرار دے رہا تھا۔ اب بات میری سمجھ میں آئی ہے کہ اصل معاملہ کیا ہے؟"

مقولی خاموش ہو گیا۔

تب چنگیز خان میولی کو مخاطب کرتے ہوئے درندے کی طرح دھاڑا:

"اے میولی! تمہارا جرم ثابت ہو چکا ہے۔ تم گناہگار اور مجرم ہو۔ تم نے بولائی اور

قرطبینہ کو قتل کرایا۔ تم نے جوبانی اور اس کی بیٹی کو اغوا کرایا جبکہ تم جانتے تھے کہ جوبانی کو میں اپنی بہن سمجھتا تھا۔ تم منطاش کے قتل میں بھی ملوث ہو اور تمہیں علم تھا کہ منطاش کو میں اپنا بھائی جانتا تھا ___ اے میولی! میں تجھے، اس اجنبی بیطام اور قرطبینہ و بولائی کے قتل میں ملوث ان چاروں جوانوں کے سر قلم کرنے کی سزا دیتا ہوں"۔

تموجو نے کہا:

"اے میرے بھائی! کیا ایسا ممکن نہیں کہ ان چھ کے سر میں کاٹوں اور یہ سارا معاملہ عام لوگوں کی موجودگی میں ہو تاکہ دوسرے لوگ عبرت پکڑیں اور آئندہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے"۔

چنگیز خان نے بھاری اور رعب دار آواز میں کہا:

"ہاں تموجو! ان سب کے سر تم ہی قلم کرو گے اور انہیں سزا عام لوگوں کی موجودگی میں دی جائے گی تاکہ یہ اوروں کے لیے درس آمیزی اور عبرت خیزی کا سبب بنیں"۔

پھر سب لوگ مہمان خانے سے اٹھ گئے۔

شہر میں منادی کرا کے لوگوں کو بڑے میدان میں جمع کیا گیا اور وہاں سب کی موجودگی میں تموجو نے میولی، بیطام اور چاروں قاتلوں کے سر قلم کر دیے!

شمالی چین کا بادشاہ جو اب بوڑھا اور لاغر ہو چکا تھا اور جو حسین کوانتی کا باپ تھا۔ چند روز بیمار رہ کر مر گیا۔

اس کی جگہ اس کا بڑا بیٹا دائی ڈونگ کے نام سے چین کے اژدہے کی شکل والے تخت پر جلوہ افروز ہوا۔

دائی ڈونگ کوانتی کا باپ میں سے سگا اور ماں سے سوتیلا بھائی تھا۔ یہ کافی عمر کا تھا اور اس کے اپنے بیٹے بھی جوان تھے۔ دائی ڈونگ کو کوانتی اور نیان کو اچھا نہ سمجھتا تھا، تاہم نیان بیٹے کی طرح عساکر کا سپہ سالار رہا۔

دائی ڈونگ انتہائی بد دماغ، سخت گیر، بے رحم اور ظالم تھا، اس نے پرانے ہی کھاتے کھولے اور جو جو قبائل اس کے مطیع و فرمانبردار تھے ان سب پہ اس نے خراج کی رقم بڑھا دی اور خراج وصول کرنے کے لیے سب کی طرف اس نے قبل از وقت ہی اپنے کارندے روانہ کر دیے ایسے ہی کچھ ایلچی چنگیز خان کی طرف بھی روانہ کر دیے گئے تاکہ اس سے بڑھائے گئے خراج کی رقم وصول کر کے لائیں۔

جس روز یہ ایلچی قراقورم پہنچے، اس روز چنگیز خان اپنے ارخونوں، بھائیوں، بیٹیوں اور ان گنت دوسرے لوگوں کے ساتھ شہر سے باہر ایک کھلے میدان میں ریچھ اور بھیڑیوں کی لڑائی سے محظوظ ہو رہا تھا۔

اس وقت چنگیز خان کے دائیں بائیں یسوتائی، سوبدائی، مقولی اور جبی نویان بیٹھے تھے جب ریچھ اور بھیڑیوں کی لڑائی میں ذرا وقفہ ہوا تو چنگیز خان کے ایک محافظ نے چین کے ان ایلچیوں کو چنگیز خان کے سامنے پیش کیا اور اسے ان کی آمد کی غرض و غایت سے بھی آگاہ کر دیا۔

چنگیز خان نے بلند آواز میں انہیں مخاطب کر کے پوچھا:

"تمہیں کس نے ہماری طرف خراج وصول کرنے کے لیے روانہ کیا ہے؟"

ایلچیوں میں سے ایک نے کہا:

"ہمیں ہمارے نئے بادشاہ دائی ڈونگ نے خراج وصول کرنے کو بھیجا ہے"۔

چنگیز خان نے کھولتے ہوئے لہجے میں پوچھا:

"یہ دائی ڈونگ کون ہے؟"

ایلچی نے جواب دیا:

"ہمارا پہلا بادشاہ مر چکا ہے اور یہ نیا بادشاہ مرنے والے بادشاہ کا سب سے بڑا بیٹا ہے جو دائی ڈونگ کے نام سے تخت پہ بیٹھا ہے اور آپ کے نام اس کی طرف سے ہمارے پاس ایک فرمان بھی ہے"۔

جب اس ایلچی نے اپنے بادشاہ کا فرمان چنگیز خان کو پیش کرنا چاہا تو اس نے خود ہی اسے جھپٹ لیا اور اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایغوری سے اس کا متن سنا۔

فرمان میں چنگیز خان کو خراج ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس فرمان میں دائی ڈونگ نے اپنے نام کے ساتھ فرزند آسمان لکھا ہوا تھا۔

بجائے اس کے کہ چنگیز خان اس فرمان کا احترام کرتا، اس نے انتہائی حقارت سے کھنکھار کر تھوکا اور کہا:

"میں سمجھتا تھا یہ فرزند آسمان کوئی غیر معمولی انسان ہوگا لیکن یہ دائی ڈونگ جیسا

احمق اور بے وقوف شخص تو تخت پر بیٹھنے کے بھی قابل نہیں ہے۔ میں اس کے نام پر جھک کر یا احترام کر کے کیوں اپنے آپ کو ذلیل و رسوا کروں۔"

یہ کہہ کر چنگیز خان وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

پھر اس نے اپنے تمام سرداروں کو اپنے مہمان خانے میں طلب کیا اور ان سے صلاح مشورے کے بعد اس نے ان ایلچیوں کو دینے کے لیے دائی ڈنگ کے نام یہ پیغام لکھوایا:

"ہمارا علاقہ اب اتنا منظم ہو چکا ہے کہ ہم جب چاہیں تاجدارِ زرّیں کے علاقے کی سیر کر سکتے ہیں۔ کیا تاجدارِ زرّیں کی سلطنت اتنی مستحکم ہے کہ اب وہ ہمارا مقابلہ کر سکے؟ ہم ایک ایسے لشکر کے ساتھ آئیں گے جو سمندر کے طوفانوں کی طرح بپھرتا ہو گا۔ اگر تاجدارِ زرّیں ہمارا دوست بننا چاہتا ہے تو ہم اسے اپنے زیرِ سایہ اپنے علاقے پر حکومت کرنے کی اجازت دیں گے اور اگر وہ جنگ چاہتا ہے تو یہ جنگ تب تک جاری رہے گی جب تک ہم میں سے ایک کو فتح اور دوسرے کو شکست نصیب نہ ہو۔"

اس سے زیادہ شاید ہی کوئی حقارت آمیز پیغام ہو سکتا تھا۔ چنگیز خان طے کر چکا تھا کہ اب یورش کا وقت آ گیا ہے۔ جب تک بوڑھا بادشاہ زندہ تھا وہ پرانے بندہ و آقا کے رشتے کو نبھا تا رہا لیکن دائی ڈنگ کے خلاف اس نے کھلم کھلا اعلانِ جنگ کر دیا تھا۔

دوسری طرف وہ قاصد جب شمالی چین کے مرکزی شہر کنگ میں دائی ڈنگ کے دربار میں پیش ہوئے اور چنگیز خان کا پیغام دیا تو دائی ڈنگ طیش میں آ گیا۔ اس نے اپنے مغربی سرحدوں کے سردار سے پوچھا کہ:

"مغلوں کا کیا ارادہ ہے اور تمہارا ان کے متعلق کیا اندازہ ہے؟"

اس سردار نے لکھ بھیجا کہ:

"مغل تیر بہت بنا رہے ہیں اور گھوڑے جمع کر رہے ہیں۔"

یہ جواب سن کر دائی ڈنگ نے سرحدوں کا دوسرا سالار مقرر کیا اور پہلے سردار کو واپس

ں بلا کر قید میں ڈال دیا۔

اس کے ساتھ ہی دائی ڈنگ نے ایک لشکر مغلوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیا۔

چنگیز خان کو بھی ساری خبریں برابر اس کے جاسوس دے رہے تھے لہٰذا وہ اپنے لشکر اتھ صحرائے گوبی سے نکل کر چین کے علاقوں کی طرف کوچ کر گیا۔

اس کوچ سے چند روز قبل یسوناتی اور مغولی کا استاد لیو چنسائی بیمار ہو کر فوت ہو

۔

○

قسیمہ بھاگتا ہوا نیاہ کے کمرے میں داخل ہوا۔ قریب آ کر اس نے نیاہ کو بازو سے اٹھاتے ہوئے کہا:

"نیاہ! نیاہ!! جلدی کرو۔ اٹھ کر مسہری پہ لیٹ جاؤ اور بیماروں کی طرح کراہنا شروع کر دو۔"

نیاہ نے تعجب سے پوچھا:

"خیریت تو ہے؟ آخر بات کیا ہے!"

قسیمہ نے کہا:

"دیکھو۔ ہمارے محافظ نے ابھی ابھی آ کر مجھے بتایا ہے کہ تمہارا باپ الیفان اپنے ایک دوست کے ہاں آیا ہوا ہے۔ میں نے اسے یہ کہہ کر الیفان کی طرف بھیجا ہے کہ اسے جا کر خبر دو کہ نیاہ سخت بیمار ہے لہٰذا وہ گھر آ کر نیاہ سے مل لے — تمہاری بیماری کا سن کر وہ ضرور یہاں آئے گا اور تب ہم اسے گرفت میں لے لیں گے۔ اس کے بعد کسی مناسب موقع پہ اسے لے کر صحرائے گوبی کی طرف روانہ ہو جائیں گے تاکہ وعدے کے مطابق اسے [illegible] کے سامنے پیش کر سکیں —!"

نیاہ اب پرسکون نظر آنے لگی۔ وہ فوراً اٹھ کر مسہری پر دراز ہو گئی اور مریض

کی سی شکل بنا کر اس نے ایک بھاری لحاف اپنے اوپر ڈال لیا۔ کیونکہ جاڑا شروع ہو چکا تھا اور سردیاں دندنانے لگی تھیں۔

لحاف اوڑھ کر نیاہ نے قسیمہ سے کہا:

"آپ ایک مضبوط رسی اور کپڑا بھی لے لیں۔ جیسے ہی میرا باپ مجھے دیکھنے آئے گا میں اسے باتوں میں لگا لوں گی اور آپ اس کے ہاتھ اور منہ باندھ دیجیے گا۔ پھر ہم اسے ساتھ والے کمرے میں ڈال دیں گے۔ اس کے بعد آپ محافظ کو گھر کا سودا سلف لانے کے لیے بازار بھیج دیجیے گا اور جب وہ ہم دونوں سے میرے باپ کے بارے میں پوچھے گا تو اسے کہہ دیں گے کہ جب تم بازار گئے تھے۔ اسی وقت وہ یہاں سے چلا گیا تھا۔"

قسیمہ نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ اس طرح ہم پر کوئی شک بھی نہ کرے گا اور جب رات ہو جائے گی تو ہم اسے لے کر یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

پھر دونوں میاں بیوی بے چینی سے ایلیان کا انتظار کرنے لگے۔

تھوڑی دیر کے بعد گھر کے محافظ کے ہمراہ نیاہ کا باپ ایلیان گھر میں داخل ہوا۔ محافظ دروازے پر ہی رک گیا جبکہ ایلیان نیاہ کے کمرے میں چلا آیا۔

قسیمہ اٹھ کر ایلیان سے ملا۔ پھر اس نے کہا:

"میں ابھی آتا ہوں۔ بازار سے کچھ سودا منگوا لوں"۔

نیاہ نے اثبات میں گردن ہلا دی اور قسیمہ باہر نکل گیا۔

ایلیان آگے بڑھا اور نیاہ کے پاس مسہری پہ بیٹھ گیا۔ پھر اس نے گہری شفقت اور پیار سے پوچھا:

"کیا ہوا میری بیٹی کو؟ —— محافظ نے مجھے بتایا تھا کہ تم بیمار ہو لیکن اس وقت تو تمہیں بخار نہیں ہے۔ دیکھو بیٹی! باہر آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ برف باری کا بھی امکان ہے۔ مجھے ایک جگہ ضروری کام سے جانا تھا لیکن تم

مجھے یہاں بلا کر میرا وقت ضائع کر دیا"

نیاہ نے شکوہ کرنے کے انداز میں کہا:

"آپ کیسے باپ ہیں کہ مہینوں اپنی بیٹی کی خبر نہیں لیتے۔ پچھلے کئی روز سے بیمار تھی۔ طبیب کا علاج کرا رہی ہوں۔ اب ٹھیک ہوں۔ میں آپ کو دیکھنے ...س گئی تھی۔ میں نے بیماری کا بہانہ کر کے محافظ کو بلانے کے لیے آپ کی ...ف بھیجا تھا"۔

ایلیان کچھ کہنا چاہتا تھا کہ قسیمہ کمرے میں داخل ہوا۔

اس نے آتے ہی ایلیان کو دبوچ لیا اور اس کے دونوں ہاتھ موڑ کر پشت پہ باندھنے ...یے۔ قسیمہ کے خلاف جدوجہد کرنے کے ساتھ ساتھ ایلیان نے اسے گندی اور ...ں بھی دینی شروع کر دی تھیں۔ نیاہ نے آگے بڑھ کر ایلیان کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا۔ ...ں قسیمہ نے ایلیان کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پہ باندھ دیے تھے۔

جب قسیمہ اپنے کام سے فارغ ہوا تو ایلیان نے پہلے منہ بھر کر قسیمہ کو ایک انتہائی ...ری، پھر پوچھا:

"اے کمینے! تو نے میرے ہاتھ پشت پر کیوں باندھ دیے ہیں۔ کس دشمنی کا تو مجھ سے بدلہ لینا چاہتا ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے تم دونوں میاں بیوی نے ...یرے خلاف کوئی محاذ قائم کر لیا ہے۔ اے نیاہ! اس وقت تو مجھے اپنی بیٹی ...یں، ایک انوکھی اور چڑیل لگتی ہے۔ ربنا! یہ کیا چکر ہے اور تم دونوں میاں ...یوی میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کر رہے ہو؟"

ایلیان ذرا رکا۔

پھر اس نے اپنے ہونٹوں پہ زبان پھیری اور کہا:

"اگر تم دونوں یہ سمجھتے ہو کہ مجھے یوں جکڑ کر تم دونوں اپنا کوئی مطلب نکالنے ...ں کامیاب ہو جاؤ گے تو یہ تمہاری بھول ہے۔ میرے ساتھی تمہیں مجھ پہ جبر ...رنے کی اجازت نہ دیں گے اور ایسا کرنے سے قبل وہ تم دونوں کو موت کے

گھاٹ اتار دیں گے لہٰذا تم دونوں کی بہتری اسی میں ہے کہ میرے ہاتھ کھول دو ورنہ یاد رکھو! تم دونوں ہی اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔"

نیاہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہا:

"میں تمہیں باپ کہہ کر نہیں پکارتی اس لیے کہ تم اس قابل نہیں ہو کہ میں مسلمان ہو کر تمہیں باپ کہہ کر پکاروں۔ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ منگولوں میں رہنے والے یسوتائی سے تمہاری کیا دشمنی ہے اور تم کیوں چوروں کی طرح اس سے چھپتے پھرتے ہو؟"

ایلمان نے غور سے نیاہ کی طرف دیکھا، پھر طنزاً کہا:

"اچھا تو یہ بات ہے۔ غالباً تمہیں تمام حقیقت کا پتہ چل گیا ہے اور تم دونوں مسلمان ہو کر ایک مسلمان کی طرف داری کر رہے ہو۔"

نیاہ نے کہا:

"ہاں۔ ہمیں خبر ہو گئی ہے کہ تم عورتوں اور لڑکیوں کی خرید و فروخت کا مکروہ اور گھناؤنا کاروبار کرتے ہو — ہمیں یہ بھی پتہ چل گیا ہے کہ تم نے یسوتائی کی ماں جوبائی اور اس کی بہن یشلیغ کو خریدا اور بیچا — ہمیں یہ بھی علم ہو چکا ہے کہ ٹنکوان شہر میں یسوتائی کے ہاتھوں بچ نکلنے کے بعد تم اپنی جان بچانے کی خاطر جگہ جگہ چوروں کی طرح بھاگتے پھر رہے ہو — اور یہ بات بھی ہمیں معلوم ہے کہ تم نے یسوتائی کی منسوبہ قرطبینہ کے ماں باپ کو ہلاک کرا دیا ہے لیکن یہ بات بھی یاد رکھنا کہ قرطبینہ نے اپنے گھر کے تہ خانے میں گھس کر اپنی جان بچالی تھی اور ہم دونوں نے اسے وہاں سے نکال کر منگولوں کے ہاں یسوتائی کے پاس پہنچا دیا تھا اور اب یسوتائی تم سے انتہائی عبرت خیز انتقام لے گا۔"

ایلمان نے نیاہ کے منہ پر تھوک دیا — اور ریچھ کی طرح بپھرے ہوئے لہجے میں اس نے کہا:

"میں تم جیسی بیٹی پر لعنت بھیجتا ہوں جس نے دھوکے سے مجھے یہاں بلا کر اپنے سامنے مجبور اور بے بس کرنا چاہا ہے۔ آج سے تم میری بیٹی نہیں ہو۔"

نیاہ نے بڑے خوفناک طریقے سے اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہا:

"سنو ایلمان! تم نے ان گنت لوگوں کو بے کفن کر کے گمنام راہوں پہ بکھیر دیا۔ کتنے ہی بچوں کو یتیمی کی چبھن دی ہو گی۔ ان گنت ماؤں کی گودیں تم نے خالی کی ہوں گی — آہ! تم نے کتنی ہی دوشیزاؤں کی مانگیں اجاڑی ہوں گی — کتنے ہی ہونٹوں کے تبسم کی کرنیں بجھائی ہوں گی......"

نیاہ غصے میں کہتی چلی گئی:

"اے ایلمان! تو نے کھیتوں کھلیانوں میں آگ لگائی ہو گی، صحراؤں، دریاؤں میں خون بہایا ہو گا۔ تو نے نہ جانے کتنے ہی معصوم و بے بس لوگوں کا نطق چھینا ہو گا۔ اب تیرے جبر کا ہر تیر چل چکا ہے۔ تیرے ظلم کی ہر کمان ٹوٹ چکی ہے۔ انسانیت کا جس قدر خون تم نے پینا تھا پی لیا۔ اب تجھے اپنے ماضی کے اعمال و افعال کا حساب دینا ہو گا۔ اب تیرے احتساب اور پاداشِ جرم کا وقت آ گیا ہے ہم تجھے جکڑ کر صحرائے گوبی میں یسوتائی کے پاس لے جائیں گے۔ اس کے دل و ذہن پر تیرے سارے گناہوں کی فہرست نقش ہے۔ لہٰذا وہ تیرے گناہ آلود اعمال کے مطابق تجھ سے خوب انتقام لے گا۔"

ایلمان نے کہا:

"یہ تمہارے مقدر میں نہیں لکھا ہوا کہ تم دونوں میاں بیوی مجھے یسوتائی کے حوالے کر سکو۔ میں جانتا ہوں کہ محافظ کو تم نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت بازار بھیجا ہے لیکن اس سے کیا ہوتا ہے۔ اس کے واپس آنے کی دیر ہے کہ جب وہ آ کر میرے متعلق پوچھے گا تو تمہارے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہو گا لہٰذا وہ تم دونوں سے متعلق مشکوک ہو جائے گا اور جب وہ یہی بات جا کر میرے ساتھیوں سے کہے گا تو یاد رکھو وہ میرے ایسے ساتھی ہیں کہ تم دونوں کے حلقوم کاٹ کر رکھ دیں گے۔"

اس مرتبہ قیبمہ نے بولتے ہوئے کہا:

"مطمئن رہو ایصان! ایسی نوبت ہی نہ آنے پائے گی کہ ہم دونوں تمہارے ساتھیوں کا شکار ہو جائیں۔"

اس کے ساتھ ہی قسیمہ آگے بڑھا۔ ایصان کے منہ پر اس نے ایک کپڑا باندھ دیا پھر اس نے ایصان کو اٹھایا اور دوسرے کمرے میں لے جا کر اس کے دونوں ہاتھ جو پہلے ہی بندھے ہوئے تھے، مزید ایک مسہری کے پائے کے ساتھ باندھ دیے۔

اس کے بعد دونوں میاں بیوی کمرے میں بیٹھ کر محافظ کا انتظار کرنے لگے۔

باہر اب شام ہونے کو تھی۔ فضا میں تاریکیاں پھیلنے لگی تھیں اور ساتھ ہی اب برف بھی گرنے لگی تھی۔

تھوڑی دیر بعد محافظ لوٹ آیا۔ وہ گھریلو استعمال کی چیزیں اٹھائے ہوئے تھا۔ کمرے سے نکل کر قسیمہ محافظ کی طرف گیا تاکہ وہ کمرے کی طرف نہ آنے پائے۔ جو چیزیں وہ لایا تھا، وہ قسیمہ نے اس سے لے لیں لیکن وہ محافظ کچھ گھبرایا ہوا سا تھا۔

قسیمہ اس سے پوچھنے ہی کو تھا کہ وہ خود ہی بول پڑا:

"کیا ایصان ابھی تک یہیں ہیں؟"

"کیوں؟ کیا بات ہے؟"

محافظ نے کہا:

"اگر وہ یہیں ہیں تو اُن سے کہیں کہ وہ فوراً یہاں سے کسی محفوظ جگہ کی طرف نکل جائیں۔ اس لیے کہ یہاں اب ان کے لیے خطرات ہی خطرات ہیں۔ منگولوں کا ایک لشکر شاہراہِ ریشم کے کنارے خیمہ زن ہو رہا ہے۔ میں جب بازار گیا تو اس لشکر کی وجہ سے لوگوں کے اندر ایک خوف و ہراس اور افراتفری مچی ہوئی تھی اور لوگوں کے ساتھ میں بھی اس لشکر کو دیکھنے چلا گیا۔ اس وقت وہ لوگ خیمہ زن ہو رہے تھے لیکن منگول لشکری مقامی آبادی سے کوئی تعرض نہیں کر رہے۔ منگولوں کا سردار چنگیز خان بھی اس لشکر میں شامل ہے اور سنا ہے وہ چین کے خلاف یلغار کر رہے ہیں۔"

پھر اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا:

"ان منگولوں کی بھی کوئی سمجھ نہیں آتی۔ کبھی یہ شمالی چین کے حق میں لشکر بھیجتے ہیں اور کبھی اسی کے خلاف یورش کر دیتے ہیں۔ میں نے لوگوں کو چہ میگوئیاں کرتے سنا ہے کہ ہمارے بادشاہ داؤ دنگ کا ایک لشکر بھی ادھر کا رخ کر رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ داؤ دنگ نے چنگیز خان کو اپنا ماتحت سمجھتے ہوئے اس سے خراج طلب کیا تھا جو چنگیز خان نے دینے سے انکار کر دیا اور اب نوبت جنگ تک پہنچ گئی ہے۔ اب دیکھیں اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟"

قسیمہ نے فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اگر دونوں لشکروں کی جنگ یہاں ہوئی۔ پھر تو ہمارا یہ شہر بھی اس جنگ کی وجہ سے تباہ اور ویران ہو جائے گا۔"

محافظ نے کہا:

"نہیں۔ یہ جنگ یہاں نہیں ہوگی۔ لوگ کہہ رہے تھے منگول صرف رات یہاں گزار کر آگے بڑھ جائیں گے اس لیے کہ چین کا جو لشکر منگولوں کے مقابلے کے لیے نکلا ہوا ہے وہ دیوارِ چین سے پندرہ میل باہر نکل کر رک گیا ہے۔ اس کے کماندار کا خیال ہے کہ منگول آگے بڑھ کر ان پر حملہ آور ہو جائیں۔ اس طرح وہ اپنے علاقے سے دور ہوں اور وہ اپنے لیے کمک اور رسد حاصل نہ کر سکیں۔"

قسیمہ نے کہا:

"یہ ہمارے سالار کی بھول ہے کہ منگول اپنے مسکن سے دور ہو کر رسد اور کمک کی سہولتوں سے محروم ہو جائیں گے۔ وہ ہمارے ہی علاقوں سے اپنے لیے بہترین رسد اور کمک حاصل کرتے رہیں گے۔ میرا دل کہتا ہے کہ شاید منگول اب ہمارے ساتھ ایک طویل جنگ میں مصروف ہو جائیں گے۔"

محافظ نے اندیشوں میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا:

"میں تو یہ خطرہ بھی محسوس کر رہا ہوں کہ یہ منگول کہیں چین پر غالب ہی نہ آ جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو ہمارے علاقوں میں سخت تباہی پھیلے گی۔"

قسیمہ نے کہا:

"غالباً تمہارے اندازے درست ہیں۔ منگول ضرور وائی ڈنگ کے لشکر کو زیر کر کے خود دائی ڈنگ کو اپنے سامنے جھکنے پہ مجبور کر دیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ منگول چین کے وسیع حصوں کو فتح کر کے انہیں اپنی مملکت میں شامل کر لیں۔ اگر ایسا ہوا تو منگول اور زیادہ خونخوار ہو جائیں گے اور چین کی حالت ان کے سامنے اس معمر خاتون کی سی ہو کر رہ جائے گی جو بڑے سلیقے اور بڑی شان کا لباس پہنے گیان دھیان میں محو ہو جس کے اطراف میں بہت سے بچے جمع ہوں اور وہ ان بچوں کی نگہداشت نہ کر سکتی ہو۔"

محافظ نے کہا:

"آپ نے بہت اچھی مثال دی۔ منگول جفاکش اور محنتی ہیں جبکہ ہمارا معاملہ ان کے مقابلے میں الٹ ہے۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ ایمان کو فوراً یہاں سے کسی گمنام اور محفوظ جگہ کی طرف چلا جانا چاہیے ورنہ وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے اس لیے کہ منگولوں کا جو لشکر شاہراہِ ریشم کے کنارے خیمہ زن ہوا ہے، لازمی بات ہے کہ یسوتائی بھی اس میں شامل ہوگا۔ ایمان پر اس کے بہت سے حساب ہیں اور کیا وہ انہیں چکانے اس طرف نہ آئے گا اور اب وہ ایسی حالت میں ہے کہ اس سے مقابلہ بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کے ساتھ اس کا لشکر ہے اور وہ اگر چاہے تو سینان شہر کو ہی جلا کر رکھ دے۔"

قسیمہ نے کہا:

"سنو! یسوتائی ایسا نہ کرے گا۔ وہ ایک رحمدل انسان ہے۔ وہ سینان شہر کو نقصان نہ پہنچائے گا لیکن ایمان کو پھر بھی احتیاطی تدابیر ضرور کرنی چاہییں — اچھا سنو! ایمان تھوڑی دیر یہاں بیٹھنے کے بعد جا چکا ہے۔ اب مجھے یہ علم نہیں کہ

کہ اس وقت وہ اپنے کس دوست کے ہاں ہوگا۔ تم ایسا کرو گے کہ اس کے سارے دوستوں اور جاننے والوں کے گھروں پہ جاؤ اور جہاں کہیں بھی وہ تمہیں ملے اس سے کہو کہ وہ فوراً رات کی تاریکی اور برف باری کو نظر انداز کر کے یہاں سے چلا جائے اسی میں اس کی عافیت ہے۔ وگرنہ وہ اگر یسوتائی کے ہتھے چڑھ گیا تو وہ اسے انتہائی کرب ناک اور ذلّت کی موت مارے گا — اور ہاں! تمہارے جانے کے بعد میں بھی نیاہ کو لے کر منگولوں کے لشکر کی طرف جاتا ہوں۔ وہاں ہم دونوں یسوتائی سے ملیں گے اور اس کی منّت کر کے اس سے ایمان کے گناہ اور قصور معاف کرانے کی کوشش کریں گے اور اگر یسوتائی نے اسے معاف کر دیا تو وہ یہاں حویلی کے اندر ہمارے ساتھ اپنی آئندہ زندگی پُر امن اور آسائش میں گزار سکے گا۔ اور اسے یوں اِدھر اُدھر چھپنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ تم جانو، یسوتائی ہماری طرح مسلمان ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ ہماری بات ضرور مان لے گا۔"

محافظ نے قسیمہ کی اس تجویز کی بھرپور حمایت کرتے ہوئے کہا:

"ہاں یہ درست ہے۔ میں ابھی ایمان کی تلاش میں نکلتا ہوں اور اسے مل کر معاملے کی نوعیت سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی وہ یہاں سے چلا گیا۔

قسیمہ تیزی سے لپک کر کمرے میں واپس آیا۔ جو چیزیں محافظ بازار سے خرید کر لایا تھا وہ اس نے کمرے کے ایک کونے میں ڈال دیں۔

نیاہ نے پوچھا:

"آپ نے اتنی دیر کیوں کر دی؟"

قسیمہ نے جواب دیا:

"میں جان بوجھ کر ایسا کر رہا تھا تاکہ اس کے ساتھ باتوں کے دوران سورج غروب ہو جائے اور تاریکی پھیل جائے اور اے نیاہ! تم دیکھتی ہو کہ ایسا ہو چکا ہے، سنو! قدرت ہم پہ مہربان ہے۔ اب ہمیں یسوتائی کے پاس نہ جانا پڑے گا

بلکہ وہ خود چل کر ہمارے پاس آ گیا ہے !"

نیاہ نے کہا:

"میں سمجھی نہیں۔ آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔ اگر یسوتائی خود یہاں آ گیا ہے تو وہ اس وقت کہاں ہے اور محافظ کو اس وقت آپ کے کہاں بھیج دیا ہے؟"

قسیمہ نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا:

"سنو نیاہ! چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ چین پر حملہ آور ہو رہا ہے اس کا لشکر اس وقت ہمارے شہر سے باہر شاہراہِ ریشم پر خیمہ زن ہوا ہے۔ یقینی بات ہے کہ یسوتائی بھی اس لشکر میں شامل ہوگا۔ لہٰذا آؤ ہم ایلیان کو لے کر اس کے پاس چلیں۔ میں سمجھتا ہوں خدائے بزرگ و برتر نے ہماری مشکلیں آسان کر دی ہیں کہ ہمیں یسوتائی سے ملنے کے لیے صحرائے گوبی کی طرف نہیں جانا پڑا۔ آؤ! اس رات کی تاریکی میں برف باری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایلیان کو لے جا کر یسوتائی کے سامنے پیش کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔"

نیاہ نے پریشانی سے کہا:

"لیکن محافظ اس وقت کہاں ہے۔ اسے اس کا علم نہیں ہونا چاہیے۔"

قسیمہ نے کہا:

"اس کی تم فکر نہ کرو۔ اس نے مجھ سے ایلیان کے بارے میں پوچھا تھا میں نے اسے بتایا کہ تمہاری غیر موجودگی میں ایلیان یہاں سے چلا گیا ہے۔ اسی نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ منگولوں کا لشکر شاہراہ ریشم کے کنارے خیمہ زن ہے۔ میں نے اسے کہا ہے کہ چونکہ یسوتائی بھی لشکر میں شامل ہوگا لہٰذا اس کی طرف سے ایلیان کو خطرہ ہے۔ میں نے اسے مزید کہا ہے کہ وہ ایلیان کے سارے دوستوں کی طرف جائے اور جہاں بھی ایلیان اسے ملے وہ اسے کہے کہ اسے یسوتائی کی طرف سے خطرہ ہے لہٰذا وہ یہاں سے فوراً نکل کر کسی گمنام اور محفوظ

جگہ پہ چلا جائے۔ میں نے محافظ پر یہ انکشاف بھی کر دیا ہے کہ میں اور نیاہ یسوتائی کی طرف جا رہے ہیں تاکہ اس کی منت سماجت کر کے ایلیان کے گناہ اور جرائم معاف کرا سکیں اور ایلیان اپنے گھر میں سکون اور آسائش کی زندگی بسر کر سکے۔"

نیاہ نے کہا:

"یہ آپ نے اچھا کیا!"

قسیمہ نے کہا:

"آؤ۔ اب محافظ کی غیر حاضری میں، رات کی تاریکی اور برف باری سے فائدہ اٹھا کر ایلیان کو لے کر نکل چلیں۔"

نیاہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

اصطبل میں جا کر پہلے ان دونوں نے گھوڑے تیار کیے۔ پھر قسیمہ اندر سے ایلیان کو اٹھا لایا اور اپنے گھوڑے پہ آگے بٹھا لیا۔

پھر دونوں میاں بیوی اپنے گھوڑوں پہ سوار ہو کر رات کی تاریکی اور برفباری میں حویلی سے نکل گئے۔

چینی ایلچیوں کی صحرائے گوبی سے روانگی کے بعد جب چنگیز خان کو یہ خبریں پہنچیں کہ چینی سرحد کا سردار بندیل کر کے قید میں ڈال دیا گیا ہے اور یہ کہ چین کے بادشاہ وائی وا کی طرف سے ایک لشکر منگولوں پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ ہو چکا ہے تو اس نے بھی ا لشکر کے ساتھ صحرائے گوبی سے کوچ کیا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ ایک خانہ بدوش لشکر ایک ایسی متمدن طاقت پر حملہ آور ہونے بڑھ رہا تھا جس کی عسکری قوت اس کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھی۔

چنگیز خان نے سب سے پہلے اپنے جاسوسوں کا ایک بہت بڑا گروہ جو اس کے تربیت یافتہ سپاہیوں پر مشتمل تھا، چین کی طرف روانہ کیا جس کا کام دشمن کے مخبروں کو پکڑ کے علاوہ اپنے لیے سود مند خبریں حاصل کرنا بھی تھا۔

ان جاسوسوں کو روانہ کرنے کے بعد چنگیز خان نے لشکر کے ساتھ کوچ کیا۔ اس اپنے لشکر کی ترتیب[1] یوں رکھی کہ تیس ہزار بہترین قسم کے جنگجو جن میں زیادہ تر ترکایت ز

---

[1] ہیرلڈ لیم بھی چین پر حملہ آور ہونے والے چنگیزی لشکر کی ترتیب ایسی ہی لکھتا ہے۔

اس نے یسوتائی کی کمانداری میں دیے اور اس حصے کا نام اس نے "ہراول دستہ" رکھا۔ اس ہراول دستے کے لشکری بڑے نفیس گھوڑوں پر سوار تھے۔ ہر لشکری کے پاس کم از کم دو گھوڑے تھے۔ اس کے علاوہ ایک لاکھ کا لشکر اس کے اپنے پاس تھا جسے اس نے قلب کا نام دیا۔ پھر باقی کے ایک لاکھ کے لشکر کو اس نے تین حصوں میں تقسیم کیا اور ان کو میمنہ، میسرہ اور عقب کا نام دیا۔ ان حصوں کے سالاروں میں سوبدائی، مقولی اور جبی نویان شامل تھے۔

چنگیز خان نے ایک ہزار بہترین جنگجو منگولوں کو اپنے شاہی محافظ کے طور پر مقرر کیا۔ لشکر کے سارے حصوں کے درمیان قاصدوں کے ذریعے اطلاعات کا عمدہ انتظام کیا۔ اس طرح یہ ار لشکر صحراؤں، بنجر بلندیوں پر سے گزرتا ہوا گرد کے بادل اڑاتا چین کی سرزمین میں داخل ہو گیا۔

سینان شہر کے پاس چونکہ رات آ گئی تھی اور برف باری شروع ہو گئی تھی لہٰذا وہاں چنگیز خان نے اپنے لشکر کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دے دیا۔

اپنے پڑاؤ سے روانگی کے وقت چنگیز خان نے اپنے کچھ قاصد شمالی چین کے علاقے لیاؤتنگ کی طرف بھجوائے۔ یہاں کے لوگ گو چین کی حکومت کے تحت تھے لیکن وہ چین کے حکمرانوں سے سخت نالاں تھے کیونکہ چین کے تاجداروں نے ان کی سرزمینوں پر زبردستی قبضہ کر رکھا تھا۔

چنگیز خان نے ان کی طرف پیغام بھجوایا کہ وہ چین کے حکمرانوں کے خلاف بغاوت کر دیں اور اس کے لیے دیوارِ چین کے دروازے کھول دیں۔

یہ قاصد لیاؤ خاندان کے شہزادوں سے ملے اور انہوں نے وعدہ کیا کہ چین کے خلاف بغاوت کے علاوہ وہ دیوارِ چین کے دروازے بھی چنگیز خان کے لیے کھول دیں گے۔ لیاؤ خاندان کے یہ لوگ انتہائی طاقتور اور جنگجو تھے۔ سینان شہر کے پاس پڑاؤ کے دوران یہ قاصد واپس آئے اور چنگیز خان کو اطلاع دی کہ لیاؤتنگ کے لوگ بغاوت کے علاوہ دیوارِ چین کے دروازے بھی ان کے لیے کھول دیں گے۔

برف باری جاری تھی۔

کسی کو خبر نہ ہوئی کہ کب شام ڈھلی اور رات ہو گئی۔ کب شفق پھولی اور اپنے عارضوں رنگ اور نکھار سمیٹتی ہوئی انجانے دیسوں میں کھو گئی۔ زمین اور فضاؤں کے اندر برف کے سفیدی ہی سفیدی ہو رہی تھی۔ رات کی گھنیری پلکیں برف سے بوجھل تھیں۔ سردی ہر کے رگ و ریشے میں حلول کر گئی تھی۔ کوہستانوں کی چوٹیاں برف کے تاج پہن چکی تھیں۔

یسوتائی کے خیمے میں الغوری آگ کے جلتے الاؤ کے پاس اکیلا بیٹھا تھا۔ خیمے کے وسط میں ایک گڑھا کھود دیا گیا تھا اور اسی گڑھے کے اندر آگ جل رہی تھی۔ خیمے کے اندر آگ کے اٹھتے ہوئے شعلوں کے باعث ٹیڑھی ترچھی ان گنت پرچھائیاں خوابوں میں سوچوں او یادوں میں سانسوں کی طرح رقص کر رہی تھیں۔

الغوری الاؤ پہ ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا کہ ایک دم چونک پڑا۔ گھبراہٹ کے عالم وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کرب کے عالم میں اس نے سوالیہ سی کیفیت میں کہا:

"یا اللہ! کیا میرے ذہن نے کام کرنا بند کر دیا ہے۔ کیا میں اس وقت خواب میں ہوں یا یہ کہ میرے شعور اور لاشعور میں محفوظ یادیں اور واقعات ایک دوسرے سے الجھ کر رہ گئے ہیں؟"

پھر اس نے تعجب، حیرت اور پریشانی کے عالم میں خیمے کے دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے پردہ اٹھا کر چین کے مرنے والے بادشاہ کی بیٹی کوانتی اندر داخل ہوئی تھی۔

اس نے اندر داخل ہو کر ایک بار خیمے کا بغور جائزہ لیا اور پھر مایوسانہ انداز میں دروازے کے پاس ہی کھڑی ہو گئی۔

الغوری نے دیکھا کہ وہ مقتل کی اداس زمین، برف باری میں گم بیٹھے طیور، یادوں کے ویران دریچوں اور پرانے نقرئی پیالے کی طرح زرد تھی۔ لفظوں، خوابوں اور آدرشوں کی وہ شہزادی اپنی گلابی عمر کے اس گرم موسم میں ہجر کی اندھی راتوں، دکھ کی گرم ہواؤں، ان گنت چہروں کی محرومیوں اور عذاب رتوں جیسی افسردہ تھی۔ اس کی حسین پلکیں لرزیدہ تھیں اور وہ کچھ

اس طرح تھکی تھکی سی لگ رہی تھی جیسے کسی اجڑی دوپہر میں حسین یادیں ببول اور کیکر میں الجھ کر رہ گئی ہوں۔

الغوری آگے بڑھا اور کوانتی کو مخاطب کر کے بولا:

"اے کوانتی! میری بیٹی!! کیا یہ حقیقت ہے کہ تم اس وقت یہاں یسوتائی کے خیمے میں کھڑی ہو یا یہ کہ اس اندھیری اور طوفانی رات کے اندر میں اپنے حواس کھو بیٹھا ہوں یا میں جاگتے میں ہی سپنا دیکھ رہا ہوں۔ اے میری بیٹی! تم رک کیوں گئیں۔ آگے آؤ!"

کوانتی نے جب کوئی حرکت نہ کی اور وہیں خیمے کے دروازے پہ کھڑی رہی تو الغوری اس کی طرف بڑھا۔ اسے بازو سے پکڑ کر وہ خیمے کے وسط میں لایا اور آگ کے پاس بٹھا دیا۔

پھر وہ خیمے سے باہر نکلا۔ اس نے دیکھا باہر کوانتی کا گھوڑا کھڑا تھا۔ اس نے گھوڑے کی باگ پکڑی اور کھالوں سے بنے ہوئے اصطبل کی طرف لے گیا جہاں پہلے سے یسوتائی کے دو اور الغوری کا ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ گھوڑے کو اس نے ایک جگہ باندھا۔ ایک پرانے کپڑے سے اس پہ پڑی برف جھاڑی اور اس کے بدن کو رگڑ کر خشک کیا۔ زین سے بندھی کوانتی کی خرجین اتار کر کندھے سے لٹکالی۔ گھوڑے کی زین اتار کر ایک طرف رکھ دی اور پھر اس نے کوانتی کے گھوڑے کے آگے گوار کا بھس ڈال کر اس میں کچھ دانہ بھی ملا دیا۔

وہاں سے وہ واپس اپنے خیمے میں آیا۔

خیمے میں کوانتی آگ کے پاس اسی طرح گم صم اور خاموش سر جھکائے بیٹھی تھی الغوری نے اس کی خرجین کندھے سے اتاری اور کوانتی کے قریب رکھ دی۔

اب اس نے پہلی مرتبہ غور سے کوانتی کو دیکھا۔

وہ سر پر خود اور اس پہ گرم اونی ٹوپی پہنے ہوئے تھی۔ اس کے جسم پہ مردانہ جنگی لباس تھا۔ کمر سے تلوار اور خنجر اور اس کی پیٹھ پہ ڈھال لٹک رہی تھی۔

الیغوری، کوانتی کے پاس ہی بیٹھ گیا اور گہری شفقت اور پیار سے اس نے کہا:

"اے کوانتی! میری بیٹی!! تجھ پر کیا افتاد اور مصیبت ٹوٹی جو تو اس برفانی رات میں یہاں آئی ہے اور پھر یہ خیمہ تیرا اپنا ہی ہے بیٹی! تو مجھ سے کچھ کہہ تو سہی جو اس قدر ہراساں اور گھبرائی ہوئی کیوں ہے؟ میں آخر تیرا عم ہوں۔ تو مجھ سے اپنا احوال تو کہہ — کیا تیرے ساتھ کوئی اور بھی یہاں تک آیا تھا یا اکیلی ہی آئی ہے؟"

کوانتی آگ پر ہاتھ پھیلائے ہوئے پہلی بار مدھم اور کمزور سی آواز میں بولی:

"اے عم! یسوتائی کہاں ہے؟ کیا وہ اس لشکر میں شامل نہیں ہے؟"

اس کے بولنے پر الیغوری نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"یسوتائی لشکر میں شامل ہے بیٹی! وہ یہیں ہے۔ اس وقت چنگیز خان نے کسی اہم فیصلے پر مشورہ کرنے کے لیے سارے ارخونوں کو اپنے خیمے میں بلا رکھا ہے اور یسوتائی اس وقت وہیں ہے۔ بس وہ آنے ہی والا ہے۔ پر میری بیٹی! پہلے تو مجھ سے اپنی اس بے بسی اور لاچاری کی حالت کی وجہ تو کہہ۔"

کوانتی نے پھر مردہ سی آواز میں کہا:

"اے عم! میں اس وقت چین کی ایک شہزادی نہیں بلکہ ایک مفرور ہوں اور بڑی مشکل اور مصیبت سے یہاں تک آئی ہوں۔ اے عم! کیا یسوتائی اپنے ہاں مجھے پناہ دے گا؟"

الیغوری نے کہا:

"اے بیٹی! یسوتائی تیرے لیے اجنبی نہیں ہے۔ وہ تجھے ضرور اپنے ہاں پناہ دے گا۔ بس تو مجھے اپنے حالات کہہ اور پھر تو یہ بھی اطمینان رکھ کہ یسوتائی تیرا دوست ہے۔ اے میری بیٹی! میں سمجھتا ہوں تو عین وقت پر یسوتائی کے پاس آئی ہے۔ شاید وہ بھی تیری ضرورت محسوس کرے اس لیے کہ وہ بے چارہ بھی

ایک عذاب سے گزر رہا ہے"۔

کوانتی نے چونک کر اور پریشان نگاہوں سے الیغوری کو دیکھا اور پوچھا:

"اے عم! یسوتائی پر کیا افتاد آئی ہے؟"

الیغوری نے نرمی سے کہا:

"پہلے تم اپنے حالات کہو۔ پھر میں یسوتائی کے حالات تم سے کہوں گا۔"

کوانتی سنبھلی۔ پھر اس نے کہنا شروع کیا:

"اے عم! شاید آپ نے سنا ہوگا کہ چین کا بادشاہ اور میرا باپ چند دن بیمار رہ کر مر گیا۔ میرے باپ کی کئی بیویاں تھیں جن میں سب سے چھوٹی میری ماں تھی۔ ہم صرف دو بہنیں اور ایک بھائی سگے ہیں۔ یعنی میں، سکات اور تیان — باپ کی مرگ کے بعد میرے باپ کی سب سے بڑی بیوی کے بڑے بیٹے کو بادشاہ بنا دیا گیا۔ وہ ادھیڑ عمر ہے اور اس کے بچے بھی جوان ہیں اور میرے بھائی تیان کو افواج کا سپہ سالار رہنے دیا گیا۔ کیونکہ یہ میرے باپ کی وصیت بھی تھی کہ تیان افواج کا سالار رہے۔ نیا بادشاہ دائی دنگ کے نام سے تخت نشین ہوا جو انتہائی ضدی اور کینہ پرور انسان ہے۔

تخت نشین ہونے کے بعد دائی دنگ کو اگر کسی سے خطرہ تھا تو وہ میں اور میرا بھائی تیان تھے لہٰذا اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ہم دونوں بہن بھائیوں کو اپنی راہ سے ہٹا کر رہے گا۔ میری بڑی بہن سکات مملکت کے کاموں میں حصہ نہیں لیتی لہٰذا اس سے دائی دنگ کو کوئی خطرہ نہ تھا۔

مجھے راستے سے ہٹانے کے لیے دائی دنگ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اس کی بیوی کا ایک بھائی جو عمر میں مجھ سے دوگنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوگا اور اس کی بڑی بیٹی مجھ سے بھی بڑی عمر کی ہے، دائی دنگ نے میری شادی اس سے طے کر دی اور جب میں نے اس کے خلاف احتجاج کیا تو مجھ پر سختی شروع کر دی گئی۔ اصل میں دائی دنگ نے میرے ہونے والے شوہر سے یہ معاملہ طے کر لیا تھا کہ وہ چند ماہ تک

بیوی کی حیثیت سے اپنے ساتھ رکھے، اس کے بعد میرا کام تمام کر دے۔ میرے کچھ خیر خواہوں نے مجھے اس کی اطلاع کر دی۔ لہٰذا میں اپنی جان بچانے کے لیے روپوش ہو گئی اور اپنے جاننے والوں کے ہاں جگہ جگہ چھپتی پھری۔

داؤ دنگ ہر صورت میں میرا خاتمہ کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ میں بہترین عسکری تربیت رکھتی ہوں اور کسی بھی وقت اس کے خلاف بغاوت کر کے اس کی بادشاہت کو خطرے میں ڈال سکتی ہوں۔

میرے اس طرح روپوش ہو جانے پر داؤ دنگ اور زیادہ انتقامی ہو گیا۔ اس نے مجھے باغی اور مفرور قرار دیا اور میری گرفتاری پر اس نے انعام مقرر کر دیا۔ اسی دوران داؤ دنگ نے ایک اور مکروہ اور بھیانک کام یہ کیا کہ اس نے میرے بھائی تیان کو رات کے وقت اپنے ہاں بلایا اور اسے اپنے محل کی سب سے اوپر والی منزل پر لے جا کر وہاں سے نیچے گرا دیا۔ اس طرح میرا بھائی مر گیا۔ جبکہ داؤ دنگ نے یہ مشہور کر دیا کہ تیان گھوڑے سے گر کر مر گیا ہے۔

اب میری بہن سکات رہ گئی ہے لیکن وہ گمنام سی، خاموش طبع اور بدترین حالات کے ساتھ بھی سمجھوتہ کر جانے والی لڑکی ہے۔ روپوش ہونے کے بعد میں جگہ جگہ چھپتی پھری اور اس دوران شاہراہِ ریشم کی طرف بڑھتی رہی۔ میری تلاش بری طرح جاری رہی۔

میں اکثر گمنام اور کم درجے کی سراؤں کے اندر ٹھہرتی رہی اور چونکہ مردانہ اور جنگی لباس میں تھی لہٰذا کوئی مجھ پر شک نہ کر سکا کیونکہ اکثر اپنے آہنی خود سے میں اپنا چہرہ ڈھانپ کر رکھتی تھی۔

ایک سرائے میں ایک نوجوان نے مجھے پہچان لیا لہٰذا وہ میرے در پے ہو گیا پر میں نے اسے قتل کر دیا۔ میں نے اپنے دل میں ٹھان لیا تھا کہ مجھے ہر حال میں شاہراہِ ریشم پر چڑھنا ہے۔ میرا چونکہ کوئی عزیز رشتے دار نہیں ہے۔ میں نے ارادہ کر رکھا تھا کہ میں شاہراہِ ریشم پر سے ہوتی ہوئی صحرائے گوبی میں یسوتائی کے پاس

چلی جاؤں گی۔ مجھے قوی امید تھی کہ یسوتائی مجھے اپنے پاس رکھ لے گا۔ اگر بیوی کی حیثیت سے نہیں تو کم از کم ترس کھا کر مجھے اپنے ہاں پناہ ضرور دے گا اور میں پُرسکون زندگی بسر کر سکوں گی۔

اسی دوران میں ایک سرائے سے یہ خبر ملی کہ منگولوں کا سردار چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ چین پر حملہ آور ہونے کے لیے شاہراہِ ریشم پر آگے بڑھ رہا ہے۔

اس انکشاف پر میں بے حد خوش ہوئی۔ اس خوشی کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ داؤ دنگ کو اس کے گناہوں کی سزا ملنے کی امید بندھ گئی تھی۔ دوسرے مجھے قوی امید تھی کہ چنگیز خان کے لشکر میں یسوتائی بھی ہو گا لہٰذا میں اس کے پاس پناہ لے لوں گی۔ سو اے عمّ! میں تیزی سے اس طرف بڑھی اور اب میں تمہارے سامنے ہوں یہ ہے میری بدقسمتی اور لاچارگی کی داستان! اور اے عمّ الغوری!! اب مجھے یہ معلوم نہیں کہ یسوتائی مجھے اپنے ساتھ رکھتا ہے یا نہیں!"

الغوری نے جواب میں کہا:

"میں تو اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہوں میری بیٹی! کہ تم یہاں آ گئی ہو۔ یسوتائی تو ویران اور پریشان حال ہو گیا ہے۔ اسے اب یقیناً تمہاری ضرورت ہے۔ اے کوانتی! میری بیٹی!! تمہیں یاد ہو گا کہ ایک بار تمہارے باپ نے یسوتائی سے کہا تھا کہ اگر قرطینہ سے تمہاری نسبت طے نہ ہو چکی ہوتی تو میں ضرور کوانتی کو تم سے بیاہ دیتا۔ اے میری بیٹی! اب وہ وقت آ گیا ہے۔"

کوانتی نے پوچھا:

"اے عمّ! ابھی ابھی آپ کہہ رہے تھے کہ یسوتائی پریشان حال ہو گیا ہے تو یہ کیا معاملہ ہے؟"

کوانتی کے اس سوال کے جواب میں الغوری نے یسوتائی کے پورے حالات، اس کے باپ کے منگولوں میں داخل ہونے سے لے کر قرطینہ کے قتل تک تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے۔

جب تک الیغوری، یسوتائی کے حالات سناتا رہا، قرطبینہ بچاری سن سن کے روتی رہی الیغوری خاموش ہوا اور غور سے اسے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد جب کوانتی کی حالت سنبھلی اور اس نے اپنی آنکھیں خشک کر لیں تو الیغوری نے پدرانہ شفقت اور نرمی سے پوچھا:

"اے بیٹی! میں تیرے باپ کی جگہ ہوں۔ اگر میں ایک بات پوچھوں تو تم برا تو نہ مانو گی؟"

کوانتی نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

الیغوری نے ہاتھ اٹھا کر کہا:

"دیکھو بیٹی! میں جانتا ہوں تمہارا تعلق شاہی خاندان سے ہے لیکن میرے سوال کا جواب شہزادی کی حیثیت سے نہیں دینا بلکہ اپنے اس شاہی تعلق کو بالائے طاق رکھ کر مجھے جواب دینا۔"

کوانتی نے روہانسی ہو کر کہا:

"اے عم! اس وقت میں یسوتائی کے خیمے میں ہوں۔ شاہی خاندان اور اس کے معاملات سے اب میرا کیا واسطہ؟ قسم مجھے کوانتی دیوتا کی جب میرا باپ زندہ تھا اور میری حیثیت ایک معزز شہزادی کی سی تھی میں نے تو تب بھی اپنے آپ کو ایک عام لڑکی ہی خیال کیا تھا اور کبھی بھی اپنے شاہی تعلق کا کسی پر رعب یا بوجھ نہ ڈالا تھا۔ اے عم الیغوری! اب جبکہ آپ میرے باپ کی جگہ ہیں تو میں سمجھتی ہوں جو کچھ بھی آپ کہیں گے اور کریں گے اس میں میری بہتری ہی ہو گی۔ آپ بلا جھجک پوچھیں جو آپ مجھ سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ میں آپ کے ہر سوال کا جواب حقیقت اور سچائی کے ساتھ دوں گی۔"

الیغوری نے اطمینان کی خاطر ایک بار غور سے کوانتی کی طرف دیکھا اور پھر پوچھا:

"اے میری بیٹی! یہ میری خواہش ہے کہ قرطبینہ کی جگہ تو لے لے۔ اگر تیرے دل میں یسوتائی کے لیے ایسا کوئی جذبہ ہو، تیرے دل میں اس کیلیے کوئی جگہ ہو تو پھر میں اس موضوع پر یسوتائی سے بات کروں؟"

کوانتی فی الفور جواب میں کچھ نہ کہہ سکی اور اس کی گردن جھک گئی۔

خیمے کے اندر چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ یہاں تک کہ الیغوری نے پھر اس سے پوچھا:

"مجھے بڑی بے چینی سے تمہارے جواب کا انتظار ہے بیٹی! میں تمہاری زبان سے یسوتائی کے متعلق کچھ سننا چاہتا ہوں۔"

کوانتی نے سر اٹھایا اور کہا:

"اے عم! اب جبکہ آپ ہی میرے بزرگ ہیں تو میں آج آپ سے وہ سب کچھ کہہ دوں گی جو یسوتائی سے متعلق میرے دل میں ہے۔ میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں میں ہر سچائی اور حقیقت آج آپ پر کھول دوں گی۔

اے عم الیغوری! میں یسوتائی کو اس وقت سے ہی پسند کرتی ہوں جب وہ پہلی بار ہماری مدد کے لیے ان سرزمینوں کی طرف آیا تھا۔ اس وقت سے آج تک اے عم الیغوری! یسوتائی میری دھڑکنوں میں، میری دعاؤں میں، میری روح کی حلاوتوں میں، پلکوں کے دریچوں میں، دل کے گداز میں، چاہتوں کی وادی میں، خوشبو کے بہاؤ میں، آواز کی ریشمی لہروں میں، لفظوں کے گیتوں، خیالات کی لو اور لطافتوں کی دھنک میں ہر پل رہا ہے۔ اے عم الیغوری! یسوتائی میرے لیے بصارتوں کا سرور، پیار کا دلنواز موتی، ساعتوں کی شیرینی، محبتوں کا دلنشیں صدف اور ساون رت کا انمول گہنا ہے۔ وہ میری روح کا شہود اور میرے لبوں کا نطق ہے۔ اس سے جدا ہونے کے ابد اے عم! میں جھیلوں کی چاہت بھری گہرائیوں میں، رنگوں کی تابش اور دھنک کی ہر صورت میں، انجانی حلاوتوں اور احساسات کے پردوں میں اسی کے نام کی خوشبو محسوس کرتی رہی ہوں۔ کلیوں کی نس نس میں اور صدیوں کے ستاروں سے میں یسوتائی کے متعلق ہی میٹھی سرگوشیاں سنتی رہی ہوں۔

اے عم! جو کچھ میرے دل میں تھا وہ میں نے کہہ دیا یا یوں سمجھ لیجیے کہ یہ ایک رکا ہوا لاوا تھا جو آج پھوٹ بہا ہے۔ اے عم! اب میری آپ سے دو التجائیں ہیں —— پہلی یہ کہ میں اسلام قبول کر رہی ہوں اور وہ بھی آج اور ابھی سے۔ لہٰذا آپ مجھے آج ہی سے اسلام کی تبلیغ دینا شروع کر دیں —— دوسری التجا یہ ہے کہ آپ یسوتائی کو میری طرف مائل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ میرے لیے فخر اور خوشی کا باعث یہ بات ہو گی کہ وہ خود میری طرف مائل ہو کر مجھے اپنائیں۔ اسی میں میرا اور ان کا روحانی سکون ہو گا۔ اے عم! یسوتائی نے اگر مجھے اپنا لیا تو یہ میری خوش بختی ہو گی اور اگر انہوں نے میری رفاقت قبول نہ کی تو میں ایک مسلمان کنیز کی حیثیت سے اپنی زندگی ان کی خدمت میں گزار دوں گی۔ اے عم! اب یہی میری خواہش ہے کہ یسوتائی تو نہ جانے کب آئیں آپ مجھے اسلام سے متعلق کچھ بتانا شروع کریں۔ اس طرح وقت بھی اچھا کٹ جائے گا اور میں زندگی کی نئی راہ کا تعین بھی کر سکوں گی!"

الیغوری نے سب سے پہلے کوانتی کو کلمہ طیبہ پڑھایا پھر یاد کرایا۔ اس کے بعد وہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے بارے میں بتانے اور اسلام کی تبلیغ کرنے لگا۔

اتنے میں ایک منگول جوان خیمے میں داخل ہوا۔ وہ کھانے کے برتن اٹھائے ہوئے تھا شاید وہ یسوتائی اور الیغوری کا کھانا لے کر آیا تھا۔ الیغوری نے اٹھ کر اس سے خوان لے لیا اور اس سے کہا:

"ایک آدمی کا کھانا اور لے آؤ کہ یسوتائی کا ایک مہمان بھی ہے۔"

وہ جوان تقریباً بھاگتا ہوا باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور ایک آدمی کا کھانا اور دے گیا۔

الیغوری پھر پہلے کی طرح کوانتی کو اسلام کے بارے میں بتا رہا تھا۔ باہر برف باری ہو رہی تھی۔ سفید برف نے زمین کا سینہ ڈھک دیا تھا۔ لشکر میں ہر سو خاموشی تھی۔ سبھی سبھی

کوئی گھوڑا ہنہناتا یا اپنے نتھنے پھڑپھڑاتا اور فضاؤں میں تھوڑی دیر کے لیے آوازوں کی رقص کرنے لگتیں۔

اتنے میں یسوتائی خیمے کے اندر داخل ہوا۔

کوانتی کو وہاں دیکھ کر وہ چونکا جو اسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

آتشدان کے پاس آ کر یسوتائی نے اسے تعجب سے دیکھ کر پوچھا:

"اے کوانتی! تم کب آئیں؟ خیریت تو ہے کہ اس اندھیری اور برفانی رات میں تم یہاں ہو؟"

کوانتی نے امیدوں اور خواہشوں بھری آواز میں کہا:

"آپ پہلے بیٹھیں پھر میں آپ کو سارے حالات تفصیل سے بتاتی ہوں۔"

یسوتائی اس کے سامنے ہی آگ کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر کوانتی نے اپنے جو حالات الیغوری سے کہے تھے وہی اس نے یسوتائی سے کہہ دیے۔

یسوتائی نے دردمندی سے کہا:

"مجھے تمہارے حالات سن کر دکھ ہوا ہے کوانتی! مجھے تم سے ہمدردی ہے۔"

کوانتی نے موقع مناسب دیکھ کر کہا:

"اس دنیا میں اب میرا کوئی نہیں جس کے پاس میں جا رہی ہوں۔ میں آپ کے پاس پناہ لینے آئی ہوں۔ اگر آپ مجھے اپنے ہاں رکھنے پر آمادہ ہو جائیں تو میں بے حد ممنون ہوں گی ورنہ میں کہیں جا کر اپنا خاتمہ کر لوں گی اس لیے کہ اپنے آپ کو اس وحشی داؤ دنگ کے حوالے کر کے ایک اذیت اور کرب میں مبتلا کرنے سے بہتر ہے کہ میں خود ہی اپنی زندگی کا خاتمہ کر لوں!"

کوانتی کی بات سن کر یسوتائی کی گردن جھک گئی اور وہ گہری سوچ میں الجھ کر رہ گیا۔ قبل اس کے کہ وہ کوانتی سے کچھ کہہ پاتا الیغوری نے کہا:

"اے یسوتائی! کوانتی یہاں پر کافی دیر سے آئی بیٹھی ہے اور شاید یہ انکشاف تمہارے لیے نیا اور خوش آئند ہو کہ کوانتی نے تھوڑی دیر پہلے میرے ہاتھ پر

اسلام قبول کر لیا ہے۔ تمہارے آنے سے قبل میں اسے اسلام ہی کے متعلق بتا رہا تھا۔ اے یسوتائی! کوانتی اب بتوں کی پرستش کرنے والی نہیں بلکہ خدائے واحد کی ماننے والی مسلمان لڑکی ہے لہٰذا اب یہ ہماری مسلم قوم کی ایک اکائی ہے"۔

ایغوری خاموش ہوا تو یسوتائی نے کمالِ فراخ دلی اور ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

"اے کوانتی! اس خیمے کو تم اپنا ہی خیمہ سمجھو۔ تمہیں یہاں رہنے کی اجازت نہیں بلکہ یہ تمہارا حق ہے۔ یہاں میں اور ایغوری تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھیں گے"۔

یسوتائی کی بات سن کر کوانتی کی خوشی اور اطمینان سے ایسی حالت ہو گئی جیسے اس کی روح، اس کے خیالوں میں تکبیر ملائے اعلیٰ کی لطف انگیزی اور دنیا بھر کی خوشیاں حلول کر گئی ہوں۔

اس کے چہرے پر ایسی رونق اور آنکھوں میں ایسی چمک آ گئی تھی گویا بتانِ الحاد سے نکل کر اسے وحدانیت کی متاعِ صد سکوں اور دوائے ہر جنوں مل گئی ہو۔

چند لمحوں تک کوانتی ایسی ہی کیفیت میں ڈوبی رہی۔ پھر اس نے یسوتائی کو مخاطب کر کے کہا:

"عم ایغوری مجھے آپ کے پورے حالات سنا چکے ہیں۔ مجھے آپ کے والد کی موت، ماں بہن کے اغوا ہو کر فروخت ہو جانے اور آپ کی منسوبہ قرطبینہ کی ہلاکت کا بے حد افسوس ہے"۔

یسوتائی کی حالت ایک دم متغیر ہو گئی۔

اس کے چہرے پر بنجر و بانجھ زمینوں کا سا کرب، آنکھوں میں تاریک اور ٹھٹھری راتوں کے پچھلے پہر کے سناٹوں جیسی ویرانی اتر آئی۔

ایغوری اس کی بدلتی ہوئی حالت کو دیکھ چکا تھا لہٰذا اُسے اس اذیت سے نکالنے کے لیے بولا:

"کھانا کب سے آیا ہوا ہے۔ آؤ پہلے کھانا کھا لیں"۔

کوانتی نے فوراً اس کے سامنے کھانے کے برتن رکھے اور وہ تینوں اکٹھے کھانے میں مشغول ہو گئے!

یسوتائی، الیغوری اور کوانتی کھانا کھا چکنے کے بعد پھر آگ کے پاس آ بیٹھے۔

کوانتی اپنا جنگی لباس اتار کر اپنی خرجین میں سے دوسرا لباس نکال کر پہن چکی تھی اور اپنے اس رنگین ریشمی لبادے میں اب وہ خوابوں کی اُجلی پریوں جیسی پُرکشش اور ایسی پُرسکون لگ رہی تھی جیسے کسی دہقان کی بیٹی کی مٹھی میں جگنو۔

اس نے اپنے سر سے آہنی خود اتار دیا تھا لہٰذا اس کی چوٹیوں میں ٹنکے ہوئے سونے کے سکے بے حد خوبصورت لگ رہے تھے۔ اسی لمحے الیغوری نے یسوتائی کو کریدنے کی خاطر آہستہ سے پوچھا:

"اے یسوتائی! میرے بیٹے!! میں کوانتی سے کہہ چکا ہوں کہ اب وہ ہمیشہ کے لیے ہمارے پاس رہے گی۔ میں نے غلط تو نہیں کیا؟ اور تمہیں اس کے یہاں پر ہمیشہ رہنے پر کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

یسوتائی جواب میں کچھ کہنے ہی کو تھا کہ چپ ہو گیا کیونکہ خیمے میں قسیمہ اور نیاہ، داخل ہو رہے تھے۔

ان کے ساتھ الیمان بھی تھا جس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے

اور اس کے منہ پہ کپڑا کس کر بندھا ہوا تھا۔

یسوتائی تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اس کے ساتھ ہی الیغوری اور کوانتی بھی کھڑے ہو گئے۔

نیاہ اور قسیمہ جب الیمان کو لے کر آتش دان کے قریب آئے تو یسوتائی نے آگے بڑھ کر قسیمہ سے مصافحہ کیا اور نیاہ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر اس نے نیاہ، قسیمہ اور کوانتی کا آپس میں تعارف کرایا۔ اور ایک دوسرے کے مختصر حالات سے دونوں فریقین کو آگاہ کیا تاکہ وہ آپس میں اجنبی نہ رہیں۔

یسوتائی کے خاموش ہونے پر نیاہ نے الیمان کے منہ پہ بندھا ہوا کپڑا کھول دیا اور انتہائی عقیدت اور محبت سے یسوتائی کو مخاطب کر کے بولی:

"اے یسوتائی! میرے بھائی! یہ الیمان گو میرا باپ ہے لیکن اے میرے عزیز بھائی! یہ تیری ماں کو فروخت کرنے کا مجرم ہے۔ یہ تیری بہن کو تجھ سے اور تیری ماں سے جدا کرنے کا گنہگار ہے۔ یہ قرطینہ کے ماں باپ کے قتل کا ذمہ دار ہے۔ اے میرے بھائی! میں آج اپنے وعدے کے مطابق اپنے اس مجرم اور قاتل باپ کو آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں۔ یہ آپ کا مجرم ہے۔ آپ جو بھی سزا اس کے لیے تجویز کریں گے وہ ہمیں قبول اور منظور ہوگی"۔

یسوتائی نے کہا:

"پہلے تم دونوں میاں بیوی آگ کے پاس بیٹھو اور میری بات سنو"۔

جب وہ دونوں آگ کے پاس بیٹھ گئے تو یسوتائی نے الیغوری سے ان کا تعارف کرایا۔ الیغوری اور قسیمہ نے آپس میں مصافحہ کیا۔ پھر یسوتائی نے رُندھی ہوئی آواز اور بکھرے ہوئے لہجے میں قرطینہ اور بولائی کے قتل ہو جانے کا واقعہ ان کو بتایا۔

قرطینہ کے قتل کا سن کر نیاہ بے ساختہ رونے لگی۔ قسیمہ بھی اداس ہو گیا اور یسوتائی نیاہ کو تسلی دینے لگا:

"اے نیاہ! گو تمہارا باپ میری ماں بہن کو فروخت کرنے کا مجرم اور قرطینہ کے ماں باپ کا قاتل ہے پھر بھی اسے میری بہن! میں الیمان کا معاملہ اور سزا تم پہ چھوڑتا ہوں۔ اگر یہ سنبھلنے کا وعدہ کرے اور اس عزم پہ قائم رہے کہ یہ اپنی آئندہ زندگی شرافت اور ایمانداری سے گزارے گا تو میں اسے معاف کر دوں گا لیکن اس سے پہلے اسے یہ بتانا پڑے گا کہ اس نے میری ماں کو کہاں اور کس کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور یہ کہ اس نے قرطینہ کے ماں باپ کو کیوں قتل کیا ——

اگر اس نے کوئی تسلّی بخش جواب دے دیا تو میرا وعدہ ہے کہ میں اس سے کوئی تعرض نہ کروں گا اور یہ کہ تم اس کے ہاتھ اور منہ باندھ کر لائی ہو اور میں اس کے ہاتھ اور منہ کھول کر تمہارے ساتھ واپس بھیج دوں گا اور ایسا میں صرف اس لیے کروں گا کہ یہ تمہارا باپ ہے اور تم میری بہن ہو اور میں تمہارے صدقے میں اس کے ساتھ ایسا نرم سلوک کر رہا ہوں ورنہ کوئی اور ہوتا تو میں اسے ایسی سزا دیتا جو اس کے اور اس کی آنے والی نسلوں تک کے لیے باعثِ عبرت ہوتا۔"

پھر اس نے براہِ راست الیمان کو مخاطب کر کے پوچھا:

"اے الیمان! تُو جانتا ہے کہ میں اپنے دشمنوں کے ساتھ کیسا بھیانک اور ہولناک ہوں۔ تُو جانتا ہے جس جس سے بھی میری دشمنی تھی اسے میں نے کیسے اور کس کس طرح ٹھکانے لگایا۔ تُو جانتا ہے کہ میں نے کاموری اور اس کے سرکش بیٹے کو کیسے کاٹا۔ اگر تُو بھی اُس روز وہیں بیٹھا رہتا اور وہاں سے بھاگ نہ جاتا تو یقیناً اب تک میں تیری بھی گردن کاٹ چکا ہوتا اور اے الیمان! تُو یہ بھی جانتا ہو گا کہ میں نے کومر، اس کے بھائی اور ان کے سب ساتھیوں کا کیسے صفایا کر دیا تھا۔ اے الیمان! جو بھی مجھ سے ٹکرایا اپنے خون میں نہا گیا۔ اگر تیری بیٹی نیاہ مجھے اپنا بھائی اور میں اسے بہن نہ کہہ چکا ہوتا تو اب تک میں تیری گردن کاٹ چکا ہوتا۔ اب تیری بہتری اسی میں ہے کہ تُو مجھے بتا دے کہ تُو نے میری ماں اور بہن کو کہاں اور کس کے ہاتھ فروخت کیا؟"

الیمان خاموش رہا۔

اس کی گردن جھکی رہی۔

جب کچھ دیر تک اس نے کوئی جواب نہ دیا تو بیوناتی نے کسی قدر سختی اور تلخی سے کہا:

"اے الیمان! تُو نے اگر میری ماں سے متعلق کچھ نہ بتایا تو یاد رکھو، تمہیں معاف کرنے کی جو رعایت میں نے نیاہ کو دی ہے وہ میں واپس بھی لے سکتا ہوں ایسی صورت میں میں تمہیں خیمے سے باہر لے جا کر تمہاری گردن کاٹ دوں گا۔ اب میں اتنا ضرور جان چکا ہوں کہ میری ماں کو تُو نے سمرقند کے کسی تاجر کے ہاتھ فروخت کیا تھا۔ میں سمرقند جا کر کسی نہ کسی طرح اپنی ماں کو تو تلاش کر ہی لوں گا لیکن تُو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا!"

بیوناتی کی یہ دھمکی کارگر رہی۔

الیمان نے فوراً اپنی گردن سیدھی کر لی اور دزدیدہ نگاہوں سے اس نے بیوناتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"تمہاری ماں جو باقی کو میں نے سمرقند کے ایک تاجر سالم بن امین کے ہاتھ فروخت کیا تھا۔ وہ مسلمان ہے اور سمرقند کے ایک مشہور مقبرے کے پاس رہتا ہے"۔

نیاہ اور قسیمہ نے آپس میں کچھ مشورہ کیا۔ پھر نیاہ نے کہا:

"اے میرے بھائی! میں ابھی آئی"۔

یہ کہہ کر دونوں میاں بیوی الیمان کو پکڑ کر خیمے سے باہر لے گئے لیکن چند ہی لمحوں کے بعد لوٹ آئے۔ الیمان ان کے ساتھ نہ تھا۔

جب وہ دوبارہ آگ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے تو بیوناتی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا خیمے سے باہر نکلا۔ اس نے دیکھا نیاہ اور قسیمہ نے الیمان کو قتل کر دیا تھا اور اس کی لاش باہر برف پہ پڑی تھی۔

بیسوتائی واپس خیمے میں آیا اور نیاہ سے کہا:

"یہ تم نے کیا کیا میری بہن؟"

نیاہ نے جواب دیا:

"اے میرے بھائی! آپ نے تو میرے باپ کو معاف کر دیا تھا جبکہ حقیقتاً وہ معافی کے قابل نہ تھا۔ وہ ایک بھیانک مجرم تھا اور اگر آپ کی طرح میں بھی اسے معاف کر دیتی تو واپس جا کر وہ اپنے ساتھیوں کی مدد سے میرا اور میرے شوہر کا ایسے ہی خاتمہ کر دیتا جس طرح اس نے فرطینہ کے ماں باپ کو قتل کرا دیا تھا۔ میں اس کی بیٹی ہوں اور مجھ سے بڑھ کر اسے کوئی نہیں جان سکتا"۔

بیسوتائی نے کہا:

"اچھا۔ تم دونوں بیٹھو۔ میں تمہارے لیے کھانا منگواؤں"۔

نیاہ نے کہا:

"نہیں۔ اب ہم واپس جائیں گے"۔

اس کے ساتھ ہی قسیمہ نے بیسوتائی اور الیغوری سے مصافحہ کیا اور وہ دونوں میاں بیوی خیمے سے نکل گئے۔

بیسوتائی، الیغوری اور کوانتی آگ کے گرد خاموش بیٹھے تھے!

○

دوسرے روز چنگیز خان نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا۔

گو چین کے بادشاہ دائی ڈنگ نے ایک بڑا لشکر منگولوں کا راستہ روکنے کے لیے پہلے سے روانہ کیا تھا اور یہ لشکر دیوارِ چین کے قریب پڑاؤ کیے ہوئے تھا تاکہ منگول جب آگے بڑھیں تو ان کی راہ روک دی جائے اور اب خود دائی ڈنگ بھی اپنے ہمراہ اپنے لشکر جرار لے کر منگولوں کی سرکوبی کے لیے اپنے مرکزی شہر ین کنگ سے روانہ ہو گیا تھا اور اپنے اس

لشکر کے ساتھ دیوارِ چین کے قریب اپنے دوسرے لشکر کے عقب میں ذرا دور رہ کر خیمہ زن ہو گیا تھا۔ اب گویا چینیوں کے دو عساکر منگولوں کی آمد کا انتظار کر رہے تھے اور ان کی سرکوبی کے لیے تیار تھے۔

چین کے اس لشکر کے قریب آ کر جو دیوارِ چین کے قریب منگولوں کا منتظر تھا، چنگیز خان نے اپنے لشکر کے مختلف حصوں کو خوب پھیلا دیا تھا۔ سامنے کی طرف سے وہ خود ایک لاکھ کے قلب کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ بیسوتائی اور جبی نویان تیس تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ دشمن کے دائیں پہلو کی طرف بڑھے جبکہ اتنے ہی لشکر کے ساتھ سوبدائی اور مقولی بائیں پہلو پر حملہ آور ہو گئے۔ پھر ان چاروں نے دائیں بائیں پہلوؤں پر خوب ضربیں لگائیں اور پھیلتے ہوئے دشمن کی پشت پر چلے گئے جبکہ سامنے کی طرف سے خود چنگیز خان نے اپنے بیٹوں کے ساتھ مل کر زوردار حملے شروع کر دیے تھے۔

چینی لشکر کے سپہ سالار نے جب یہ محسوس کیا کہ منگول پہلے ہی سامنے کی طرف سے حملہ آور ہو کر اس کے لشکر کو بری طرح جنگ میں مصروف کر چکے ہیں اور اب وہ اس کے پہلوؤں پر پھیلتے ہوئے اس کے لشکر کی پشت پر آتے ہوئے اس کا مکمل گھیراؤ کر رہے ہیں تو اس نے اپنے لشکر کو پسپا ہونے کا حکم دے دیا۔

پسپا ہونے والا یہ لشکر تھوڑی ہی دور اپنے اس لشکر سے جا ملا جسے دائی ڈنگ اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔

یہاں پر دائی ڈنگ سے ایسی ایک غلطی ہوئی جس نے منگولوں کے لیے کامیابی کی راہیں کھول دیں اور چینیوں کے لیے پسپائی کا ایک جواز پیدا کر دیا۔ اور وہ یہ کہ دائی ڈنگ خود اس لشکر کے ساتھ تھا اور لشکر کے اندر اس کی موجودگی اس کے لشکریوں کی ہمت افزائی اور استحکام کا باعث تھی لیکن لشکر میں چند دن گزارنے کے بعد وہ اپنے لشکر کی کمان اپنے ایک سپہ سالار کو سونپ کر خود واپس چلا گیا تھا اور ایسا کر کے اس نے اپنے لشکریوں کو بددل اور ان کے حوصلوں اور ولولوں کو کمزور و شکستہ کر کے رکھ دیا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ جب دیوارِ چین سے باہر منگولوں کو روکنے والا چینی لشکر بھی پسپا ہو کر اپنے بڑے لشکر کے ساتھ آن ملا تو لشکریوں

کے حوصلے اور پست ہو گئے۔ منگول ان کے حواس پہ ایک ناقابلِ تسخیر قوت بن کر چھا گئے تھے۔

چینیوں کے ایک لشکر کو پسپا کرنے کے بعد منگول بھیڑیوں کی طرح سونگھ سونگھ کر پسپا ہونے والے اس لشکر کا تعاقب کرنے لگے۔ بھاگتے دشمن کو منگولوں نے اپنے گھوڑوں تلے روند ڈالا اور ان کی پیدل فوج نے چینیوں پر تیر اندازی کر کے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔ اب چنگیز خان اس لشکر کے سامنے آن کھڑا ہوا جسے وائی ڈنگ اپنے ساتھ لایا تھا۔

اس بڑے لشکر پہ حملہ آور ہونے سے پہلے چنگیز خان کے جاسوس یہ خبر لے کر آئے کہ ایک اور چینی لشکر ان کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے اور اس لشکر کا ارادہ ایک لمبا کاوا کاٹنے کے بعد منگولوں کی پشت پہ حملہ آور ہونے کا ہے۔

چنگیز خان نے یہاں اپنی بہترین جنگی مہارت کا ثبوت دیا۔

یسوتائی اور جبی نویان کو اس نے نئے آنے والے لشکر کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیا جبکہ خود اس نے سوبدائی اور مقولی کے ساتھ مل کر سامنے کے چینی لشکر پہ حملہ کر دیا۔

وائی ڈنگ کی طرف سے منگولوں کی پشت پر حملہ کرنے کے لیے جو لشکر بھیجا گیا اور جس سے نمٹنے کے لیے چنگیز خان نے یسوتائی اور جبی نویان کو بھیجا تھا، اس چینی لشکر کا سالار نیا نیا مقرر ہوا تھا۔ چین میں وائی ڈنگ کی تخت نشینی کے بعد اکثر پرانے عمال اور سپہ سالاروں کو تبدیل کر کے ان کی جگہ نئے لوگوں کو مقرر کیا گیا تھا۔ سو اس لشکر کا سالار بھی نیا ہی تھا اور جس علاقے میں اسے حملہ آور ہونے کو بھیجا گیا تھا وہ علاقہ اس کا جانا پہچانا نہ تھا لہٰذا وہ راستے کی گھاٹیوں اور پہاڑیوں کی بھول بھلیوں میں پھنس کر رہ گیا۔ اس طرح اس کے آگے بڑھنے کی رفتار بے حد سست ہو گئی۔ بڑی مشکل سے وہ کسانوں سے پوچھ پوچھ کر اس شاہراہ پہ چڑھنے میں کامیاب ہوا جو چنگیز خان کی طرف جاتی تھی۔

دوسری طرف یسوتائی اور جبی نویان کے عساکر کی راہنمائی چنگیز خان کے ایسے جاسوس کر رہے تھے جو اس علاقے سے خوب واقف تھے لہٰذا بڑی مہارت کے ساتھ وہ چکر کاٹ کر اس نئے چینی لشکر کی پشت پہ آ گئے۔

یسوتائی اور جبی نویان نے اس لشکر کی پشت پہ ایسا زوردار حملہ کیا کہ اس چینی لشکر کو

ی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ جو لوگ اس قتلِ عام سے بچ کر نکل بھاگے وہ فرار ہو کر اس لشکر میں شامل ہوئے جو اس وقت چنگیز خان، سوبدائی اور مقولی کے ساتھ برسرِ پیکار تھا۔

یہ بھاگے ہوئے لشکری جب اپنے اس بڑے لشکر میں داخل ہوئے تو اپنی شکست فرار کی خبریں سنا کر انھوں نے اپنے اس لشکر میں بھی بد دلی سی پیدا کر دی۔ پھر اس کے بعد جب وتائی اور جبی نویان اس لشکر کے پہلوؤں پر حملہ آور ہو گئے تو چینی لشکر کو شکستِ فاش ہوئی۔ چینی سپہ سالار پایہ تخت کی طرف بھاگ نکلا اور جو لشکری بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے وہ راستے میں پڑنے والے دوسرے بڑے شہر تائی تنگ فو میں جا چھپے۔

تائی تنگ فو چین کے صوبے چری کا مرکزی شہر تھا۔ اس شہر کی فصیل بے حد مضبوط تھی اور اس میں ایک مستحکم قلعہ بھی تھا۔

چینی لشکر کی شکست کے بعد چنگیز خان نے آگے بڑھ کر اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ دوسری طرف چین کے مرکزی شہر ین کنگ میں جب وائی ڈنگ کو یہ خبر ہوئی کہ منگولوں نے تائی تنگ فو کا محاصرہ کر لیا ہے تو وہ بے حد پریشان اور خوفزدہ ہوا اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنے مرکز کو چھوڑ کر کسی اور محفوظ جگہ کی طرف بھاگ جائے گا کیونکہ اس نے منگولوں کی خونخواری اور مظالم سن رکھے تھے۔ اسے ڈر تھا کہ اگر منگولوں نے اس پر قابو پا لیا تو وہ اسے بڑی ذلت آمیز اور بھیانک موت ماریں گے ـــــ لیکن اژدہے کی شکل کے تخت پر جلوہ افروز ہونے والا یہ تاجدار ابھی فرار کے منصوبے ہی بنا رہا تھا کہ اس کے وزیروں نے اس کی ڈھارس بندھا کر اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔ ساتھ ہی انہوں نے وائی ڈنگ سے وعدہ کیا کہ وہ اُس کی حفاظت کے لیے ایک ایسی قوت میدان میں لائیں گے کہ منگول جس کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔

یہ وزیر سارے صوبوں میں پھیل گئے اور انہوں نے کسانوں اور متوسط طبقے کے لوگوں کو منگولوں کے خلاف ابھارنا شروع کر دیا۔

تائی تنگ فو پہلا فصیل والا شہر تھا جس سے چنگیز خان اور اس کے لشکر کا پالا پڑا تھا۔ س سے قبل وہ کوہستانوں اور صحراؤں کے اندر اپنے دشمنوں اور باغیوں سے نمٹتے رہے تھے مگر ب پہلی بار ان کا واسطہ ایک منظم سلطنت کے لشکر سے پڑا تھا۔

چنگیز خان نے بڑی کوشش کی کہ تائی تنگ فو کا محاصرہ تنگ کر کے شہر کو فتح کر لے لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی۔ یہاں اس پر یہ بات واضح ہوئی کہ وہ کھلے میدانوں اور کوہستانوں کے اندر تو دشمن سے نمٹ سکتا تھا لیکن فصیل والے شہر میں داخل ہو کر دشمن کو زیر کرنے اور ایسے شہروں کو فتح کرنے کے لیے اس کے پاس کوئی سامان نہیں ہے۔

یہاں چنگیز خان کو مایوسی ہوئی۔ اس نے محاصرے میں حتیٰ المقدور سختی پیدا کی لیکن وہ اس شہر کو فتح نہ کر سکا۔

تائی تنگ فو کا محاصرہ جب طول پکڑ گیا تو چنگیز خان تنگ آ گیا کیونکہ لگاتار برف باری کے باعث سردی بہت بڑھ گئی تھی اور ایسے سخت موسم میں تائی تنگ فو کو فتح کر لینا چنگیز خان کے لیے ناممکن ہو گیا۔

اب اس نے ایک اور بڑا فیصلہ کیا کہ شہر کا محاصرہ جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ وہ چین کے مرکزی شہر ین کنگ پر بھی حملہ کر دے۔ ہو سکتا ہے یہ شہر فصیل بند نہ ہو اور وہ اسے فتح کرنے میں کامیاب ہو جائے لہٰذا اس نے یسو تائی اور سوبدائی کو ان کے عساکر کے ساتھ تائی تنگ فو کے محاصرے پر چھوڑا جبکہ مقولی اور جبی نویان کے ساتھ وہ خود چین کے مرکزی شہر ین کنگ کی طرف کوچ کر گیا۔

لیکن جب وہ اس شہر کے نزدیک پہنچا تو اس نے دیکھا کہ باغوں، پہاڑوں اور ٹیلوں سے گھرا ہوا وہ شہر بھی فصیل بند تھا لہٰذا اسے مایوسی ہوئی اور وہ دوبارہ یسو تائی اور سوبدائی سے آن ملا۔

چنگیز خان اور اس کے لشکری مسلسل برف باری، تیز اور سخت سرد ہواؤں کے باعث موسم کی سختی سے تو پہلے ہی تنگ تھے۔ اب انہیں ایک اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑا کہ کسان اور متوسط طبقے کے لوگ بھی دائی ونگ کی حفاظت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

دائی ونگ کا یہ پشت پناہ متوسط طبقہ ایک جم غفیر تھا۔ یہ لوگ کٹر بل کا جاں نثار اور بزرگوں کے نام لیوا تھے اور اپنا فرض سمجھتے تھے کہ ملک کے تاج و تخت کو ہر صورت میں سلامت رکھا جائے۔ جب کبھی بھی چین پر برا وقت آتا یہ لوگ اسی قسم کے جذبے کا اظہار کرتے تھے۔

ے بڑے شہروں کے آس پاس سے ان لوگوں کی بڑی بڑی فوجیں منگولوں کے خلاف حرکت

ئی تھیں۔

منگولوں کو اب یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ چین کے قوم پرست لوگ ان کے خلاف

آزما ہو گئے ہیں۔ منگولوں کے گرد ان گنت لشکر منڈلانے لگے اور چین کے اندر چنگیز خان

یے وہی حالات پیدا ہو گئے جو مشہور فونیقی اور کنعانی جرنیل ہنی بال کو روم کے اندر پیش

تھے۔

چنگیز خان نے فوراً اندازہ کر لیا کہ اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ چین کے فصیل بند

ں کا محاصرہ کرنا بیکار ہے۔ وہ کھلے آسمان تلے متوسط طبقے کے اٹھنے والے اس طوفان کو تہ

سکتا تھا اور انہیں پسپائی اختیار کرنے پر مجبور بھی کر سکتا تھا لیکن برف باری میں آخر وہ کب

ایسا کرتا کیونکہ شہر فصیل بند تھے اور ان میں داخل ہو کر وہ اپنے لشکریوں کے آرام و آسائش

دوبست نہ کر سکتا تھا لہٰذا اس نے فیصلہ کیا کہ واپس چلا جائے۔ پھر جب جاڑے کا موسم

اختتام پہ ہو گا تو وہ دوبارہ اس طرف کا رخ کرے گا۔

لہٰذا چنگیز خان نے "تائی تنگ فو شہر کا محاصرہ اٹھا لیا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ

ئے گوبی کی طرف کوچ کر گیا!

کوانتی مسلمان ہو چکی تھی۔

وہ یسوتائی کے ساتھ ہی قراقورم شہر آگئی تھی۔ اس نے اپنے مقدر، اپنی ذات کو مکمل طور پر یسوتائی کے ساتھ وابستہ کر لیا تھا۔

جنگ سے واپس آنے کے بعد ایک روز یسوتائی اور الغوری، بولائی اور قرطینہ کی قبروں پہ فاتحہ خوانی کے لیے گئے۔ کوانتی بھی ان کے ساتھ تھی۔

جب وہ فارغ ہوئے تو کوانتی بڑی چاہت اور عقیدت کے ساتھ قبروں کے پاس ہی بیٹھ گئی۔ اس موقع پر الغوری نے یسوتائی سے کہا:

"یسوتائی بیٹے! تم ذرا علیحدگی میں میری بات سنو"

یسوتائی کچھ کہنا چاہتا تھا کہ الغوری نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اسے اپنے ساتھ آنے کو کہا۔ وہ خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیا تو الغوری نے کوانتی کو مخاطب کر کے کہا:

"کوانتی! میری بیٹی!! تم ذرا دیر کے لیے یہیں بیٹھو۔ میں نے یسوتائی سے ایک خاص بات کرنی ہے۔ ہم ابھی آتے ہیں۔ اس حرکت کا برا نہ ماننا بیٹی!"

کوانتی نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا تو الغوری یسوتائی کا ہاتھ پکڑ کر ایک چٹان کی طرف لے گیا۔ دونوں وہاں بیٹھ گئے۔ پھر الغوری نے مشورہ دینے کے انداز میں یسوتائی سے کہا:

"اے یسوتائی! میری خواہش ہے کہ تم فی الفور بلکہ آج ہی کوانتی کے ساتھ شادی کر لو"

یسوتائی نے حیرت اور تعجب سے کہا:

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو عم الغوری! کوانتی نے میرے پاس پناہ لے رکھی ہے میں اس کی مرضی کے بغیر کیسے اور کیونکر اس سے شادی کر سکتا ہوں؟"

الغوری نے اپنی آواز میں زور پیدا کرتے ہوئے کہا:

"تم اس کی رضامندی مجھ پر چھوڑ دو۔ اپنی بات کرو"

یسوتائی نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

"نہیں۔ کوانتی کی رضامندی کے بغیر اس مسئلے پہ بات نہیں کی جاسکتی اور اگر اس موقع پر کوانتی سے آپ اس کی رضامندی حاصل کر بھی لیں تب بھی میں اس سے فی الفور شادی نہیں کر سکتا کیونکہ میں نے عہد کر رکھا ہے کہ میں شادی تب کروں گا جب میری ماں اور بہن مجھے مل جائیں گی اور اے الغوری! تم جانتے ہو کہ میرا یہی وعدہ قرطینہ سے بھی تھا۔"

الغوری نے بحث کرتے ہوئے کہا:

"لیکن یہ عہد تم نے کسی فرد سے نہیں کر رکھا ہے کہ اس پہ تمہیں ہر صورت میں عمل کرنا پڑے۔ تمہارا یہ عہد تمہاری اپنی ذات سے ہے لہٰذا اس میں بدلتے حالات کے مطابق کسی بھی وقت تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ سنو یسوتائی! ـــــ اگر شادی کیے بغیر کوانتی کو امن کی صورت میں تم اپنے گھر یا خیمے میں جنگ کے دوران رکھتے ہو تو یہ بڑا معیوب عمل ہو گا۔ لوگ تم پر طرح طرح کی الزام تراشیاں کر سکتے ہیں کہ ایک جوان اور پرائی لڑکی کو تم نے کیوں اپنے ساتھ رکھا ہوا ہے اور پھر یہ بھی سن رکھو

کہ کوانتی کا تعلق شاہی خاندان سے ہے اور کسی دور میں وہ چین کی پر دلعزیز شہزادی بھی رہی ہے لہٰذا خود چنگیز خان یا اس کے بھائیوں بیٹوں میں سے کوئی بھی کسی بھی وقت اپنا حق جتانے کو کھڑا ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں یا تو کوانتی تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے گی اور اگر کوانتی نے علاوہ تمہارے کسی اور سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تو میری یہ بات یاد رکھو کہ یہ لوگ کوانتی کو قتل بھی کر سکتے ہیں"۔

یسوتائی نے انتہائی سکون اور اطمینان سے جواب دیا:

"جہاں تک کوانتی کے ہر وقت میرے ساتھ رہنے کا تعلق ہے تو میں جنگ میں اسے اپنے ساتھ اپنے خیمے میں نہ رکھا کروں گا۔ جنگ کے دور میں وہ قراقورم میں میرے گھر میں رہا کرے گی اور اس میں چنگیز خان سے کہہ کر تمہیں بھی یہاں کوانتی کے پاس چھوڑ جایا کروں گا ـــــ رہی بات اس کے شاہی خاندان سے ہونے کی وجہ سے چھن جانے کی تو میں چنگیز خان سے کوانتی کے متعلق تفصیل سے بات کر چکا ہوں۔ اس نے مجھے جواب دیا تھا کہ تم کوانتی کو اپنے ساتھ رکھو اور جب چاہو اس سے شادی کر لو ـــــ اب بولو عم الیغوری! اب تم کیا کہتے ہو؟"

الیغوری نے زوردار آواز میں کہا:

"میں اب بھی کہتا ہوں کہ تمہیں آج ہی کوانتی سے شادی کر لینی چاہیے۔ سنو! اگر تم کوانتی کو یہاں قراقورم شہر میں میری حفاظت کے اندر چھوڑ جاتے ہو تو میں ڈرتا ہوں کہ بیچاری غریب الوطن کوانتی کا حشر بھی کہیں قرطینہ جیسا ہی نہ ہو جائے۔ اور ہاں یسوتائی! ماں اور بہن کے مل جانے کے بعد بھی تو کوانتی سے شادی کرنے میں قباحت ہو گی۔ اس لیے کہ جب تم اپنی ماں اور بہن سے ملو گے تو کیا ان دونوں سے تم کوانتی کا یہ کہہ کر تعارف کراؤ گے کہ یہ میری ہونے والی بیوی ہے۔ یہ انتہائی خفیف اور ہلکی بات ہو گی۔ اس لیے تم کوانتی سے شادی کر لو اور جب تمہیں تمہاری

ماں اور بہن ملیں تو انہیں یہ کہہ کر کوانتی سے متعارف کرا سکو گے کہ اے میری بہن! اے میری ماں!! یہ میری بیوی کوانتی ہے۔ اس انکشاف پر وہ زیادہ خوش ہوں گی"۔

یسوتائی کی گردن کچھ جھک سی گئی اور وہ بے حد سنجیدہ دکھائی دینے لگا پھر اس نے بھاری آواز میں کہا:

"عم الیغوری! تمہاری باتوں میں یقیناً وزن ہے لیکن کوانتی کی مرضی کے بغیر یہ شادی اس قدر جلدی کیسے کی جا سکتی ہے"۔

الیغوری نے یسوتائی کی اس کیفیت پر اطمینان اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے یسوتائی! تم بار بار کوانتی کی رضامندی کا مطالبہ کیوں کرتے ہو؟ میں نے کہا نا کہ اس کی رضامندی مجھ پہ چھوڑ دو۔ پھر بھی اگر تم کھل کر ہی کوانتی سے متعلق جاننا چاہتے ہو تو سنو! شاہی محلات کے ناز و نعم میں پرورش پانے والی کوانتی تمہیں پسند کرتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اپنوں سے بچتی بچاتی تمہارے پاس کیوں چلی آتی؟ تمہارا اس سے کیا رشتہ تھا؟ جو وہ تمہارے پاس رات کی تاریکی اور برف باری میں بے دھڑک چلی آئی؟"

"اے یسوتائی! اگر اس تاریک اور برفانی رات میں وہ تمہارے خیمے میں آئی تھی تو اس گرم عمر میں اس سرد لڑکی کی حالت ٹوٹی ہوئی چوڑی سے زیادہ نہ تھی۔ اس کے پاس اپنی خالی آنکھوں، بھیگے آنچل اور کپکپاتے ہونٹوں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ میں نے دیکھا اس کے پاس جو خرجین تھی اس میں چند جوڑے کپڑوں اور چند سکوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ اے یسوتائی! اس کی چاہت تمہارے ساتھ ایسی ہی ہے جیسے پھول کی خوشبو سے، چاندنی کی مہتاب سے، پانی کی موجوں سے، اے یسوتائی! میں یہ گفتگو اس بنا پر کہہ رہا ہوں کہ میرے پوچھنے پہ کوانتی تم سے چاہت کا اظہار کر چکی ہے اور تمہاری خاطر وہ اجالوں، شراروں، اندھیروں، ویرانوں،

ہولناک عذابوں کی شکنوں میں بھی چھلانگ سکتی ہے۔ تمہیں حاصل کرنے کے لیے وہ نازک سی لڑکی ننگے پاؤں آگ پر چلنے کو بھی تیار ہے۔ تمہاری رفاقت کی خاطر وہ اپنے آپ کو سرِ نوکِ سناں بھی کھڑا کر سکتی ہے۔

اے یسوتائی! میری مانو تو کوانتی سے شادی کر لو۔ اس طرح اس کے دل سے غریب الوطن ہونے کا احساس جاتا رہے گا۔ اس کے دل میں یہ کھٹکا نہ رہے گا کہ تمہارے گھر میں وہ غیر اور اجنبی ہے۔ اے یسوتائی! قسم اللہ پاک کی! کوانتی کا تم پر ایسا اعتماد ہے کہ تمہاری خاطر روایتوں کے کہساروں اور عقیدتوں کے صحرا کو اندھا قرار دے سکتی ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ وہ بیچاری تمہاری ماں اور بہن کے ملنے تک دکھوں کی جھیل کے کنارے بیٹھی روتی رہے روحوں کی وادیوں میں تمہاری چاہت اور ہمدردی کی تلاش میں اک ہرن جذبے کی طرح بھاگتی رہے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ یہ نازک اور خوبصورت و معصوم لڑکی تمہاری ذات کے قرب کے انتظار میں روایتوں کی اندھی فصیلوں اور عداوتوں کی ظالم وادیوں میں اتر کر ایک ریشمی لڑکی سے پتھروں کے قبیلے کی کوئی سخت جان دوشیزہ بن جائے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے انتظار میں وہ ہر طرف سے بے یار و مددگار ہو کر تمہارے گھر میں پڑی رہے اور جلد یا بدیر اس کا بھی ویسا ہی کرب ناک انجام ہو جو قرطینہ کا ہوا ـــــ اے یسوتائی! اگر تم ایسا چاہتے ہو تو پھر میں سمجھوں گا کہ تمہیں کوانتی سے کوئی انس اور ہمدردی نہیں ہے۔"

یسوتائی نے مسکراتے ہوئے کہا:

"اے عم الغوری! تم تو بہترین مقرر ہو سکتے ہو۔ بخدا تم نے کیا خوب اور مدلل تقریر کی ہے اور تمہاری اس تقریر کے جواب میں اے عم! میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہاری خواہش کے مطابق میں آج ہی کوانتی سے شادی کر لوں گا۔ تم اس سلسلے میں گھر جا کر کوانتی سے بات کر دو۔ میں یہاں سے سیدھا چنگیز خان

کی طرف جاؤں گا اور اس موضوع پر اس سے بات کروں گا کیونکہ اس شادی میں کم از کم چنگیز خان اور تموجو کا شامل ہونا ضروری ہے۔ چنگیز خان کا اس لیے کہ وہ منگولوں کا حاکمِ اعلیٰ ہے اور تموجو کا اس لیے کہ اس نے میری پرورش ایک بیٹا سمجھ کر کی ہے۔"

یہ سن کر الغوری کی حالت قابلِ دید ہو گئی۔ وہ جلدی سے اٹھا اور یسوتائی سے بولا:

"اٹھو پھر چلیں۔ دیر کاہے کی۔"

دونوں اٹھ کر قبروں کے پاس آئے جہاں کوانتی ان کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔

الغوری نے اسے مخاطب کر کے کہا:

"آؤ بیٹی چلیں! تم بوریت کی آخری حدوں تک پہنچ چکی ہو گی۔"

کوانتی اٹھ کر ان دونوں کے ساتھ ہو لی ـــــ پھر مسکراتے ہوئے اس نے نرمی سے کہا:

"اے عم! ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

یسوتائی نے دیکھا کوانتی نے قبروں پہ بنفشے کے ڈھیروں پھول ڈال دیے تھے اور کچھ پھول اس کے ہاتھ میں تھے جنہیں وہ لہراتی ہوئی ان دونوں کے ساتھ چل رہی تھی۔

جب وہ گھر کے قریب آئے اور کوانتی کے ساتھ گھر کی طرف جانے کی بجائے یسوتائی سیدھا آگے بڑھ گیا تو کوانتی نے فکرمندی سے پوچھا:

"گھر تو آ گیا ہے۔ آپ کدھر جا رہے ہیں۔ کیا آپ....."

یسوتائی نے کوانتی کی طرف دیکھا اور اس کی بات کاٹتے ہوئے اس نے نرمی سے کہا:

"اے کوانتی! تم عم الغوری کے ساتھ گھر چلو۔ میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔"

کوانتی نے بچوں کی طرح چاہت آمیز ضد کرنے کے انداز میں کہا:
"میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی"۔

اس پر الیغوری نے دخل دیتے ہوئے کہا:
"یسوتائی! تم جاؤ بیٹے!"

پھر اس نے کوانتی کے سر پہ پیار سے ہاتھ پھیرا اور کہا:
"یسوتائی تمہاری ہی بہتری کے لیے چنگیز خان کی طرف جا رہا ہے۔ تم اُدھر میرے ساتھ گھر چلیں! پہلے میری بات سنو۔ پھر تم خود ہی جان جاؤ گی کہ یسوتائی اُدھر کیوں جا رہا ہے"۔

کوانتی خاموش ہو گئی۔

یسوتائی آگے بڑھ گیا جبکہ الیغوری اسے لیکر گھر کے اندر داخل ہو گیا!
دونوں دیوان خانے میں آئے اور وہاں پہنچتے ہی کوانتی نے الیغوری سے کہا:
"اے عم! آپ بیٹھیے میں مہمان خانے کے آتش دان میں آگ روشن کرتی ہوں۔ آج کچھ سردی زیادہ ہی ہو گئی ہے"۔

الیغوری نے کہا:
"اے میری بیٹی! آتشدان میں آگ روشن کرنے سے قبل میری بات سنو اور یہاں میرے سامنے آ کر بیٹھو"۔

کوانتی جب الیغوری کے سامنے آ بیٹھی تو الیغوری نے سلسلۂ کلام شروع کرتے ہوئے کہا:
"اے میری بیٹی! شاید تم نے وہاں قرطینہ اور بولائی کی قبروں کے پاس بیٹھ کر سوچا ہو کہ میں نے یسوتائی کو علیحدہ لے جا کر نہ جانے کیا بات کی ہے اے میری بیٹی! تم میری اس حرکت پہ مجھ سے بدگمان نہ ہو جانا"۔

کوانتی نے سعادتمندی سے کہا:
"اے عم! میں تو یہ جانتی ہوں کہ آپ میرے باپ کی جگہ ہیں۔ میں نہیں

جانتی کہ آپ نے علیحدگی میں یسوتائی سے کیا کہا لیکن مجھے یہ اعتماد ہے یہ بھروسہ ہے کہ آپ نے ان سے جو کچھ بھی کہا ہوگا اس میں میرے نقصان اور خسارے کی کوئی بات نہ ہو گی"۔

کوانتی کی بات پہ الیغوری خوش ہو گیا۔ پھر اس نے کہا:
"اے میری بیٹی! تیرے عم کی حیثیت سے میں نے واقعی تیری بہتری اور بھلے ہی کی بات کی ہے۔ اے میری بیٹی! اگر میں آج ہی اور تھوڑی دیر بعد ہی تیری اور یسوتائی کی شادی کا بندوبست کر دوں تو تجھے اس پہ کوئی اعتراض تو نہ ہو گا"۔

الیغوری کی بات پہ کوانتی کی گردن جھک گئی۔ خوشی و شادمانی، سرور و نشاط میں وہ ایسی ہو گئی تھی جیسے گلابی برکھا کے موسم میں ساون کی پہلی بارش کا کوئی قطرہ زمین پہ گر کر اس کے جسم کو مہکا گیا ہو۔ جیسے فضاؤں میں، ہواؤں میں — بہاروں میں، سبزہ زاروں میں، فردوس کے خوش رنگ طیور رقص کناں ہو گئے ہوں۔ جیسے کوانتی کے بدن سے منظر منظر نکھری چاندنی اور قدم قدم احساس کو امر کرتی ہوئی خوشبو لپٹ گئی ہو۔

ایسا لگتا تھا جیسے بارش سے نکھری مٹی کی طرح اس کے جسم کے ذرے ذرے میں مہک بھر گئی ہو۔ اس کی آنکھوں میں خوشبوں میں لپٹے خواہشات کی تکمیل کے حروف رقص کر رہے تھے۔ اس کے چہرے پہ ایسی آسودگی تھی جیسے گونگے کو نطق اور اندھے کو بصیرت مل گئی ہو۔

کوانتی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی گردن جھکی رہی۔
الیغوری نے پھر اک لطف و مہربانی سے کہا:
"اے کوانتی! میرے سوال کا جواب خاموشی نہیں ہے۔ میں تمہارے منہ سے کچھ سننا چاہتا ہوں"۔

ہاتھ میں تھامے ہوئے بنفشے کے پھول کوانتی نے ایک طرف رکھ دیے اور

حیا میں دبی اور شرم میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا:

"اے عم! مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ یسوتائی میری منزل ہیں۔ پھر میں کیونکر آپ کے اس فیصلے سے اختلاف کر سکتی ہوں"۔

البغوری نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے میری بیٹی! اگر ایسا ہے تو پھر روشن دان میں آگ روشن کرو اور دیکھو۔ تھوڑی دیر میں شام ہو جائے گی لہٰذا یسوتائی کے آنے سے پہلے پہلے کھانا تیار کر لو"۔

کوانتی نے اٹھتے ہوئے پوچھا:

"آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ وہ چنگیز خان کی طرف کیوں گئے ہیں"۔

البغوری نے طمانیت سے کہا:

"میں اور یسوتائی آپس میں فیصلہ کر چکے ہیں کہ یہ شادی آج ہی ہوگی لہٰذا وہ چنگیز خان اور اس کے چھوٹے بھائی تموجو کو اطلاع کرنے گیا ہے کہ وہ آج ہی کوانتی سے شادی کر رہا ہے"۔

کوانتی نے فوراً پوچھا:

"اے عم! آپ نے انہیں اس شادی پر مجبور تو نہیں کیا۔ اگر آپ نے ان پر میری مجبوری و بے اختیاری، میری بے بسی و ناچاری کا اظہار کر کے انہیں ازراہِ ہمدردی و غمخواری میرے ساتھ شادی کر لینے پر مجبور کیا ہے تو یہ اچھا نہیں ہے اور اگر وہ ایسا کرنے پر خود رضامند ہوئے ہیں تو میں سمجھتی ہوں یہ میری خوش نصیبی ہے۔ . . . . . اے عم! آپ جانتے ہیں کہ میں انہیں بے حد پسند کرتی ہوں تب سے جب وہ پہلی بار لشکر لے کر ہماری مدد کے لیے ہماری سرزمینوں کی طرف گئے تھے۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ میں انہیں اپنی منزل اور اللہ کے بعد انہیں اپنا آخری سہارا سمجھتی ہوں۔

لیکن پھر بھی اے عم! ان کے ساتھ ساری چاہت و محبت اور رغبت و طلب

کے باوجود میں یہ پسند نہ کروں گی کہ انہیں زبردستی میری زندگی کا ساتھی بنا دیا جائے ایسی صورت میں تو ایک لونڈی، ایک باندی کی طرح ان کی خدمت اور دیکھ بھال کر کے انہیں خوش رکھنے کی کوشش کروں گی لیکن وہ مجھے خوش نہ رکھ سکیں گے۔ اے عم! میں تو ابھی تک یہ بھی نہ جان سکی کہ یسوتائی کے میرے متعلق کیا خیالات ہیں۔ وہ مجھے پسند بھی کرتے ہیں یا نہیں؟ یا یہ کہ انہوں نے یونہی ازراہِ ہمدردی مجھے اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے؟"

البغوری نے گہرے تبسم سے کہا:

"اے بیٹی! اگر تو یسوتائی سے بارے میں کھل کر ہی سننا چاہتی ہے تو سُن! جس طرح تم یسوتائی کو چاہتی ہو اسی طرح وہ بھی تمہیں بے حد پسند کرتا ہے اور اس کا اظہار اس نے اُس وقت کھل کر میرے سامنے کیا ہے جس وقت تم قرطینہ اور بولاڈی کی قبروں پر بیٹھی تھیں۔

اے بیٹی! میں نے تو اسے صرف جلدی شادی کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ اس کا ارادہ تھا کہ اپنی ماں اور بہن کے ملنے پر تم سے شادی کرے گا لیکن میں نے اسے یہ سمجھایا ہے کہ کوانتی اس وقت تک ایک پرائی لڑکی ہے جب تک تمہاری اس سے شادی نہیں ہو جاتی اور امن کی حالت میں اس کا تمہارے گھر اور جنگ کی صورت میں تمہارے خیمے میں رہنا لوگوں کی نگاہوں میں معیوب سمجھا جائے گا۔ بس یہ بات اس کی سمجھ میں آ گئی اور وہ آج ہی شادی کرنے پر رضامند ہو گیا"۔

البغوری کے اس انکشاف پر کہ یسوتائی اُسے پسند کرتا ہے، کوانتی کی کیفیت خوشی میں اس شوخ و حسین کوہستانی دوشیزہ جیسی ہو گئی جس کے اکیلے پن کی کتھا میں چاہتوں اور محبتوں کا رس شامل ہو گیا ہو اور جس نے اس کے کورے اچھوتے نگر سُونے بدن کو کندن کر کے رکھ دیا ہو۔

کوانتی کی آنکھوں میں اَن گنت میٹھی لہریں رقص کر رہی تھیں۔ وہ اس سے

بچوں کی آوازوں، ماں کی نیک دعاؤں، وفا کی تنزیل اور جگنوؤں کے میلے جیسی پرکشش اور جاذب نظر ہوگئی تھی۔

وہ ایسا محسوس کر رہی تھی گویا تقدیر کے فرشتوں نے اس کی زندگی میں ہر سُو رنگ ہی رنگ بکھیر دیے ہوں۔ وہ اپنی بے گناہ خوشبوؤں اور مسکراہٹوں کو دباتی ہوئی صرف اتنا ہی کہہ پائی:

"اے عم ایلغوری! اگر یسوتائی بھی مجھے پسند کرتے ہیں تو میں خوش بخت ہوں۔"

پھر وہ وہاں سے ہٹ کر گھر کے کاموں میں لگ گئی۔

یسوتائی جب چنگیز خان کی رہائش گاہ کے قریب گیا تو اس نے دیکھا چنگیز خان اور تموجہ کہیں جا رہے تھے۔

یسوتائی کو دیکھ کر وہ دونوں رک گئے۔

یسوتائی ان کے قریب آیا اور پوچھا:

"کیا آپ کہیں جا رہے ہیں؟"

چنگیز خان نے کہا:

"ہم ذرا قسار اور ملکوتی کی طرف جا رہے ہیں۔ تمہیں کوئی کام ہو تو کہو۔"

یسوتائی نے شرماتے ہوئے کہا:

"اے خان! میں آپ اور عم تموجہ کو یہ بتلانے آیا تھا کہ میں آج ہی بلکہ ابھی کوانتی سے شادی کر رہا ہوں۔"

تموجہ کے چہرے پر مسکراہٹیں بکھر گئیں اور آگے بڑھ کر اس نے یسوتائی کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہا:

"اے یسوتائی! تُو نے کیسا عمدہ، خوب اور بروقت فیصلہ کیا ہے۔ قسم

بوگرد کی! تمہاری شادی میں اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں لہٰذا اس کے سارے اخراجات میں خود برداشت کروں گا۔"

اس پر چنگیز خان نے کہا:

"اے تموجہ! جس کام کے لیے ہم ملکوتی اور قسار کی طرف جا رہے ہیں اسے ملتوی کر دو۔ پہلے ہم یسوتائی کی شادی میں شامل ہوں گے۔"

تموجہ نے پھر یسوتائی سے کہا:

"اے یسوتائی! دیکھ تُو شادی کے لیے کچھ تگ و دو نہ کرنا کیونکہ جب قرطینہ یہاں آئی تھی تو میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ جنوبی مہم سے واپسی پر میں اس سے تمہاری شادی کرا دوں گا لہٰذا میں نے اس کے لیے کچھ زیورات اور ملبوسات بنائے تھے اور وہی اب کوانتی کے کام آئیں گے ..... یسوتائی! تم اب گھر لوٹ جاؤ۔ میں ابھی کسی کو بھیج کر تمہاری مسجد کے امام کو بلواتا ہوں۔ اس کے علاوہ دیگر سارے انتظامات بھی مجھ پر چھوڑ دو۔ پھر دیکھو، کیسے جشن اور دھوم دھام کے ساتھ میں تیری شادی کا بندوبست کرتا ہوں۔"

تموجہ کے کہنے پر یسوتائی واپس چلا گیا۔

یسوتائی جب گھر میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کوانتی خوشی میں جھومتی ہوئی اور بھاگ بھاگ کر گھر کے کام کر رہی تھی۔ اسے دیکھ کر وہ شرماتی ہوئی مکان کے دوسرے حصے میں چلی گئی۔

یسوتائی مہمان خانے میں ایلغوری کے پاس جا بیٹھا اور اس سے کہا:

"اے عم! میں نے چنگیز خان اور تموجہ کو اطلاع کر دی ہے وہ شادی کا انتظام خود ہی کر لیں گے۔"

پھر وہ دونوں گھریلو معاملات پر گفتگو کرنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد چنگیز خان اور تموجن، ان کے بھائی، بیٹے بیٹیاں، بیویاں اور دیگر ان گنت لوگ یسوتائی کے گھر میں داخل ہوئے۔ ان میں مقولی، سوبدائی اور جبی نویان بھی شامل تھے۔

منگول جوان رنگ برنگے لباس پہنے دفیں بجا رہے تھے جبکہ ان کی لئے پر حسین منگول لڑکیاں رقص کر رہی تھیں۔

پھر اسی جشن کے سمے میں یسوتائی اور کوانتی کی شادی ہوگئی!

جاڑا اپنے ساتھ برف باری کے طوفان اور منجمد کر دینے والی آندھیوں کے جھکڑ لے کر رخصت ہو گیا۔

رُت بدلی۔ خزاں پر بہار غالب آنے لگی۔ ماہ و سال بھی بدل گئے۔

۱۲۱۳ء ختم ہو گیا اور ۱۲۱۴ء شروع ہو گیا۔

یسوتائی ایک روز بھاگتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔ کوانتی اسے اس حالت میں دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ تیزی سے وہ یسوتائی کے پاس آئی اور پوچھا:

"آپ اس طرح بھاگ کر کیوں آ رہے ہیں؟ خیریت تو ہے؟؟"

اتنے میں الیغوری بھی ان کے پاس آ کھڑا ہوا۔ اپنی سانسیں درست کرتے ہوئے یسوتائی نے کہا:

"ہے تو خیریت...... ہمارا لشکر ابھی تھوڑی دیر تک چین پر دوبارہ حملہ آور ہونے کے لیے یہاں سے کوچ کرنے والا ہے۔ اے کوانتی! میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں تم گھر پر رہو گی یا میرے ساتھ لشکر میں رہنا پسند کرو گی؟"

کوانتی نے کچھ سوچنے اور فیصلہ کرنے کے بعد کہا:

"پہلے آپ مجھے یہ بتا یئے کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد میں اپنی تمنّا کا اظہار کردوں گی۔"

یسونائی نے بلا تامّل کہہ دیا:

"کوانتی! سچی اور ایمانداری کی بات یہ ہے کہ میرا آرام، میرا سکون اور میرا چین و دل بستگی تو اسی میں ہے کہ تم میرے ساتھ لشکر میں رہو۔"

کوانتی نے دلفریب مسکراہٹ سے کہا:

"جو میں چاہتی تھی اس کا اظہار آپ نے خود ہی کر دیا ہے۔ میں آپ کے ساتھ لشکر میں رہوں گی۔"

یسونائی نے کہا:

"اگر ایسا ہے تو تم دونوں تیاری کرو۔ الیغودری بھی ہمارے ساتھ جائے گا۔"

پھر وہ تینوں کوچ کی تیاریاں کرنے لگے!

۱۲۱۴ء کے موسم بہار کا پہلا سبزہ اُگا تو چنگیز خان نے اپنے لشکر کے ساتھ صحرائے گوبی سے چین کی طرف کوچ کیا۔

پہلے حملے کے دوران چونکہ لیاؤ قوم نے چین کا ماتحت ہونے کے باوجود دائی ڈنگ کے خلاف چنگیز خان کا ساتھ دیا تھا لہٰذا چنگیز خان کی واپسی کے بعد دائی ڈنگ نے اس قوم پر مظالم کی انتہا کر دی تھی اور اس نے ایک لشکر بھیج کر لیاؤ کے مرکزی شہر لیاؤ تنگ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ لیاؤ قوم کا قتلِ عام کر کے اس سے چنگیز خان کا ساتھ دینے کا انتقام لے لیکن یہ محاصرہ ابھی جاری تھا کہ چنگیز خان نے چین پر دوسرا حملہ کر دیا۔

اس حملے میں بھی چنگیز خان کے لشکر کی ترتیب وہی تھی جو پہلے حملے میں تھی۔ فرق صرف یہ تھا کہ چنگیز خان نے ایک نیا لشکر ترتیب دیا اور اس لشکر کا سالار اپنے بڑے بیٹے جوچی کو

اور دوسرے بھائیوں کو اس کے ماتحت رکھا۔

یہ لشکر اس نے لیاؤ قوم کے مرکزی شہر لیاؤ تنگ کی طرف روانہ کر دیا تاکہ ...یوں کو لیاؤ تنگ کا محاصرہ اٹھا لینے پر مجبور کر دیا جائے۔

اس بار چنگیز خان نے ایک نئی حکمتِ عملی اختیار کی۔ اس مرتبہ وہ شینسی اور سینان ...دن کی طرف نہ گیا بلکہ اپنے مرکزی شہر قراقورم سے نکل کر اس نے چین کے انتہائی شمالی شہر تاٹی ٹو ...رخ کیا۔ اپنے پہلے ہی حملے میں اس نے شہر کو ویران کر کے رکھ دیا۔

پھر وہ بحیرۂ چین کی طرف بڑھا اور سمندر کے کنارے تک اس نے جم کر طاقتور سے ...نتور شہروں کا محاصرہ کیا۔ شہروں اور قلعوں پر حملہ کرنے سے پہلے وہ آس پاس کے دیہات سے ...ی لوگوں کو پکڑ کر اپنے لشکر کے آگے آگے رکھتا۔ ان لوگوں کی مدد سے وہ فصیل بند شہروں کے ...ازے کھلوانے میں کامیاب ہو جاتا اور پھر ان پر تباہی اور بربادی کے دروازے کھول دیتا۔ اس ...راستے میں آنے والی ہر چیز کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔

جس شہر کے لوگ اس سے ڈر کر اور خوفزدہ ہو کر اپنے شہروں کے دروازے اس کے ...کھول دیتے انہیں وہ معاف کر دیتا اور جنہیں وہ طاقت کے ذریعے فتح کرتا وہاں وہ اپنا آتش و ...ن کا وحشی کھیل کھیلتا۔ جوان مردوں سے کام لینے کے لیے وہ انہیں اپنا قیدی بنا لیتا اور باقی آبادی ...صفایا کر کے رکھ دیتا۔

بحیرۂ چین تک پہنچتے پہنچتے چنگیز خان نے وحشت و بربریت کا ہولناک مظاہرہ کیا۔ ...ہ فصلیں اس نے اپنے لشکر تلے کچل دیں۔ پکی ہوئی فصلوں کو آگ لگا دی۔ ریوڑ ہنکا لے گیا۔ ...رھے اور نکمے مردوں اور عورتوں اور بچوں کو اس نے کاٹ کاٹ کر ان کے ٹکڑے اڑا دیے۔

بحیرۂ چین تک چنگیز خان نے عذاب کی صورت میں ایک تباہی پھیلا دی تھی۔ ایک طرح ...ے اس نے دریائے ہوانگ ہو کے شمال میں چین کے سارے علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس ...بت ناک جنگ میں بہت سے چینی سپہ سالار چنگیز خان سے خوفزدہ ہو کر اپنے ساتھیوں سمیت ...نگولوں سے آ ملے تھے۔

اب چنگیز خان کا لشکر عجب سماں پیش کرتا تھا۔ زمین اور آسمان کے خطِ اتصال تک

منگولوں کے لشکروں کے چھکڑوں کی نہ ختم ہونے والی قطاریں، بیلوں اور دوسرے جانوروں کے ریوڑ اور سینگوں کے پرچم دکھائی دیتے تھے۔

چنگیز خان کے ان حملوں کی تباہی و بربادی اور قتل و غارت کے باعث مقامی آبادی میں قحط اور بیماری کی وبائیں پھوٹ نکلیں۔ بحیرۂ چین تک بربادی اور ہولناکی برپا کرنے کے بعد وہ مرٹا اور سمندر کے کنارے کے قریب ہی اس نے چین کے مرکزی شہر ین کنگ کا رخ کیا اور اس کی فصیلوں کے قریب اپنے لشکر سمیت خیمہ زن ہو گیا۔

موسمِ بہار گزر چکا تھا اور برف باری کا موسم پھر آن پہنچا تھا۔

اس دوران مقامی آبادی میں قتلِ عام کے باعث جو طرح طرح کی بیماریاں پھوٹ پڑی تھیں انہوں نے اپنا اثر چنگیز خان کے لشکر میں بھی دکھایا اور ان بیماریوں نے منگولوں سے اپنا خراج خوب وصول کیا۔ بیشتر جانور مر گئے۔ جنگ میں کام آنے والے اکثر گھوڑے لاغر اور بیمار ہو کر کمزور پڑ گئے اور اس طرح وہ جنگ کے لیے ناکارہ ہو گئے۔

ین کنگ سے باہر پڑاؤ کے دوران یسوتائی، سوبدائی، مقولی اور جبی نویان نے چنگیز خان پر زور دیا کہ انہیں شہر پر حملہ کرنے کی اجازت دیدی جائے لیکن اس نے تین وجوہات کی بنا پر اپنے ان ارخونوں کو حملہ کرنے کی اجازت نہ دی۔

اول یہ کہ ین کنگ سے باہر خیمہ زن ہو کر چنگیز خان نے ین کنگ کی فصیل اور قلعے کا بغور جائزہ لے لیا تھا اور یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ ین کنگ اگر ناممکن التسخیر نہیں تو اس میں داخلہ اور قبضہ کرنا بے حد مشکل ضرور ہے۔

دوئم یہ کہ چنگیز خان کے لشکر میں وبا پھیلنی شروع ہو گئی تھی لہٰذا اسے خدشہ تھا اگر وہ یہاں سے نکل کر دوسرے صاف ستھرے علاقوں کی طرف نہ گیا تو ممکن ہے یہ وبا عام ہو کر اس کے لشکر میں بڑی تباہی پھیلا دے۔

سوئم یہ کہ جاڑا سر پہ آ رہا تھا۔ برف باری کا موسم شروع ہونے والا تھا اور اس سخت موسم کے آنے سے پہلے پہلے وہ وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔

ان وجوہات کی بنا پر چنگیز خان نے ین کنگ کا محاصرہ ترک کر کے واپس جانے کا

ر لیا تھا لیکن واپس جانے اور محاصرہ اٹھانے سے پہلے اس نے اپنے کچھ قاصد ایک پیغام ر دائی ڈنگ کی طرف روانہ کیے۔ یہ پیغام اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب و غریب تھا۔

اس پیغام میں چنگیز خان نے دائی ڈنگ کو کہلا بھیجا:

"ہماری اور تمہاری اس لڑائی سے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

تم دیکھتے ہو کہ دریائے ہوانگ ہو کے شمال کے سارے صوبے میرے قبضے میں ہیں لیکن میں ان صوبوں میں اپنے لشکر متعین کر کے واپس جا رہا ہوں لیکن کیا تم میرے ارخونوں کو تحائف سے خوش کیے بغیر ہی واپس جانے دو گے؟

اور سنو!

اگر تم یہ چاہو کہ ہم واپس چلے جائیں اور ہمارے تمہارے درمیان یہ جنگ ختم ہو جائے تو تمہیں شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والی کسی شہزادی کو میرے حرم میں داخل کرنا ہو گا!"

دائی ڈنگ تک جب چنگیز خان کا یہ پیغام پہنچا تو اس نے اپنے مشیروں کو جمع کیا اور سے مشورہ طلب کیا۔

جو مشیر چنگیز خان کے لشکر کی مشکلات سے آگاہ تھے انہوں نے دائی ڈنگ کو مشورہ دیا شہر سے نکل کر منگولوں پر زوردار حملہ کر کے انہیں تہس نہس کر دیا جائے۔

اگر دائی ڈنگ ایسا کرتا تو آج منگولوں کی تاریخ مختلف ہوتی لیکن دائی ڈنگ نے اپنے ں کا کہا نہ مانا۔ دراصل اس پر منگولوں کا رعب اور خوف طاری ہو چکا تھا۔

چنگیز خان کے یہ مطالبات بظاہر عجیب سے تھے لیکن ان مطالبات کے اندر اس کی یہ تِ عملی تھی کہ اگر دائی ڈنگ نے اس کی پیشکش قبول کر لی تو جو تحفے دائی ڈنگ دے گا ان تحفوں وہ اپنے ارخونوں کو انعامات دے گا جس سے ان کے حملہ آور ہونے کی بے تابی میں کمی ہو گی دوسرے یہ کہ ان تحائف سے چین کے اژدہے والے تخت کی آن بان پر بھی برا اثر پڑے گا

دوسری طرف دائی ڈنگ چنگیز خان کے پیغام کے بارے میں ابھی صلاح مشورہ ہی رہا تھا کہ اسے یہ خبر ملی کہ چنگیز خان کے بیٹے جو لیاؤ قوم کی مدد کے لیے گئے تھے انہوں نے

چینی لشکر کو شکست دے دی ہے لہٰذا اس شکست نے اس پر منگولوں کا اور زیادہ خوف طاری کر دیا۔

ان حالات میں وائی ونگ نے اپنے مشیروں کے مشورے کو رد کرتے ہوئے چنگیز کی طرف صلح اور امن کا ہاتھ بڑھا دیا۔

چنگیز خان کی خواہش کے مطابق وائی ونگ نے اسے پانچ سو حسین ترین کنیزیں، پانچ غلام، نفیس گھوڑوں کا ایک بہت بڑا ریوڑ، ریشم اور سونے کے تو بڑے اور کوانتی کی بڑی بہن سکات کو چنگیز خان کے حرم میں داخل کرنے کے لیے بھیجا۔

کوانتی کو اطلاع ہو گئی تھی کہ سکات کو چنگیز خان کی بیوی بننے کے لیے بھیجا جا رہا ہے لہٰذا جب یہ ساری چیزیں ین کنگ سے باہر نکلیں تو کوانتی یسوتائی کے ساتھ وہاں آئی۔ اس نے دیکھا کہ اس کی بہن سکات گھوڑے پر سوار اس سامان کے ساتھ تھی جو چنگیز خان کے لیے بھیجا جا رہا تھا اور چنگیز خان کے قاصد بھی اس سامان کے ہمراہ تھے۔

یسوتائی اور کوانتی جب سکات کے قریب آئے تو سکات نے اپنے گھوڑے کو روک لیا۔ وہ کوانتی کو دیکھ کر مسکرائی اور گھوڑے سے اتر پڑی۔ یسوتائی کے اشارے پر چنگیز خان کے قاصد بھی رک گئے۔

کوانتی بھی گھوڑے سے اتری۔ بھاگ کر آگے بڑھی اور دونوں بہنیں بغلگیر ہو گئیں۔ یسوتائی بھی ان کے پاس آ کھڑا ہوا۔

سکات نے علیحدہ ہو کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا:

"کوانتی! میری بہن! میں تو تمہارے متعلق مایوس ہو گئی تھی۔ میں نے تو یقین کر لیا تھا کہ تم اب تک زندہ نہ ہو سکی اور کسی حادثہ کا شکار ہو کر ختم ہو چکی ہو گی لیکن اے میری عزیز بہن! تمہیں اپنے سامنے زندہ و سلامت دیکھ کر میری خوشیوں کی کوئی حد نہیں ہے۔"

کوانتی نے کہا:

"اے میری بہن! میں خوش ہوں کہ تمہیں منگولوں کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ اس طرح

ہم دونوں بہنیں آزادی سے ایک دوسری سے مل سکتی ہیں۔ اے سکات! میری بہن! میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اب میں مسلمان ہوں۔ میں نے یسوتائی سے شادی کر لی ہے اور اب میں ان کی بیوی ہوں۔"

سکات نے اور زیادہ خوشی سے کہا:

"تم دونوں کو میاں بیوی کی حیثیت سے دیکھ کر میری خوشیوں میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔ کوانتی! میری بہن!! میں نے اپنے پاس زہر رکھا ہوا ہے اور میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنے آپ کو وحشی منگولوں کے سردار چنگیز خان کے حوالے کرنے کے بجائے میں زہر کھا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لوں گی لیکن اے میری بہن! تمہیں اور یسوتائی کو میاں بیوی کی حیثیت سے یہاں دیکھ کر مجھے اپنی زندگی ایک بار پھر عزیز اور پیاری ہو گئی ہے۔ اب میں بخوشی چنگیز خان کے حرم میں داخل ہو جاؤں گی اس لیے کہ تم دونوں کی یہاں موجودگی میرے لیے بہت بڑا سہارا ہو گی۔"

یسوتائی نے کہا:

"سکات! اب تم جاؤ۔ فکرمندی کی کوئی بات نہیں۔"

لہٰذا سکات دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھ گئی جبکہ یسوتائی اور کوانتی اپنے خیمے میں چلے گئے۔

اسی روز سکات کو چنگیز خان کے حرم میں داخل کر دیا گیا اور اس سے اگلے روز چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا۔

جو علاقے اس نے فتح کیے تھے وہاں اس نے جگہ جگہ اپنے حفاظتی دستے مقرر کر دیے۔ دراصل وہ واپس اپنے شہر قراقورم نہ گیا تھا بلکہ وہ صرف برف باری کا موسم گزارنے کے لیے اس جگہ جا کر خیمہ زن ہو گیا تھا جہاں کوہستانی سلسلے اور صحرائے گوبی آپس میں ملتے تھے۔ قیدیوں کا ایک ہجوم بھی اس کے ساتھ تھا اور یہ وہ قیدی تھے جو گزشتہ جنگوں میں اس کے ہاتھ لگے تھے۔

صحرائے گوبی کی سرحد پر خیمہ زن ہونے کے بعد ان تمام قیدیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ صرف چند کاریگر ہی ان قیدیوں میں سے بچے تھے اور قیدیوں کو قتل کرنے کا منگولوں میں یہ انا

رواج تھا کیونکہ کسی یورش کے بعد قیدیوں کے گروہ فاقہ کشی کے عالم میں ننگے پاؤں صحرائے گو
بی میں ان کا ساتھ نہ دے سکتے تھے لہٰذا قتل کر دیے جاتے تھے۔ اور پھر اس وقت تک منگولوں
میں اس قدر کثرت میں قیدیوں کو غلام بنا کر رکھنے کا رواج بھی نہ تھا لہٰذا یوں منگول قیدیوں سے
جان چھڑا لیتے تھے جیسے کوئی پرانے کپڑے اتار پھینکتا ہے۔ انسان کی ان کی نگاہوں میں کوئی
اہمیت نہ تھی۔ ان کی خواہش صرف یہی تھی کہ زرخیز زمینوں کو ویران کر کے اپنے ریوڑ کے لیے چراگاہوں
میں بدل دیں لہٰذا اس جنگ کے بعد منگول لشکری بڑے فخر سے کہتے تھے کہ انہوں نے شہروں کو
ایسا مسمار کر کے زمین کے برابر کیا کہ گھوڑا اگر مسمار شدہ شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے
تک بھاگے تو کہیں ٹھوکر نہ کھائے۔

بہر حال قیدیوں کے خاتمے کے بعد چنگیز خان صحرائے گوبی کے کنارے برف باری کا
موسم گزرنے کا انتظار کرنے لگا۔

چنگیز خان کے دو خوفناک حملوں اور پھر چین کے مرکزی شہر ین کنگ کا کچھ دنوں تک
محاصرہ کر لینے پر چین کے بادشاہ دائی ونگ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ ین کنگ میں محفوظ نہیں رہ سکتا
کیونکہ منگول کسی بھی وقت زوردار حملہ کر کے اور شہر کو طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کر کے اسے
فتح کر سکتے ہیں اور اگر ایسا ہو گیا تو سب سے بدترین سزا اسے ہی دی جائے گی لہٰذا اس نے یہ
فیصلہ کر لیا کہ ین کنگ سے نکل کر جنوب کے کسی محفوظ مقام کی طرف چلا جائے گا اس لیے اس نے
ایک شاہی فرمان جاری کیا اور یہ فرمان منادوں نے لوگوں کو پڑھ پڑھ کر سنایا۔

فرمان میں لکھا تھا:

"ہم اپنی رعایا کو یہ اعلان سناتے ہیں کہ ہم اب اپنے جنوبی مستقر میں قیام
کریں گے۔"

اس اعلان سے بادشاہ کی رہی سہی شان و شوکت بھی خاک میں مل گئی کیونکہ اس اعلان میں

بزدلی کا اظہار تھا۔

بادشاہ کے وزیروں، ین کنگ کے حاکموں اور قوم کے کہنہ سال امراء نے دائی ڈنگ
درخواست کی کہ وہ اپنے مرکزی شہر کو چھوڑ کر جنوب کی طرف نہ جائے لیکن دائی ڈنگ نے ان
کوئی مشورہ قبول نہ کیا اور اپنے بیٹے کو جو سلطنت کا ولی عہد بھی تھا، امورِ مملکت پر نگاہ رکھنے کے
ین کنگ میں چھوڑ کر خود ایک مضبوط لشکر کے ساتھ جنوب کی طرف چلا گیا۔ اپنے بیٹے کو اس نے
لیے وہاں چھوڑا کہ وہ اپنے ملک کے قلب کو اس طرح خالی نہ کرنا چاہتا تھا کہ ین کنگ میں
ہاہت کا خول تک باقی نہ رہے۔ ضروری تھا کہ شاہی خانوادے کا کوئی آدمی ضرور باقی رہ جائے
دیکھ کر لوگوں کو تسلی ہو۔ اس کے علاوہ دائی ڈنگ ایک مضبوط لشکر بھی ین کنگ میں چھوڑ گیا تھا۔

دائی ڈنگ کے اس طرح چلے جانے سے دارالسلطنت میں بغاوت کے آثار نمودار ہونے
یہ صورت حال دیکھتے ہوئے ولی عہد، دیگر شاہی خاندان کے لوگ اور سب عمال جمع ہوئے اور
انے مل کر حلف اٹھایا کہ وہ شاہی خاندان کے وفادار رہیں گے۔ انہوں نے عہد کیا کہ گو ہمارا
اہ ہمیں چھوڑ کر بھاگ گیا ہے لیکن منگولوں نے اگر پھر ہماری زمینوں پر حملہ کیا تو اپنے دفاع
ہم جنگ جاری رکھیں گے۔

چین کے جری اور جفاکش سپاہی بارش میں ننگے [illegible] راہوں پر جمع ہوئے اور انہوں
عہد کیا کہ وہ ولی عہد اور امراء کا ساتھ دیں گے۔ کہ [illegible] کے فرار سے وفاداروں کی قدیم اور
ری روحِ عمل چین کے اندر نئے سرے سے پیدا ہو گئی تھی۔

اس موقع پر دائی ڈنگ نے قاصد بھیج کر اپنے بیٹے اور ولی عہد کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔
سال چینیوں نے اس کی بہت منت کی کہ ولی عہد کو مرکزی شہر میں ہی رہنے دیا جائے لیکن
ڈنگ نہ مانا اور اپنی ضد پر قائم رہا۔ اب بھی اس کی ہر خواہش ملک کا اعلیٰ ترین قانون تصور کی جاتی
۔ اس طرح بڑی ذلت کے عالم میں ولی عہد کو بھی ین کنگ چھوڑنا پڑا۔

ولی عہد کے چلے جانے کے بعد ین کنگ کی حفاظت شاہی خاندان کے ایک اور فرد کے
ی گئی جس کا نام دانگ ین تھا اور یہ چین کے لشکر میں ایک سالار کی حیثیت سے کام بھی کر رہا تھا
یے طرح سے وہی چین کا حکمران تھا تاہم ین کنگ میں دائی ڈنگ کی بجائے اب شاہی خاندان کی

چند عورتیں، شہر کے پرانے عمال اور کچھ خواجہ سرا ہی رہ گئے تھے۔

اس دوران میں چین کے لوگوں نے مل کر جو اپنی سرزمینوں کی حفاظت کا عہد کیا تو اس عہد نے چینیوں کو آگ کے الاؤ کی طرح بھڑکا دیا۔ چینی عوام مسلح ہو کر نکل کھڑے ہوئے۔ منگولوں نے جو علاقے فتح کیے تھے ان پر جا بجا منگولوں کے محافظ دستوں اور چوکیوں پر حملے کیے گئے اس کے علاوہ لیاؤتنگ کے صوبے کو منگولوں کی گرفت سے آزاد کرانے کے لیے ایک لشکر روانہ کیا گیا۔ اس لشکر نے صوبہ لیاؤتنگ کے اندر جس قدر منگولوں کی چوکیاں تھیں سب کو تباہ و برباد کر دیا اور جس قدر بھی منگول اس صوبے میں تھے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

اپنے جاسوسوں کے ذریعے جب حالات کے اس طرح پلٹا کھا جانے کا علم چنگیز خان کو ہوا تو اس نے فوری اقدام کیا۔ گو جاڑوں اور برف باری کا موسم شروع ہو چکا تھا اور اسی موسم سے بچنے کی خاطر وہ چین کے علاقوں سے نکل کر صحرائے گوبی کی طرف آیا تھا لیکن اس اچانک انقلاب کو دیکھ کر اس نے برف باری کو نظر انداز کر دیا اور اس سخت موسم میں ہی اس نے چین پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا لیکن کوچ کرنے سے قبل اس نے اپنے خیمے میں اپنے ارخونوں کا ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا۔

جب اس کے بھائی، بیٹے اور سارے ارخون خیمے میں جمع ہو گئے تو اس نے انہیں وہ ساری خبریں سنائیں جو اس کے جاسوس چین کی طرف سے لے کر آئے تھے اور پھر اس نے ان سے مشورہ طلب کیا۔

سب سے پہلے سوبدائی اٹھا اور اس نے چنگیز خان کو مخاطب کر کے کہا:

"اے خان! گو جاڑے اور برف باری کا موسم شروع ہو چکا ہے لیکن اسے نظر انداز کر کے ہمیں چین پر یلغار کر دینی چاہیے اور چین پر یہ حملہ اس وقت تک جاری رہنا چاہیے جب تک ہم ان کی قوت کا مکمل طور پر خاتمہ نہیں کر دیتے۔"

یسوتائی، مقولی، جبی نویان اور دوسرے لوگوں نے سوبدائی کی تائید کی۔ اس پر چنگیز خان نے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"میرا اپنا یہ خیال ہے کہ چین کے اندر ایک سے زائد لشکر پھیلا کر ہم چین کی

عسکری قوت کو مختلف حصوں میں بانٹ کر کمزور کر دیں لہٰذا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس موقع پر چار لشکر ترتیب دیے جائیں۔ ایک میرے پاس، دوسرا یسوتائی، تیسرا سوبدائی اور چوتھا مقولی کے تحت ہو گا جبکہ جبی نویان کو چند دستوں کے ہمراہ میں واپس قراقورم بھیج رہا ہوں تاکہ وہ تیزی سے صحرائے گوبی پہنچے اور وطن جا کر اپنے سرداروں کو اطمینان دلائے کہ ہم اور ہمارا لشکر ٹھیک ہیں۔

سنو میرے ارخونو!

میں چاہتا ہوں کہ جنوب کی طرف بھاگ گئے داتی ڈنگ کا بھی تعاقب کیا جائے۔ گو وہ بہت دور نکل چکا ہو گا اور برف باری کے اندر اس کا تعاقب کرنا اور اسے جا لینا ایک انتہائی دشوار اور ناممکن سا کام ہو گا۔ پھر بھی میں چاہوں گا کہ اس کا تعاقب کیا جائے اور اگر اسے پکڑا نہ جا سکے تو کم از کم اسے چین کی سرزمین سے تو باہر نکال دیا جائے اور اس کام کے لیے میں سب سے زیادہ موزوں یسوتائی کو سمجھتا ہوں۔ اے یسوتائی! تم اپنے لشکر کے ساتھ داتی ڈنگ کا تعاقب کرو۔ میں جانتا ہوں اسے اس تعاقب کی خبر ہو جائے گی اور شاید وہ ہمارے ہاتھ نہ آئے۔ پھر بھی اسے اس کی سرزمین سے تو ہم نکالنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اے یسوتائی! اگر تم نے ایسا کر دیا تو میں جانوں گا کہ تم نے سب سے بڑی مہم سر کر لی ہے کیونکہ داتی ڈنگ کے اپنی سرزمین سے نکل جانے کے بعد اس کے عوام اور لشکریوں کے دل ٹوٹ جائیں گے اور وہ کسی بھی محاذ پر ہمارے سامنے جم نہ سکیں گے۔ اس کے علاوہ سوبدائی اور مقولی کو بھی دو مختلف محاذوں کی طرف روانہ کیا جائے گا۔ یہ دونوں یہاں سے میرے ساتھ ہی کوچ کریں گے۔ بعد میں ان کے لیے میں محاذ کا تعین کروں گا اور لیاؤ قوم کا شہزادہ منگن بھی اپنے لشکر کے ہمراہ ہمارے ساتھ ہو گا۔ اب سب لوگ اٹھو اور

ہیرلڈ لیم بھی داتی ڈنگ کے اس تعاقب کا ذکر خوب تفصیل سے کرتا ہے۔

لیاؤتنگ کے اس شہزادے کا نام ہیرلڈ لیم نے بھی منگن ہی تحریر کیا ہے۔

اپنے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کی تیاری کرو۔"

اس کے بعد سب لوگ اٹھے اور چنگیز خان کے خیمے سے نکل گئے!

○

یسوتائی تیزی سے اپنے خیمے میں داخل ہوا۔

خیمے کے وسط میں جلتی آگ کے پاس بیٹھے ایغوری اور کوانتی دونوں اٹھ کھڑے ہوئے کوانتی نے کسی قدر فکرمندی سے یسوتائی سے پوچھا:

"چنگیز خان نے کس سلسلے میں آپ کو اپنے خیمے میں بلایا تھا؟"

یسوتائی نے کہا:

"آگ بجھا دو اور اپنا سامان سمیٹ لو۔ لشکر ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کرے گا۔ اے کوانتی! تمہارا بھائی اور چین کا بادشاہ دائی ونگ اپنا مرکزی شہر چھوڑ کر جنوب کی طرف بھاگ گیا ہے اور چنگیز خان نے مجھے اس کا تعاقب کرنے کو کہا ہے۔"

کوانتی نے ہلکی سی احتجاجی مگر مسکراتی ہوئی آواز میں کہا:

"آپ دائی ونگ کو میرا بھائی نہ کہیں۔ وہ تو میرا بدترین دشمن ہے۔ میرے لیے یہ خوش خبری ہے کہ آپ کو اس کے تعاقب پر مقرر کیا گیا ہے۔ اگر ہم دائی ونگ کو پکڑنے میں کامیاب ہو گئے تو میں اس ظالم سے اپنے بھائی کے قتل کا انتقام لے سکوں گی۔"

پھر ایغوری اور کوانتی نے خیمے کے اندر جلتی آگ بجھا دی اور اپنا سامان سمیٹنے لگے۔

یسوتائی نے اپنے لشکر میں کوچ کا اعلان کرا دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے لشکر سمیت وہاں سے روانہ ہو گیا۔

یسوتائی کے بعد چنگیز خان، سوبدائی اور مقولی بھی کوچ کر گئے جبکہ جبی نویان، چنگیز خان

...م لے کر صحرائے گوبی کی طرف روانہ ہو گیا۔

چنگیز خان اب پچپن برس کا ہو چکا تھا۔ اس موقع پر چند قاصد صحرائے گوبی کی طرف سے ...ے تھے اور انہوں نے چنگیز خان کو اس کے پوتے توبلائی خان کے پیدا ہونے کی اطلاع دی۔

چنگیز خان نے آگے بڑھ کر مقولی اور بیاڈ شہزادے منگن کے ساتھ ین کنگ کا محاصرہ ...یا جبکہ سوبدائی کو اس نے اس کے لشکر کے ساتھ چین کے نواحی حصوں میں یورش کرنے ...لیے روانہ کر دیا۔

○

...گو برف باری اپنے عروج پر آ گئی تھی۔ شاہراہیں، میدانی راستے اور کوہستانی پگڈنڈیاں ...لے دب گئی تھیں جس کی وجہ سے سفر دشوار اور پرخطر ہو گیا تھا پھر بھی یسوتائی نے اپنے ...ر کے ساتھ بڑی تیزی سے دائی ونگ کا تعاقب کیا۔

اس تعاقب میں کوانتی اس کے لیے بہترین معاون اور مددگار ثابت ہو رہی تھی کیونکہ وہ ...راستوں سے واقف تھی لہٰذا بہتر طور پر یسوتائی کی رہنمائی کر رہی تھی۔

دوسری طرف دائی ونگ کو بھی اس تعاقب کی خبر ہو گئی تھی۔ اسے جب یہ اطلاع دی گئی کہ ...تائی اس کا تعاقب کر رہا ہے تو وہ اور زیادہ خوف زدہ ہو گیا۔ وہ منگولوں کے ہولناک تعاقب سے ...ف تھا لہٰذا اس نے اپنے کچھ تیز رفتار قاصد جنوبی چین کے حکمران سنگ خاندان کے بادشاہ ...طرف روانہ کیے اور اسے کہلا بھیجا کہ پرانی اور قدیم دشمنیاں ترک کر کے ہمیں منگولوں کے ...ف متحد ہو جانا چاہیے۔ اس نے جنوبی چین کے بادشاہ پر ان خدشات کا بھی اظہار کیا کہ اگر ...شمالی چین کا بادشاہ منگولوں کی ترکتاز کا شکار ہے تو کل خوں خوار منگول جنوبی چین کا رخ بھی ...سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے جنوبی چین کے علاقے میں پناہ لینے کی درخواست بھی کی تھی۔

جنوبی چین کا بادشاہ دائی ونگ کے اس پیغام سے خاصا متاثر ہوا، لہٰذا اس نے ایک ...ر لشکر دائی ونگ کی حفاظت کے لیے روانہ کر دیا۔

یہ سب حالات چنگیز خان کو بھی اس کے جاسوسوں کے ذریعے پہنچ رہے تھے۔ گو یہ تعاقب انتہائی مشکل تھا اور برف باری کے باعث راستے مکمل طور پہ مسدود ہو چکے تھے۔ پھر بھی یسوتائی نے برق رفتاری کے ساتھ دائی دنگ اور اس کے لشکر کا تعاقب کیا۔ برف پوش کوہستانوں کے اندر ڈھونڈ ڈھونڈ کر وہ راستے تلاش کرتا رہا۔ پہاڑوں کے کٹاؤ کو نیزوں کی چوبوں سے اور درختوں کی شاخوں سے زنجیریں اور رسّے باندھ باندھ کر عبور کرتا رہا۔۔۔۔۔

اس طرح مغرور دائی دنگ کے تعاقب میں یسوتائی اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کے ملک میں دُور تک اندر گھس گیا۔ دائی دنگ اپنی جان بچانے کی خاطر اپنی حدود سے نکل کر جنوبی چین کی حدود میں داخل ہو گیا اور اس کے پیچھے پیچھے یسوتائی بھی جنوبی چین میں داخل ہو گیا۔

آخرکار یسوتائی نے جنوبی چین میں دائی دنگ کو جا لیا اور پشت کی طرف سے اس کے لشکر پہ حملہ کر دیا۔ قریب تھا کہ دائی دنگ کے لشکر کو شکستِ فاش دے کر یسوتائی دائی دنگ کو زندہ گرفتار کر لیتا اور اس موقع پر کوانتی کی بھی یہی خواہش تھی کہ عین وقت پہ جنوبی چین کا لشکر وہاں نمودار ہوا اور یسوتائی کے لشکر پر بائیں پہلو کی طرف سے اس نے حملہ کر دیا۔

یسوتائی نے اس موقع پر ذہانت اور احتیاط سے کام لیا اور اپنے لشکر کو بچا کر وہ ائیں طرف نکل گیا۔ پھر سردی اور برف باری سے بچنے کی خاطر اس نے اپنے لشکر کے ساتھ وہستانی غاروں میں پناہ لے لی۔

جنوبی چین کے لشکر نے یہ سمجھا کہ شاید منگولوں کا لشکر پسپا ہو کر واپس چلا گیا ہے ذا انہوں نے دائی دنگ کو اپنی حفاظت میں لے کر واپس جانا چاہا مگر اسی وقت غاروں سے نکل کر یسوتائی نے ان کی پشت پہ ایسا حملہ کیا کہ ان کی صفیں الٹ کر رکھ دیں اور جب جنوبی چین ر دائی دنگ کے متحدہ لشکر نے پلٹ کر اس پہ حملہ کرنا چاہا تو یسوتائی اپنے لشکر سمیت فوراً پیچھے ٹ کر کوہستانی سلسلے میں گم ہو گیا۔

ہیرلڈ لیم نے دائی دنگ کا تعاقب کرنے والے چنگیز خان کے اس لشکر کو آوارہ گرد لشکر کا نام دیا ہے۔

اس طرح جنوبی چین کی سرزمین میں یسوتائی نے دائی دنگ اور جنوبی چین کے متحدہ یوں کے ساتھ گوریلا جنگ شروع کر دی۔ اس صورتحال کے پیش نظر جنوبی چین کے لشکر ے اپنے مرکز سے مزید کمک طلب کر لی۔

اپنے جاسوسوں کے ذریعے جب چنگیز خان کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو وہ مند ہوا۔ اصل میں یسوتائی تعاقب کرتے ہوئے بہت آگے نکل گیا تھا اور چنگیز خان یہ امید رکھتا تھا کہ یسوتائی، دائی دنگ کے تعاقب میں چین کی جنوبی سرزمینوں کے اندر تک جا گھسے لہٰذا چنگیز خان نے فوراً یسوتائی کی طرف اپنے جاسوس روانہ کیے اور اسے واپس بلا لیا۔

اس ہولناک برف باری میں یسوتائی مسنگ شہروں کا چکر کاٹتا ہوا اور یخ بستہ یاؤں کو عبور کرتا ہوا دائی دنگ کو اس کے حال پر چھوڑ کر واپس ین کنگ کی طرف روانہ گیا۔

چنگیز خان نے اپنے ارخون سوبدائی کو اندرون چین میں یلغار کرنے کا حکم دیا ۔ سوبدائی سیر و تفریح کا بے حد شوقین تھا اور اپنے اسی شوق میں وہ کئی ہفتوں تک غائب ۔ تاہم جاسوسوں کے ذریعے چنگیز خان کا اس کے ساتھ رابطہ قائم رہا۔ سوبدائی خلیج لیاؤ پکر کاٹ کر بڑی تیز رفتاری سے کوریا میں جا گھسا۔ پھر یہاں سے وہ لاؤذہی ین کنگ کی طرف نہ ہو گیا۔

مقولی اور ریباڈ منگ کے شہزادے منگن نے ین کنگ کا محاصرہ کر لیا تھا لیکن یہ محاصرہ طول پکڑ گیا تھا۔ اس کی دو وجوہات تھیں:

اول یہ کہ چنگیز خان بذاتِ خود اس محاصرے میں شامل نہ ہوا تھا اور اپنے سارے لشکر کمان مقولی کے سپرد کر کے ین کنگ سے باہر نصب اپنے خیمے میں آرام کرنے کے ساتھ سا ال چین کا سماں دیکھ رہا تھا۔ وہ یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے ارخون

کی کارگزاری کیا ہوتی ہے؟

دوئم یہ کہ ین کنگ شہر کے اندر اس قدر رسد، ہتھیار اور دیگر جنگی ساز و سامان تھا کہ ین کنگ والے ایک طویل عرصے تک اس محاصرے کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ بہرحال مقولی اور منگن شہر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور اس میں ابھی تک انہیں کوئی کامیابی نہ ہوئی تھی۔

جب یسوتائی اپنے لشکر کے ساتھ ین کنگ کے پاس پہنچا تو شہر سے ذرا فاصلے پہ چنگیز خان نے مقولی، منگن اور کچھ دیگر ارخونوں کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔

یسوتائی نے جب دیکھا کہ چنگیز خان خود اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے اس کے استقبال کو کھڑا ہے تو اس نے تلوار فضا میں بلند کر کے اپنے لشکر کو روک دیا۔ الیغوری اور کوانتی کو اس نے وہیں رکنے کو کہا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے سے اتر کر چنگیز خان کی طرف بڑھا۔ چنگیز خان نے بھی اپنے گھوڑے کی باگ چھوڑ دی اور کچھ آگے بڑھ کر اس نے یسوتائی کو گلے سے لگاتے ہوئے کہا:

"اے یسوتائی! تو اس کا غم نہ کرنا کہ تو دائی دنگ کو پکڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ تیرے اور دائی دنگ کے درمیان ایک طویل فاصلہ تھا پھر بھی اے یسوتائی یہ تیری ہمت اور جفاکشی ہے کہ تم نے اسے جا لیا اور اگر سنگ لشکر اس کی مدد کو نہ آ جاتا تو مجھے یقین ہے کہ تو ضرور اسے گرفتار کر لیتا۔ اے یسوتائی! میں تیری جرأتمندی پہ خوش ہوں کہ تو دائی دنگ کے تعاقب میں جنوبی چین کی سرزمین میں جا گھسا۔"

"اے یسوتائی! میں جانتا ہوں تو اور تیرا لشکر لگاتار برف باری اور خراب موسم میں دشمن کے خلاف یلغار اور سفر کر کے تھکا ہوا ہے۔ پھر بھی میں تمہیں اب ین کنگ کی مہم کا سالارِ اعلیٰ مقرر کرتا ہوں۔ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ میری غیر موجودگی میں میرے ارخون کس کارگزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اے یسوتائی! سردی کے اس موسم میں اور تیز برفانی ہواؤں کے اندر میں اپنے جوڑوں میں درد بھی محسوس کرتا ہوں۔ اس بنا پہ اس جنگ میں عملی حصہ نہیں لے رہا۔

پچھلے کئی ہفتوں سے مقولی اور منگن نے شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے لیکن یہ شہر فتح نہیں ہو سکا بلکہ دور دور تک ہماری کامیابی کے کوئی آثار بھی نظر نہیں آتے۔"

یسوتائی نے کہا:

"اے خان! آپ اپنے خیمے میں جا کر آرام کریں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بہت جلد آپ ین کنگ سے متعلق کوئی اچھی خبر سنیں گے۔ مجھے امید ہے کہ اس شہر پر قبضہ کرنے کے لیے ہمیں اب اور زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے گا۔"

چنگیز خان اپنے خیمے کی طرف واپس چلا گیا جبکہ یسوتائی نے اپنے لشکر کو شہر کے قریب لے جا کر خیمہ زن ہونے کا حکم دے دیا۔

اسی روز رات کے وقت جب یسوتائی، کوانتی اور الیغوری کو اپنے ساتھ لیے خیمے میں جلتی آگ کے پاس بیٹھا تھا کہ کوانتی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:

"اگر ین کنگ شہر میری ایک ترکیب سے آج ہی رات کے پچھلے پہر میں فتح ہو جائے تو پھر آپ مجھے مانیں گے؟"

یسوتائی نے ازراہِ مذاق کہا:

"وہ تو میں پہلے ہی تمہیں اپنی بیوی اور زندگی کی بہترین ساتھی مانتا ہوں۔"

کوانتی نے خوش ہو کر کہا:

"تو پھر سنیئے۔ ین کنگ میں اس وقت دو سالار شہر کا نظم و نسق سنبھالے ہوئے ہیں۔ ایک دانگ ین اور دوسرا اس کا نائب۔ ان دونوں کا تعلق شاہی خاندان سے ہے۔ نائب سالار ہمارا قرابتی رشتہ دار ہے۔ میں اپنی طرف سے اسے ایک مکتوب لکھتی ہوں جس میں اسے تنبیہ کرتی ہوں کہ بہت جلد منگول شہر پہ عام ہلہ بول کر شہر کو فتح کر لیں گے لہٰذا وہ آج رات کے آخری پہر میں شاہی خاندان کی ساری

عورتوں کو لے کر شہر کے جنوبی دروازے سے نکل بھاگے۔ بصورتِ دیگر سب لوگ منگولوں کے ہاتھوں قتل ہو جائیں گے۔

ظاہر ہے میری طرف سے یہ اطلاع ملتے ہی وہ سالار شاہی خاندان کی عورتوں کے ساتھ رات کے پچھلے پہر میں نکل بھاگنے کی کوشش کرے گا۔۔۔۔"

بیسوتائی نے فوراً اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا:

"اب میں بتاؤں اس سے آگے تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

کوانتی نے پیار سے کہا:

"ہاں بتائیے۔ اس سے آگے کیا کہنا چاہتی ہوں!"

بیسوتائی نے کہا:

"اب اس سے آگے تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ آج رات ین کنگ کے جنوبی دروازے کے قریب مسلّح دستہ گھات میں بٹھا دیا جائے اور جب نائب سالار شاہی خاندان کی عورتوں کے ساتھ وہاں سے نکلے اور شہر پناہ کا دروازہ کھلے تو یہ مسلّح دستہ حملہ آور ہو کر شہر کے اس دروازے پر قبضہ کر لیں اور پھر اسی دروازے سے رات کی تاریکی میں لشکر کو شہر کے اندر داخل کر دیا جائے۔۔۔۔ اب بولو میرا اندازہ کیسا ہے؟"

کوانتی نے ہلکی ہلکی پُرکشش مسکراہٹ سے کہا:

"منگولوں کے سب سے عظیم، طاقتور اور جنگجو خون کا اندازہ کیسے غلط ہو سکتا ہے۔ آپ نے بالکل صحیح کہا ہے۔ میں نے بالکل یوں ہی سوچ رکھا تھا۔ اس نائب سالار کا نام ٹائی پو ہے اور وہ یقیناً میری ہدایات پر عمل کرے گا۔"

بیسوتائی نے کہا:

"تو پھر تم ٹائی پو کے نام خط لکھو۔ میں ذرا مقولی اور منگن کو سارا معاملہ سمجھا کر آتا ہوں کہ آج رات کے پچھلے پہر میں شہر پر حملہ کر دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ میں سپاہیوں کے کچھ ایسے دستے بھی مقرر کر آؤں گا جو زمین پر ذرا دور سے رینگ کر

جنوبی دروازے کے قریب جا کر شہر پناہ کی اوٹ میں بیٹھ جائیں گے اور جب وہ نائب سالار شاہی خواتین کو لے کر نکلے گا، وہ شہر پر حملہ آور ہو کر جنوبی دروازے پر قبضہ کر لیں گے۔ اس وقت تک ہمارے سارے عساکر بھی مستعد ہوں گے اور جنوبی دروازے پر ان دستوں کا قبضہ ہوتے ہی اس سمت سے شہر پر حملہ کر دیا جائے گا۔ پھر شہر میں داخل ہو کر شہر پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جائیگی۔"

یہ کہہ کر بیسوتائی خیمے سے باہر نکل گیا۔

○

تھوڑی دیر بعد بیسوتائی واپس آیا۔

ایغوری اور کوانتی اسی طرح آگ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ بیسوتائی بھی ان کے پاس آ بیٹھا اور بولا:

"اے کوانتی! میں شہر پر حملہ کرنے کے تو سارے انتظامات مکمل کر آیا ہوں مقولی اور منگن کو ساری تفصیل سے آگاہ کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے اپنے لشکر کے چند دستے بھی مقرر کر دیے ہیں جو شہر کی فصیل سے دور رہ کر اور پھر رینگتے ہوئے آگے بڑھ کر جنوبی دروازے کے دونوں جانب عین فصیل کے نیچے گھات میں بیٹھ جائیں گے لیکن اے کوانتی! صرف ٹائی پو کے نام خط لکھ دینے سے ہو سکتا ہے، ہمارا کام ہماری خواہش کے مطابق پورا نہ ہو سکے۔ اگر ہم شہر کے جنوبی دروازے پر جا کر کسی کو خط دیتے ہیں تو ہو سکتا ہے یہ خط ٹائی پو تک پہنچ ہی نہ پائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خط دانگ ین سالارِ اوّل کے ہاتھ لگ جائے۔

اور اگر ایسا ہو گیا کوانتی! تو وہ تمہارا خط کبھی ٹائی پو تک نہ پہنچائے گا بلکہ وہ کسی بھی صورت میں یہ پسند نہ کرے گا کہ ٹائی پو شاہی خواتین کو لے کر یہاں سے نکل

جاتے اور ان کے جانے کے بعد ین کنگ کے لوگوں میں بددلی اور کم حوصلگی پھیل جائے۔ لہٰذا میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تم ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ ین کنگ کے جنوبی دروازے کی طرف چلو۔ ہم دونوں جنگی لباس میں ہوں گے۔ اور اپنے چہرے خود کے نقاب سے ڈھانک رکھیں گے۔ ہم دونوں جنوبی دروازے کے محافظوں سے کہیں گے کہ وہ ٹاٹی پو کو وہاں بلوا دیں اس سے ہم نے اس کی سلامتی کے متعلق ایک اہم بات کہنی ہے۔ اگر وہ ٹاٹی پو کو وہاں بلوا دیں گے تو ہمارا مسئلہ حل ہو جائے گا اور اگر انہوں نے پس و پیش کیا تو تم اپنے چہرے سے خود کا نقاب ہٹا کر انہیں اپنی صورت دکھا دینا۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے ایسا کرنے پر اور تمہیں پہچان جانے پر وہ ضرور ٹاٹی پو کو وہاں بُلا دیں گے"۔

کوانتی سنجیدہ ہو گئی اور فکر مندی سے بولی:

"آپ کی تجویز تو بہت اچھی اور قابلِ عمل بھی ہے لیکن آپ کا یوں میرے ساتھ شہر کے جنوبی دروازے پر جانا، میرے لیے ناقابلِ قبول ہے اس لیے کہ چین کے اکثر لشکری آپ کو جانتے اور پہچانتے ہیں اور وہاں اگر کسی نے آپ کو پہچان لیا اور آپ پہ کوئی ابتلا آن پڑی تو میں وہاں کھڑے ہی کھڑے دم توڑ دوں گی۔ میں اپنے آپ کو ہر اذیت اور کرب میں مبتلا کر سکتی ہوں لیکن آپ پہ کوئی ایسا وقت آ جائے یہ میری برداشت سے باہر ہو گا"۔

بسوناٹی نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا:

"تم میرے متعلق فکر مند نہ ہو کوانتی! جب میں نے چہرے پہ نقاب ڈال رکھا ہو گا تو کوئی مجھے پہچانے گا کیوں کر؟ اور اگر کسی نے مجھے پہچان لیا تو یہ بھی ہمارے حق میں بہتر ہو گا اس لیے کہ ایسی صورت میں وہ ضرور دروازہ کھول کر ہمیں پکڑنے کی کوشش کریں گے اور ہمارا مدعا بھی دروازہ کھلوانا ہی ہے۔ دروازہ کھلتے ہی میرے اشارے پر فصیل کے پاس چھپے ہوئے میرے لشکری دروازے کے محافظوں پہ حملہ آور ہو کر انہیں تہ تیغ کر کے دروازے پہ قبضہ

کر لیں گے اور ان کے ایسا کرنے پر گھات میں بیٹھا ہوا ہمارا لشکر بھی کسی بے روک طوفان کی طرح شہر پہ ٹوٹ پڑے گا اور اس طرح ہم لمحوں میں ین کنگ شہر میں داخل ہو کر رات کی تاریکی میں ایک طوفان کھڑا کر دیں گے"۔

کوانتی نے گہری مسکراہٹ اور سکون سے کہا:

"اگر ایسا ہے تو پھر چلیے۔ چلیں!"

بسوناٹی نے کہا:

"پہلے اپنا جنگی لباس پہنو۔ پھر چلتے ہیں"۔

دونوں اٹھ کر خیمے کے اندر بنے ہوئے دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ پھر اپنے اپنے جنگی لباس میں دونوں خیمے سے باہر نکل گئے۔

تھوڑی ہی دیر بعد بسوناٹی اور کوانتی ین کنگ شہر کے جنوبی دروازے پر آئے۔ اپنے گھوڑوں سے اتر کر انہوں نے شہر پناہ کے دروازے پر دستک دی۔ چند لمحوں کے بعد اس بھاری بھرکم اور مضبوط دروازے میں ایک سوراخ کُھلا اور کسی نے اس میں سے باہر دیکھتے ہوئے پوچھا:

"تم لوگ کون ہو۔ رات کے اس وقت تم نے شہر پناہ کے دروازے پہ کیوں دستک دی ہے اور کیا چاہتے ہو؟"

کوانتی نے دروازے کے سوراخ کے سامنے آتے ہوئے کہا:

"میں شہر میں داخل ہونا نہیں چاہتی بلکہ تم لوگ ٹاٹی پو کو بلا لاؤ۔ میرے پاس اس کے لیے ایک ایسا پیغام ہے جس میں نہ صرف اس کی بلکہ پورے شہر کی سلامتی پوشیدہ ہے"۔

دروازے کے محافظ نے اس بار دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا:

"لیکن تم کون ہو اور ٹاٹی پو کے لیے ایسا پیغام کہاں سے لائی ہو۔ تمہارا لہجہ اور آواز یقیناً ہماری سماعت کے لیے شناسا اور جانا پہچانا ہے"۔

کوانتی نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹاتے ہوئے کہا:

"شاید دروازے کے سوراخ سے پھوٹتی روشنی میں تم مجھے پہچان سکو۔ میں سابق بادشاہ کی بیٹی اور داٹی ڈنگ کی بہن کوانتی ہوں۔ میرے ساتھ میرا ایک محافظ اور ساتھی بھی ہے"۔

پہریدار چلّا اٹھا:

"آپ ٹھیک کہتی ہیں۔ میں آپ کو پہچان چکا ہوں۔ میں ابھی ٹاٹی پو کو بلاتا ہوں"۔

کوانتی پیچھے ہٹ کر بسوتاٹی کے پہلو میں کھڑی ہو گئی۔

کوانتی کو زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔ دروازے کے سوراخ کے پاس ٹاٹی پو نمودار ہوا تو کوانتی نے اسے پہچان لیا اور اس کی طرف لپکی اور اس کے قریب جا کر اس نے ازحد رازداری سے کہا:

"ٹاٹی پو! میری طرف غور سے دیکھو۔ میں کوانتی ہوں۔ میرے ساتھ میرا ایک محافظ بھی ہے۔ میں بڑی مشکل سے یہاں تک آئی ہوں صرف تمہیں یہ بتانے کے لیے کہ تم آج ہی رات کسی وقت اس جنوبی دروازے سے شاہی خاندان کی خواتین کو لے کر نکل جاؤ۔ شاید اس شہر کے اکثر لوگوں کو اس رات کی سحر دیکھنی نصیب نہ ہو دیکھو ٹاٹی پو! منگول اس شہر پر ایسا حملہ کریں گے کہ شاید ہی کوئی بچ سکے"۔

کوانتی کے خاموش ہونے پر ٹاٹی پو نے کہا:

"میں پہلے ہی شاہی خاندان کی خواتین کو یہاں سے لے کر نکل بھاگنے کی فکر میں تھا۔ بہر حال میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے بر وقت ایک آفت کی اطلاع کر دی ہے۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ تھوڑی دیر یہاں رُکیں۔ میں شاہی خاندان کی تمام عورتوں کو ادھر لاتا ہوں، پھر ہم آپ کے ساتھ ہی یہاں سے نکل بھاگیں گے"۔

کوانتی نے کہا:

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔ میں یہیں رُک کر تم لوگوں کا انتظار کرتی ہوں"۔

ٹاٹی پو پیچھے ہٹ گیا۔

جبکہ بسوتاٹی اور کوانتی بھی اپنے لشکر کو خبردار اور چوکس کرنے کے لیے کچھ پیچھے ہٹ گئے تھے!

نے شہر پناہ کے محافظوں پہ حملہ کر دیا۔ اسی لمحے بیسوتائی نے ین کنگ پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا اور بیسوتائی، مقولی اور منگن کے لشکر شہر پر کسی ہولناک وبا اور طاعون کی طرح ٹوٹ پڑے۔ شہر پناہ کے بُرجوں میں بیٹھے سپاہیوں نے یہ دیکھ کر تیر برسائے لیکن —— وقت گزر چکا تھا۔ بیسوتائی کے لشکریوں نے شہر پناہ کے محافظوں کا صفایا کر کے جنوبی دروازے پہ قبضہ کر لیا۔ اسی اثناء میں بیسوتائی، مقولی اور منگن کے لشکر بھی وہاں پہنچ کر شہر میں داخل ہونا شروع ہو گئے تھے۔

شہر میں ایک افراتفری کا عالم برپا ہو گیا تھا۔ فصیل کے پہریدار لشکری فصیل سے اتر کر اس لشکر میں شامل ہو رہے تھے جو شہر کی حفاظت پہ مامور تھا تا کہ شہر میں داخل ہونے والے منگولوں کو روکنے کے لیے اس لشکر کی مدد کر سکیں لیکن وہ اپنی کسی کوشش میں کامیاب نہ ہو پا رہے تھے۔ اس لیے کہ بیسوتائی نے شہر پر حملہ کر کے ایک طوفان بپا کر دیا تھا۔

شاہی خاندان کی بدنصیب عورتیں بدکی ہوئی گھوڑیوں کی طرح ادھر ادھر بھاگی پھر رہی تھیں۔ ٹائی لو اس حملے میں مارا گیا تھا۔ تاجروں کے بازار میں لوٹ مار شروع ہو گئی تھی۔ کیا مرد، کیا عورتیں، سب اپنے اپنے گھروں سے نکل کر سپاہیوں کے مجمع میں مایوسی کے عالم میں ادھر ادھر بھاگے پھر رہے تھے۔

اس دوران میں حملہ آور منگولوں میں سے کچھ نے شہر کے ایک حصے کو آگ لگا دی یہ آگ ایسی تیزی سے پھیلی کہ شہر کا پورا ایک حصہ اس کی لپیٹ میں آ گیا۔

اب شہر کی حالت اور بھی دگرگوں ہو گئی تھی۔ شاہی محل کے برآمدوں میں خواجہ سرا اور غلام سونے اور چاندی کے زیورات اپنے ہاتھوں میں لیے اپنی جانیں بچانے کی خاطر بھاگتے پھر رہے تھے۔ دیوانِ شاہی ویران ہونے لگا تھا اور محافظ اپنی اپنی جگہیں چھوڑ کر فرار ہونے والوں میں شامل ہو رہے تھے۔

---

[1] اپنی کتاب "چنگیز خان" میں ہیرلڈ لیم بھی اپنے نائب سالار کے ساتھ بھاگنے کی کوشش کرنے والی شاہی خاندان کی ان عورتوں کا ذکر کرتا ہے۔

بیسوتائی نے کواتی کو اپنے خیمے میں بھیج دیا اور خود اپنے لشکر میں شامل ہو کر شہ جنوبی دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگا۔

سیاہ بے چاند رات، وحشی زلفوں اور بے لگام خیالات کی طرح پھیلتی، بھاگتی جا رہی تھی۔ ستاروں کی روشنی نے زمین کو ہیولوں اور آسمان پہ تیرتے اجلے، ریشم اور رن حبابوں کو کچھ واضح طور پر روشن کر رکھا تھا۔ قدرت کے آئندگان کی خوشبو اور رفتگان کی کی گونج دینے والے عناصر بے انت فہم و ادراک کی طرح سرگرداں تھے۔ ہوا درختوں کے پتوں پر دستک دیتی ہوئی انہیں درختوں سے جدا کر رہی تھی۔

بیسوتائی، مقولی اور منگن اپنے اپنے لشکر کے ساتھ کنوئیں کی منڈیر کی طرح خام بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔ ان سب کو بیسوتائی کے اشارے کا انتظار تھا جس کی نظریں شہر کے جنوبی دروازے پہ جمی ہوئی تھیں اور ستاروں کی میٹھی، سجیلی چاندنی سے لپٹی رات بہ جا رہی تھی۔

اچانک شہر پناہ کا جنوبی دروازہ کھلا اور ابھی ٹائی لو کو شاہی خاندان کی عورتوں ساتھ شہر سے باہر نکلنا بھی نصیب نہ ہوا تھا کہ بیسوتائی کے گھات میں بیٹھے ہوئے لشکر

اس موقع پر شہر کے سپہ سالار نے ایک آخری ترکیب چلائی اور وہ یہ کہ شہر کے زندان میں جس قدر باغی، قاتل اور خطرناک مجرم تھے، ان سب کو اس نے انعام واکرام دے کر رہا کر دیا تاکہ وہ لشکر میں شامل ہو کر منگولوں سے شہر کی حفاظت کریں لیکن دان ینگ کی یہ سعی بھی ناکام رہی۔ یہ خطرناک قیدی بھی بسوتائی کے ہولناک حملوں کے سامنے جم نہ سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

شہر کے سپہ سالار وانگ ین نے جب دیکھا کہ اس کی ہر کوشش ناکام ہو گئی ہے اور وہ اب کسی بھی صورت میں منگولوں کو شہر سے نکالنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا تو اس نے اپنے آپ کو ختم کرنے کا ارادہ کر لیا۔

سب سے پہلے اس نے اپنے تمام ملبوسات اور ساری دولت عام لوگوں میں تقسیم کر دی۔ اس کے بعد اس نے اپنے دامن پر اپنے بادشاہ دائی ڈنگ کے نام ایک پیغام لکھا جس میں اس نے اپنے آپ کو مجرم اور سزائے موت کا مستحق قرار دیا کیونکہ وہ ین کنگ کی حفاظت کرنے میں ناکام رہا تھا۔ اپنے بادشاہ کے نام یہ الوداعی پیغام لکھنے کے بعد اس نے اپنے ایک معتمدِ خاص کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ اس کے لیے زہر کا جام تیار کرے۔ اس کے بعد اس نے اپنے اس معتمد سے درخواست کی کہ وہ اس کے کمرے سے چلا جائے۔ اس کے جانے کے بعد وانگ ین نے زہر پی کر اپنے آپ کو ختم کر لیا جبکہ باہر وہ شہر جس کا وہ سپہ سالار اور محافظ تھا، بُری طرح جل رہا تھا۔

بسوتائی نے رات کی تاریکی میں ہی چین کے مرکزی شہر ین کنگ کو فتح کر لیا تھا۔
شہر کا ایک حصہ منگولوں کے غضب و غصہ کے باعث جل کر راکھ ہو چکا تھا تاہم باقی شہر کو آگ کی لپیٹ سے بچا لیا گیا تھا۔
صبح ہوئی تو بسوتائی اور مقولی نے شہر کی فتح کے بعد حاصل ہونے والا خزانہ اور جنگی

؎ چینی سپہ سالار وانگ ین کے زہر پی کر مرنے اور اپنے آپ کو مجرم قرار دینے کی تفصیل ہیرلڈ لیم نے بھی اسی طرح بیان کی ہے۔

ودیگر سازوسامان چنگیز خان کی خدمت میں پیش کیا۔ پھر شہر سے قید کیے جانے والے معززین کا ایک گروہ بھی چنگیز خان کے خیمے سے باہر لا کھڑا کیا گیا۔

چنگیز خان نے پہلے خزانے اور دیگر سامان کا جائزہ لیا۔ پھر وہ سامان کے پاس سے ہٹ کر بسوتائی کے پاس آیا اور بڑی نرمی اور ازحد شفقت سے کہا:

"اے بسوتائی! قسم لوگدوگی! تم نے میرے لیے ناممکن کو ممکن بنا کر رکھ دیا ہے۔ میں یہ قطعاً امید نہ رکھتا تھا کہ تم آج ہی رات شہر کو تسخیر کر لو گے۔۔۔۔۔
اے بسوتائی! مقولی اور منگن اس فتح سے متعلق مجھے تفصیل سے بتا چکے ہیں۔ تم نے جس حکمت اور دانشمندی سے شہر کا دروازہ کھلوایا اور پھر اندر داخل ہو کر جس زوردار حملے سے شہر کو مغلوب کر لیا ہے، اے بسوتائی! ایسے کام میرے لیے تم ہی انجام دے سکتے ہو۔ اس فتح پر جو انعام میں تمہیں دوں گا وہ تو علیحدہ ہے، اس انعام کے علاوہ اس خزانے اور سامان کے ڈھیر میں سے جو کچھ تم اپنے لیے لینا چاہتے ہو تمہیں اس کی مکمل اجازت اور آزادی ہے۔"

بسوتائی نے بڑی عقیدت سے کہا:

"اے خان! جو آپ مجھے اپنے ہاتھ سے دیں گے وہی میرے لیے سب سے بڑا انعام ہو گا۔ اے خان! اس موقع پر میں آپ سے یہ کہوں گا کہ اب جبکہ ہم چین کو زیر کر چکے ہیں تو کب تک آپ کی واپسی صحرائے گوبی کی طرف ہو گی تاکہ اس کے مطابق میں اپنا آئندہ لائحہ عمل مرتب کر سکوں کیونکہ اب مجھے اپنے ذاتی کام کے لیے نکلنا ہو گا۔"

چنگیز خان نے کہا:

"اے بسوتائی! اب میں یہاں مزید قیام نہ کروں گا اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ چین کے ان مفتوحہ علاقوں کا مقولی کو حکمران بنانے کے بعد میں اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔۔۔۔ اور اے بسوتائی! گو چین کا حکمران بننے کے حقدار تم ہو لیکن میں ایسا نہیں کر رہا۔ اس لیے کہ میں تمہیں اپنے آپ سے

جدا نہیں کر سکتا۔ تم میرے ساتھ صحرائے گوبی میں رہو گے اور جو کام میں اپنی آئندہ مغربی مہموں میں تم سے لینا چاہتا ہوں وہ مقولی نہیں کر سکتا لہٰذا میں نے مقولی کو چین کا حاکم بنانے کا فیصلہ کیا ہے اور تم میرے ساتھ رہو گے۔ اے یسوتائی! صحرا کے اندر اپنی ذات کے بعد جس پر میں سب سے زیادہ اعتماد اور بھروسہ کر سکتا ہوں، وہ تم ہو! اور پھر اے یسوتائی! میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ اب منگولوں کے اندر تم مجھے عزیز اور قریب ہو۔ عزیز تو تم مجھے پہلے ہی تھے لیکن اب تمہاری بیوی کوانتی کی بڑی بہن سکانت میری بیوی ہے، یوں میری اور تمہاری قربت میں اور اضافہ ہوا ہے لہٰذا تمہیں چین کا حکمران بنا کر میں اپنے آپ سے دُور نہیں کرنا چاہتا۔ گو میں مقولی کو چین کا حاکم بنا رہا ہوں لیکن وہ اپنے درجے اور عہدے میں تم سے کمتر ہی ہو گا۔"

یسوتائی نے کہا:

"اے خان! میں کسی علاقے کا حکمران بننے کے بجائے آپ کے ساتھ رہنے کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ اس موقع پر میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں سے واپس جاتے ہوئے میں آپ کے ساتھ مسکن جانے کے بجائے شاہراہِ ریشم پر سیدھا آگے سمرقند کی طرف نکل جاؤں گا۔ وہاں اپنی ماں کو ڈھونڈنے کے بعد میں اپنی بہن کی تلاش میں نکلوں گا اور اس مہم میں میری بیوی کوانتی بھی میرے ساتھ ہو گی۔"

چنگیز خان نے فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

"مجھے تمہارا یہ فیصلہ منظور اور قبول ہے یسوتائی! واپس جاتے ہوئے تم ضرور اپنی ماں اور بہن کی تلاش میں سمرقند کی طرف نکل جانا اور اس کام کے لیے تم اپنے ساتھ لشکر کا کوئی دستہ بھی لے جا سکتے ہو۔"

یسوتائی نے اطمینان سے کہا:

"نہیں خان! اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

پھر چنگیز خان، یسوتائی، مقولی اور اس کے بھائی اور بیٹے قیدیوں کا جائزہ لینے میں [illegible]ف ہو گئے۔

قیدیوں کی قطار کے سامنے سے گزرتے ہوئے ایک قیدی کے سامنے رک کر [illegible]ں نے چنگیز خان کو بتایا کہ وہ لیاؤ تنگ کا ایک شہزادہ ہے جو لیاؤ تنگ سے بھاگ کر [illegible]نگ میں آ گیا تھا اور منگولوں کے خلاف چینیوں کے ساتھ مل کر اس نے جنگ کی تھی۔

چنگیز خان نے دیکھا اس شہزادے کی داڑھی ناف تک پہنچی ہوئی تھی۔ وہ دراز قد اور اس کی گہری صاف آواز نے اسے اس شہزادے کی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ چنگیز خان نے اسے پوچھا:

"تیرا نام کیا ہے؟"

اس نے گردن جھکا کر جواب دیا:

"میرا نام لیوچیت سائی ہے۔"

چنگیز خان نے پھر پوچھا:

"تو نے اپنی قوم کے خلاف چینیوں کا ساتھ کیوں دیا؟ جبکہ تُو جانتا تھا کہ تیری قوم کے لوگ ہمارے ساتھ مل کر چینیوں کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔"

لیوچیت سائی نے بڑی بے باکی اور جرأتمندی سے جواب دیتے ہوئے کہا:

"اے خان! میرا باپ اور میرے خاندان کے کچھ دوسرے لوگ چین کے رکن خاندان کے پرانے خدمت گزار تھے پھر میرے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ میں رکن خاندان سے وفاداری نہ کرتا۔"

چنگیز خان نے خوش ہو کر کہا:

"تو نے اپنے پہلے آقا کی خدمت اچھی طرح انجام دی۔ اسی طرح وفاداری کے ساتھ تو میری خدمت بھی کر سکتا ہے لہٰذا میں تجھے اپنے آدمیوں میں شامل کرتا ہوں۔"

لیوچیت سائی نے کہا:

"اے بادشاہ! میں ستاروں کے بھید جانتا ہوں اور ان کی گردش سے میں بہترین فال نکال سکتا ہوں"۔

چنگیز خان نے مسرّت کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"پھر تو تُو میرے لیے اور زیادہ سودمند ثابت ہوگا۔ اے یسوجیت سائی[1]! ہمارے پاس صحرائے گوبی میں پہلے بھی ایک یسوجیت سائی نام کا شخص تھا۔ تمہاری طرح وہ بھی گوناگوں خاصیتوں کا مالک تھا۔ اس کے علاوہ وہ میرے بہترین جرنیل اور اس شہر ین کنگ کے فاتح یسوتائی کا استاد بھی تھا۔ پر افسوس! گزشتہ چند برسوں میں چند روز بیمار رہ کر وہ مر گیا۔ میرا خیال ہے کہ تم اس کے ہم نام ہوتے ہوئے صحرائے گوبی میں اس کی خالی جگہ کو پُر کرلو گے"۔

پھر چنگیز خان نے آگے بڑھتے ہوئے دوسرے قیدیوں کا جائزہ لیا۔ یسوجیت سائی اور اس جیسے کچھ اور لوگوں کو اس نے اپنے آدمیوں میں شامل کر لیا اور باقی سب قیدیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

چنگیز خان سے رخصت ہونے کے بعد یسوتائی اپنے خیمے میں آیا اور ایلغوری کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ایلغوری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے ایلغوری! میں سمجھتا ہوں کہ تیرا ہمارا سنگ ٹوٹنے کا وقت آگیا ہے۔ وہ یوں کہ چند روز تک ہمارا لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔ میں اور کوانتی اب واپس صحرائے گوبی کی طرف جانے کی بجائے شاہراہِ ریشم پر سمرقند کی طرف نکل جائیں گے وہاں میں اپنی ماں کو تلاش کروں گا۔ سنو ایلغوری! میں نے سمرقند کی طرف روانگی کے لیے چنگیز خان سے بات کر لی ہے لیکن جس چیز کا انکشاف میں تم پر کر رہا ہوں

---

[1] یہ وہی یسوجیت سائی تھا جس نے جراُتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے چنگیز خان سے کہا تھا:
"تُو نے زین پر بیٹھ کر ایک بہت بڑی سلطنت کو فتح کر لیا ہے لیکن زین پہ بیٹھے بیٹھے تُو اس پر حکومت نہ کر سکے گا!"

اس کا اظہار میں نے چنگیز خان پر بھی نہیں کیا اور وہ یہ کہ میں اور کوانتی پھر لوٹ کر صحرائے گوبی میں نہ آئیں گے"۔

ایلغوری نے تفکر اور تشویش سے پوچھا:

"لیکن تم اور کوانتی کیوں لوٹ کر نہ آؤ گے؟"

یسوتائی نے دکھ سے کہا:

"وہ اس لیے میرے بزرگ! کہ چنگیز خان اپنی مشرقی مہم سے فارغ ہو چکا اور اس نے مجھ پر انکشاف کیا ہے کہ اب وہ مغرب کی طرف یلغار کرے گا۔ مغرب میں چونکہ وہ مسلمان علاقوں کی طرف نہ کتاز کرے گا لہٰذا مسلمانوں کے خلاف جنگوں میں کیونکہ میں اس کا ساتھ دے سکوں گا۔ اس لیے میں سمرقند کی طرف سے واپس اس طرف نہ آؤں گا"۔

ایلغوری نے خوش ہو کر کہا:

"اے یسوتائی! تمہارے ارادے بہت اچھے اور خیالات شُستہ ہیں۔ تمہیں واقعی ان حالات میں سمرقند کی طرف واپس نہ آنا چاہیے۔ بہرحال میں اپنی قسمت کو منگولوں کے ساتھ ہی وابستہ رکھوں گا۔ میں تمہارے گھر کو آباد رکھنے کے علاوہ تم دونوں کا انتظار بھی کروں گا کہ شاید چنگیز خان مسلمانوں کے خلاف یلغار نہ کرے اور تم دونوں واپس آجاؤ"۔

یسوتائی خاموش رہا اور کوئی جواب نہ دیا۔

کوانتی نے اٹھ کر ان کے سامنے کھانا رکھ دیا اور وہ دونوں کھانا کھانے لگے۔

چنگیز خان نے چند روز ین کنگ میں شہر سے باہر قیام کیا۔ اس دوران سوبدائی بھی اپنے لشکر کے ساتھ اس سے آملا۔ پھر چنگیز خان مفتوحہ چین کا حکمران مقرر کرنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ صحرائے گوبی کی طرف کوچ کر گیا!

یسوتائی اور کوانتی ایک روز دریائے سغد کے جنوبی کنارے سے سمرقند شہر میں داخل ہوئے۔ انہوں نے دیکھا، شہر لمبائی میں شمالاً جنوباً تھا۔ شہر کا قلعہ جنوب میں قدرے اونچائی پر تھا۔ سارا شہر ایک بلند پہاڑی پر واقع تھا۔

یسوتائی نے کوانتی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا:

"اے کوانتی! اگر میری ماں مل گئی تو ہم یہیں سمرقند میں کوئی مکان خرید کر اس کے ساتھ رہیں گے؟"

کوانتی نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ اور گہری آواز میں کہا:

"خدا کرے آپ کو ماں مل جائے۔ میرا کام تو اب آپ دونوں کی خدمت کرنا ہوگا اس کے لیے خواہ آپ مجھے جھونپڑے میں رکھیں یا کسی مکان میں۔ میں کبھی کوئی اعتراض نہ کروں گی۔"

یسوتائی نے کھل کر مسکراتے ہوئے کہا:

"اے کوانتی! بخدا تم میری امیدوں سے بڑھ کر میرے لیے اچھی اور خوش کن بیوی ثابت ہوئی ہو۔

اے کوانتی! سمرقند میں ایک اچھا سا مکان خریدنے کے لیے ہمارے پاس کافی رقم ہے۔ گھر پر جو رقم تھی وہ بھی میں اپنے ساتھ چین کی مہم پہ لے گیا تھا۔ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ تمہیں لے کر چین سے سیدھا ماں کی تلاش میں سمرقند کی طرف نکل جاؤں گا اور ین کنگ فتح کرنے پہ جو رقم، جواہرات اور سونے کے ٹکڑے چنگیز خان نے مجھے انعام میں دیے ہیں وہ ایک اچھی گزر بسر کرنے کے لیے عمر بھر کے لیے ہمیں کافی ہیں۔ اے کوانتی! اب ہمیں دو چیزیں تلاش کرنا ہوں گی۔ ایک سالم بن امین کو جس کے ہاتھ نیاہ کے باپ ایصان نے میری ماں کو فروخت کیا اور دوسرا کسی بڑے مقبرے کو، کیونکہ ایصان نے بتایا تھا کہ سالم بن امین کا گھر ایک بہت بڑے مقبرے کے پاس ہے۔"

کوانتی نے غور سے یسوتائی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا:

"کیا آپ اس سے پہلے کبھی سمرقند کی طرف نہیں آئے؟"

یسوتائی نے کہا:

"نہیں کوانتی! میں تو تمہاری طرح زندگی میں پہلی بار اس شہر میں داخل ہو رہا ہوں۔"

اچانک یسوتائی نے اپنے گھوڑے کو روک لیا اور اپنے پاس سے گزرتے ہوئے ایک شخص کو مخاطب کر کے پوچھا:

"اے میرے بھائی! ہم دونوں میاں بیوی ہیں اور اس شہر میں اجنبی ہیں۔ کیا تم ہمیں بتا سکو گے کہ اس شہر میں سب سے بڑا مقبرہ کس طرف ہے؟"

اس شخص نے دائیں طرف ایک بلند گنبد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"اے میرے عزیز! وہ دیکھو سامنے جو بلند گنبد نظر آ رہا ہے وہ سمرقند کے سب سے بڑے مقبرے کا گنبد ہے۔"

یسوتائی نے پھر پوچھا:

"اے بھائی! کیا تم بتا سکو گے کہ یہ مقبرہ کس کا ہے اور کیا اس مقبرے کے پاس کسی ایسے تاجر کا گھر ہے جس کا نام سالم بن امین ہو؟"

اس شخص نے کہا:

"یہ مقبرہ تو حضرت قثم بن عباسؓ[1] کا ہے۔ اس مقبرے کے ساتھ ایک مسجد ہے اور مسجد کے ساتھ ہی سالم بن امین کا گھر ہے۔"

یسوتائی نے اس شخص کا شکریہ ادا کیا اور کوانتی کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ دونوں مقبرے کے ساتھ ملحقہ مسجد کے پاس آئے اور مسجد کے ساتھ جو حویلی تھی اس کے سامنے وہ دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔

پھر یسوتائی نے آگے بڑھ کر حویلی کے دروازے پہ دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد

---

[1] مشہور صحابئِ رسولؐ۔ ان ہی کی وجہ سے سمرقند میں اسلام پھیلا اور لوگ مسلمان ہوئے۔

ایک ضعیف اور بوڑھے آدمی نے دروازہ کھولا۔ یسوتائی نے اس سے کہا:

"اے میرے بزرگ! میں سالم بن امین سے ملنا چاہتا ہوں"۔

اس شخص نے کہا:

"میں ہی سالم بن امین ہوں۔ کہو، کیا کام ہے؟"

یسوتائی نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا پھر اس نے کہا:

"میرا نام یسوتائی ہے اور یہ میری بیوی گوانتی ہے۔ ہم دونوں اس شہر میں اجنبی ہیں۔ آج ہی اس شہر میں وارد ہوئے ہیں اور صحرائے گوبی کی طرف سے آئے ہیں۔ اے میرے بزرگ! کیا آپ نے کبھی کسی ایسی خاتون کو خریدا تھا جس کا نام۔۔۔۔۔"

سالم بن امین نے یسوتائی کی بات کاٹ دی اور چلا کر کہا:

"سنو اے اجنبی! اگر میں غلطی پر نہیں ہوں اور میرا ذہن کسی دھوکے میں مبتلا نہیں ہو رہا تو پھر تم جوبانی کے بیٹے ہو کیونکہ تم نے اپنا نام یسوتائی بتایا ہے اور وہ بھی اپنے شوہر کا نام منطاشش، بیٹے کا نام یسوتائی اور بیٹی کا نام لیشیع پکار پکار کر روتی رہتی ہے"۔

یسوتائی نے بے تاب ہو کر پوچھا:

"کیا آپ نے ہی میری ماں جوبانی کو خریدا تھا؟"

سالم نے آگے بڑھ کر پہلے گوانتی کے سر پر دستِ شفقت پھیرا۔ پھر اس نے یسوتائی کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہا:

"صبر اے یسوتائی! صبر!! پہلے میرے ساتھ حویلی کے اندر چل کر بیٹھو۔ پھر میں تمہیں اس معاملے کی ساری تفصیل سناتا ہوں"۔

اس کے ساتھ ہی سالم نے زور سے پکارا:

"حمنہ! حمنہ!! تم کہاں ہو"۔

تھوڑی دیر بعد پینتیس برس کے قریب کی ایک عورت نمودار ہوئی۔ سالم نے

نے اس سے کہا:

"اے بیٹی! یہ دونوں ہمارے مہمان ہیں۔ ان کے گھوڑوں کو اندر لے جاؤ اور ان کے چارے کا بندوبست کرو۔ اور اے بیٹی! مہمانوں کے کھانے کا بھی انتظام کرو"۔

وہ عورت دونوں گھوڑوں کو پکڑ کر اندر لے گئی۔

یسوتائی نے ادھر ادھر دیکھا اور جائزہ لیا کہ اس مقبرے اور مسجد کے آس پاس کے گھروں میں زیادہ تر کاغذ سازی کا کام کیا جاتا تھا۔

جب وہ عورت دونوں گھوڑے اندر لے گئی تو سالم بن امین نے کہا:

"اے میرے عزیز! یہ عورت جو گھوڑوں کو اندر لے گئی ہے، بظاہر اس گھر کی ملازمہ ہے لیکن حقیقتاً میں اسے اپنی بیٹی کی طرح چاہتا ہوں۔ اس کا گھر یہاں قریب ہی ہے۔ یہ دن کے وقت یہاں کام کرتی ہے اور اکثر رات کے وقت بھی یہاں رہ جاتی ہے اور اپنے بیٹے بیٹیوں کو بھی یہاں لے آتی ہے جن کی وجہ سے میرے گھر میں خوب رونق ہوتی ہے۔ میں تمہیں یہ بھی بتاتا چلوں کہ میری اپنی کوئی اولاد نہیں ہے۔ اب جوبانی ہی میری بیٹی ہے۔ او ہو! میں بھی کیسا احمق ہوں۔ تم دونوں کو میں نے یہیں کھڑا کر لیا ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔ اندر مہمان خانے میں بیٹھ کر تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں"۔

یسوتائی نے جو اپنے گھوڑے کی زین سے چرمی خرجین اپنے کندھے پر لٹکالی تھی، اسے اپنے کندھے پہ درست کیا اور سالم بن امین کے ساتھ ہو لیا۔ گوانتی بھی ان دونوں کے پیچھے حویلی کے اندر داخل ہو گئی۔

سالم نے یسوتائی اور گوانتی کو مہمان خانے میں لا بٹھایا۔

سمرقند کا کاغذ بہت مشہور ہے اور اس شہر کے بنے ہوئے کاغذ کی تعریف بابر نے بھی کی تھی۔

حویلی کا جائزہ لیتے ہوئے یبسوتائی نے پوچھا:

"ابھی ابھی آپ حویلی سے باہر کہہ رہے تھے کہ اکثر میری ماں اپنے شوہر اور بیٹے بیٹی کو یاد کر کے روتی رہتی ہے لیکن وہ مجھے اس گھر میں نظر تو نہیں آ رہی۔ کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟ اے سالم بن امین! آپ نے میری ماں کو جتنے میں خرید اتھا میں اس سے دُگنی رقم آپ کو دینے کے لیے تیار ہوں پر آپ میری ماں کو آزاد کر دیں۔ اور اے سالم بن امین! اپنی ماں کو یہاں سے حاصل کرنے کے بعد ابھی میں نے اپنی بہن کی طرف بھی جانا ہے جو جھیل بالکش کے کنارے کاروس شہر کے ایک کعنام نام کے مسلم مبلغ کے پاس رہتی ہے۔"

سالم بن امین نے ناراضگی اور خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے یسوتائی! جو بانی اب میری بیٹی ہے اور کیا تو میری ہی بیٹی کی قیمت مجھے ادا کرنا چاہتا ہے۔ آہ یسوتائی! تُو اپنی ماں سے مل تو سکتا ہے پر تُو اپنی بہن سے نہیں مل سکتا کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

یسوتائی نے بے چینی سے چلا کر پوچھا:

"اے بزرگ سالم! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

سالم نے کہا:

"سنو یسوتائی! میں تمہیں سارے حالات تفصیل سے بتاتا ہوں۔ کاروس شہر کا مسلم مبلغ کعنام میرا خوب جاننے والا ہے اور اس کی تبلیغ کے سلسلے میں میں اس کی دل کھول کر مدد بھی کرتا رہا ہوں۔ جب وہ تمہاری بہن یشلیج کو بدکرداروں کے چنگل سے نکال لایا تو ایک روز وہ مجھے شاہراہِ ریشم پہ اس وقت ملا جب میں تجارت کی غرض سے خطا کی سرزمینوں کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے مجھ سے درخواست کی کہ تمہاری ماں جو بانی کو خرید لاؤں۔ اس نے مجھے جو بانی کے پورے حالات اور مسلمان ہونے کی ساری تفصیل بتائی اور یہ بھی نشاندہی کر دی کہ جو بانی کہاں رہتی ہے لہٰذا میں اپنی تجارت سے فارغ ہونے کے بعد ایقان نام کے اس شخص سے ملا جس کے چنگل میں تمہاری ماں تھی۔ میں نے ایک بھاری رقم دے کر اس سے تمہاری ماں کو خرید لیا۔ اسے میں یہاں اپنے پاس لے آیا اور اپنی بیٹی بنا کر رکھ لیا، کیونکہ میری اپنی کوئی اولاد نہیں ہے۔ چند ہی دن بعد مسلم مبلغ کعنام تمہاری بہن یشلیج کو بھی یہیں لے آیا۔

تمہاری بہن کو کوئی بیماری تھی اور جب وہ یہاں آئی تو سوکھ کر کانٹا ہو چکی تھی۔ میں نے کعنام کا شکریہ ادا کیا اور یشلیج کو بھی اپنے پاس رکھ لیا۔ میں نے یشلیج کا بہت علاج کرایا پر طبیب کہتا تھا اسے کوئی ایسا روگ لگ چکا ہے جس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ مجھے چونکہ جو بانی اور یشلیج ایک بیٹی اور نواسی کی صورت میں مل گئی تھیں لہٰذا میں نے تجارت کی غرض سے باہر جانا بند کر دیا اور ہر وقت ان دونوں کے پاس رہنے لگا۔ میرے پاس تجارت سے کمائی ہوئی کافی رقم ہے جس سے ہماری گزر بسر میں کوئی تکلیف، کوئی دشواری نہ ہوئی۔

پھر تمہاری ماں نے ایک تاجر سے، کہ جو میرا خوب جاننے والا تھا، استدعا کی کہ وہ صحرائے گوبی میں تمہاری، تمہارے باپ اور ایک شخص بولائی کی خیریت دریافت کر کے آئے کیونکہ جو بانی، یشلیج کو لے کر اپنے شوہر اور تمہارے پاس واپس جانا چاہتی تھی اور میں نے اسے اس کی اجازت بھی دے دی تھی۔ پر اس تاجر نے آ کر بتایا کہ تمہارا باپ منطاشش، تم اور بولائی قتل ہو گئے ہو۔ یہ روحوں کو ویران کر دینے والی خبر سن کر یشلیج کی بیماری زور پکڑ گئی۔ جو بانی نے اس کی بڑی خدمت کی۔ میں نے اس کا بڑا علاج کرایا پر وہ بچ نہ سکی اور مر گئی۔ جو بانی بے چاری نے یشلیج کی قبر پر کچھ پودے لگا رکھے ہیں اور روزانہ ان کو پانی دینے جاتی ہے۔ اس وقت بھی وہ وہیں گئی ہوئی ہے۔ اس کی حالت دیکھی نہیں جاتی۔ وہ منطاشش، تمہیں اور یشلیج کو یاد کر کے ہر وقت روتی رہتی ہے۔

اے بسوتائی! یہ گھر اور اس کا سارا ساز و سامان تو اب جو بانی ہی کا ہے۔ کیونکہ وہی میری بیٹی ہے۔ میں تو اب قبر کنارے کھڑا ہوں اور کسی وقت بھی اس میں لڑھک سکتا ہوں۔ اے بسوتائی! تم دونوں میاں بیوی اب کہیں نہ جاؤ گے۔ تم دونوں یہیں جو بانی کے پاس رہو گے"۔

بسوتائی نے روتے ہوئے اور منت کرنے کے انداز میں کہا:

"کیا آپ مجھے اس قبرستان کی نشاندہی کریں گے جس میں اس وقت میری ماں ہو گی۔ میں اپنی ماں کو وہیں جا کر ملوں گا اور اپنی بہن کی قبر پہ فاتحہ بھی کہوں گا۔ جسے میں دیکھ نہ سکا اور جو میرا اور میرے باپ کا غم لے کر قبر میں اتر گئی"۔

سالم بن امین نے کہا:

"حمنہ نے کھانا تیار کر دیا ہو گا پہلے تم دونوں کھانا کھا لو۔ پھر قبرستان کی طرف چلتے ہیں"۔

بسوتائی نے کہا:

"پہلے قبرستان چلیں۔ پھر واپس آ کر کھانا کھائیں گے"۔

بسوتائی کی ضد کے آگے سالم جھک گیا۔ پھر وہ اٹھا اور بسوتائی اور کوانتی کو لے کر حویلی سے باہر نکل گیا۔

بسوتائی نے وہ آنسو پونچھ لیے تھے جو بہن کی موت کی خبر سن کر اسے کرب میں مبتلا کر گئے تھے۔

سمرقند کے مغرب میں ایک کوہستانی سلسلے کے اوپر بنے قبرستان میں بسوتائی، کوانتی اور سالم بن امین داخل ہوئے۔

سالم بن امین نے انہیں یشبع کی قبر کی نشاندہی کر دی!

بسوتائی نے دیکھا قبر کے آس پاس پھولدار پودوں کے علاوہ سایہ دار درخت بھی لگے تھے۔ اس نے قبر پر فاتحہ کہی۔ پھر سالم بن امین سے پوچھا:

"کہاں ہے میری ماں؟"

سالم بن امین نے کہا:

"وہ ان پودوں کو ڈالنے کے لیے نیچے چشمے میں سے پانی لینے گئی ہو گی"۔

پھر اس نے نیچے وادی کی طرف اشارہ کیا:

"وہ نیچے دیکھو، تمہاری ماں جو بانی پانی کا مٹکا اٹھائے اوپر آ رہی ہے"۔

بسوتائی اس کی طرف بھاگا۔

کوانتی بھی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔

جو بانی کے قریب جا کر بسوتائی نے دیکھا جو بانی کے چہرے کے نقوش تو ویسے ہی تھے جو اس کے جانے پہچانے تھے لیکن چہرے کی تازگی نہ رہی تھی اور پھر جو بانی کے بال سفید تھے اور وہ بوڑھی ہو چکی تھی۔

اپنے وقت کی حسین ترین جو بانی عبرت خیزی کا سماں پیش کر رہی تھی۔

بسوتائی نے آگے بڑھ کر جو بانی سے پانی کا مٹکا لے لیا اور کہا:

"اے خاتون! چلیے میں یہ مٹکا آپ کے لیے اوپر لے چلتا ہوں"۔

کوانتی نے فوراً آگے بڑھ کر وہ مٹکا بسوتائی سے لے لیا اور پہاڑ پہ چڑھنے لگی۔

جو بانی کی سانس پھول رہی تھی اور اس سمے وہ ان دونوں سے کچھ نہ کہہ سکی۔

کوہستان کے اوپر جا کر کوانتی نے مٹکے کا پانی یشبع کی قبر کے اردگرد پھولوں کے پودوں اور درختوں کو ڈال دیا۔

اتنی دیر میں جو بانی بھی اوپر آ گئی۔ اس نے اپنی سانس درست کی اور بسوتائی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا:

"تم دونوں کون ہو اور ....."

یسوتائی نے دیکھا قبر کے آس پاس پھولدار پودوں کے علاوہ سایہ دار درخت بھی لگے تھے۔ اس نے قبر پر فاتحہ کہی۔ پھر سالم بن امین سے پوچھا:

"کہاں ہے میری ماں؟"

سالم بن امین نے کہا:

"وہ ان پودوں کو ڈالنے کے لیے نیچے چشمے میں سے پانی لینے گئی ہو گی"۔

پھر اس نے نیچے وادی کی طرف اشارہ کیا:

"وہ نیچے دیکھو، تمہاری ماں جوبانی پانی کا مٹکا اٹھائے اوپر آ رہی ہے"۔

یسوتائی اس کی طرف بھاگا۔

کوانتی بھی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔

جوبانی کے قریب جا کر یسوتائی نے دیکھا جوبانی کے چہرے کے نقوش تو ویسے ہی تھے جو اس کے جانے پہچانے تھے لیکن چہرے کی تازگی نہ رہی تھی اور پھر جوبانی کے بال سفید تھے اور وہ بوڑھی ہو چکی تھی۔

اپنے وقت کی حسین ترین جوبانی عبرت خیزی کا سماں پیش کر رہی تھی۔

یسوتائی نے آگے بڑھ کر جوبانی سے پانی کا مٹکا لے لیا اور کہا:

"اے خاتون! چلیے میں یہ مٹکا آپ کے لیے اوپر لے چلتا ہوں"۔

کوانتی نے فوراً آگے بڑھ کر وہ مٹکا یسوتائی سے لے لیا اور پہاڑ پر چڑھنے لگی۔

جوبانی کی سانس پھول رہی تھی اور اس سے وہ ان دونوں سے کچھ نہ کہہ سکی۔

کوہستان کے اوپر جا کر کوانتی نے مٹکے کا پانی یشبلع کی قبر کے ارد گرد پھولوں کے پودوں اور درختوں کو ڈال دیا۔

اتنی دیر میں جوبانی بھی اوپر آ گئی۔ اس نے اپنی سانس درست کی اور یسوتائی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا:

"تم دونوں کون ہو اور ....."

یسوتائی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا:

"اے خاتون! میں تمہارے لیے اجنبی نہیں ہوں اور یہ لڑکی میری بیوی ہے اس کا نام کوانتی ہے..... اے خاتون! میں صحرائے گوبی سے تمہارے لیے ایک پیغام لایا ہوں اور تم سے ملنے کے لیے سالم بن امین کو اپنے ساتھ یہاں لایا ہوں۔ اے خاتون! میں تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ تمہارا شوہر تو ان لوگوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا جنہوں نے تمہیں اور تمہاری بیٹی کو اغوا کیا۔ پر اے خاتون! تمہارا بیٹا یسوتائی زندہ ہے اور اس نے ان تمام بدمعاشوں اور مکاروں کو قتل کر دیا ہے جو تمہارے اغوا اور پھر فروخت کرنے میں ملوث تھے"۔

جوبانی کے چہرے پر تازگی، طراوت، سرسبزی اور حدت سی چھا گئی۔

پھر اس نے خوشیوں، شادمانیوں اور مسرت و امید کا اظہار کرتے ہوئے یسوتائی سے پوچھا:

"اے اجنبی جوان! کیا میرا بیٹا زندہ ہے۔ اگر وہ زندہ ہے تو اس وقت کہاں ہے؟"

یسوتائی نے اکھڑے لہجے اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

"اے خاتونِ محترم! اگر تیرا بیٹا تیرے سامنے آئے تو کیا تیرے پاس کوئی ایسی نشانی ہے جس سے تو جان سکے کہ وہ تیرا بیٹا ہے کیونکہ اتنے برسوں بعد تو اسے چہرے سے تو نہ پہچان سکے گی"۔

جوبانی نے کہا:

"ہاں! اس کی پشت پر دونوں شانوں کے درمیان ایک بڑا تل تھا"۔

یسوتائی نے اپنی پشت جوبانی کی طرف کرتے ہوئے کھل کر روتی ہوئی آواز میں کہا:

"اے میری دکھیاری ماں! میں ہی تیرا بدقسمت بیٹا یسوتائی ہوں۔ ذرا میری گردن دیکھ، کیا اس پر وہ تل ہے جو تیری نشانی بن سکتا ہے؟"

یسوتائی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا:

"اے خاتون! میں تمہارے لیے اجنبی نہیں ہوں اور یہ لڑکی میری بیوی ہے اس کا نام کوانتی ہے.... اے خاتون! میں صحرائے گوبی سے تمہارے لیے ایک پیغام لایا ہوں اور تم سے ملنے کے لیے سالم بن امین کو اپنے ساتھ یہاں لایا ہوں۔ اے خاتون! میں تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ تمہارا شوہر تو ان لوگوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا جنہوں نے تمہیں اور تمہاری بیٹی کو اغوا کیا۔ پر اے خاتون! تمہارا بیٹا یسوتائی زندہ ہے اور اس نے ان تمام بدمعاشوں اور مکاروں کو قتل کر دیا ہے جو تمہارے اغوا اور پھر فروخت کرنے میں ملوّث تھے"۔

جوبانی کے چہرے پہ تازگی، طراوت، سرسبزی اور حدت سی چھا گئی۔

پھر اس نے خوشیوں، شادمانیوں اور مسرت و امید کا اظہار کرتے ہوئے یسوتائی سے پوچھا:

"اے اجنبی جوان! کیا میرا بیٹا زندہ ہے۔ اگر وہ زندہ ہے تو اس وقت کہاں ہے؟"

یسوتائی نے اکھڑے لہجے اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

"اے خاتونِ محترم! اگر تیرا بیٹا تیرے سامنے آئے تو کیا تیرے پاس کوئی ایسی نشانی ہے جس سے تُو جان سکے کہ وہ تیرا بیٹا ہے کیونکہ اتنے برسوں بعد تُو اسے چہرے سے تو نہ پہچان سکے گی"۔

جوبانی نے کہا:

"ہاں! اس کی پشت پہ دونوں شانوں کے درمیان ایک بڑا تل تھا"۔

یسوتائی نے اپنی پشت جوبانی کی طرف کرتے ہوئے کھل کر روتی ہوئی آواز میں کہا:

"اے میری دکھیاری ماں! میں ہی تیرا بدقسمت بیٹا یسوتائی ہوں۔ ذرا میری گردن دیکھ کیا اس پہ وہ تل ہے جو تیری نشانی ہی بن سکتا ہے"۔

جوبانی طوفانی انداز میں آگے بڑھی۔ یسوتائی کا لباس ہٹا کر اس کی گردن پہ تل دیکھا پھر بری طرح یسوتائی کو اپنے ساتھ لپٹا کر اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

یسوتائی، جوبانی سے لپٹ کر بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا۔

کوانتی بے چاری بھی جوبانی سے لپٹ کر ہچکیاں اور سسکیاں لے رہی تھی۔

سالم بن امین کی گردن جھک گئی تھی اور آنسو اس کی آنکھوں سے تیز دھاروں کی طرح بہتے ہوئے یشلیح کی قبر پر گر رہے تھے!